حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ان آیات میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت ہے، اگر تم تمام قرآن کو کھنگال کر دیکھو تو تمہیں علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی معصیت پر اتنی سخت وعید نازل نہیں فرمائی جتنی حضرت عائشہ کی تہمت پر وعید نازل فرمائی ہے اور جتنی سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے کچھ ایسے خصوصی فضائل ہیں جو اور کسی میں نہیں ہیں، البتہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم بنت عمران کو عطا فرمائیں وہ مستثنیٰ ہیں اور میں یہ نہیں کہتی کہ میں ان اوصاف کی وجہ سے دیگر ازواج مطہرات پر فخر کرتی ہوں، پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: فرشتہ میری صورت لے کر نازل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر میں مجھ سے نکاح کیا نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی، میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت کا حضور سے نکاح نہیں ہوا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بستر پر ہوتی تو آپ پر وحی نازل ہوتی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھی، میرے متعلق قرآن مجید میں (دس) آیات نازل ہوئیں، میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کسی نے بھی حضرت جبرائیل کو نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے حجرے میں وصال ہوا، میرے اور فرشتے کے سوا اور کوئی آپ کے قریب نہیں تھا۔ [1]

امام رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی وجہ سے برأت بیان کی، حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ایک شاہد کی زبان سے بیان کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو ان کی برأت ایک پتھر نے بیان کی، حضرت مریم کی برأت ان کے بیٹے نے بیان کی اور حضرت عائشہ کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات میں بیان کی جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی، روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابن عباس نے آنے کی اجازت طلب کی، حضرت عائشہ نے فرمایا اب وہ آئے گا اور میری تعریف کرے گا، حضرت ابن الزبیر نے حضرت ابن عباس کو یہ بتایا، حضرت ابن عباس نے کہا جب تک ام المومنین مجھ کو اجازت نہیں دیں گی، میں نہیں آؤں گا، حضرت عائشہ نے اجازت دے دی حضرت ابن عباس آئے تو حضرت عائشہ نے کہا میں دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں حضرت ابن عباس نے کہا اے ام المومنین آپ کو دوزخ کے عذاب سے کیا خطرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوزخ کے عذاب سے پناہ دے دی ہے، اور آپ کی برأت کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل کی ہیں جن کی مسجدوں میں تلاوت کی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو طیب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طیبات طیبین کے لیے ہیں اور طیبون طیبات کے لیے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم طیب کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے تیمم کا حکم نازل کیا اور فرمایا "صعید" پاک مٹی سے وضو کرو، (نیز آپ کی وجہ سے حد قذف مقرر ہوئی) روایت ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب نے اپنی اپنی فضیلت بیان کی، حضرت زینب نے فرمایا میں وہ ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا، اور حضرت عائشہ نے فرمایا میں وہ

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے برأت بیان کی جب ابن المعطل نے مجھے سواری پر سوار کیا حضرت زینب نے پوچھا آپ نے سوار ہوتے وقت کیا کہا تھا حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے کہا تھا: حسبی اللہ ونعم الوکیل حضرت زینب نے کہا یہی مؤمنوں کی نشانی ہے۔ [۱]

حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل

علامہ یحیٰی بن شرف نووی لکھتے ہیں اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱ - اس طویل حدیث کے متعدد قطعات کو راویوں نے بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی تقطیع کرنا جائز ہے، اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔
۲ - ازواج کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنے کا جواز۔
۳ - خواتین کے غزوات میں شریک ہونے کا جواز۔
۴ - خواتین کے اونٹ پر سوار ہونے اور کجاوہ میں بیٹھنے کا جواز۔
۵ - سفر میں مردوں کا خواتین کی خدمت کرنے کا جواز۔
۶ - لشکر کی روانگی کا امیر کے حکم پر موقوف ہونا۔
۷ - بیوی کا قضاء حاجت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر جنگل میں جانے کا جواز۔
۸ - خواتین کے لیے سفر میں ہار پہننے کا جواز۔
۹ - غیر محرم کا عورت کو کجاوہ میں بٹھانے کا جواز اور یہ کہ غیر محرم سفر میں عورت کے ساتھ بلاضرورت بات نہ کرے۔
۱۰ - عورتوں کے کم کھانے کا استحسان تاکہ جسم پر گوشت کی تہیں نہ چڑھیں۔
۱۱ - بعض آدمیوں کو لشکر سے پیچھے رکھنا تاکہ اگر کوئی شخص لشکر سے بچھڑ جائے تو وہ اس کو لشکر کے ساتھ لاحق کر دے۔
۱۲ - غمگین کی مدد کرنا، جو قافلہ سے بچھڑ گیا ہو اس کو قافلہ سے لاحق کرنا اور صاحب اقتدار کی تکریم کرنا جیسا کہ حضرت صفوان نے کیا۔
۱۳ - خواتین کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ پیش آنا خصوصاً جنگل کی تنہائی میں، جیسا کہ حضرت صفوان نے از خود بغیر کہے اونٹ کو بٹھایا اور اونٹ کے پیچھے پیچھے چلے۔
۱۴ - ایثار کا بیان کیونکہ حضرت صفوان خود پیدل چلے اور حضرت عائشہ کو سوار کرایا۔
۱۵ - دین اور دنیا کی کسی بھی مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کا استحباب۔
۱۶ - اجنبی شخص خواہ صالح ہو یا نہ ہو اس سے چہرہ کے پردہ کا بیان، کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر اپنی چادر میں چہرہ چھپا لیا۔
۱۷ - بغیر طلب کے قسم کھانے کا بیان۔
۱۸ - کسی شخص نے کسی پر تہمت لگائی ہو تو اس کا اس شخص سے ذکر نہ کرنے کا استحباب، کیونکہ ایک ماہ تک

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت کے متعلق نہیں بتایا گیا۔

۱۹۔ خاوند کا بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور لطف کے ساتھ پیش آنا۔

۲۰۔ جب بیوی کے متعلق کوئی تہمت سنی جائے تو اس سے لطف میں کمی کرنا، تاکہ بیوی اس کی وجہ دریافت کرے اور سبب پر مطلع ہونے کے بعد اس کا ازالہ کرے۔

۲۱۔ مریض سے اس کا حال پوچھنے کا استحباب۔

۲۲۔ عورت جب جنگل میں قضاء حاجت کے لیے جائے تو رفاقت کے لیے اپنے ساتھ کسی خاتون کو لے جائے۔

۲۳۔ اگر کسی شخص کا کوئی عزیز یا رشتہ دار کسی معزز شخص کو اذیت دے تو اس کو برا جاننا جس طرح حضرت مسطح کی ان کی تہمت لگانے کو برا جانا۔

۲۴۔ اہل بدر کی فضیلت اور ان کی طرف سے دفاع کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ نے حضرت مسطح کی طرف سے دفاع کیا۔

۲۵۔ اہل بدر کی مغفرت کا اعلان اس بات کو مستلزم نہیں کہ بعد میں وہ گناہ کریں گے اور ان کو دنیاوی سزا نہیں ملے گی، کیونکہ حضرت مسطح نے تہمت لگائی اور ان پر حد قذف جاری ہوئی، البتہ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دی جائے گی اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

۲۶۔ کسی قانون کا موثر بہ ماضی ہونا، کیونکہ حد قذف کا حکم نازل ہونے سے پہلے جنہوں نے تہمت لگائی تھی ان پر بھی حد جاری کی گئی۔

۲۷۔ بیوی کا اپنے میکے جانے کے لیے خاوند سے اجازت طلب کرنا۔

۲۸۔ تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا۔

۲۹۔ کسی شخص کا اپنے خانگی امور میں اپنے احباب اور عزیزوں سے مشورہ کرنا۔

۳۰۔ کسی تہمت کے متعلق تحقیق اور تفتیش کرنا اور کسی کے احوال معلوم کرنا، البتہ بلا ضرورت تجسس کرنا منع ہے۔

۳۱۔ کسی پیش آمدہ حادثہ کے متعلق امام کا لوگوں سے خطاب کرنا۔

۳۲۔ اگر کسی شخص کی طرف سے مسلمانوں کے امیر کو اذیت پہنچی ہو تو اس کی مسلمانوں سے شکایت کرنا۔

۳۳۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے فضائل جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور حضرت عائشہ کے بیان سے ظاہر ہوئے۔

۳۴۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کی فضیلت۔

۳۵۔ فتنہ کو بند کرنا، لوگوں کے جوش اور غضب کو ٹھنڈا کرنا اور لڑائی جھگڑے کو بند کرانا۔

۳۶۔ توبہ پر برانگیختہ کرنا اور توبہ کی قبولیت۔

۳۷۔ بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کا بڑوں کی طرف کلام کو مفوض کرنا، چنانچہ حضرت عائشہ نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ حضور سے بات کریں۔

۳۸۔ قرآن مجید کی آیات سے استشہاد کرنا۔

۳۹۔ جس شخص کو کوئی تازہ نعمت ملی ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہوئی ہو اس کو مبارک باد دینا۔

۴۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت سے براءت، قطعی براءت ہے جو قرآن مجید میں منصوص ہے، سو جو انسان اس میں شک کرے گا وہ العیاذ باللہ کافر ہو جائے گا، حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی، اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

۴۱۔ جب کوئی تازہ نعمت ملے تو اس پر فوراً شکر ادا کرنا، جس طرح حضرت عائشہ نے براءت کی آیات نازل ہونے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا۔

۴۲۔ ولا یاتل اولوا الفضل۔ میں حضرت ابوبکر کی فضیلت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب فضل فرمایا۔

۴۳۔ رشتہ دار اگرچہ بدسلوکی کریں پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جیسا کہ حضرت ابوبکر کو حضرت مسطح کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہوا۔

۴۴۔ لوگوں کی بدسلوکی کو معاف کرنے اور درگذر کرنے کا بیان۔

۴۵۔ نیکی کے راستہ میں صدقہ اور خیرات کرنے کا استحباب۔

۴۶۔ اگر کوئی شخص نیکی نہ کرنے کی قسم کھالے تو مستحب یہ ہے کہ وہ نیکی کرے اور قسم کا کفارہ دے، جس طرح حضرت ابوبکر نے کیا۔

۴۷۔ حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت۔

۴۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلق کی عظمت کیونکہ حضرت حسان کے تہمت لگانے کے باوجود حضرت عائشہ ان کی طرف سے مدافعت کرتی تھیں۔

۴۹۔ مسلمانوں کا اپنے امیر کے اہل کی عزت و حرمت کے لیے غضب ناک ہونا، جس طرح حضرت سعد بن معاذ اور دیگر صحابہ غضب میں آ گئے۔

۵۰۔ متعصب کو ستب کرنے کا جواز جیسا کہ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑتے ہو اور اس سے ان کی مراد نفاق حقیقی نہیں تھا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر کے لیے ازواج میں قرعہ اندازی کرنا باطل ہے اور ان سے اجازت کی بھی حکایت ہے اور علامہ ابن منذر وغیرہ نے کہا کہ قیاس کا تقاضا قرعہ اندازی کو ترک کرنا ہے لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب قرعہ اندازی کو باطل کرنا نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا بلکہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ قیاس قرعہ اندازی کے خلاف ہے کیونکہ اس میں بیوی کے ساتھ لے جانے کو قرعہ پر معلق کرنا ہے اور یہ قمار ہے اس سے بیوی کے ساتھ جانے کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا لیکن ہم نے احادیث کی بناء پر اس قیاس کو ترک کر دیا، اور اس تعامل کی وجہ سے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک بغیر کسی اختلاف کے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸ - ۳۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عمل ہوتا آیا ہے اور یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی خوشنودی کے لیے ایسا کیا، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضر میں بھی ازواج مطہرات کی باری میں مساوات واجب نہیں تھی، اور قدوری میں یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ سفر میں ازواج کا کوئی حق نہیں اور خاوند کی مرضی ہے وہ جس زوجہ کو چاہے سفر میں لے جائے اور علامہ اقطع نے اس کی شرح میں یہ لکھا کیونکہ خاوند پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان میں سے ایک معین کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے اور اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ ان کی خوشنودی کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

۲۔ عورتوں کا کسی ایک کو نیک قرار دینا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ اور حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی فضیلت اور دین داری میں ان کے کمال کو بیان کیا، امام ابوحنیفہ نے اسی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بعض عورتوں کا بعض دوسری عورتوں کو نیک قرار دینا اور ان کی تعدیل کرنا جائز ہے۔

۳۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اہلیہ یا آپ کی عزت کے متعلق ایذاء دے اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہا کہ اگر یہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد نہیں کیا اور علامہ ابن بطال نے یہ کہا کہ اسی طرح جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس چیز کے ساتھ متہم کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہا ہے علامہ مہلب نے کہا میرا نظریہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات میں سے جس زوجہ پر بھی زنا کی تہمت لگائی جائے گی اس تہمت لگانے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔

۴۔ صبر جمیل کی دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین ہے۔

۵۔ جس شخص پر حد لگانے سے امت میں تفرقہ اور انتشار کا خدشہ ہو اس پر حد نہ لگائی جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن سلول پر حد نہیں لگائی۔

۶۔ کسی باطل چیز کا اعتراف کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ نے کہا اگر میں اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ میں اس گناہ سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کرو گے۔

۷۔ وحی کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہیں تھا، کیونکہ اس موقع پر ایک ماہ تک آپ پر وحی نہیں کی گئی، اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

۸۔ عورتوں کا سونے، چاندی موتی اور سیپیوں کے زیورات پہننا جائز ہے۔

۹۔ کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا، جس طرح حضرت عائشہ نے اپنے ہار کو تلاش کیا، اور مال کو ضائع ہونے سے بچانا جائز ہے۔

۱۰۔ کسی شخص کے متعلق جو خبر گشت کر رہی ہوں اس کے متعلق تحقیق کرنا کہ آیا اس سے پہلے بھی اس نے ایسا کام کیا تھا یا نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ، حضرت اسامہ اور حضرت زینب وغیرہم رضی اللہ عنہم سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنہائی کے معمولات اور دیگر افعال کے متعلق سوالات کیے اور یہ کہ حکم ظاہری افعال پر لگایا جاتا ہے۔ [۱]

حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ ”میں حضور کے لیے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی“

جب حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق آیات نازل ہوئیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو، اللہ نے تمہاری برأت کر دی ہے اور حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو تو حضرت عائشہ نے کہا بہ خدا میں ان کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی۔

علامہ بدر الدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کا یہ کلام بہ منزلہ عتاب تھا، کیونکہ مسلمانوں نے آپ کے معاملہ میں شک کیا حالانکہ ان کو حضرت عائشہ کی نیک چلنی اور پاکیزہ سیرت کا بہ خوبی علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ ظالموں نے آپ پر جو بغیر کسی حجت اور دلیل کے جھوٹی تہمت لگائی ہے آپ کا دامن اس سے بری ہے [۲] (علامہ عینی نے یہ عبارت علامہ نووی سے نقل کی ہے۔)

اس عبارت کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے کہا میں صرف اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی حمد کروں گی جس نے میری برأت کو نازل کیا اور مجھ پر غیر متوقع انعام کیا، جیسا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا تھا میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق ایسی وحی نازل کرے جس کی تلاوت کی جائے۔ [۳]

حضرت عائشہ نے جو فرمایا میں حضور کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی، اس کلام کے متعلق یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے انکار کیا معاذ اللہ! یا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ناراض تھیں جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ عینی نے حضرت عائشہ کے اس کلام کو عتاب پر محمول کیا ہے، بلکہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عظیم احسان کیا ہے اور ان کو نعمت غیر مترقبہ عطا فرمائی ہے تو اس نعمت اور احسان پر سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرنی چاہیے ورنہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کے شکر کا کیسے انکار کر سکتی ہیں جبکہ یہ عظیم نعمت آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہی ملی تھی اس لیے آپ کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ میں سب سے پہلے آپ کی تعظیم اور آپ کا شکر نہیں بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا شکر ادا کروں گی۔!

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

یہ غزوہ بنو المصطلق کا واقعہ ہے جو ۶ھ میں ہوا تھا، علامہ ابن التین وغیرہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، دوسروں

---

[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۶-۲۳۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲] ،، ،، ،، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۴،

[۳] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نے کہا یہ شعبان ۵ھ میں ہوا، یہ غزوہ مریسیع کے نام سے بھی معروف ہے، موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ ۴ھ میں ہوا، یہ تین قول ہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ غزوہ مریسیع کا واقعہ ہے اسی کو غزوہ بنو المصطلق بھی کہتے ہیں اور یہ ۶ھ میں ہوا تھا۔ [2]

بَابُ ۹۹۵ بَرَاءَةِ حَرَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرِّيبَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم کی تہمت سے برات

۶۸۹۵ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يُتَّهَمُ بِأُمِّ وَلَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اذْهَبْ فَاضْرِبْ عُنُقَهُ فَأَتَاهُ عَلِيٌّ فَإِذَا هُوَ فِي رَكِيٍّ يَتَبَرَّدُ فِيهَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ اخْرُجْ فَنَاوَلَهُ يَدَهُ فَأَخْرَجَهُ فَإِذَا هُوَ مَجْبُوبٌ لَيْسَ لَهُ ذَكَرٌ فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ لَمَجْبُوبٌ مَا لَهُ ذَكَرٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا جاؤ اس کی گردن اڑا دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ایک کنویں میں غسل کر رہا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا نکلو، اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نکالا دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا، پھر حضرت علی اس کو قتل کرنے سے رک گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا، اور کہا یا رسول اللہ اس کا عضو تناسل تو کٹا ہوا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص منافق تھا اور کسی اور وجہ سے قتل کا مستحق تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر اس کے قتل سے رک گئے کہ آپ نے اس کے زنا کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ [3]

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۸۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۸، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب صفات المنافقین و احکامهم

منافقین کی صفات اور ان کے احکام

باب: ۹۹۶

۶۸۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ قَالَ زُهَيْرٌ وَهِيَ قِرَاءَةُ مَنْ خَفَضَ حَوْلَهُ وَقَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ مَا فَعَلَ فَقَالَ كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قَالُوهُ شِدَّةٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقِي إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالَ ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ فَلَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَقَوْلُهُ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ وَقَالَ كَانُوا رِجَالًا أَجْمَلَ شَيْءٍ.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جس میں لوگوں کو بہت تکلیف پہنچی، عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں جب تک وہ ان سے الگ نہ ہو جائیں ان کو کچھ مت دو، زہیر کہتے ہیں کہ یہ اس کی قرأت ہے جس نے من حولہ پڑھا اور ابن ابی نے کہا اگر ہم مدینہ کو لوٹ گئے تو عزت والے مدینہ سے ذلت والوں کو نکال دیں گے، حضرت زید بن ارقم نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی، آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلوا کر اس سے (اس بات کے متعلق) پوچھا اس نے بہت پکی قسم کھائی کہ اس نے ایسا نہیں کہا اور (حضرت) زید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا ہے حضرت زید نے کہا مجھے ان لوگوں کی اس بات سے بہت رنج ہوا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں یہ آیت نازل کی "جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں"۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی مغفرت طلب کرنے کے لیے ان کو بلایا تو انھوں نے (تکبر سے) اپنے سر مٹکائے" اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "گویا کہ وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں۔ حضرت زید نے کہا ظاہر میں یہ لوگ بہت اچھے تھے۔

۶۸۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کی قبر پر تشریف لائے، اس کو قبر سے نکال کر اپنے گھٹنوں پر رکھا، اس پر اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی، پس

جابرا يقول اتى النبي صلى الله عليه وسلم قبر عبد الله بن ابي فاخرجه من قبره فوضعه على ركبتيه ونفث عليه من ريقه والبسه قميصه فالله اعلم۔

اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

۶۸۹۸ - حدثني احمد بن يوسف الازدي حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جريج اخبرني عمرو بن دينار قال سمعت جابر بن عبد الله يقول جاء النبي صلى الله عليه وسلم الى عبد الله ابن ابي بعد ما ادخل حفرته فذكر بمثل حديث سفيان۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کے دفن کیے جانے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے۔ اس کے بعد حدیث سفیان کی مثل ہے۔

۶۸۹۹ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا ابو اسامة حدثنا عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال لما توفي عبد الله بن ابي بن سلول جاء ابنه عبد الله بن عبد الله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأله ان يعطيه قميصه يكفن فيه اباه فاعطاه ثم سأله ان يصلي عليه فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي عليه فقام عمر فاخذ بثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اتصلي عليه وقد نهاك الله ان تصلي عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما خيرني الله فقال استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة وسازيده على سبعين قال انه منافق فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله عز وجل ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص اس کو عطا فرمائیں جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، آپ نے ان کو وہ قمیص عطا کی، پھر یہ سوال کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں، سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے، حضرت عمر نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم ان کے لیے استغفار کرو یا استغفار نہ کرو، اگر تم نے ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کیا" اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمر نے کہا وہ منافق ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "ان (منافقین) میں سے جو شخص بھی مر جائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔"

۶۹۰۰ - حدثنا محمد بن المثنى وعبيد الله بن سعيد قالا حدثنا يحيى (وهو القطان) عن عبيد الله بهذا الاسناد نحوه وزاد قال فترك الصلوة عليهم۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے منافقین پر نماز پڑھنے کو ترک کر دیا۔

۶۹۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ اَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ قَلِيْلٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ كَثِيْرٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَتُرَوْنَ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَا نَقُوْلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ يَسْمَعُ اِنْ جَهَرْنَا وَلَا يَسْمَعُ اِنْ اَخْفَيْنَا وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنْ كَانَ يَسْمَعُ اِذَا جَهَرْنَا فَهُوَ يَسْمَعُ اِذَا اَخْفَيْنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمُ الْاٰيَةَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کے پاس تین آدمی جمع ہوئے، ان میں سے دو قریشی تھے اور ایک ثقفی تھا، یا دو ثقفی تھے اور ایک قریشی تھا، قریشیوں کے دلوں میں دین کی سمجھ کم تھی اور ان کے پیٹوں میں چربی زیادہ تھی، ان میں سے ایک شخص نے کہا تمہارا کیا خیال ہے اللہ ہماری بات سنتا ہے؟ دوسرے نے کہا اگر ہم زور سے بولیں تو سنتا ہے اور اگر آہستہ بولیں تو نہیں سنتا، تیسرے نے کہا جب وہ ہمارے زور سے بولنے کو سنتا ہے تو وہ ہمارے آہستہ بولنے کو بھی سنتا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "اور تم اپنے گناہ اس لیے نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گے لیکن تم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کاموں کو نہیں جانتا اور تمہارے اپنے رب کے ساتھ تمہارے اسی گمان نے تمہیں ہلاک کر دیا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔"

۶۹۰۲- وَحَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَقَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنَحْوِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

۶۹۰۳- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ (وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ) قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى اُحُدٍ فَرَجَعَ نَاسٌ مِّمَّنْ كَانَ مَعَهُ فَكَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ فِرْقَتَيْنِ قَالَ بَعْضُهُمْ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ کی طرف گئے، آپ کے ساتھ جانے والوں میں سے چند لوگ لوٹ آئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ان لوٹنے والوں کے متعلق دو گروہ ہو گئے، بعض نے کہا ہم ان کو قتل کر دیں گے اور بعض نے کہا نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: "تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے متعلق تمہارے دو گروہ ہو گئے۔"

۶۹۰۴- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

حدثنا غندر كلاهما عن شعبة بهذا الإسناد نحوه۔

۶۹۰۵۔ حدثنا الحسن بن علي الحلواني و محمد بن سهل التميمي قالا حدثنا ابن أبي مريم أخبرنا محمد بن جعفر أخبرني زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن أبي سعيد الخدري أن رجالا من المنافقين في عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم كانوا إذا خرج النبي صلى الله عليه وسلم إلى الغزو تخلفوا عنه و فرحوا بمقعدهم خلاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فإذا قدم النبي صلى الله عليه وسلم اعتذروا إليه و حلفوا و أحبوا أن يحمدوا بما لم يفعلوا فنزلت لا يحسبن الذين يفرحون بما أتوا و يحبون أن يحمدوا بما لم يفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب۔

۶۹۰۶۔ حدثنا زهير بن حرب و هارون بن عبد الله (و اللفظ لزهير) قالا حدثنا حجاج بن محمد عن ابن جريج أخبرني ابن أبي مليكة أن حميد بن عبد الرحمن بن عوف أخبره أن مروان قال اذهب يا رافع لبوابه إلى ابن عباس فقل لئن كان كل امرئ منا فرح بما أتى و أحب أن يحمد بما لم يفعل معذبا لنعذبن أجمعون فقال ابن عباس ما لكم و لهذه الآية إنما أنزلت هذه الآية في أهل الكتاب ثم تلا ابن عباس و إذ أخذ الله ميثاق الذين أوتوا الكتاب لتبيننه للناس و لا تكتمونه هذه الآية و تلا ابن عباس لا تحسبن الذين يفرحون بما أتوا و يحبون أن يحمدوا بما لم يفعلوا و قال ابن عباس سألهم النبي صلى الله عليه وسلم عن شيء فكتموه إياه و أخبروه بغيره فخرجوا قد أروه أن قد أخبروه بما سألهم عنه و

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچھ منافقین ایسے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ جہاد کے لیے جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے ——— اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے پر خوش ہوتے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے تو آپ کے پاس آکر بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے اور یہ خواہش کرتے کہ لوگ ان کی ان کاموں پر تعریف کریں جو انھوں نے نہیں کیے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی: "ان لوگوں کے متعلق گمان نہ کرو جو یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے، جو انھوں نے نہیں کیے سو ان کے متعلق عذاب سے نجات کا گمان نہ کرو۔"

حمید بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا "اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جا کر کہو کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتا ہے اور اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کیے، اگر ایسے شخص کو عذاب دیا جائے تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا" حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو اہل کتاب کے متعلق نازل کی گئی پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیات تلاوت کیں اور (یاد کرو) جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انھوں نے معمولی معاوضہ کے بدلہ اس عہد کو اپنے پس پشت پھینک دیا، تو جس چیز کو وہ خرید رہے ہیں وہ کیسی بری ہے، ان کو ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے تو ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کرنا

اسْتَحْمَدُوا بِذٰلِكَ إِلَيْهِ وَفَرِحُوا بِمَا أَتَوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ إِيَّاهُ مَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ۔

کہ وہ عذاب سے نجات پا گئے۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے اس چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپایا، اور اس کے بجائے کسی اور چیز کی خبر دی، اور آپ پر یہ ظاہر کرتے ہوئے نکلے کہ انھوں نے آپ کو وہ چیز بتا دی ہے جس کا آپ نے ان سے سوال کیا تھا، اور اس بتانے پر آپ سے تعریف کے طالب ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوال کی ہوئی چیز کے چھپانے پر خوش ہوئے۔

۶۹۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هٰذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلٰكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ۔

قیس نے کہا میں نے حضرت عمار سے پوچھا یہ بتائیں کہ آپ نے حضرت علی کے معرکہ میں جو کارروائی کی، (یعنی ان کا ساتھ دیا) آیا یہ آپ کا اپنا اجتہاد تھا، یا آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عہد لیا تھا؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی ایسا عہد نہیں لیا جس کا آپ نے تمام لوگوں سے عہد نہ لیا ہو، لیکن حضرت حذیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ میرے اصحاب کی طرف منسوب ہیں ان میں بارہ منافق ہیں، ان میں سے آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہوگا، راوی کہتے ہیں اور چار کے متعلق مجھے یاد نہیں رہا کہ راوی نے کیا کہا تھا۔ (دبیلہ سے مراد ایک قسم کا پھوڑا ہے۔)

۶۹۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قُلْنَا لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتَ قِتَالَكُمْ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ فَإِنَّ الرَّأْيَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ أَوْ عَهْدًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ بتلائیے کہ آیا آپ نے اس جنگ میں اپنی رائے سے حصہ لیا تھا کیونکہ رائے کبھی غلط ہوتی ہے اور کبھی صحیح یا اس معاملہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد لیا تھا؟ انھوں نے کہا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عہد نہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي أُمَّتِي قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ حَدَّثَنِي حُذَيْفَةُ وَقَالَ غُنْدَرٌ أُرَاهُ قَالَ فِي أُمَّتِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدُونَ رِيحَهَا حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ۔

لیا جو آپ نے تمام لوگوں سے نہ لیا ہو، اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شعبہ نے کہا میرا گمان ہے کہ حضرت حذیفہ نے بیان کیا تھا کہ) میری امت میں بارہ منافق ہیں، وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے نہ جنت کی خوشبو پائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل نہ ہو جائے، ان میں سے آٹھ کو دبیلہ (ایک قسم کا پھوڑا) کافی ہوگا یعنی ان کے کندھوں میں آگ کا ایک چراغ پیدا ہوگا جو ان کے سینوں کو توڑتا ہوا نکل جائے گا۔

٦٩٠٩۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جُمَيْعٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطُّفَيْلِ قَالَ كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ وَبَيْنَ حُذَيْفَةَ بَعْضُ مَا يَكُونُ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ كَمْ كَانَ أَصْحَابُ الْعَقَبَةِ قَالَ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ أَخْبِرْهُ إِذْ سَأَلَكَ قَالَ كُنَّا نُخْبَرُ أَنَّهُمْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ كُنْتَ مِنْهُمْ فَقَدْ كَانَ الْقَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَأَشْهَدُ بِاللّٰهِ أَنَّ اثْنَيْ عَشَرَ مِنْهُمْ حَرْبٌ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ وَعَذَرَ ثَلَاثَةً قَالُوا مَا سَمِعْنَا مُنَادِيَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَلِمْنَا بِمَا أَرَادَ الْقَوْمُ وَقَدْ كَانَ فِي حَرَّةٍ فَمَشَى فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ قَلِيلٌ فَلَا يَسْبِقُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ فَوَجَدَ قَوْمًا قَدْ سَبَقُوهُ فَلَعَنَهُمْ يَوْمَئِذٍ۔

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کا حضرت حذیفہ کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جیسا کہ عام طور سے لوگوں میں ہوتا ہے، اس نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ اہل عقبہ کتنے تھے؟ لوگوں نے حضرت حذیفہ سے کہا جب یہ آپ سے پوچھ رہا ہے تو اس کو بتا دیجئے، انھوں نے کہا ہم کو یہ خبر دی گئی تھی کہ وہ چودہ ہیں، اگر تم بھی ان میں سے ہو تو پھر وہ پندرہ ہیں، انھوں نے کہا میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ وہ ہیں جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں، ان میں تین آدمیوں نے یہ کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی کی کوئی آواز نہیں سنی اور نہ ہم کو قوم کے ارادہ کی خبر ہے، اس وقت حضور حرہ میں جا رہے تھے، آپ نے فرمایا پانی بہت کم ہے، مجھ سے پہلے کوئی پانی پر نہ پہنچے، آپ نے دیکھا کچھ لوگ آپ سے پہلے پانی پر پہنچ گئے، آپ نے ان پر لعنت فرمائی۔

٦٩١٠۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرار کی گھاٹی پر کون چڑھے گا؟ کیونکہ اس کے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح بنو اسرائیل کے گناہ جھڑ گئے

فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُلُّكُمْ مَغْفُورٌ لَهُ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا لَهُ تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاللهِ لَأَنْ أَجِدَ ضَالَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ۔

تھے، حضرت جابر نے کہا تو سب سے پہلے اس گھاٹی پر ہمارے یعنی بنو خزرج کے گھوڑے چڑھے، پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرخ اونٹ والے کے سوا تم میں سے ہر شخص کی مغفرت ہو جائے گی، ہم اس کے پاس گئے اور اس سے کہا چلو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے استغفار کریں گے، اس بدبخت نے کہا بہ خدا اگر مجھے اپنی گم شدہ چیز مل جائے تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارا پیغمبر میرے لیے استغفار کرے، وہ شخص اس وقت اپنی گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا۔

۶۹۱۱ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ أَوِ الْمَرَارِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَإِذَا هُوَ أَعْرَابِيٌّ جَاءَ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرار یا مرار کی گھاٹی پر کون چڑھے گا، یہ روایت حضرت معاذ کی حدیث کی مثل ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ وہ ایک اعرابی تھا جو اپنی گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا۔

۶۹۱۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ) عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مِنَّا رَجُلٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَدْ قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَكَانَ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا حَتَّى لَحِقَ بِأَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ فَرَفَعُوهُ قَالَ هَذَا قَدْ كَانَ يَكْتُبُ لِمُحَمَّدٍ فَأُعْجِبُوا بِهِ فَمَا لَبِثَ أَنْ قَصَمَ اللهُ عُنُقَهُ فِيهِمْ فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا فَتَرَكُوهُ مَنْبُوذًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ بنو النجار میں سے ایک شخص تھا، اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی تھی اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت کرتا تھا، وہ بھاگ گیا اور اہل کتاب کے ساتھ لاحق ہو گیا، انھوں نے اس چیز کو اٹھا لیا اور کہا یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لیے کتابت کرتا تھا، وہ اس سے بہت خوش ہوئے تھوڑے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی، انھوں نے گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا، صبح کے وقت زمین نے اس کو نکال کر باہر پھینک دیا، انھوں نے اس کو دوبارہ گڑھا کھود کر دفن کیا، صبح کو اسے زمین نے نکال کر پھر باہر پھینک دیا تھا، انھوں نے سہ بارہ گڑھا کھود کر اس کو دفن کیا، صبح کے وقت زمین نے اس کو پھر باہر

نکال پھینکا، پھر انھوں نے اس کو اسی طرح باہر پڑا ہوا چھوڑ دیا۔

۶۹۱۳ - حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِينَةِ هَاجَتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ تَكَادُ أَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثَتْ هَذِهِ الرِّيحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا مُنَافِقٌ عَظِيمٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ قَدْ مَاتَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے آئے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو بڑے زور سے آندھی چلی کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کے لیے بھیجی گئی ہے، جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔

۶۹۱۴ - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنَا إِيَاسٌ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ عُدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَوْعُوكًا قَالَ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رَجُلًا أَشَدَّ حَرًّا فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ أَشَدَّ حَرًّا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَذَيْنِكَ الرَّجُلَيْنِ الرَّاكِبَيْنِ الْمُقَفِّيَيْنِ لِرَجُلَيْنِ حِينَئِذٍ مِنْ أَصْحَابِهِ.

ایاس کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کے لیے گئے جس کو بخار تھا، میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا، میں نے کہا بہ خدا! میں نے آج کی طرح کسی شخص کا بدن گرم نہیں دیکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اس شخص کی خبر نہ دوں جو قیامت کے دن اس سے بھی زیادہ گرم ہوگا، پھر آپ نے اپنے ہمراہیوں میں سے دو شخصوں کی طرف سے اشارہ کیا جو گھوڑوں پر سوار تھے اور منہ پھیرے کھڑے تھے۔

۶۹۱۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان متردد رہتی ہے، کبھی اس ریوڑ میں جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں۔

۶۹۱۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ تَكِرُّ فِي هٰذِهٖ مَرَّةً وَفِي هٰذِهٖ مَرَّةً ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح ہے البتہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کبھی وہ اس ریوڑ میں گھس جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں ۔

عبداللہ بن ابیّ کی مختصر سوانح

حدیث نمبر ۶۸۹۶ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیّ کے اس قول کا ذکر ہے:
"مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے ،،

عبداللہ بن ابیّ ابن سلول (سلول عبداللہ کی ماں کا نام ہے) قبیلہ خزرج کی شاخ بنو الحبلی کا سردار تھا ، اور مدینہ کے ممتاز لوگوں میں سے تھا ، ہجرت سے پہلے اس نے جنگ فجار میں صرف پہلے دن قیادت کی تھی ، دوسرے دن کی جنگ میں اس نے حصہ نہیں لیا تھا ، جنگ بعاث میں بھی اس نے شمولیت نہیں کی تھی ، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف نہ لاتے تو شاید اس کو مدینہ کا بادشاہ بنا دیا جاتا ، جب مدینہ کے اکثر لوگ مسلمان ہوگئے تو عبداللہ بن ابی نے بھی اسلام قبول کر لیا ، لیکن اس کے اسلام میں خلوص نہیں تھا ، (اس کو رئیس المنافقین کہا گیا ہے) جب ۲ھ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع پر حملہ کیا تو عبداللہ نے آپ سے ان کی سفارش کی ، کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت میں اس کے حلیف رہے تھے ، ۳ھ میں جنگ احد کے موقع پر عبداللہ نے اس تجویز کی حمایت کی کہ قلعوں میں رہ کر جنگ کی جائے ، لیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کے مشورے کی بناء پر شہر سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن ابی نے اس کو ناپسند کیا اور آخر میں اپنے تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر اسلامی فوج کو چھوڑ کر چلا گیا ، اس سے عبداللہ بن ابی کی بزدلی اور اس کا نفاق ظاہر ہوتا ہے ، اس وقت تک عبداللہ بن ابی کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سرگرمیاں زبانی نکتہ چینی تک محدود تھیں ، لیکن اس کے بعد وہ آپ کے خلاف سازشیں بھی کرنے لگا ، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو اپنے مکانات خالی کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کو نہ صرف اس حکم کی خلاف ورزی پر اکسایا بلکہ فوجی امداد کا بھی وعدہ کیا ، غزوہ مریسیع میں اس نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی کوشش کی اور لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہا کہ وہ آپ کو مدینہ سے نکال دیں ، اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ شکایت پہنچی کہ اس نے یہ کہا تھا کہ "مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے" تو اس نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور صاف مکر گیا ، اس واقعہ کے بعد غزوہ بنو مصطلق میں اس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف تہمت لگائی ، عبداللہ بن ابی غزوہ تبوک میں بھی شامل نہیں ہوا ۹ھ میں یہ فوت ہوگیا ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت و رحمت اور اس کے بیٹے (جو صحابی تھے) کی دلجوئی کی خاطر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص اس کے کفن کے لیے دی ، لیکن قرآن مجید میں آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا۔ [1]

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ ص ۷۰ - ۶۹ ، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب ، لاہور ، ۱۳۹۷ ھ

حضرت زید بن ارقم کی شکایت کے متعلق دیگر روایات اور ان کی تشریح

امام بخاری نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، ہم اس حدیث کی پوری وضاحت کے لیے ان میں سے بعض روایات کو بیان کر رہے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا، میں نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو یہ کہتے ہوئے سنا "جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑ دیں ان پر خرچ نہ کرو" اور یہ بھی کہا "اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو عزت والے، ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے"، میں نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے یہ نہیں کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سچا اور مجھ کو جھوٹا قرار دیا اس سے مجھے اتنا غم ہوا جتنا غم پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: (ترجمہ:) جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں ...... یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو ...... اور عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلوا کر میرے سامنے یہ آیات پڑھیں اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔[1]

ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ منافقوں کو سچا اور زید بن ارقم کو جھوٹا قرار نہ دیتے! حضرت نے فرمایا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ منافقوں نے قسم کھالی تھی اس لیے ظاہری حجت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے ساتھ سچوں کا معاملہ کیا اور میرے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا یہ مطلب نہیں ہے کہ واقع میں منافقوں کو سچا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔

امام بخاری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے، ایک مہاجر شخص (لڑکے) نے ایک انصاری (لڑکے) کی پشت پر مار کر دھکا دیا، انصاری چلایا! آؤ انصار کی مدد کے لیے! مہاجر چلایا! آؤ مہاجرین کی مدد کے لیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آوازیں سن کر کہا: کیا زمانہ جاہلیت کی طرح پکار رہے ہو؟ آپ نے فرمایا اس قسم کی پکاروں کو ترک کر دو، یہ بخت بری ہیں، عبداللہ بن ابی نے یہ سن کر کہا، (مہاجرین نے) ایسا کیا ہے؟ بخدا جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو! لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں! جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار ان سے زیادہ تھے بعد میں مہاجرین زیادہ ہو گئے۔[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی اختلاف پر اپنے قبیلہ اور اپنے جتھے کو مدد کے لیے پکارنا اور تعصب کی آگ بھڑکانا، زمانہ جاہلیت کا طریقہ ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۸-۷۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۸، " " "

کا نفاق صحابہ کرام کے درمیان معلوم اور مشہور تھا، اور چونکہ ظاہری طور پر منافقوں کا مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا اس لیے آپ نے یہ فرمایا کہ" لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں" ورنہ حقیقۃً وہ اصحاب رسول میں سے نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کے رئیس کی نازیبا اور بے ہودہ باتوں پر اس لیے مواخذہ ترک کر دینا چاہیے کہ کہیں اس کے متبعین متنفر اور متوحش نہ ہو جائیں اور ان کے عذروں کو قبول کرنا چاہیے اور ان کی قسموں کی تصدیق کرنی چاہیے، خواہ قرائن ان کی قسموں کے خلاف کیوں نہ ہوں اور اس کا مقصد اس قوم کی الفت اور انس کو حاصل کرنا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے امیر کے متعلق اگر کوئی شخص بدگوئی کرے یا کوئی شخص کلمہ کفر کہے تو اس کا نقل کرنا ناجائز نہیں ہے اور اس بات کو مسلمانوں کے امیر تک پہنچانا چغلی نہیں ہے، ہاں اگر اس سے محض فساد ڈالنا مراد ہو تو پھر یہ چغلی ہے اور ناجائز ہے، اور اگر اس میں کوئی ایسی مصلحت ہو جو اس کے فساد پر راجح ہو تو پھر جائز ہے۔ [۱]

ابن ابی کو قمیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

حدیث نمبر ۶۸۹۷ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو قبر سے نکال کر اس کو قمیص پہنائی اور حدیث نمبر ۶۸۹۹ میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے: عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اپنی قمیص عطا فرمائیں جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، پھر آپ نے ان کو قمیص عطا فرمائی، امام بخاری نے اس طرح دو متعارض حدیثیں ذکر کیں ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی اس تعارض کو اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کی روایت میں جو حضرت عبداللہ کو اپنے باپ کے کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے قمیص عطا فرمانے کا وعدہ کر لیا تھا، اور مجازاً وعدہ پر عطیہ کا اطلاق کر دیا، اور عبداللہ بن ابی کے گھر والوں کو یہ خیال ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیص دینے کے لیے آئیں گے تو آپ کو مشقت ہو گی، اس لیے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے اس کو کفن پہنا دیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو وہ اس کو کفن پہنا کر قبر میں اتار چکے تھے، آپ نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے اس کو قبر سے نکالا، اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو قمیص پہنائی۔

علامہ ابن جوزی نے ان روایات کی تطبیق میں یہ لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو دو قمیصیں عطا فرمائی ہوں، ایک قمیص کفن کے لیے عطا فرمائی اور ایک بعد میں قبر سے نکال کر پہنائی۔ [۲]

علامہ عینی کی بیان کردہ ترجیہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

ابن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا

[۱] - حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۶۴۶، مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] - حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا پھر اس کی کیا وجہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی قمیص عطا فرمائی، علماء کرام نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں:

۱ - عبداللہ بن ابی نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی پیشکش کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کی جزا میں آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

۲ - نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کی دلجوئی کی خاطر قمیص عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ خالص مومن اور صحابی تھے۔

۳ - کفن کے لیے قمیص کا نہ دینا مکارم اخلاق کے خلاف تھا اس لیے آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

۴ - نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتے اور وہ چیز آپ کے پاس ہو تو آپ منع نہیں فرماتے تھے۔

۵ - قرآن مجید میں ہے: واما السائل فلا تنھر (الضحیٰ: ۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکیں، آپ نے اس آیت پر عمل کیا۔

۶ - اکثر علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس دراز قامت تھے اور بدر کے دن ابن ابی کی قمیص کے سوا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آئی، ابن ابی نے اپنی قمیص ان کے لیے دی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کو دی، اس وجہ کا ثبوت حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: بدر کے دن قیدیوں کو اور عباس کو لایا گیا، عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنا دی، اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا عبداللہ بن ابی کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، آپ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔[1]

(۷) علامہ بدرالدین عینی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی، مجھے امید ہے کہ اس سبب سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام میں داخل کر دے گا۔ روایت ہے کہ خزرج کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ابن ابی آپ کی قمیص کو طلب کر رہا ہے اور آپ سے نماز کی درخواست کر رہا ہے تو ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ابن جریر طبری کی سند کے ساتھ اس روایت کا ذکر کیا ہے۔[3]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کیا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، بخدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، روایت ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انھوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے۔[4]

---

[1] - امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] - حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] - حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۱۰ھ

[4] - ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

واخرج ابو الشیخ عن قتادۃ انهم ذکروا القمیص بعد نزول الایة فقال علیه الصلوٰۃ والسلام وما یغنی عنه قمیصی والله انی لارجو ان یسلم به اکثر من الف من بنی الخزرج وقد حقق الله تعالٰی رجاء نبیه کما فی بعض الآثار۔[1]

ابو الشیخ نے اپنی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے کہ استغفر لهم او لاتستغفر لهم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے قمیص دینے کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: میری قمیص اس سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتی، بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ بنو خزرج کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، اور جیسا کہ بعض روایات میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی امید کو پورا کر دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ابو الشیخ کے حوالے سے اس روایت کو ذکر کیا ہے۔[2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

وفی الحدیث ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان قمیصی لا یغنی عنه من الله شیئاً وانی لارجو ان یسلم بفعلی هذا الف رجال من قومه ووقع فی مغازی ابن اسحاق وفی بعض کتب التفسیر: فاسلم وتاب لهذه الفعلة من رسول الله صلی الله علیه وسلم الف رجل من الخزرج۔[3]

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی اور بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس فعل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، مغازی ابن اسحاق اور بعض کتب تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن خلق کی وجہ سے خزرج کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔

امام رازی[4]، علامہ خازن[5]، علامہ نسفی[6] اور شیخ سلیمان جمل[7] نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ جب عبد اللہ بن ابی مر گیا تو اس کے فرزند عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی

[1] علامہ شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۳ ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۲۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر ج ۴ ص ۴۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[6] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[7] شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۲ ص ۳۱۹، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۲ھ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کو اپنی (مبارک) قمیص عطا فرمائی اور یہ حکم دیا کہ اس قمیص میں اس کو کفن دیا جائے پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا، آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں؟ حالانکہ وہ منافق تھا! آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے: استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم "آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔" آپ نے فرمایا میں عنقریب ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت ابن عمر نے بیان کیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کی اقتداء میں اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون (توبہ: ۸۴) "اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے۔" [۱]

نیز امام بخاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں، حالانکہ اس نے فلاں دن یہ، یہ اور یہ کہا تھا (کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے، جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کو چھوڑ نہ دیں ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔) میں حضور کو وہ باتیں گنوا تا رہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر کہا "اپنی رائے کو رہنے دو" جب میں نے آپ سے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کروں یا نہ کروں) سو میں نے (استغفار کرنے کو) اختیار کر لیا، اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا، حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ واپس ہوئے ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ سورہ براءت کی دو آیتیں نازل ہو گئیں، ولا تصل على احد منهم مات ابدا (الی قولہ تعالیٰ) وهم فاسقون۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھے بعد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس جرأت پر تعجب ہوتا رہا، اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ [۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انھیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ

---

[۱] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲] ۔ " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴، " " " " "

اس میں اس کو کفن دیا جائے، پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ اس کی نماز پڑھا رہے ہیں، حالانکہ وہ منافق تھا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: استغفر لھم او لاتستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم (توبہ: ۸۰) "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا" آپ نے فرمایا "میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا" پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون۔ [۱]
(توبہ: ۸۴)

اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں، بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُبی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی منافق ہے، ان کا یہ یقین ابن ابی کے ظاہر احوال پر مبنی تھا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس یقین پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمانوں کے حکم میں تھا اور آپ نے بطور استصحاب اسی ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی، جو نہایت مخلص اور صالح مومن تھے، اور اس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی، اور ایک شر کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداء میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگذر کرتے تھے، پھر آپ کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہوں، ان کے ساتھ آپ کے درگذر کرنے کا معاملہ بدستور جاری رہا، اور ان کو متنفر نہ کرنے اور ان کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی، اسی لیے آپ نے فرمایا تھا "کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں"، اور جب مکہ فتح ہوگیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے، تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا، جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحۃً ممانعت نہیں کی گئی تھی، اس تقریر سے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اشکال ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس شخص کا دین کے ساتھ معمولی سا بھی تعلق ہو آپ اس پر نہایت شفقت فرماتے تھے، نیز آپ اس کے بیٹے کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے جو نیک صحابی تھے اور اس کی قوم خزرج کی تالیف قلب کرنا چاہتے تھے جن کا وہ رئیس تھا، اگر آپ اس کے بیٹے کی درخواست قبول نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے صراحۃً منع فرمانے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیتے تو اس کے بیٹے کی دل شکنی ہوتی اور اس کی قوم کے لیے باعث عار ہوتا، اس لیے آپ نے صراحۃً ممانعت کے وارد ہونے سے پہلے انتہائی مستحسن امر کو اختیار فرمایا۔

بعض محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کا ایمان صحیح تھا، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ان آیات اور احادیث کے خلاف ہے جن میں اس کے ایمان نہ ہونے کی صراحت ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس قصہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔ [۱]

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس حدیث کو امام ابن جریر طبری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [۲]

علامہ احمد قسطلانی نے بھی اس حدیث کو امام ابن جریر طبری کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [۳]

شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ "اس احسان کی وجہ سے اسی دن ایک ہزار منافق اسلام میں داخل ہو گئے۔ [۴]

علامہ عینی، علامہ ابن حجر اور دیگر علماء نے علامہ طبری کے حوالے سے جس حدیث کا ذکر کیا ہے علامہ طبری کی وہ روایت یہ ہے:

ثنا سعید عن قتادۃ قال ذکر لنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلم فی ذلک فقال وما یغنی عنہ قمیصی من اللہ اور بی وصلاتی علیہ وانی لارجو ان یسلم بہ الف من قومہ۔ [۵]

از سعید از قتادہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری قمیص اور میری اس پر نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[۲] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۷۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[الف] امام ابن جریر طبری نے اس حدیث کو سورہ توبہ کی آیت نمبر ۸۴ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

[۳] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۷، ص ۱۴۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[۴] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۴۵۲، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۲ھ

[۵] امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۴۲، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۷ھ

مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور یہ فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا، حالانکہ عبداللہ بن ابی کی وفات ۹ھ میں ہوئی ہے، اور ہجرت سے پہلے جب ابوطالب کی وفات ہوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے منع نہ کیا جائے میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا، اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم۔ (توبہ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

تو جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پہلے مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع کر دیا تھا تو پھر آپ نے ہجرت کے نو سال بعد عبداللہ بن ابی کے لیے استغفار کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اس استغفار سے منع کیا گیا ہے جس میں حصول مغفرت اور قبولیت دعا کی توقع کی جائے جیسا کہ ابوطالب کے لیے استغفار کے معاملہ میں تھا، اس کے برخلاف آپ نے عبداللہ بن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا اس سے غرض اس کی مغفرت کا حصول نہیں تھا بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ اس کے بیٹے کی دلجوئی کی جائے اور اس کی قوم کی تالیف قلوب کی جائے۔

علامہ زمخشری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا "کہ اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا" زبان و بیان کے اسلوب کے مطابق ستر بار کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے بہ کثرت استغفار کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں معاف کرے گا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے زیادہ فصیح ہیں آپ سے یہ معنی کیسے مخفی رہا حتی کہ آپ نے اس کو عدد کی خصوصیت پر محمول کیا اور فرمایا میں اکہتر مرتبہ استغفار کروں گا، اسی طرح دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں"، اس کا مطلب یہ ہے کہ استغفار سے ان کو نفع نہیں ہوگا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ استغفار کریں یا نہ کریں، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ معنی مخفی نہیں تھے، ان آیتوں کے قریب اور متبادر معنی یہی تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور توریہ کے بعید معنی مراد لیے تاکہ امت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت شفقت اور غایت رحمت کا اظہار ہو، جیسا کہ حضرت ابراہیم نے کہا ومن عصانی فانک غفور رحیم (ابراھیم: ۳۶) "اور جس نے میری معصیت کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے" کیونکہ حضرت ابراہیم نے اس آیت میں معصیت سے مراد اللہ کی معصیت یعنی بت پرستی کو مراد نہیں لیا بلکہ اپنی معصیت مراد لی جبکہ سیاق و سباق سے یہاں اللہ تعالیٰ کی معصیت

مراد ہے اور یہ اپنی امت پر رحمت اور شفقت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ ہے، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر رحمت اور شفقت کے غلبہ کی وجہ سے بعید معنی مراد لیا۔

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے استغفار کرنے سے منع کیا ہے جس کا خاتمہ شرک پر ہوا ہو، اور یہ ممانعت اس کے لیے استغفار کرنے سے ممانعت کو مستلزم نہیں ہے جو دین اسلام کا اظہار کرتے ہوئے مرا ہو، اور یہ بہت اچھا جواب ہے۔ ؎[1]

ہمارے نزدیک بہترین جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس استغفار سے منع کیا ہے جس سے مقصود مغفرت کا حصول ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا اس سے مراد اس کے بیٹے کی دلجوئی اور اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کا اسلام تھا، جیسا کہ خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے اس روایت کو امام ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔

استغفر لھم اولا تستغفر لھم سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اکثر روایات صحیحہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ استغفر لھم اولا تستغفر لھم۔ (توبہ : ۸۰) ”آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں“ سے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے یا استغفار نہ کرنے کا اختیار دیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، اکابر علماء کی ایک جماعت کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر اشکال پیدا ہوا، کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت سے آپ کو استغفار کا اختیار دینا واضح نہیں ہوتا، اس لیے بعض اکابر علماء نے اس حدیث پر جرح کی، حالانکہ یہ حدیث بکثرت طرق صحیحہ سے مروی ہے، امام بخاری، امام مسلم اور صحیحین کے مخرجین کا اس کی صحت پر اتفاق ہے، اسی لیے اس حدیث کا انکار علم حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے، علامہ ابن منیر نے کہا اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو لغزش ہوئی حتیٰ کہ قاضی ابوبکر نے اس حدیث کا انکار کیا اور کہا اس حدیث کو قبول کرنا جائز نہیں ہے اور امام الحرمین نے کہا یہ حدیث ”صحیح“ میں نہیں ہے اور ”برہان“ میں کہا محدثین اس حدیث کو صحیح نہیں کہتے، اور امام غزالی نے مستصفیٰ میں کہا زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، علامہ داؤدی نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے، اس انکار کی وجہ وہی ہے جو حضرت عمر نے سمجھی تھی کہ ”آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں تو اللہ ان کو نہیں بخشے گا“ اس آیت سے منافقین کی مغفرت کی نفی میں مبالغہ مراد ہے، ستر کے عدد کی خصوصیت اور اختیار دینا مراد نہیں ہے جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر اشکال ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، بعض متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی قوم کی تالیف کے لیے یہ فرمایا تھا، اور آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ اگر آپ نے ستر بار سے

؎[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۹ - ۳۳۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ "اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴) لیکن ثابت وہ روایت ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: "میں عنقریب ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا" بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد استصحاب حال پر مبنی ہے، کیونکہ اس آیت کے نزول سے پہلے ان کے لیے استغفار کرنا جائز تھا اس لیے وہ اپنی اصل کے مطابق اب بھی جائز ہے، اور یہ اچھا جواب ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے نفی مغفرت کے مبالغہ کو سمجھنے کے باوجود اصل کے حکم کو باقی قرار دے کر اس پر عمل کرنے میں کوئی تنافی نہیں ہے گویا کہ آپ نے ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے پر حصول مغفرت کو جائز قرار دیا لیکن اس پر یقین نہیں کیا۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا فی نفسہ عبادت ہے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ قصد عبادت ستر بار سے زیادہ استغفار کیا اور اس سے آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ عبداللہ بن ابی کی مغفرت ہو جائے، لیکن اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اس اعتبار سے پھر جس کی مغفرت محال ہو اس کے لیے بھی مغفرت طلب کرنا جائز ہو گا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔ [۱]

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی مغفرت نہیں کرے گا اور آپ کو اس وقت تک ان کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا اس لیے آپ نے فرمایا: میں ان کے لیے استغفار کروں گا اور استغفار کرنے سے آپ کی غرض ان کے لیے مغفرت حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ ابن ابی کے بیٹے اور اس کی قوم کی دلجوئی اور اس حسن خلق کی وجہ سے اس کی قوم کو مسلمان کرنا آپ کا مطلوب تھا۔

ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح

امام رازی اس بحث میں لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ عبداللہ بن ابی کافر ہے اور کفر پر مرا ہے تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے میں کیوں رغبت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے اعزاز و اکرام کے مترادف ہے، اور کافر کی تکریم جائز نہیں ہے، نیز اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے دعا مغفرت کو مستلزم ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خبر دے چکا ہے کہ وہ کفار کی بالکل مغفرت نہیں کرے گا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ اس کو اپنی وہ قمیص عطا فرمائیں جو آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگی ہو تاکہ اس قمیص میں اس کو دفن کیا جائے تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ظن غالب ہوا کہ وہ اس وقت میں ایمان کی طرف منتقل ہو گیا ہے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق توبہ کر لیتا ہے اور کافر ایمان لے آتا ہے سو جب آپ نے اس سے اظہار اسلام دیکھا اور اس کی ان علامات کا مشاہدہ کیا جو دخول اسلام پر دلالت کرتی ہیں تو آپ کا یہ ظن غالب ہو گیا کہ اب وہ مسلمان ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ظن غالب کے مطابق اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں رغبت کی، اور جب جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر یہ خبر دی کہ وہ کفر اور نفاق پر مرا ہے تو پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے باز رہے۔ [۲]

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[۲] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

امام رازی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث صحیحہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ ابن ابی کفر اور نفاق پر مرا ہے ۔۔۔۔ باقی رہا یہ سوال کہ ابن ابی کا نفاق مشہور تھا پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں کیوں رغبت کی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مقرر ہے کہ جب منافق ایمان کا اظہار کرے تو اس میں کفر کے باوجود اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جاتے ہیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ احکام شرعیہ ظاہر حال پر مبنی ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے اور ابن ابی کے معاملہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کو اسلام میں داخل کر دے گا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی، آپ پر اعتراض تب ہوتا جب آپ حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے۔

کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول نہیں فرمایا، اور یہ آپ کی شان محبوبیت کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی لفظ سے اس کا مدلول صریح مراد ہوتا ہے اور کبھی اس لفظ سے متکلم کا خاص منشاء مراد ہوتا ہے آپ نے جو ابن ابی کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اس سے مراد اس کے لیے مغفرت کا حصول نہیں تھا، بلکہ اس سے آپ کا منشاء اس کی قوم کے لیے ایمان کا حصول تھا، اور جو اس دعا سے آپ کا منشاء تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا۔ (کہف: ۲۹)

اور فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کی ہے جس کی چار دیواری ان کو (ہر طرف سے) گھیر لے گی۔

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، یعنی انسان کو کفر کرنے کا بھی اختیار دیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت کا منشاء تہدید ہے اور کفر کرنے پر آگ کے عذاب کی وعید ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ آیت پچھلی آیت سے اس طرح مربوط ہے کہ مالدار مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ فقراء کو اپنے پاس سے بھگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے یہ فرمایا کہ آپ ان کی طرف التفات نہ کریں اور ان لوگوں سے یہ کہیں کہ دین حق اللہ کی طرف سے ہے، اگر تم نے اس کو قبول کر لیا تو تم کو نفع ہوگا اور اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو تم کو نقصان ہوگا اور یہ جو فرمایا ہے "جو چاہے کفر کرے" تو قرآن مجید میں بہت جگہ امر کا لفظ فعل کی طلب کے لیے نہیں آیا، حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: یہاں امر کا لفظ تہدید اور وعید کے

لیے ہے تخییر کے لیے نہیں ہے۔ ۱

علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

یعنی اس آیت میں امر اور تخییر اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان مالداروں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور کفر کا حکم دینا مراد نہیں ہے، بلکہ یہ ان کو رسوا کرنے سے کنایہ ہے۔ ۲

علامہ آلوسی نے بھی علامہ خفاجی کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔ ۳

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ (بقرہ: ۲۳)

اگر تم کو اس کلام کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کلام کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شک کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کی مثل ایک سورت بنا کر لائیں لیکن اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اس کی مثل سورت نہیں بنا سکتے اور اس سے مکمل عاجز ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ خفاجی نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے مراد عرب کے بلغاء کو چیلنج دینا ہے اور ان کو قرآن مجید کی مثل سورت لانے سے عاجز کرنا ہے۔ ۴

ہم نے دو مثالیں ذکر کی ہیں ورنہ قرآن مجید میں بہ کثرت ایسی مثالیں ہیں جہاں کسی لفظ سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے کوئی خاص منشاء مراد ہوتا ہے، اسی طرح جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بظاہر ابن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اس دعا سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں تھا بلکہ اس لفظ سے آپ کا خاص منشاء مراد تھا اور وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار لوگوں کو مسلمان کر دے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور وہ مسلمان ہو گئے، وللہ الحمد علی ذالک۔

باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار — قیامت اور جنت اور دوزخ کے احوال

۶۹۱۷۔ حدثنی ابو بکر بن اسحٰق حدثنا یحیی بن بکیر حدثنی المغیرۃ (یعنی الحزامی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
۲۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۹۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ
۳۔ علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۔ " " " "، روح المعانی ج ۱ ص ۱۹۴، " "

عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ لَیَاْتِی الرَّجُلُ الْعَظِیْمُ السَّمِیْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ اِقْرَءُوْا فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا۔

ایک بہت موٹا آدمی آئے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا، تم پڑھو (ترجمہ:) پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

٦٩١٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا فُضَیْلٌ (یَعْنِی ابْنَ عِیَاضٍ) عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُبَیْدَةَ السَّلْمَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ حَبْرٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَوْ یَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْاَرَضِیْنَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْمَآءَ وَالثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَسَآئِرَ الْخَلْقِ عَلٰی اِصْبَعٍ ثُمَّ یَهُزُّهُنَّ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِّمَّا قَالَ الْحَبْرُ تَصْدِیْقًا لَّهٗ ثُمَّ قَرَاَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کہا اے ابا القاسم! بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور زمینوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور پانی اور گیلی زمین کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، پھر ان کو ہلائے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی بات پر تعجب اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، انھوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنی چاہیے، تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوں گی، اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، اور لوگ جس چیز کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں وہ اس سے پاک ہے۔

٦٩١٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِیْرٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ جَآءَ حَبْرٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ فُضَیْلٍ وَلَمْ یَذْكُرْ ثُمَّ یَهُزُّهُنَّ وَقَالَ فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَعَجُّبًا لِّمَا قَالَ تَصْدِیْقًا لَّهٗ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَتَلَا الْاٰیَةَ۔

اسی سند کے ساتھ منصور سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی عالم آیا، یہ روایت حسب سابق ہے، لیکن اس میں ہلانے کا ذکر نہیں ہے، راوی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر تعجب اور تصدیق کر کے ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، ان لوگوں نے اس طرح اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنی چاہیے تھی

۶۹۲۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللهِ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَّالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَّالشَّجَرَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَّالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ قَالَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَرَأَ ﴿مَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی سے، اور زمینوں کو ایک انگلی سے، اور درخت اور گیلی زمین کو ایک انگلی سے، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی سے اٹھائے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنی چاہیے تھی۔

۶۹۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَّالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ وَلٰكِنْ فِي حَدِيثِهِ وَالْجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ تَصْدِيقًا لَّهُ تَعَجُّبًا لِّمَا قَالَ -

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، ان سب کی روایتوں میں ہے اور درختوں کو ایک انگلی پر اور گیلی زمین کو ایک انگلی پر اٹھائے گا اور جریر کی روایت میں یہ نہیں ہے، اور مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھائے گا، لیکن اس کی حدیث میں یہ ہے اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اٹھائے گا اور جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے آپ نے اس کی بات کی تصدیق کی اور اس پر تعجب کیا۔

۶۹۲۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔

۶۹۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمٰوَاتِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عز و جل قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر فرماتے گا: میں بادشاہ ہوں! جبر کرنے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ۔

کہاں ہیں تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر بائیں ہاتھ سے زمین کو لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں! جبر کرنے والے کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

۶۹۲۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ نَظَرَ إِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ كَيْفَ يَحْكِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْخُذُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ سَمٰوَاتِهِ وَأَرَضِيهِ بِيَدَيْهِ فَيَقُولُ أَنَا اللهُ وَيَقْبِضُ أَصَابِعَهُ وَيَبْسُطُهَا أَنَا الْمَلِكُ حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ حَتّٰى إِنِّي لَأَقُولُ أَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا کہ وہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے گا، اور فرمائے گا: میں اللہ ہوں، آپ اپنی انگلیوں کو بند کرتے تھے اور کھولتے تھے (اور فرمائے گا) میں بادشاہ ہوں، حضرت عبد اللہ کہتے ہیں میں نے دیکھا منبر نیچے سے کچھ ہل رہا تھا، حتیٰ کہ میں نے دل میں کہا کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گر جائے گا۔

۶۹۲۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ يَأْخُذُ الْجَبَّارُ عَزَّ وَجَلَّ سَمٰوَاتِهِ وَأَرَضِيهِ بِيَدَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ يَعْقُوبَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے: جبار عزوجل آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے گا۔

۶۹۲۶ - حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَقَالَ خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے مٹی (زمین) کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، اور درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا، اور جمعرات کے دن چوپایوں کو پھیلا دیا، اور جمعہ کے دن تمام مخلوق کے آخر میں عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعات میں سے کسی ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو عصر سے لے کر رات تک پیدا کیا۔

الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ۔

۶۹۲۷- قَالَ إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا الْبِسْطَامِيُّ (وَهُوَ الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى) وَسَهْلُ بْنُ عَمَّارٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ بِنْتِ حَفْصٍ وَغَيْرُهُمْ عَنْ حَجَّاجٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۹۲۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيهَا عَلَمٌ لِأَحَدٍ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جو سرخی مائل ہوگی، جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور اس زمین میں کسی شخص کے لیے کوئی علامت نہیں ہوگی۔

۶۹۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ فَأَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ عَلَى الصِّرَاطِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق سوال کیا: "جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیا جائیگا)" تو یا رسول اللہ! اس وقت لوگ کہاں ہوں گے آپ نے فرمایا: صراط پر۔

۶۹۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكُونُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً يَكْفَؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِأَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَأَتَى رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمَنُ عَلَيْكَ أَبَا الْقَاسِمِ أَلَا أُخْبِرُكَ بِنُزُلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلَى قَالَ تَكُونُ الْأَرْضُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن یہ زمین روٹی کی طرح ہو جائے گی، اللہ اہل جنت کی مہمانی کے لیے اپنے ہاتھ سے اس زمین کو الٹ پلٹ دے گا جس طرح تم میں کوئی شخص سفر میں روٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے، حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ پھر ایک یہودی آیا اور کہنے لگا! اے ابوالقاسم رحمٰن آپ پر برکتیں نازل فرمائے کیا میں آپ کو نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی کس چیز سے مہمانی ہوگی آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! اس نے کہا زمین تو ایک

خُبْزَةً وَّاحِدَةً كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاِدَامِهِمْ قَالَ بَلٰى قَالَ اِدَامُهُمْ بَالَامٌ وَّنُوْنٌ قَالُوْا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَّنُوْنٌ يَاْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔

روٹی کی طرح ہو جائے گی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، اس نے کہا کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا بالام اور نون، صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہیں اس نے کہا بیل اور مچھلی جن کی کلیجی کے ایک ٹکڑے سے ستر ہزار آدمی کھا سکیں گے۔

۶۹۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَابَعَنِيْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَمْ يَبْقَ عَلٰى ظَهْرِهَا يَهُوْدِيٌّ اِلَّا اَسْلَمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دس یہودی (عالم) میری پیروی کر لیتے تو روئے زمین پر ہر یہودی مسلمان ہو جاتا۔

۶۹۳۲۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرْثٍ وَّهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى عَسِيْبٍ اِذْ مَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالُوْا مَا رَابَكُمْ اِلَيْهِ لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهٗ فَقَالُوْا سَلُوْهُ فَقَامَ اِلَيْهِ بَعْضُهُمْ فَسَاَلَهٗ عَنِ الرُّوْحِ قَالَ فَاَسْكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ يُوْحٰى اِلَيْهِ قَالَ فَقُمْتُ مَكَانِيْ فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں جا رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اتنے میں کچھ یہودی گزرے، ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو، ان میں سے ایک نے کہا تم کو اس میں کیا شبہ ہے؟ کہیں وہ ایسا جواب نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، انھوں نے کہا: ان سے سوال کرو، پھر ان میں سے بعض نے کھڑے ہو کر آپ سے روح کے متعلق سوال کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا، پس مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، تب آپ پر یہ وحی نازل ہوئی: یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو صرف کم علم دیا گیا ہے۔

٦٩٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْثٍ بِالْمَدِينَةِ بِنَحْوِ حَدِيثِ حَفْصٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا وَفِي حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ وَمَا أُوتُوا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ خَشْرَمٍ ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں جا رہا تھا، اس کے آگے حسب سابق روایت ہے، البتہ وکیع کی روایت میں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔ ہے اور عیسیٰ بن یونس کی روایت میں وما اوتوا ہے۔

٦٩٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ إِدْرِيسَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ يَرْوِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَخْلٍ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ عَنِ الْأَعْمَشِ وَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے ایک باغ میں ایک تنے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔ ہے۔

٦٩٣٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ اللّٰهِ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لِي لَنْ أَقْضِيَكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي لَنْ أَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَإِنِّي لَمَبْعُوثٌ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ أَقْضِيكَ إِذَا رَجَعْتُ إِلَى مَالٍ وَوَلَدٍ قَالَ وَكِيعٌ كَذَا قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا إِلَى قَوْلِهِ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عاص بن وائل سے قرض لینا تھا، میں نے اس کے پاس جا کر تقاضا کیا، اس نے مجھ سے کہا میں تم کو اس وقت تک قرض واپس نہیں کروں گا جب تک تم (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہ کرو، میں نے اس سے کہا میں اس وقت تک (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہیں کروں گا جب تک کہ تو مر کر دوبارہ اٹھایا نہ جائے، اس نے کہا جب میں مر کر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا تو میرے پاس مال اور اولاد ہوگی، اس وقت میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، "تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا مجھے ضرور مال

اور اولاد ملے گی، کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے، ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اس کو لکھ لیں گے، ہم اس کے قول کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔"

۶۹۳۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ وَفِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَآئِلٍ عَمَلًا فَاَتَيْتُهٗ اَتَقَاضَاهُ۔

حضرت خباب نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کے لیے کام کیا، پھر میں نے آ کر اس سے تقاضا کیا۔

۶۹۳۷- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الزِّيَادِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب بھیج، تب یہ آیت نازل ہوئی: جب تک آپ ان میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے والا نہیں ہے اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے والا نہیں ہے، اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے، حالانکہ یہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ آخر آیت تک۔

۶۹۳۸- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْقَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنِيْ نُعَيْمُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهٗ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقِيْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى لَئِنْ رَاَيْتُهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَاَنَّ عَلٰى رَقَبَتِهٖ اَوْ لَاُعَفِّرَنَّ وَجْهَهٗ فِي التُّرَابِ قَالَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ زَعَمَ لِيَطَاَ عَلٰى رَقَبَتِهٖ قَالَ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ اِلَّا وَهُوَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا کیا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ کہا گیا ہاں! اس نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو میں (العیاذ باللہ) ان کی گردن کو روندوں گا یا ان کے چہرے کو مٹی میں ملاؤں گا! پھر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کے پاس گیا اور آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک پچھلے پاؤں لوٹا اور اپنے ہاتھوں

يَنْكُصُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ قَالَ فَقِيلَ
لَهُ مَا لَكَ فَقَالَ إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ
نَارٍ وَهَوْلًا وَأَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ
عُضْوًا عُضْوًا قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا نَدْرِي
فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ شَيْءٌ بَلَغَهُ كَلَّا إِنَّ
الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى إِنَّ إِلَى رَبِّكَ
الرُّجْعَى أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى
أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى
أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (يَعْنِي أَبَا جَهْلٍ) أَلَمْ
يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا
بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ
نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ زَادَ عُبَيْدُ
اللَّهِ فِي حَدِيثِهِ قَالَ وَأَمَرَهُ بِمَا أَمَرَهُ بِهِ وَ
زَادَ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ يَعْنِي قَوْمَهُ ۔

سے کسی چیز سے بچ رہا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ کیا ہوا؟
اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق
تھی اور ہول اور بازو تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اگر یہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک
عضو نوچ لیتے تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی،
اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے یا کسی طریقہ سے
انھیں معلوم ہوا: (ترجمہ:) حقیقت یہ ہے کہ انسان بلاشبہ
ضرور سرکشی کرتا ہے (کیونکہ) اس نے اپنے آپ کو مستغنی
سمجھ لیا ہے، بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا
ہے، کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جو ہمارے بندے
کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، آپ بتائیے کہ اگر
وہ ہدایت پر ہوتا یا تقویٰ کا حکم دیتا (تو یہ بہتر نہ تھا) آپ
بتائیے کہ اگر وہ جھٹلاتے اور پیٹھ پھیرے (تو وہ اللہ
کے عذاب سے کیسے بچے گا) کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ
اللہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟ یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم
یقیناً پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے وہ پیشانی جو
جھوٹی اور گنہ گار ہے، اسے چاہیے کہ وہ مجلس میں
(اپنے مددگاروں کو) پکارے، ہم بھی دوزخ کے فرشتوں
کو بلائیں گے، ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں۔

۶۹۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا
جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ
قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ جُلُوسًا وَهُوَ مُضْطَجِعٌ
بَيْنَنَا فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ
إِنَّ قَاصًّا عِنْدَ أَبْوَابِ كِنْدَةَ يَقُصُّ وَيَزْعُمُ أَنَّ
آيَةَ الدُّخَانِ تَجِيءُ فَتَأْخُذُ بِأَنْفَاسِ الْكُفَّارِ
وَيَأْخُذُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَقَالَ
عَبْدُ اللَّهِ وَجَلَسَ وَهُوَ غَضْبَانُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
اتَّقُوا اللَّهَ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِمَا
يَعْلَمُ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ فَإِنَّهُ

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمارے
درمیان لیٹے ہوئے تھے، اسی دوران ایک شخص نے آکر
کہا: اے ابو عبدالرحمان! کندہ کے دروازوں پر ایک
قصہ گو بیان کر رہا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ قرآن مجید
میں جو دخان (دھوئیں) کی آیت ہے، وہ دھواں آنے
والا ہے اور وہ کفار کے سانسوں کو روک لے گا، اور
مسلمانوں کو اس سے صرف زکام جیسی کیفیت ہوگی، حضرت عبداللہ بن مسعود
غصہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے، انھوں نے کہا: اے لوگو!
اللہ سے ڈرو، تم میں سے جس شخص کو جس چیز کا علم ہو وہ اس کو

أَعْلَمُ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللّٰهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوسُفَ قَالَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجُوعِ وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ أَحَدُهُمْ فَيَرَى كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ جِئْتَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ إِلَى قَوْلِهِ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ قَالَ أَفَيُكْشَفُ عَذَابُ الْآخِرَةِ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَدْ مَضَتْ آيَةُ الدُّخَانِ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّومِ۔

۶۹۴۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ

بیان کرے اور جس کو علم نہ ہو وہ کہے اللہ زیادہ جاننے والا ہے'' کیونکہ علم کی یہی دلیل ہے جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو وہ کہے اللہ جاننے والا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: آپ کہیے میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں، اور بلاشبہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی دین سے روگردانی دیکھی، تو آپ نے فرمایا: اے اللہ ان پر حضرت یوسف کے زمانہ کی طرح سات سال قحط نازل فرما۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا پھر ان پر قحط نازل ہوا جس نے ہر چیز کو ختم کر دیا، حتیٰ کہ انھوں نے بھوک کی شدت سے کھالوں اور مردار کو کھا لیا، ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا اس کو دھوئیں کی شکل نظر آتی، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوسفیان آیا، اور اس نے کہا اے محمد! بلاشبہ آپ اللہ کی اطاعت اور صلہ رحم کا حکم دینے کے لیے آئے ہیں، اور آپ کی قوم ہلاک ہو گئی، آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کیجئے، اللہ عزوجل نے فرمایا: (ترجمہ:) ''تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان سے بالکل واضح دھواں اٹھے گا جو لوگوں کو ڈھانک دے گا، یہ دردناک عذاب ہے،'' یہ آیت ''بے شک تم لوٹنے والے ہو'' تک ہے انھوں نے کہا کیا آخرت کا عذاب اٹھ سکتا ہے؟ ''جس دن ہم سب سے بڑی گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، (اس دن) بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں'' اس گرفت سے مراد بدر کا دن ہے، اور دھواں، گرفت، لزام اور روم کی نشانیاں گذر چکی ہیں۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں مسجد میں ایک ایسے شخص کو چھوڑ کر آیا ہوں جو اپنی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے ''جب آسمان سے واضح دھواں اٹھے گا'' اس کی وہ یہ تفسیر کرتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایک دھواں آئے گا جو لوگوں کے سانس روک لے گا

بن صبيح عن مسروق قال جاء الى عبد الله رجل فقال تركت في المسجد رجلا يفسر القرآن برايه يفسر هذه الاية يوم تاتي السماء بدخان مبين قال ياتي الناس يوم القيمة دخان فياخذ بانفاسهم حتى ياخذهم منه كهيئة الزكام فقال عبد الله من علم علما فليقل به ومن لم يعلم فليقل الله اعلم فان من فقه الرجل ان يقول لما لا علم له به الله اعلم انما كان هذا ان قريشا لما استعصت على النبي صلى الله عليه وسلم دعا عليهم بسنين كسني يوسف فاصابهم قحط وجهد حتى جعل الرجل ينظر الى السماء فيرى بينه وبينها كهيئة الدخان من الجهد وحتى اكلوا العظام فاتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل فقال يا رسول الله استغفر الله لمضر فانهم قد هلكوا فقال لمضر انك لجرئ قال فدعا الله لهم فانزل الله عز وجل انا كاشفوا العذاب قليلا انكم عائدون قال فمطروا فلما اصابتهم الرفاهية قال عادوا الى ما كانوا عليه قال فانزل الله عز وجل فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا عذاب اليم يوم نبطش البطشة الكبرى انا منتقمون قال يعني يوم بدر۔

جس سے ان کو زکام کی سی کیفیت ہو جائے گی، حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا جس شخص کو جو علم ہو وہ اس کو بیان کرے اور جس کا اسے علم نہ ہو وہ کہے اللہ زیادہ جاننے والا ہے کیونکہ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ جس چیز کا اسے علم نہ ہو وہ کہے کہ اللہ اس کو زیادہ جاننے والا ہے، بات یہ ہے کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے خلاف دعا ضرر کی کہ اللہ تعالیٰ ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح قحط مسلط کر دے پھر ان پر قحط اور مصیبت آئی حتیٰ کہ ایک شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے اپنے اور آسمان کے درمیان مصیبت کی وجہ سے دھواں سا دکھائی دیتا، حتیٰ کہ ان لوگوں نے ہڈیاں کھالیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مضر کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے مضر کے لیے بڑی ہمت کی ہے، پھر آپ نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "بے شک ہم تھوڑے عرصہ کے لیے عذاب دور کر دیتے ہیں (مگر) بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو" حضرت عبد اللہ نے کہا پھر ان پر بارش ہوئی، اور جب وہ خوش حال ہو گئے تو وہ پھر اپنی بدعقیدگی کی طرف لوٹ گئے، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان سے واضح دھواں اٹھے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہے، جس دن ہم بڑی گرفت کے ساتھ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں" اس سے مراد بدر کا دن ہے۔

۶۹۴۱۔ حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا جرير عن الاعمش عن ابي الضحى عن مسروق عن عبد الله قال خمس قد مضين الدخان واللزام

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں، دھواں، لزام، روم، گرفت اور (شق) قمر۔

وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ۔

۶۹۴۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۹۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِیِّ عَنْ یَحْیَی بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ فِیْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ قَالَ مَصَآئِبُ الدُّنْیَا وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ اَوِ الدُّخَانُ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فِی الْبَطْشَةِ اَوِ الدُّخَانِ۔

حضرت ابی بن کعب نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم ان کو بڑے عذاب سے کم ہلکا عذاب ضرور چکھائیں گے، انھوں نے کہا اس سے مراد دنیا کے مصائب ہیں، روم اور گرفت یا دھواں، شعبہ کو شک ہے دھواں کہا تھا یا گرفت۔

کفار کی نیکیوں کا آخرت میں کام نہ آنا

حدیث نمبر ۶۹۱۷ میں ہے قیامت کے دن ایک بہت موٹا آدمی لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہو گا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقاءه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا۔ (کہف: ۱۰۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے سب اعمال مٹ گئے پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم ان کی تحقیر کریں گے اور ان کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں کریں گے، کیونکہ اعتبار کا مدار اعمال صالحہ پر ہے یا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال کا وزن کرنے کے لیے میزان نہیں رکھیں گے کیونکہ ان کے اعمال کفر کی وجہ سے برباد ہو گئے اور ہباءً منثورا ہو گئے۔ [۱]

اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۹۱۸ میں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پہ اٹھا لے گا۔

---

[۱] علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۶ ص ۹۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس میں دو مذہب ہیں، ایک مذہب یہ ہے کہ انگلیوں میں تاویل کی جائے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ بغیر کسی تاویل کے اس پر ایمان لایا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے جو علماء اس کی تاویل کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ انگلیوں سے مراد قدرت ہے، یعنی آسمانوں کی اتنی وسعت اور عظمت کے باوجود ان کو بغیر کسی مشقت اور تھکاوٹ کے پیدا کرنا، لوگ اس قسم کے مواقع پر انگلی کا استعمال کرتے ہیں مثلاً ان کے نزدیک جب کوئی کام بہت آسان اور معمولی ہو تو کہتے ہیں یہ تو میں ایک انگلی سے کر سکتا ہوں، میں چاہوں تو فلاں شخص کو ایک انگلی کے اشارہ سے قتل کر دوں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کی مخلوق کی انگلیاں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے انگلی کا ثبوت محال ہے۔ [1]

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی تصدیق کر کے اس پر تعجب کرتے ہوئے ہنسے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ جب اس یہودی عالم نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ آسمانوں زمینوں اور تمام مخلوقات کو انگلیوں سے پکڑ لے گا، پھر آپ نے وہ آیت پڑھی جس میں اس طرف اشارہ ہے، بعض متکلمین نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعجب فرمانا اور اس آیت کی تلاوت کرنا اس کی تصدیق کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس کے قول کا رد اور انکار تھا اور اس کی بدعقیدگی پر تعجب تھا، کیونکہ یہود اللہ تعالیٰ کی جسمیت کے معتقد ہیں، اور اس نے اپنے قول میں اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا اظہار کیا تھا، آپ نے اس کی مراد سمجھ لی اور اس پر تعجب فرمایا، حدیث میں تصدیق کا لفظ راوی کا اضافہ ہے آپ نے اس کی تصدیق نہیں کی بلکہ اس کا رد کرتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے"۔ [2]

اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی توجیہ | حدیث نمبر ۶۹۲۳ میں ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑے گا، پھر بائیں ہاتھ سے زمینوں کو لپیٹ لے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تاویل قدرت کے ساتھ کی گئی ہے اور قدرت کو ہاتھوں سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ ہمارے افعال ہمارے ہاتھوں سے صادر ہوتے ہیں، تاکہ ہم اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں، اور دائیں اور بائیں ہاتھوں کا ذکر کرنا مثال کو مکمل کرنے کے لیے ہے، کیونکہ جو چیز مکرم ہو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے اٹھاتے ہیں اور جو کم درجہ کی ہو اس کو بائیں ہاتھ سے اٹھاتے ہیں، کیونکہ ہمارے دائیں ہاتھ میں بائیں ہاتھ سے زیادہ قوت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ آسمان زمین سے زیادہ بڑے ہیں، اس لیے آسمان اٹھانے کی نسبت دائیں ہاتھ کی طرف کی، اور زمینوں کو اٹھانے کی نسبت بائیں ہاتھ کی طرف کی، تاکہ استعارہ مکمل ہو جائے، اگرچہ اللہ تعالیٰ اس چیز کے ساتھ متصف نہیں ہوتا کہ فلاں چیز اس کے نزدیک ہلکی ہے اور فلاں چیز بھاری ہے، اس حدیث کی تشریح میں یہ علامہ مازری کا مختصر کلام ہے، قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں تین لفظ ہیں، یطوی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] ،، ،، ،، ،، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰، ،، ،، ،،

(لپیٹنا) یقبض (مٹھی میں لینا) اور یاخذ (پکڑنا) ان تینوں کا معنی جمع کرنا ہے کیونکہ آسمان پھیلائے ہوئے ہیں اور زمین بچھائی ہوئی ہے، پھر اس کا مطلب اس زمین کو دوسری زمین کے ساتھ تبدیل کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹھی کھولنا اور بند کرنا، مخلوقات کو مٹھی میں لینے کی تمثیل کے لیے ہے اور اس سے مراد ان کو جمع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ قابض (پکڑنے والا) اور باسط (کھولنے والا) ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت کو ید (ہاتھ) سے تعبیر کیا ہے اور انسانی عضو اس کی مثال نہیں ہے۔ ۱؎

بعض دنوں کو منحوس قرار دینے کی تحقیق

حدیث نمبر ۶۹۲۶ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں ہے: مضبوط چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے کار معاش حاصل ہوتے ہیں، جیسے لوہا اور زمین کے اور دیگر معدنیات۔ ۲؎

یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے کہ آیا بعض ایام نامبارک اور منحوس ہوتے ہیں یا سب ایام ایک جیسے ہیں؟ بعض علماء کے نزدیک بعض ایام منحوس اور نامبارک ہوتے ہیں ان کا استدلال قرآن مجید کی ان آیات سے ہے:

فارسلنا علیهم ریحا صرصرا فی ایام نحسات۔ (حم السجدہ: ۱۶)

ترجمہ: ہم نے (قوم عاد کی) نحوست کے دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی۔

انا ارسلنا علیهم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر۔ (قمر: ۱۹)

بے شک ہم نے ان پر نہایت سخت آواز والی تیز آندھی ان کی دائمی نحوست کے دن بھیجی۔

جو علماء بعض ایام کی نحوست کے قائل ہیں وہ ان آیات کا ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ تمام دن اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور سب دن ایک جیسے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ ان پر ان دنوں میں عذاب بھیجا گیا جن دنوں کو وہ منحوس سمجھتے تھے، یا جن دنوں میں وہ شگون لیتے تھے ان دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا۔

علامہ آلوسی اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان پر سخت اور تیز آندھی کا عذاب جس دن بھیجا گیا اس کی نحوست ان پر ہمیشہ برقرار رہی، کیونکہ ان کے ہلاک ہونے کے بعد بھی برزخ میں ان پر مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہو جائیں گے، اس آیت میں یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے، کیونکہ دوسری سورت میں اللہ تعالیٰ نے "فی ایام نحسات" فرمایا ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ شوال کے مہینہ کا آخری بدھ تھا یعنی آندھی آنے کی ابتداء بدھ سے ہوئی اور پھر کئی دنوں تک آندھی آتی رہی۔

بعض علماء جو بعض ایام کی نحوست کے قائل ہیں انھوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اور اس کی تائید میں اس حدیث کو پیش کیا ہے، جو وکیع، ابن مردویہ اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے:

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲؎ " " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۱، " " " "

اربعاء فی آخر الشهر یوم نحس مستمر۔ مہینہ کا آخری بدھ دائمی نحوست کا دن ہے۔

بہت سے لوگوں نے اس حدیث کی وجہ سے مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس قرار دیا اور اس دن کو منحوس کہتے ہوئے اس دن میں اپنے مقاصد کے لیے کام کرنا ترک کر دیا۔

یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مسلمہ بن صلت ہے، ابوحاتم نے کہا یہ متروک ہے۔ ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے پر اعتماد کیا، ابن رجب نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کا مرفوع ہونا متفق علیہ نہیں ہے کیونکہ طیوری نے اس کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ علامہ سخاوی نے کہا اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں اور معجم طبرانی کی یہ حدیث بھی ضعیف ہے" بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے"۔ اور اس آیت کا معنی ہم بیان کر چکے ہیں، بعض احادیث اور آثار سے بدھ کے دن کی برکت اور مدح کا علم ہوتا ہے، کیونکہ حلیمی نے منہاج میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے" بدھ کے دن زوال سے تھوڑی دیر بعد دعا قبول ہوتی ہے"۔ اور برہان الاسلام نے "تعلیم المتعلم" میں صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ" بدھ کے دن جو کام بھی شروع کیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے" یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نور کو پیدا کیا، اسی وجہ سے بہت سے مشائخ بدھ کے دن پڑھانے کی ابتداء کرتے ہیں، بعض علماء بدھ کے دن درخت لگانے کو مستحب کہتے ہیں، کیونکہ امام ابن حبان اور امام دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

من غرس الاشجار یوم الاربعاء وقال سبحان الباعث الوارث اتته اکلها۔

جس نے بدھ کے دن درخت اگائے اور کہا سبحان الباعث الوارث۔ اس کے درخت پھل لائیں گے۔

لاں بعض احادیث اور آثار اس کے خلاف بھی ہیں: فردوس میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے: "اگر میری امت کو ناپسند نہ ہوتا تو میں ان کو یہ حکم دیتا کہ وہ بدھ کے دن سفر نہ کریں، سفر کرنے کے لیے سب سے اچھا دن جمعرات ہے"، اس حدیث کی صحت کا مجھے علم نہیں۔

امام ابویعلیٰ نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابن عدی نے حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

یوم السبت یوم مکر و خدیعۃ ویوم الاحد یوم غرس وبناء ویوم الاثنین یوم سفر و طلب رزق ویوم الثلثاء یوم حدید وباس ویوم الاربعاء لا اخذ ولا عطاء ویوم الخمیس یوم طلب الحوائج والدخول علی السلطان والجمعۃ یوم خطبۃ و نکاح۔

ہفتہ مکر اور دھوکے کا دن ہے، اتوار پودے لگانے اور مکان بنانے کا دن ہے، پیر سفر کرنے اور طلب رزق کا دن ہے، منگل لوہے کے کام اور مشقت کا دن ہے بدھ، لینے کا دن ہے نہ دینے کا، جمعرات ضروریات کو طلب کرنے اور بادشاہ کے پاس جانے کا دن ہے اور جمعہ منگنی اور نکاح کا دن ہے۔

علامہ سخاوی نے اس حدیث کی سند کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کی دو مزید سندیں ذکر کی ہیں:

لایبدو جذام ولا برص الا یوم الاربعاء۔

جذام اور برص صرف بدھ کے دن عارض ہوتے ہیں۔

بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا میرے ساتھ میرے کام کے لیے چلو، اس نے کہا آج تو بدھ کا دن ہے، اس شخص نے کہا بدھ کے دن حضرت یونس علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی، اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے، اور ان کے بھائیوں کے سلوک کے نتیجہ میں ان کو کیسی عزت ملی اور اسی دن جنگ احزاب میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی گئی، اس کے بھائی نے کہا ہاں بدھ کی یہ برکتیں اس وقت حاصل ہوئیں جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں تھیں اور دل منہ کو آنے لگے تھے۔

علامہ مناوی نے "البحر" سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے "مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس قرار دینا بدشگونی ہے"، کیونکہ بدشگونی دین سے نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کا فعل ہے اور نہ نجومیوں کا یہ قول صحیح ہے کہ بدھ عطارد کا دن ہے اور یہ نحس کے ساتھ منحوس ہے اور مبارک کے ساتھ مبارک ہے۔

جن روایات میں بدھ کو منحوس کہا گیا ہے ان کی یہ توجیہ تو ہو سکتی ہے کہ یہ باب تخویف اور تحذیر سے متعلق ہیں یعنی اس دن میں اللہ تعالیٰ سے خصوصیت کے ساتھ ڈرو، کیونکہ اس دن عذاب نازل ہوا اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا تھا سو اس دن اللہ تعالیٰ سے ازسر نو توبہ کرو، اور اس سے ڈرو کہ کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے، جیسا کہ آپ نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا: ان معذبین کے پاس سے بغیر روتے ہوئے نہ گزرنا، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ بدشگونی لینا شرعاً مکروہ ہے البتہ جس شخص کے کسی کام میں مہینہ کے آخری بدھ میں کوئی مصیبت آئی ہو اس کے لیے شریعت نے یہ مباح کر دیا ہے کہ وہ اس دن تصرف نہ کرے اور یہ اعتقاد نہ رکھے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر اس دن کوئی نفع یا ضرر ہو سکتا ہے بلکہ اس لیے کہ اس دن کام کرنا اس کی طبیعت کو ناگوار ہے نہ کہ بدشگونی کی وجہ سے۔

علامہ حلیمی نے یہ نقل کیا ہے کہ ہمیں شریعت کے بیان سے یہ معلوم ہے کہ بعض ایام منحوس ہیں اور بعض ایام مبارک ہیں جیسا کہ بعض لوگ شقی ہوتے ہیں اور بعض لوگ سعید ہوتے ہیں، لیکن یہ زعم کرنا صحیح نہیں ہے کہ ایام اور کواکب اپنے اختیار سے مبارک اور منحوس ہوتے ہیں اور یہ کہنا صحیح ہے کہ بعض اوقات اچھائی اور برائی اور خیر اور شر کے لیے کواکب (ستارے) سبب بن جاتے ہیں، اور تمام کام اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہوتے ہیں۔

پھر علامہ مناوی نے کہا خلاصہ بحث یہ ہے کہ بدھ کے دن کسی کام کو بدشگونی کی وجہ سے نہ کرنا یا نجومیوں کے قول کی وجہ سے نہ کرنا بہت شدید حرام ہے کیونکہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور وہ از خود نفع یا ضرر نہیں پہنچاتے اور اس خیال کے بغیر اگر بدھ کے دن کام کو ترک کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص کسی چیز سے بدشگونی لیتا ہے اس کی نحوست اس کو لاحق ہوتی ہے اور جس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی اس پر بدشگونی اثر نہیں کرتی۔

(علامہ آلوسی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ تمام ایام برابر ہیں اور بدھ کے دن کی نحوست میں کوئی خصوصیت نہیں ہے، اور ہر گذرنے والی ساعت کسی شخص کے لیے اچھی اور مبارک ہوتی ہے اور دوسرے شخص کے لیے بری اور منحوس ہوتی ہے اور ہر دن کسی شخص کے لیے خیر اور دوسرے شخص کے لیے شر ہوتا ہے اور اگر کسی شخص پر عذاب یا کوئی مصیبت نازل ہونے کی وجہ سے بدھ کا دن منحوس ہے تو ہر دن بلکہ ہر ساعت میں کسی نہ کسی شخص پر کوئی نہ کوئی مصیبت اور بلا نازل ہوتی ہے تو تمام ایام اور ساعات منحوس ہونے چاہئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۔

(الحاقۃ: ۷-۶)

اور رہے قوم عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے، اللہ تعالیٰ نے اس آندھی کو سات راتوں اور آٹھ دن تک متواتر ان پر مسلط کر دیا تھا تو (اے مخاطب) تو لوگوں کو ان راتوں اور دنوں میں یوں گرا ہوا دیکھتا ہے گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کے تنے ہیں۔

اس آیت کے مطابق قوم عاد پر یہ عذاب سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلسل آتا رہا، اب اگر عذاب آنے کی وجہ سے کسی دن کو منحوس کہا جائے تو پھر ہفتہ کا کون سا دن نحوست سے خالی ہوگا!

یہ بھی منقول ہے کہ قوم ثمود پر اتوار کے دن عذاب آیا، اور بعض روایات میں ہے: "ہم اتوار کے دن سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ اس کی دھار تلوار سے زیادہ تیز ہے"، میرا گمان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر یہ کسی مخصوص اتوار کے متعلق ہے جس کے بارے میں آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس اتوار کو کوئی مصیبت آنے والی ہے، مسند الفردوس میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے "اللہ تعالیٰ نے منگل کے دن بیماریوں کو پیدا کیا، اسی دن ابلیس کو زمین میں نازل کیا گیا، اسی دن جہنم کو پیدا کیا گیا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بنو آدم کی روحوں پر مسلط کیا، اسی دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اسی دن حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فوت ہوئے، اسی دن حضرت ایوب بیماری میں مبتلا ہوئے"، اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی یہ منگل کے دن کی نحوست پر دلالت نہیں کرتی، زیادہ سے زیادہ ——— یہ ہے کہ اسی دن یہ واقعات رونما ہوئے، لیکن اس دن اس سے اچھے واقعات بھی ہوئے، صحیح مسلم میں ہے "منگل کے دن انسانوں کی معاش کا وسیلہ پیدا کیا گیا، اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہفتہ کے ہر دن میں بڑے بڑے مصائب نازل ہوئے، اور اس بحث میں یہ بات کافی ہے کہ قرآن مجید کے مطابق ہفتہ کے تمام ایام میں قوم عاد پر عذاب نازل ہوا، اب بتائیے کہ ہفتہ کا کون سا دن نحوست سے خالی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض اشعار منقول ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: "ہفتہ کا دن شکار کے لیے اچھا ہے، اتوار کا دن مکان بنانے کے لیے اچھا ہے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بنایا، اور اگر پیر کے دن سفر کیا تو تم کامیابی سے لوٹو گے، منگل کا دن حجامت بنانے کے لیے اچھا ہے، دوا پینے کے لیے بدھ کا دن اچھا ہے، مقدمات کی قضاء کے لیے جمعرات کا دن مبارک ہے اور شادی بیاہ کے لیے جمعہ کا دن بابرکت ہے اور ان باتوں کا علم نبی کو ہوتا ہے یا نبی کے وصی کو"

مجھے یہ یقین ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، اور اخیر میں، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اس میں وقت یا کسی اور چیز کا کوئی دخل نہیں ہے، ہاں یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بعض دنوں اور بعض راتوں کی اجر و ثواب کے اعتبار سے فضیلت ہے، جیسے رمضان کا مہینہ، اور لیلۃ القدر، اور بعض اوقات میں عبادت کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورج کے طلوع، غروب اور استواء کے وقت۔ (حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

مولانا مصطفیٰ رضا خاں، اعلیٰ حضرت کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مؤلف: جبل پور جانے کے چار روز باقی اور حضرت مدظلہ الاقدس کے واسطے کپڑے سلوانا تھے، سلطان حیدر خاں نے عرض کی درزی کو دے دیے جائیں؟

ارشاد: آج منگل کا دن ہے جس کی نسبت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری ہو جائے گا۔ [۱]

علامہ مناوی نے اس مسئلہ پر بہت طویل بحث کی ہے جس کا اکثر حصہ علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے، بلکہ علامہ آلوسی کی تمام بحث اسی سے ماخوذ ہے، علامہ مناوی نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے:

واما الطیرۃ فیکرھھا و لیست من الدین بل من فعل الجاھلیۃ وقول الکھان والمنجمین۔ [۲]

اور بدفالی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ قرار دیا ہے، یہ دین سے نہیں ہے بلکہ جاہلیت کے کاموں اور کاہنوں کے اقوال سے ماخوذ ہے۔

بدشگونی کی مذمت میں احادیث کا بیان

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطیرۃ شرک الطیرۃ شرک ثلاثا ومامنا الا ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل۔ [۳]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، حضرت ابن مسعود نے کہا ہم میں سے ہر شخص کے دل میں کسی چیز کے متعلق کوئی بدشگونی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو توکل کے سبب سے دور کر دیتا ہے۔

عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یتطیر من شیء۔ [۴]

حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [۵]

---

[۱] (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۸۴ - ۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۱] مولانا مصطفیٰ رضا خان الملفوظ ج ۲ ص ۹۲ - ۸۹، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[۲] علامہ عبد الرؤف مناوی فیض القدیر ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

[۳] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[۴] " " " سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۱، " " "

[۵] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۹، ۴۴۰، ۳۰۴، ۲۵۷، ج ۵ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی حسان ان رجلا قال لعائشۃ ان ابا ھریرۃ یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الطیرۃ فی المرأۃ والدار والدابۃ فغضبت غضبا شدیدا فطارت شقۃ منھا فی السماء وشقۃ فی الارض فقالت انما کان اھل الجاھلیۃ یتطیرون من ذلک۔ [۱]

ابو حسان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت، مکان اور چوپائے میں نحوست ہے حضرت عائشہ یہ سن کر بہت غضب ناک ہوئیں آپ نے فرمایا پر کا کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف اڑ جاتا اور کوئی ٹکڑا زمین پر گر جاتا، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس سے بدفال لیتے۔

اس حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ اگر نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

وعن معاویۃ بن الحکم السلمی قال...... ومنا رجال یتطیرون قال ذاک شیء یجدونہ فی صدورھم فلا یصدھم۔ [۲]

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کا ان کے دلوں میں خیال آتا ہے تم اس کے درپے نہ ہونا۔

بدشگونی کی مذمت میں فقہاء اسلام کی تصریحات

علامہ نووی شافعی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دل میں غیر اختیاری طور پر کسی چیز کے متعلق نحوست کا خیال آجائے تو اس میں تم پر عتاب نہیں ہے کیونکہ تم اس کو دور کرنے کے مکلف نہیں ہو لیکن اس خیال کے سبب سے تم اپنا کوئی کام کرنے سے نہ رکو، کیونکہ یہ تمہارے اختیار میں ہے اور تم اس کے مکلف ہو، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے روک دیا، اور بدشگونی کی وجہ سے کسی کام کو ترک کرنے سے منع فرما دیا، اور بکثرت احادیث صحیحہ میں بدشگونی لینے اور کسی چیز کو منحوس قرار دینے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ [۳]

شریعت اسلام نے بدشگونی کے حکم کو باطل کر دیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ کسی چیز سے نفع حاصل کرنے یا کسی ضرر کو دور کرنے میں بدشگونی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ [۴]

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۰، ۱۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمی بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

تَطَیُّر (بدشگونی) کی اصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ پرندوں پر اعتماد کرتے تھے، جب کوئی شخص کسی کام کے لیے نکلتا تو اگر وہ کسی پرندے کو دائیں جانب اڑتا ہوا دیکھتا تو اس کو مبارک قرار دیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا، اور اگر اس کو بائیں جانب اڑتا ہوا دیکھتا اور اس کو منحوس قرار دیتا اور اپنے کام پر جانے سے باز آجاتا اور بعض اوقات کوئی شخص کوئی کام کرنے سے پہلے خود کسی پرندے کو اڑا کر اس سے شگون نکال لیتا۔

زمانہ جاہلیت میں اکثر لوگ شگون نکالتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے کیونکہ شیطان نے یہ عمل ان کے لیے مزین کر دیا تھا، اور بہت سے مسلمانوں میں اس کا اثر باقی رہ گیا، امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی چیز سے بدشگونی لو تو اس کام کو ترک نہ کرو اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم کسی چیز میں بدشگونی لو تو اس کام کو جاری رکھو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، اور امام ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "بدشگونی لینا شرک ہے"، سلیمان بن حرب نے کہا آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ شگون کی وجہ سے نفع حاصل ہوتا ہے اور ضرر دور ہوتا ہے۔[1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے، شریعت اسلام نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔[2]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بدشگونی لینا شرک ہے"، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر دور ہوتا ہے اور جب انہوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انہوں نے شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے، اور اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل مؤثر ہے تو یہ شرک جلی ہے، آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ وہ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدفالی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں مؤثر سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ جہالت اور سوء اعتقاد بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔[3]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا طِیَرَۃ" یعنی حصول نفع اور دفع ضرر میں بدشگونی لینے کی کوئی تاثیر اور دخل نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۱۳ - ۲۱۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[2] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۹ ص ۶ - ۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ ھ

ہے اور بدشگونی نہیں لینا چاہیے اور نہ اس کا اعتبار کرنا چاہیے، جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، شریعت نے اس کو سبب نہیں بنایا۔ [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا صفر" بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد ماہ صفر ہے جو محرم کے بعد آتا ہے، عام لوگ اس ماہ کو مصیبتوں، بلاؤں اور آفتوں اور حادثوں کا مہینہ قرار دیتے تھے یہ اعتقاد بھی باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ [2]

علامہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

بقیہ کہتے ہیں میں نے محمد بن راشد سے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "ولا صفر" کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا لوگ ماہ صفر کے دخول کو منحوس سمجھتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا صفر" یعنی صفر میں نحوست نہیں ہے۔ [3]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دن کو منحوس، نامسعود اور نامبارک خیال کرنا اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص یا کسی چیز کو منحوس قرار دینا کفار کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى ومن معه ط الا انما طئرهم عند الله ولكن اكثرهم لا يعلمون۔ (اعراف: ۱۳۱)

تو جب انھیں خوشحالی پہنچتی تو کہتے یہ ہماری وجہ سے ہے، اور اگر انھیں کوئی بدحالی پہنچتی تو (اسے) موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے، سنو ان (کافروں) کی نحوست اللہ کے نزدیک (مقدر) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

قالوا انا تطيرنا بكم لئن لم تنتهوا لنرجمنكم وليمسنكم منا عذاب اليم۔ (یٰس: ۱۸)

(کافروں نے) کہا ہم نے تم سے برا شگون لیا ہے، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کردیں گے اور ہماری طرف سے تم کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا

قالوا اطيرنا بك وبمن معك ط قال طئركم عند الله بل انتم قوم تفتنون۔ (نمل: ۴۷)

(کافروں نے حضرت صالح سے) کہا: ہم نے آپ کے ساتھیوں سے برا شگون لیا ہے، (حضرت صالح نے) فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے، بلکہ تم لوگ فتنہ میں مبتلا ہو۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۲۰، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[2] " " " ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۲۰،

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بدشگونی کے سلسلہ میں خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ تمام دن اللہ تعالیٰ نے کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کوئی دن نامسعود اور نامبارک نہیں ہے، اسی طرح تمام انسان اور اشیاء اللہ کی پیدا کردہ ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منحوس نہیں ہے، اور حوادث، آفات، بلاؤں اور مصائب کے نازل ہونے میں کسی چیز کا دخل نہیں ہے، بیماریوں، آفتوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا تعلق تکوین اور تقدیر سے ہے، دن اور کسی شئے کا کسی شر کے حدوث اور کسی آفت کے نزول میں کوئی دخل اور اثر نہیں ہے، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بس! اسی لیے کسی بھی جائز اور صحیح کام کو کسی دن اور کسی چیز کی خصوصیت کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں ہے اور کوئی دن اور کوئی چیز منحوس، نامسعود اور نامبارک نہیں ہے۔

روح کی بحث

حدیث نمبر ۶۹۳۲ میں ہے چند یہودیوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ روح اور نفس کے سلسلہ میں کلام بہت غامض اور دقیق ہے، اس کے باوجود اکثر علماء نے اس پر بحث کی اور اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، امام ابوالحسن اشعری نے کہا روح وہ سانس ہے جو آ اور جا رہا ہے، علامہ باقلانی نے کہا روح سانس، اور زندگی میں امر مشترک ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ میں مشترک ہے، بعض علماء نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو روح کا علم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے" اور جمہور علماء نے یہ کہا کہ روح معلوم ہے، اور اس کے متعلق یہ مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روح خون ہے، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ روح کا علم نہیں ہو سکتا، اور نہ یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ جواب اس لیے کہلوایا گیا کہ یہودیوں کے نزدیک یہ طے تھا کہ اگر انھوں نے روح کی تفسیر کی تو یہ نبی نہیں ہیں۔ [1]

یہودیوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کون سی روح کے متعلق سوال کیا تھا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں علامہ ابن التین نے کہا، اس حدیث میں یہودیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جس روح کے متعلق سوال کیا تھا، اس کی تعیین میں بھی متعدد اقوال ہیں: (۱) انسان کی روح، (۲) حیوان کی روح (۳) جبرائیل (۴) حضرت عیسیٰ (۵) قرآن مجید (۶) وحی (۷) وہ فرشتہ جو قیامت کے دن صف میں اکیلا کھڑا ہوگا (۸) وہ فرشتہ جس کے گیارہ ہزار پر اور چہرے ہیں، یا وہ فرشتہ جس کی ستر ہزار زبانیں ہیں، یا وہ فرشتہ جس کے ستر ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں، ہر زبان میں ستر ہزار لغات ہیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے، یا وہ فرشتہ جس کی ٹانگیں زمین پر اور سر عرش کے پائے پر ہے، (۹) بنو آدم کی طرح کھانے پینے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

والی ایک مخلوق ہے جس کو روح کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک نوع ہے جو کھاتی پیتی ہے۔

روح کے متعلق یہ متعدد اقوال اس وجہ سے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات میں متعدد معانی پر روح کا اطلاق کیا گیا ہے، خاص اس آیت کے متعلق یہ متعدد اقوال نہیں ہیں، قرآن مجید میں روح کا اطلاق جن معانی پر ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ نزل به الروح الامین۔ "اس کو روح امین نے نازل کیا" اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں۔

(۲)۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ "اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی ہے" اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

(۳)۔ یلقی الروح من امرہ۔ "اس کے حکم سے روح القا کی جاتی ہے" اس سے مراد وحی ہے۔

(۴)۔ وایدھم بروح منہ "اور اللہ نے اپنی روح سے ان کی تائید کی" اس سے مراد قوت ہے۔

(۵)۔ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ "جس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے" اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں یا کوئی اور فرشتہ۔

(۶)۔ تنزل الملائکۃ والروح فیھا۔ "اس رات فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اس سے بھی حضرت جبرائیل مراد ہیں یا کوئی اور فرشتہ اور روح اللہ کا اطلاق حضرت عیسیٰ پر کیا گیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے روح اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے، اور بنو آدم کی طرح صورتیں ہیں، ہر فرشتہ کے ساتھ ایک روح نازل ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے اس آیت میں روح کی تعیین نہیں کی، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس آیت میں روح کے متعلق کئی اقوال ہیں:

(۱)۔ یہودیوں نے حضرت جبرائیل کے متعلق سوال کیا تھا، (۲) اس فرشتے کے متعلق سوال کیا تھا جس کی زبانیں ہیں،
(۳)۔ اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے اس روح کی ماہیت کے متعلق سوال کیا جس کے سبب سے جسم میں حیات ہوتی ہے، (۴) اہل نظر نے یہ کہا انھوں نے جسم میں روح کے حلول اور امتزاج کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تھا اور یہی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے (۵) علامہ قرطبی نے کہا راجح یہ ہے کہ انھوں نے انسان کی روح کے متعلق سوال کیا تھا، کیونکہ یہود اس کو نہیں مانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ، اللہ کی روح ہیں، اور نہ وہ اس بات سے جاہل تھے کہ حضرت جبرائیل فرشتے ہیں اور فرشتے ارواح ہیں۔

روح کی تعریف

امام فخر الدین رازی نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ انھوں نے اس روح کے متعلق سوال کیا تھا، جو حیات کا سبب ہے، اور قرآن مجید کی آیت میں اس کا نہایت عمدہ جواب ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا مطلب یہ ہو کہ روح کی ماہیت کیا ہے؟ وہ متحیز ہے یا نہیں! آیا اس کا کسی متحیز میں حلول ہے یا نہیں؟ آیا وہ قدیم ہے یا حادث؟ جسم سے نکلنے کے بعد آیا روح باقی رہتی ہے یا فنا ہو جاتی ہے؟ روح کے عذاب اور ثواب کی کیا کیفیت ہے؟ ان کے سوال میں ان میں سے کسی مطلب کی تخصیص نہیں ہے، البتہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے روح کی ماہیت کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ کہ آیا روح قدیم ہے یا حادث؟

قرآن مجید میں جو اس کا جواب دیا گیا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ روح ایک موجود چیز ہے جو عام حقیقتوں کے مغائر ہے وہ ایک جوہر بسیط مجرد ہے جو اللہ تعالیٰ کے محض لفظ کن سے پیدا ہوتی ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر اور اس تکوین سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں جسم کے اندر حیات کے افادہ کی تاثیر ہے اور اس کی کیفیت مخصوصہ کے علم کی نفی سے روح کے علم کی نفی لازم نہیں آتی۔

سلف صالحین نے روح میں غور و خوض کرنے سے منع فرمادیا ہے تاہم روح کے متعلق علماء کے چند اقوال ہیں: (۱) یہ سانس جو اندر جارہا ہے اور باہر آرہا ہے۔ (۲) حیات (۳) ایک جسم لطیف جس کا تمام بدن میں حلول ہے، (۴) خون (۵) عرض، خلاصہ یہ ہے کہ روح کے متعلق سو اقوال ہیں، ابن مندہ نے متکلمین سے نقل کیا ہے کہ ہر نبی کی پانچ روحیں ہیں اور مومن کی تین روحیں ہیں، اور ہر جاندار کی ایک روح ہے۔

روح کی حقیقت مخفی رکھنے کی حکمت

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ مخلوق کو آزمایا جائے کہ جس چیز کا انھیں علم نہیں ہے کیا وہ اس کو اللہ کی طرف مفوض کرتے ہیں یا نہیں، اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ روح کو مخفی رکھنے میں انسان کے عجز کا اظہار ہے کہ انسان کا وجود قطعی طور پر اس کو معلوم ہے لیکن وہ اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے تو اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو جاننے سے تو وہ بدرجہ اولیٰ عاجز ہوگا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور انھیں (یہودیوں کو) مطلع کرنے کا حکم نہ دیا ہو۔

عوارف المعارف میں ہے ادب کا تقاضا ہے کہ روح کے متعلق بحث نہ کی جائے، اور حضرت جنید سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہیں کیا، ابن مندہ نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ جب تمام عالم فنا ہو جائے گا تو روح باقی رہے گی یا فنا ہو جائے گی[۱]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم دیے جانے کے متعلق اکابر علماء اسلام کی تصریحات

امام رازی لکھتے ہیں:

ان مسئلۃ الروح یعرفہا اصاغر الفلاسفۃ واراذل المتکلمین فلو قال الرسول انی لا اعرفہا لاورث ذٰلک ما یوجب التحقیر والتنفیر فان الجہل بمثل ہذہ المسئلۃ یفید تحقیر ای انسان کان فکیف الرسول الذی ہو اعلم

روح کے مسئلہ کو چھوٹے چھوٹے فلسفی اور کم درجہ کے متکلمین بھی جانتے ہیں تو اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں روح کو نہیں جانتا تو یہ آپ سے لوگوں کی دوری اور توحش کا موجب ہوگا، کیونکہ جو انسان بھی اس مسئلہ کو نہ جانے اس کی مذمت ہوتی ہے، تو رسول اللہ

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳-۴۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

العلماء وافضل الفضلاء ۔ [۱]

صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق میں سب سے بڑے عالم اور فاضل ہیں، ان کو روح کی حقیقت کا علم کیونکر نہ ہو گا۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

فلا یدرک بالعقل شیٔ من وصفہ بل بنور اخر اعلی واشرف من العقل یشرق ذلک النور فی عالم النبوۃ والولایۃ ۔ [۲]

عقل کے ذریعہ روح کا کچھ بھی بیان نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کا بیان ایک اور نور کے ذریعہ ہو گا جو عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے، یہ نور صرف نبوت اور ولایت کے عالم میں روشن ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی روح کے علم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لم یقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی علم کل شیٔ یمکن العلم بہ ۔ [۳]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں ہو گیا جس کا علم ممکن تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

قلت جل منصب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حبیب اللہ وسید خلقہ ان یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من اللہ علیہ بقولہ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ۔ [۴]

میں کہتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور اس کی تمام مخلوق کے سردار ہیں اور آپ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہو گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق بطور احسان یہ فرمایا ہے: آپ جس چیز کو بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرما دیا، اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذھب بعضھم الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علم الخمس ایضا وعلم وقت الساعۃ والروح وانہ امر بکتم ذلک ۔ [۵]

بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ (قیامت، بارش، ماں کے پیٹ، کل اور مرنے کی جگہ) اور روح کا علم دیا گیا ہے اور آپ

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[۲] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[۳] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۴] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[۵] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، شرح الصدور ص ۳۳۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

کو ان کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں :

وقال بعضهم ليس فی الأية دلالة على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يامره ان يطلعهم وقد قالوا فی علم الساعة نحو هذا ۔[1]

بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ یہ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور ان کو مطلع کرنے کا حکم نہ دیا ہو، اور علم قیامت کے متعلق بھی اسی قسم کا قول کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی سے بھی ہم اس عبارت کا ترجمہ نقل کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مستند علماء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم عطا فرمایا ہے۔

بَابُ ۹۹۸ انْشِقَاقِ الْقَمَرِ

چاند کا پھٹ جانا

۶۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِقَّتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

۶۹۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى إِذَا انْفَلَقَ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فَكَانَتْ فِلْقَةٌ وَرَاءَ الْجَبَلِ وَفِلْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پھٹ کر پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور دوسرا دوسری طرف، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

[1] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ، ارشاد الساری ج ۷، ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۶ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا۔

٦٩٤٦۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلْقَتَيْنِ فَسَتَرَ الْجَبَلُ فِلْقَةً وَكَانَتْ فِلْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑے کو پہاڑ نے ڈھانپ لیا اور دوسرا اس کے اوپر تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ!

٦٩٤٧۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مثل روایت بیان کی۔

٦٩٤٨۔ وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِإِسْنَادِ ابْنِ مُعَاذٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ فَقَالَ اشْهَدُوا اشْهَدُوا۔

ابن ابی عدی کی روایت میں ہے گواہ ہو جاؤ، گواہ ہو جاؤ۔

٦٩٤٩۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ نے یہ سوال کیا کہ آپ انھیں کوئی معجزہ دکھائیں، آپ نے انھیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا دو بار دکھا دیا (یعنی ایک ہی واقعہ کو انھوں نے آنکھیں مل مل کر دو بار دیکھا)

٦٩٥٠۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ بِمَعْنَى حَدِيثِ شَيْبَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٦٩٥١۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَأَبُو دَاوُدَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَأَبُو دَاوُدَ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي دَاوُدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ابو داؤد کی روایت میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۶۹۵۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ قُرَيْشِ التَّمِيْمِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰى زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔

شق القمر کو باقی دنیا نے کیوں نہیں دیکھا

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ چاند کا شق ہونا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نہایت عظیم معجزات میں سے ہے، اس معجزہ کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے، عقلی طور پر اس میں انکار کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے، بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ معجزہ ہوا ہوتا تو یہ تواتر کے ساتھ منقول ہوتا اور تمام روئے زمین والوں کو اس کی معرفت ہوتی، اور صرف اہل مکہ اس کے ساتھ مخصوص نہ ہوتے، علماء نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند شق ہونے کا واقعہ رات کو رونما ہوا تھا، اور اس وقت لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس کا پہلے سے باقاعدہ پوری دنیا میں اعلان تو نہیں کیا گیا تھا کہ لوگ جاگ کر اس کا انتظار کر رہے ہوتے، اور یہ معجزہ ایک لحظہ میں رونما ہوا تھا، اور باقی آدھی دنیا میں اس وقت دن تھا۔[۱]

شق القمر کے متعلق احادیث کی تحقیق

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے سند ضعیف کے ساتھ دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشرکین جمع ہوئے ان میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسد بن عبد المطلب، ربیعہ بن اسود اور نضر بن حارث تھے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دیں جس کا نصف ابوقبیس (پہاڑ) پر ہو اور نصف قیقعان پر ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر میں نے ایسا کیا تو تم ایمان لے آؤ گے، انھوں نے کہا ہاں! وہ چودھویں کے چاند کی رات تھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبہ کو پورا کر دے، پھر اس رات چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، اس کا نصف ٹکڑا ابوقبیس پر تھا اور نصف ٹکڑا قیقعان پر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ندا فرما رہے تھے: اے ابوسلمہ بن عبد الاسد اور اے ارقم بن ارقم گواہ ہو جاؤ!

شق قمر کے متعلق اس کے علاوہ بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں، اور ان کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ غیر متواتر ہیں، میر سید شریف نے شرح مواقف میں یہ لکھا ہے کہ یہ متواتر ہیں، مختصر ابن حاجب کی شرح میں علامہ ابن السبکی کا بھی یہی مختار ہے، انھوں نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ قمر کا شق ہونا متواتر ہے اور

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قرآن مجید میں منصوص ہے۔

حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت ابن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں، البتہ ان میں سے بعض صحابہ اس موقعہ پر حاضر نہ تھے، جیسے حضرت ابن عباس یہ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے، اور جیسے حضرت انس یہ اس وقت مدینہ میں تھے اور ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی، ان کی روایات از قبیل مراسیل ہیں، لیکن اس سے ان احادیث کی صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا؛ صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں ہے حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چاند اس وقت دو ٹکڑے ہوا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ معجزہ اس وقت ہوا جب آپ مکہ میں تھے، ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ان سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اس واقعہ کا ظہور مکہ میں ہوا تھا۔

آیا شق القمر ایک بار ہوا تھا یا کئی بار؟

حافظ ابو الفضل عراقی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دو مرتبہ چاند شق ہوا، کیونکہ عبد بن حمید نے حاکم نے اپنی تصحیح کے ساتھ، ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے میں نے مکہ میں دو بار چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن حافظ عراقی کا اس پر اجماع قرار دینا ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ المواہب میں مذکور ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ چاند کے شق ہونے پر تو اجماع ہے لیکن اس کے دو بار شق ہونے پر اجماع نہیں ہے کیونکہ علماء حدیث میں سے کسی نے اس پر اعتماد نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو بار شق ہوا ہے، اور جس حدیث میں دو بار کا لفظ ہے اس سے مراد دو ٹکڑے ہے، میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث روایت میں یہ مذکور ہے کہ میں نے دو بار چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا، البتہ میرے نزدیک اس روایت کی صحیح تاویل یہ ہے کہ دو بار کا تعلق دیکھنے سے ہے، اس کا تعلق ٹکڑے ہونے سے نہیں ہے، یعنی اس واقعہ کو انھوں نے آنکھیں مل مل کر دو بار دیکھا یہ مطلب نہیں کہ یہ واقعہ دو بار ہوا، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، امام ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا آپ کے پاس کوئی نشانی ہے؟ جس سے ہم یہ پہچانیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں! اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر کہا: اے محمد! اہل مکہ سے کہو کہ وہ اس رات میں جمع ہو جائیں وہ ایک نشانی دیکھ لیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسی طرح فرما دیا، پھر یہ لوگ اس رات کو جمع ہوئے وہ چاند کی چودھویں شب تھی، اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا نصف صفا پر تھا اور نصف مروہ پر، انھوں نے یہ منظر دیکھا، ان کو خیال ہوا کہ ان کی آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے وہ بار بار آنکھیں مل کر یہ منظر دیکھ رہے تھے، سو اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ اس نے تین بار چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا تھا تو یہ بھی بلاشبہ صحیح ہوتا اور اس سے یہ لازم نہ آتا کہ واقع میں چاند تین بار دو ٹکڑے ہوا ہے، اس لیے حضرت ابن مسعود کے کلام کو اسی طرز پر محمول کرنا چاہیے تاکہ احادیث میں تعارض نہ ہو۔[۱]

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۷۵-۷۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

قرآن مجید میں شق القمر کا بیان

کافروں نے شق القمر کا یہ معجزہ دیکھنے کے بعد یہ کہہ دیا کہ یہ جادو ہے اور ایسا جادو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

اقتربت الساعۃ وانشق القمر ٥ وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ٥ وکذبوا واتبعوا اھواءھم وکل امر مستقر ٥ (قمر: ۳-۱)

قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں، اور کہیں (یہ تو) ہمیشہ سے کیے جانے والا جادو ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی اتباع کی اور ہر کام (اپنی میعاد کے مطابق) قرار پا چکا ہے۔

یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کا وقوع اب قریب آ پہنچا ہے، کیونکہ اب نظام عالم کے درہم برہم ہونے کی ابتداء ہو گئی ہے، چاند ایک ——— سیارہ ہے اور جب وہ پھٹ سکتا ہے تو باقی سیارے بھی پھٹ سکتے ہیں، زمین بھی شق ہو سکتی ہے اور آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے، کائنات کی کوئی چیز دائمی اور سرمدی نہیں ہے، اور ہر چیز فانی ہے۔

نیز چاند کو شق کرنے کے بعد دوبارہ پہلے کی طرح جوڑ دینے میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح اس ایک سیارہ کو توڑنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ ویسے ہی جوڑ سکتا ہے تو اس سارے عالم کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ اسی طرح قادر ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت معجزہ شق القمر پر دلیل نہیں ہے بلکہ یہاں ماضی کا صیغہ مضارع کے معنی میں ہے، اور اس آیت کا معنی ہے چاند شق ہو جائے گا یعنی قرب قیامت میں، یہ معنی خلاف ظاہر ہونے کے علاوہ اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں چاند کے پھٹنے کو قرب قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے، اگر اس آیت کے نزول سے پہلے چاند شق نہیں ہوا تھا بلکہ وہ آئندہ کبھی شق ہونے والا تھا تو اس وجہ سے یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ قیامت کا وقت قریب آ پہنچا ہے کیونکہ آئندہ چاند شق ہو جائے گا" بلکہ معقول اسلوب یہ ہے کہ جب چاند ایک سیارہ ہونے کے باوجود شق ہو گیا تو معلوم ہوا کہ کائنات کا ہر سیارہ پھٹ سکتا ہے اس لیے چاند کا شق ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کی ساعت اب قریب آ پہنچی ہے۔

بَابٌ فِی الْکُفَّارِ

کفار کا بیان

۶۹۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ وَاَبُوْ اُسَامَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ اَبِیْ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اذیت ناک باتوں پر صبر کرنے والا نہیں ہے،

مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَحَدَ اَصْبَرُ عَلٰى اَذًى يَسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهُ يُشْرَكُ بِهٖ وَيُجْعَلُ لَهُ الْوَلَدُ ثُمَّ هُوَ يُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے، اس کے لیے بیٹا بنایا جاتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو عافیت کے ساتھ رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔

۶۹۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ اِلَّا قَوْلَهُ وَيُجْعَلُ لَهُ الْوَلَدُ فَاِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ حدیث بھی حسب سابق ہے، البتہ اس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا بنایا جاتا ہے۔

۶۹۵۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى يَسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ لَهُ نِدًّا وَيَجْعَلُوْنَ لَهُ وَلَدًا وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيْهِمْ وَيُعْطِيْهِمْ۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف دہ باتوں کو سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتے ہیں اور اس کا بیٹا بناتے ہیں اور وہ اس کے باوجود ان کو رزق دیتا ہے ان کو عافیت کے ساتھ رکھتا ہے اور ان کو عطا کرتا ہے۔

۶۹۵۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ كَانَتْ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَدْ اَرَدْتُ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَا تُشْرِكَ اَحْسِبُهُ قَالَ وَلَا اُدْخِلَكَ النَّارَ فَاَبَيْتَ اِلَّا الشِّرْكَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہیں دنیا اور اس کی سب چیزیں مل جائیں تو کیا تم ان کو اس عذاب سے نجات کے لیے فدیہ دے دو گے؟ وہ کہے گا: ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس وقت تم آدم کی پشت میں تھے اس وقت میں نے تم سے اس کی بہ نسبت کم چیز کا ارادہ (مطالبہ) کیا تھا، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو (راوی کہتا ہے میرا گمان ہے آپ نے فرمایا تھا:) تو میں تم کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا، مگر تم نے شرک کے سوا کوئی بات نہیں مانی۔

۶۹۵۷۔ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ إِلَّا قَوْلَهُ وَلَا أُدْخِلُكَ النَّارَ فَإِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ۔

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث مثل سابق ہے البتہ اس میں یہ قول نہیں ہے کہ میں تم کو دوزخ میں داخل نہ کرتا۔

۶۹۵۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقَالُ لِلْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا أَكُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ قَدْ سُئِلْتَ أَيْسَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس روئے زمین کے برابر سونا ہو تو کیا تم اس کو عذاب سے نجات کے لیے دے دو گے، وہ کہے گا ہاں! اس سے کہا جائیگا تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا ارادہ (مطالبہ) کیا گیا تھا۔

۶۹۵۹ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ كَذَبْتَ قَدْ سُئِلْتَ مَا هُوَ أَيْسَرُ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے البتہ اس میں یہ مذکور ہے: اس سے کہا جائے گا تم نے جھوٹ بولا، تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا سوال کیا گیا تھا۔

۶۹۶۰۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلٰى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کافر کو کس طرح قیامت کے دن منہ کے بل اٹھایا جائے گا، آپ نے فرمایا جس نے اس کو پاؤں کے بل چلایا ہے کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے؟ قتادہ نے کہا کیوں نہیں! ہمارے رب کی عزت و جلال کی قسم!

۶۹۶۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جہنمی

الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ۔

کو دنیا میں سب سے زیادہ نعتیں ملی تھیں اس کو قیامت کے دن بلایا جائے گا، اور اس کو جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کوئی خیر دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: نہیں بہ خدا! اے میرے رب! پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف میں رہا تھا، اس کو جنت کا ایک چکر لگوایا جائیگا، اس سے کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے؟ کیا تم کو کبھی کوئی تکلیف لاحق ہوئی ہے؟ وہ کہے گا: نہیں بہ خدا! اے میرے رب! مجھے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہے نہ کبھی کوئی سختی پہنچی ہے۔

صبر اور حلم کا معنی

حدیث نمبر ۶۹۵۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ کافروں کے شرک پر صبر کرتا ہے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت حلیم ہے، حتیٰ کہ جو کافر اس کی طرف بیٹے اور اولاد کی نسبت کرتے ہیں، ان پر بھی رحم فرماتا ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ صبر کا معنی ہے نفس کو انتقام وغیرہ سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے جب صبر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہے امتناع، قاضی عیاض نے کہا اللہ تعالیٰ کا ایک اسم ہے صبور (بہت زیادہ صبر کرنے والا) اس کا معنی ہے جو نافرمانوں سے انتقام لینے میں جلدی نہ کرے، اس کا معنی حلیم ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور حلیم اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود انتقام نہ لے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنی

حدیث نمبر ۶۹۵۸ میں ہے: اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے فرمائیگا: اگر تم کو دنیا و ما فیہا مل جائے تو کیا تم اس کو اس عذاب سے نجات کے لیے دے دو گے؟ وہ شخص کہے گا ہاں! (حدیث نمبر ۶۹۵۹) میں ہے:) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا، میں نے تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا ارادہ کیا تھا، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو! مگر تم نے شرک کرنے کے سوا کوئی بات نہیں مانی۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ کافر شرک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کا ارادہ پورا کیوں نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے وہ "فعال لما یرید" ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ارادہ کا معنی ہے مطالبہ اور سوال کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے شرک نہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا نہ یہ ارادہ کیا تھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم سے شرک نہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور تم کو شرک نہ کرنے کا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حکم دیا تھا۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے، خیر اور شر ہو یا ایمان اور کفر، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومن کے ایمان کا ارادہ فرماتا ہے اور کافر کے کفر کا۔ اس کے برخلاف معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے کفر کا ارادہ نہیں کرتا، بلکہ اس کے ایمان کا ارادہ کرتا ہے، اور ان کے اس مذہب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا عجز لازم آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مملکت میں جس چیز کے کرنے کا ارادہ کیا وہ نہیں ہوئی۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اس حدیث میں ارادہ کا معنی مطالبہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

ولو ان للذين ظلموا ما في الارض جميعا ومثله معه لافتدوا به من سوء العذاب يوم القيامة. (زمر: ۴۷)

اور اگر ان ظالموں کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں اور اس جتنی اور چیزیں بھی ہوں تو وہ ان کو بڑے عذاب سے بچنے کے لیے قیامت کے دن فدیہ میں دے دیں گے۔

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کفار کے پاس دنیا اور ما فیہا ہو تو وہ اس کو قیامت کے دن عذاب سے چھٹکارے کے لیے فدیہ میں دے دیں گے، اور اس حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: کیا تم عذاب سے بچنے کے لیے دنیا وما فیہا کو فدیہ میں دے دوگے اور انہوں نے کہا ہاں! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا یعنی وہ عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ نہیں دیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم تم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیں تو کیا تم اخروی عذاب سے بچنے کے لیے دنیا وما فیہا کو فدیہ میں دے دوگے، وہ کہیں گے ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ کہا، ہم نے تم کو اس کی بہ نسبت آسان چیز کا حکم دیا تھا جس کو تم نے نہیں مانا اور شرک کیا۔ [۱]

بَابُ جَزَاءِ الْمُؤْمِنِ بِحَسَنَاتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَتَعْجِيلِ حَسَنَاتِ الْكَافِرِ فِي الدُّنْيَا

مومن کو اس کی نیکیوں کا صلہ دنیا اور آخرت میں ملے گا اور کافر کو صرف دنیا میں۔

۶۹۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اس کو آخرت میں بھی جزا دی جائے گی، رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللہ کے لیے نیکیاں کی ہیں ان کا اجر اس کو دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کو جزا دینے کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۹۶۳ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللَّهَ يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ کافر جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کا لقمہ اس کو دنیا میں ہی کھلا دیا جاتا ہے، اور رہا مومن تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لیے ذخیرہ کرتا ہے اور اس کی عبادت کے صلہ میں اس کو دنیا میں رزق عطا فرماتا ہے۔

۶۹۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرُّزِّيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ابْنُ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت بیان کی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو کافر کفر پر مر جائے اس کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں ملے گا، اور اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو کام کیے ہوں گے اس کو ان کی کوئی جزا نہیں ملے گی، اور اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ اس نے دنیا میں صلہ رحم، صدقہ، غلاموں کو آزاد کرنا، مہمان نوازی اور جو دوسری نیکیاں کی ہیں ان کی جزا اس کو دنیا میں دے دی جائے گی، اور مومن کی نیکیوں کو آخرت کے لیے جمع کیا جائے گا، اس کے باوجود اس کو دنیا میں بھی اجر ملے گا، اس مسئلہ کی پوری تحقیق کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔ [1]

بَابُ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلِ الْكَافِرِ — مومن اور کافر کی مثال

۶۹۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تُمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تَسْتَحْصِدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیت کی طرح ہے جس کو ہوا مسلسل جھونکے دیتی رہتی ہے، مومن پر بھی مصیبتیں آتی رہتی ہیں، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو ہلتا جلتا ہی نہیں حتیٰ کہ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

۶۹۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَكَانَ قَوْلِهِ تُمِيلُهُ، تُفِيئُهُ۔

۶۹۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيئُهَا الرِّيحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا أُخْرَى حَتَّى تَهِيجَ وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ عَلَى أَصْلِهَا لَا يُفِيئُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال سر کنڈے کے کھیت کی طرح ہے، جس کو ہوا جھونکے دیتی رہتی ہے کبھی اس کو گرا دیتی ہے اور کبھی کھڑا کر دیتی ہے حتٰی کہ وہ سوکھ جاتا ہے، اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو اپنی جڑ پر قائم رہتا ہے، کوئی چیز اس کو ادھر ادھر نہیں جھکاتی حتٰی کہ وہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

۶۹۶۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا حَتَّى يَأْتِيَهُ أَجَلُهُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ الْأَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ الَّتِي لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً۔

عبد الرحمٰن بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال سر کنڈے کے کھیت کی طرح ہے، جس کو ہوا جھونکے دیتی رہتی ہے کبھی اس کو گرا دیتی ہے اور کبھی کھڑا کر دیتی ہے حتٰی کہ اس کی اجل آجاتی ہے، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو اپنی جڑ پہ کھڑا رہتا ہے، اس پر کوئی آفت نہیں آتی بالآخر وہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

۶۹۶۹ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّ مَحْمُودًا قَالَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ بِشْرٍ وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ وَأَمَّا ابْنُ حَاتِمٍ فَقَالَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَا قَالَ زُهَيْرٌ۔

عبد اللہ بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، البتہ محمود کی روایت میں یہ ہے کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے اور ابن حاتم نے منافق کی مثال کہا جس طرح زہیر کی روایت میں ہے۔

۶۹۷۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ابْنُ هَاشِمٍ

عبد اللہ بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے ان کی مثل نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سب کی روایات میں یہ ہے: کافر کی مثال صنوبر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَقَالَا جَمِيعًا فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ يَحْيَى وَمَثَلُ الْكَافِرِ مَثَلُ الْأَرْزَةِ۔

کے درخت کی طرح ہے۔

بَابٌ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ النَّخْلَةِ

مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے۔

۶۹۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ هِيَ النَّخْلَةُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ قَالَ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَ هِيَ النَّخْلَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ درخت مسلمان کی طرح ہے، مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا دھیان جنگل کے درختوں کی طرف گیا، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے (لیکن مجھے بتانے سے) حیا آئی، پھر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے! حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے اس بات کا حضرت عمر سے ذکر کیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر تم یہ بتا دیتے کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسند ہوتا۔

۶۹۷۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ الضُّبَعِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لِأَصْحَابِهِ أَخْبِرُونِي عَنْ شَجَرَةٍ مَثَلُهَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَذْكُرُونَ شَجَرًا مِنْ شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأُلْقِيَ فِي نَفْسِي أَوْ رُوعِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَجَعَلْتُ أُرِيدُ أَنْ أَقُولَهَا فَإِذَا أَسْنَانُ الْقَوْمِ فَأَهَابُ أَنْ أَتَكَلَّمَ فَلَمَّا سَكَتُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کی مثال مومن کی طرح ہے؟ صحابہ جنگل کے درختوں میں سے کسی درخت کا ذکر کرنے لگے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ چیز ڈالی گئی کہ یہ کھجور کا درخت ہے، میں نے اس کو بتانے کا ارادہ کیا، مگر وہاں بڑی عمر کے لوگ تھے، میں ان کے سامنے بات کرنے سے ڈرا، جب سب صحابہ چپ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

۶۹۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ

مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَذَكَرَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا۔

کے ساتھ مدینہ میں رہا میں نے ان سے صرف ایک حدیث سنی، انھوں نے کہا ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۹۷۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُمَّارٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا، اس کے بعد ان کی طرح حدیث بیان کی۔

۶۹۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ شِبْهِ أَوْ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَعَلَّ مُسْلِمًا قَالَ وَتُؤْتِي أُكُلَهَا وَكَذَا وَجَدْتُ عِنْدَ غَيْرِي أَيْضًا وَلَا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا مجھے اس درخت کے متعلق بتاؤ جس کے پتے نہیں جھڑتے، وہ مسلمان کی طرح ہے، امام مسلم کہتے ہیں کہ اس روایت میں ہے وہ ہر وقت پھل دیتا ہے، لیکن میں نے اپنے علاوہ دوسرے محدثین کے پاس اسی طرح روایت دیکھی ہے، کہ وہ درخت ہر وقت پھل نہیں لاتا، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، دمگر میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کلام نہیں کر رہے تو مجھے کچھ کہنا ناگوار ہوا، حضرت عمر نے کہا اگر تم بتا دیتے تو مجھے یہ فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسند ہوتا۔

کھجور کے درخت کے ساتھ مومن کی مشابہت کی وجوہات اور دیگر مسائل

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کی عقلوں کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ اپنے ذہنوں کو دوڑائیں اور غور و فکر کریں، اور ان میں بڑوں کی تعظیم اور توقیر کا بیان ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر نے مسئلہ کا علم ہونے کے باوجود اس لیے نہیں بتایا کہ جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نہیں بتا رہے تو میرا بھی خاموش رہنا مناسب ہے، البتہ جب بڑوں کو جواب نہ آئے تو چھوٹوں کو بتا دینا چاہیے، نیز ان احادیث میں بیٹے کی لیاقت پر باپ کے خوش ہونے کا بیان ہے اور ان احادیث میں کھجور کے درخت کی فضیلت ہے، علماء

نے کہا ہے کہ کھجور کے درخت کو مسلمان کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس میں بہت زیادہ خیر ہے اس کا سایہ دائمی ہے، اس کا پھل میٹھا ہے اور وہ پھل ہمیشہ موجود رہتا ہے، کیونکہ تازہ کھجور بھی کھائی جاتی ہے اور خشک ہونے کے بعد چھوارے کی شکل میں بھی کھائی جاتی ہے اور کھجور کے درخت کے خشک ہونے کے بعد اس کے تنے، اس کے پتوں اور اس کی شاخوں سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کے تنے سے شہتیر بنائے جاتے ہیں، اس کی شاخوں اور پتوں سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کی گٹھلیوں سے تسبیح بنائی جاتی ہے، غرض یہ کہ کھجور کے درخت سے ہر حالت اور ہر دور میں نفع حاصل ہوتا ہے، جس طرح مومن کے ہر (نیک) عمل میں خیر ہے، اس کا عبادت کرنا لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور حسن اخلاق سے پیش آنا اہل وعیال اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، عبادت میں معاونت کی نیت سے کھانا پینا اور آرام کرنا سو جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز میں خیر ہے اس طرح مومن کے بہ حیثیت مومن ہر عمل میں خیر اور اجر ہے۔ [1]

بعض علماء نے کھجور کے درخت کی مومن کے ساتھ مشابہت میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ مومن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ بلکہ سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فراق پر صبر نہیں کر سکتا اور آپ سے جدائی پر بے اختیار گریہ وزاری کرتا ہے اور اب بھی جب اہل ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے ہیں تو زار و قطار روتے ہیں اور فراق کے صدمہ کے باعث ان کی چیخیں نکل جاتی ہیں اور تمام درختوں میں سے صرف کھجور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرتا ہے اور اس کو آپ کی جدائی کی سہار نہیں ہے، کھجور کے جس تنے سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے جب منبر بننے کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله ان امرأة من الانصار قالت لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله الا اجعل لك شيئا تقعد عليه فان لى غلاما نجارا قال ان شئت قال فعملت له المنبر فلما كان يوم الجمعة قعد النبى صلى الله عليه وسلم على المنبر الذى صنع فصاحت النخلة التى كان يخطب عندها حتى كادت ان تنشق فنزل النبى صلى الله عليه وسلم حتى اخذها فضمها اليه فجعلت تان

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز نہ بنا دوں! کیونکہ میرا بیٹا بڑھئی ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو بنا دو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس عورت نے منبر بنا دیا۔ جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے بیٹے کے بنائے ہوئے منبر پر بیٹھے، تب کھجور کے اس درخت نے چیخ ماری جس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تھے، حتیٰ کہ وہ تنا پھٹنے کے قریب تھا، پھر نبی صلی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انين الصبي الذي يسكت حتى استقرت .[۱]

اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس تنے کو پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ چمٹایا، وہ تنا اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے روتا ہوا بچہ چپ کراتے وقت سسکیاں لیتا ہے، پھر وہ پر سکون ہو گیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ (لا الٰہ الا اللہ) کی مثال پاک درخت کے ساتھ دی ہے، جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں جو ہر وقت پھل لاتا ہے، اس سے مراد کھجور کا درخت ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ جس طرح کھجور کی جڑیں زمین میں ہوتی ہیں، اسی طرح ایمان مومن کے دل میں ہوتا ہے، اور جس طرح کھجور کی شاخیں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی ہوتی ہیں اسی طرح مومن کے اعمال قبولیت کے لیے آسمانوں کے اوپر جاتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابو داؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر پہیلیاں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور یہاں آپ نے خود پہیلی ڈالی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص دوسرے شخص پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے یا اس کو شرمندہ یا عاجز کرنے کے لیے اس سے کوئی مشکل سوال کرے۔ البتہ اگر اپنے شاگردوں کے علم اور ان کی عقل کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی پہیلی پوچھے تو یہ جائز ہے۔[۲]

باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس

لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے شیطان کا اپنے لشکر کو روانہ کرنا اور برانگیختہ کرنا

۶۹۷۶ - حدثنا عثمان بن ابي شيبة واسحق بن ابراهيم قال اسحق اخبرنا وقال عثمان حدثنا جرير عن الاعمش عن ابي سفيان عن جابر قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ان الشيطان قد ايس ان يعبده المصلون في جزيرة العرب ولكن في التحريش بينهم.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جزیرہ عرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے شیطان مایوس ہو گیا ہے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑائی کے لیے بھڑکائے گا۔

۶۹۷۷ - وحدثناه ابوبكر بن ابي شيبة حدثنا وكيع ح وحدثنا ابو كريب حدثنا ابو معاوية

امام مسلم نے اس حدیث کی سند بیان کی۔

---

[۱]- امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲]- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

۶۹۷۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ فَيَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَيَفْتِنُونَ النَّاسَ فَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر پر ہے وہ لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے اپنے لشکر روانہ کرتا ہے شیطان کے نزدیک سب سے بڑے درجہ والا وہ ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالے۔

۶۹۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ أُرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے اس کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالتا ہے، اس کے لشکر میں سے ایک آکر کہتا ہے، میں نے ایسا ایسا کیا ہے، وہ کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا، پھر ان میں سے ایک آکر کہتا ہے، میں نے ایک شخص کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرادی، وہ اس کو اپنے قریب کر کے کہتا ہے، ہاں تم نے کام کیا ہے، اعمش نے کہا میرا گمان ہے وہ اس کو گلے لگا لیتا ہے۔

۶۹۸۰ - حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَبْعَثُ الشَّيْطَانُ سَرَايَاهُ فَيَفْتِنُونَ النَّاسَ فَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے جو لوگوں کو فتنوں میں ڈالتے ہیں، اس کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو زیادہ فتنے میں ڈالتا ہے۔

۶۹۸۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ قَالُوا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان (ہم زاد) مسلط کر دیا گیا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالٰی نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی۔ وہ مسلمان ہو

وَ اِیَّاكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَ اِیَّایَ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ۔

گیا اور وہ مجھے خیر کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔

۶۹۸۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (یَعْنِیَانِ ابْنَ مَهْدِیٍّ) عَنْ سُفْیَانَ ح وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَیْقٍ کِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِاِسْنَادِ جَرِیْرٍ مِثْلَ حَدِیْثِهٖ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ سُفْیَانَ وَ قَدْ وُکِّلَ بِهٖ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، سفیان کی روایت میں ہے ہر شخص کے لیے ایک ہمزاد جن اور ایک ہمزاد فرشتہ مقرر کر دیا ہے۔

۶۹۸۳ - حَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَیْطٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَیْلًا قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَیْهِ فَجَاءَ فَرَاٰی مَا اَصْنَعُ فَقَالَ مَا لَكِ یَا عَائِشَةُ اَغِرْتِ فَقُلْتُ وَ مَا لِیْ لَا یَغَارُ مِثْلِیْ عَلٰی مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقَدْ جَاءَكِ شَیْطَانُكِ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ مَعِیَ شَیْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَ مَعَ کُلِّ اِنْسَانٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَ مَعَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَ لٰکِنْ رَبِّیْ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ حَتّٰی اَسْلَمَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے پاس سے اٹھ کر گئے، مجھے اس پر غیرت آئی، پس آپ آئے اور دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا بات ہے! کیا تم نے غیرت کی ہے؟ میں نے کہا مجھ جیسی عورت کو آپ جیسے مرد پر غیرت نہیں آنی چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا تھا؟ حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن اس کے مقابلہ میں میرے رب نے میری مدد کی حتی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تکفیر مسلمین کا رد

حدیث نمبر ۶۹۷۶ میں ہے: شیطان جزیرۃ العرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے مایوس ہو گیا ہے، لیکن وہ لوگوں کو آپس میں لڑائی کے لیے بھڑکائے گا۔

یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معجزات میں سے ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد اور جنگ کی آگ بھڑکائے گا۔

بارھویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا ظہور ہوا اس کا یہ عقیدہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھتے ہیں:

وعرفت ان اقرارهم بتوحيد الربوبية لم يدخلهم فى الاسلام وان قصدهم الملائكة والانبياء يريدون شفاعتهم، والتقرب الى الله بذلك: هو الذى احل دماؤهم واموالهم [1]

تم یہ جان چکے ہو کہ لوگ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوتے اور فرشتوں اور نبیوں کی شفاعت کا ارادہ کرنے سے اور ان کے توسل سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا حلال ہو گیا ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب اپنے اس قول کی بناء پر اس وقت کے تمام جزیرہ عرب کے مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور اس کا یہ قول اس صریح حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جزیرہ عرب میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہوگی اور جزیرہ عرب میں غیر اللہ کی عبادت سے شیطان مایوس ہو گیا ہے اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کرنا کفر اور شرک ہے حالانکہ عہد صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک ہر وقت مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر دن رات مسلمانان عالم آپ سے شفاعت طلب کرتے ہیں اور آپ کے وسیلہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے، شیخ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد و افکار کے رد میں ایک کتاب لکھی "الصواعق الالٰہیہ" اس کتاب میں انہوں نے بھی اس حدیث سے شیخ محمد بن عبد الوہاب کا رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کی جائے لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے، اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی، آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی، لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دے دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں

---

[1] شیخ محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات ص ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ

آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں، کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں، اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں، حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے برأت کی حضور نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے، لہٰذا یہ تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔ [1]

نیز شیخ سلیمان بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن احوص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے، البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے، لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے، ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے پس اس بات سے احتراز کرنا اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے، نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی؛ البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو اولیاء سے وسیلہ، شفاعت طلب کرنا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرنا، (سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو، ان تمام امور پر تمام اہل مکہ ان کے عوام، امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں اس کے باوجود یہ تمام لوگ تمہارے دشمن ہیں، تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بدعقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام امور کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں جن کو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ اگر تمہارا گمان حق ہے تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں، لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا رد کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہے۔ [2]

---

[1] شیخ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ، الصواعق الالٰہیہ ص ۴۷ - ۴۶ مطبوعہ مکتبہ ایشیق استنبول

[2] " " " ، الصواعق الالٰہیہ ص ۴۷،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر ایک دلیل

حدیث نمبر ۶۹۸۱ میں ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی فاسلم "میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں یا وہ مسلمان ہو گیا" سو اب وہ مجھے بھلائی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا۔

اس لفظ یعنی اسلم کی دو طرح روایت ہے اَسْلَمُ "میں اس شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہوں" علامہ خطابی نے اس کو صحیح اور مختار کہا ہے اور اَسْلَمَ "وہ شیطان مسلمان ہو گیا" قاضی عیاض نے کہا کہ یہی صحیح اور مختار ہے۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ مجھے بھلائی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا" صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں ہے فاستسلم یعنی وہ مسلمان اور تابع فرمان ہو گیا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے معصوم ہیں کہ شیطان آپ کے دل میں یا آپ کے جسم میں کوئی تصرف کرے۔ [۱]

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر دلیل ہے۔ کیونکہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کی بہ نسبت تبلیغ کا بہت زیادہ زمانہ پایا اس کے باوجود ان کی تبلیغ سے بہت کم انسان مسلمان ہوئے اور آپ نے تبلیغ کا بہت کم زمانہ پایا اس کے باوجود آپ کی تبلیغ سے بہت زیادہ مسلمان ہوئے اور نہ صرف یہ کہ انسان مسلمان ہوئے، درختوں نے اطاعت کی پتھروں اور جانوروں نے کلمہ پڑھا حتیٰ کہ آپ کے ساتھ پیدا ہونے والا شیطان بھی مسلمان ہو گیا، کائنات کی ہر حقیقت کو آپ نے بدل ڈالا اور امر بالشر امر بالخیر ہو گیا!

ابلیس، شیطان اور جن کی حقیقتوں کا بیان

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: ابلاس کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اسی لفظ سے ابلیس ماخوذ ہے، کیونکہ یہ لعین اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تھا، اس سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا۔ [۲]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

شیطان آگ سے پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے، قرآن مجید میں ہے: خلق الجان من مارج من نار۔ (رحمٰن: ۱۵) "اور جن" کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا"، کیونکہ اس میں قوت غضبیہ اور حمیت مذمومہ بہت زیادہ تھی اسی وجہ سے اس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا جن، انس اور حیوانات میں سے ہر موذی کو شیطان کہتے ہیں۔ [۳]

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

جن انسان کی ضد ہے، جن کو اس لیے جن کہتے ہیں کہ وہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا، زمخشری نے کہا ملائکہ اور جن ایک نوع ہیں ان میں سے جو خبیث اور متمرد ہیں ان کو جن کہتے ہیں اور جو طاہر اور نیک ہیں ان کو ملائکہ کہتے ہیں، علامہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۳۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۶۱، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ

راغب اصفہانی نے کہا جو روحانی مخلوق انسان کے حواس سے مخفی ہے اس کی تین قسمیں ہیں، جو خیر ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو شر ہیں وہ شیطان ہیں اور جن میں خیر اور شر دونوں ہیں وہ "جن" ہیں، بعض علماء نے کہا ملائکہ اور جن کی مختلف حقیقتیں ہیں، ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے اور جنات نار سے پیدا کیے گئے ہیں، ملائکہ معصوم ہیں ان میں توالد اور تناسل نہیں ہوتا اور نہ ان میں مذکر اور مونث ہوتے ہیں اور جنات اس کے برخلاف ہیں۔

ابلیس جنات میں سے تھا جیسا کہ قرآن مجید میں صراحۃً مذکور ہے، ایک قول یہ ہے کہ ابلیس جنات میں اس طرح ہے جس طرح حضرت آدم انسانوں میں ہیں۔ [۱]

ہماری تحقیق یہ ہے کہ شیطان جنات میں سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں نص صریح ہے: كان من الجن ففسق عن امر ربه (کہف: ۵۰) "وہ جنوں میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی" اس آیت میں یہ تاویل کرنا کہ اس کے افعال جنات والے تھے، بلا ضرورت ہے، اور اس کو سجدہ کا حکم دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فرشتہ ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ ملائکہ کا معلم تھا لیکن اس کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

قال فبما اغويتني لاقعدن لهم صراطك المستقيم ○ ثم لاتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اكثرهم شاكرين ○ (اعراف: ۱۶،۱۷)

شیطان نے کہا مجھے قسم ہے، جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں (بھی) ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر میں ضرور آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

وقال الشيطن لما قضي الامر ان الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فاخلفتكم ط وما كان لي عليكم من سلطان الا ان دعوتكم فاستجبتم لي ج فلا تلوموني ولوموا انفسكم ○ (ابراهيم: ۲۲)

اور فیصلہ ہو جانے کے بعد شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا سو میں نے اس کے خلاف کیا، اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی، سو اب تم مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ کو ملامت کرو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علي بن حسين قال كان النبي صلى الله عليه وسلم عند المسجد وعنده ازواجه

حضرت علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس آپ کی

[۱] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

فرجن فقال لصفية بنت حيي لا تعجلي حتى انصرف معك وكان بيتها في دار اسامة فخرج النبي صلى الله عليه وسلم معها فلقيه رجلان من الانصار فنظرا الى النبي صلى الله عليه وسلم ثم اجازا فقال لهما النبي صلى الله عليه وسلم تعاليا انها صفية بنت حيي فقالا سبحان الله يا رسول الله فقال ان الشيطان يجري من الانسان مجرى الدم واني خشيت ان يلقي في انفسكما شيئا ۔ ؎[1]

ازواج تھیں، وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے فرمایا جلدی نہ کرو حتی کہ میں تم کو چھوڑ دوں، ان کا حجرہ حضرت اسامہ کی حویلی میں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گئے، آپ کو دو انصاری ملے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر گذر گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادھر آؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں! انھوں نے کہا سبحان اللہ! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا شیطان انسان کے رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے، اور مجھے یہ خدشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالی نے شیطان کو انسان کی رگوں میں دوڑنے کی قوت عطا فرمائی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شیطان کے اعوان اور انصار کی کثرت اور اس کے وسوسہ ڈالنے سے کنایہ ہے، یعنی جس طرح انسان سے اس کا خون جدا نہیں ہوتا اسی طرح اس سے شیطان بھی الگ نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ شیطان انسان کے جسم کے باریک مساموں میں وسوسہ ڈالتا ہے جو اس کے دل تک پہنچ جاتا ہے اور ابن خالویہ نے کہا کہ شیطان کا انسانوں پر کوئی تسلط اور تصرف نہیں ہے۔ ؎[2]

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ امر کیسے معقول اور متصور ہے کہ شیطان انسان کے اعضاء کے اندر نفوذ کر جاتا ہے اور اس کو وسوسہ ڈالتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ اور شیاطین کے متعلق دو قول ہیں:

(۱)۔ ارواح اگر طاہر ہوں اور عالم روحانیات میں مقدس ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور اگر ارواح خبیث ہوں اور شر اور فساد کی محرک ہوں تو وہ شیاطین ہیں، اس لحاظ سے شیاطین جسم نہیں ہیں جو انسان کے اندر دخول کے محتاج ہوں بلکہ شیطان ایک جوہر روحانی خبیث الفعل ہے جس کی فطرت شر ہے اور نفس انسانی بھی ایک جوہر روحانی ہے اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ ایک جوہر روحانی دوسرے جوہر روحانی کی طرف وسوسوں اور باطل چیزوں کا القاء کرے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ارواح بشریہ، ارواح سماویہ سے استعانت اور اکتساب فیض کرتی ہیں اگر ارواح سماویہ طیب اور طاہر ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور وہ نیند اور بیداری میں انسان کی جو اعانت کرتی ہیں اس کو الہام کہتے ہیں، اور اگر وہ ارواح شریرہ، خبیث اور قبیحۃ الاعمال ہوں تو وہ شیاطین ہیں اور ان کی اعانت کو وسوسہ کہتے ہیں۔

(۲)۔ ملائکہ اور شیاطین اجسام لطیفہ ہیں، اور اجسام لطیفہ کا اجسام کثیفہ میں نفوذ اور حلول مستبعد نہیں ہے، کیا تم کو معلوم

؎[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

؎[2] علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نہیں کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اس کے باوجود وہ انسان کے بدن میں داخل ہے، اور آگ کوئلہ میں داخل ہو جاتی ہے، پانی پتہ میں اور تیل تلوں میں داخل ہوتا ہے سو اسی طرح شیطان ایک جسم لطیف ہے اور وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر وسوسہ اندازی کرتا ہے اور اس کو شر اور فساد کی طرف مائل کرتا ہے، اس قول کے مطابق ملائکہ اور شیاطین دونوں اجسام لطیفہ ہیں لیکن شیاطین دھوئیں اور آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ [1]

علامہ شبلی حنفی لکھتے ہیں:

نفس میں خفیہ طریقہ سے کسی چیز کے القاء کرنے کو وسوسہ کہتے ہیں، وسوسہ ڈالنے والا اپنے کلام کا مکرر سکرر القاء کرتا ہے، قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ وسواس میں ایک کلام خفی ہو جس کا قلب ادراک کرے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن انسان کو مس کرے، اور انسان کے اجزاء میں داخل ہو کر اس کو مخبوط الحواس کر دے، بکر بن محمد نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے کہ جن انسان کی زبان سے کلام کرتا ہے، لیکن بعض متکلمین نے کہا کہ جن انسان کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک جسم میں دو روحوں کا وجود ممکن نہیں ہے۔

ابن عقیل نے شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی کیفیت میں یہ بیان کیا کہ شیطان ایک جسم لطیف ہے وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے دل میں ردی خیالات القاء کرتا ہے اور یہی وسوسہ ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ ایک جسم دوسرے جسم میں داخل ہو جائے تو اجسام کا تداخل لازم آئے گا اور یہ ممتنع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کثیف کا دوسرے جسم کثیف میں تداخل محال ہے لیکن ایک جسم لطیف، جسم کثیف میں داخل ہو سکتا ہے، جیسے روح اور ہوا جسم میں داخل ہوتی ہیں سو جن بھی اسی طرح داخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جسم لطیف ہے، اور اگر یہ اعتراض ہو کہ جن آگ سے بنا ہے اگر وہ انسان کے جسم میں داخل ہو تو انسان کا جسم جل جانا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ جن کی اصل آگ ہے وہ بذاتہٖ جلانے والی آگ نہیں ہے۔ [2]

اس بحث میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ عوام اور خواص میں یہ مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کی زبان سے بولتا ہے، وہ انسان دوڑتا بھاگتا ہے، چیزوں کو پکڑتا ہے، لیکن یہ اس انسان کا تصرف نہیں ہوتا بلکہ اس جن کا تصرف ہوتا ہے، جب انسان جن کے زیر اثر ہو تو اس کے اعضاء پر اس جن کا تصرف اور تسلط ہوتا ہے، اور اس انسان کے حواس اور مشاعر ماؤف اور معطل ہو جاتے ہیں، اس مسئلہ میں علماء اسلام کی دو رائیں ہیں، بعض اس کے جواز کے اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔

ہم نے کتاب اور سنت میں غور کر کے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوتا ہے، اس کو مس کرتا ہے اور اس کو ضرر بھی پہنچاتا ہے، لیکن کتاب اور سنت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جن انسان کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہو جاتا ہے بلکہ یہ قول بہت سی قباحتوں کو مستلزم ہے۔

اس بحث میں ہم پہلے قرآن مجید اور احادیث سے جن کا انسان کو ضرر پہنچانا اور اس کے جسم میں داخل ہونا بیان کریں گے پھر فریقین کے نظریات اور ان کے دلائل بیان کریں گے اور اخیر میں اپنے موقف پر دلائل بیان کریں گے۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۳۴-۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] قاضی بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ھ، آکام المرجان فی احکام الجان ص ۱۲۲-۱۲۰ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربه انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔
(ص: ۴۱)

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے، جب انھوں نے اپنے رب سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطٰن من المس۔
(بقرہ: ۲۷۵)

سود خور لوگ قیامت کے دن صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابوھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من بنی آدم مولود الا یمسه الشیطان حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان غیر مریم وابنھا ثم یقول ابوھریرۃ وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطٰن الرجیم۔ [1]

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "بنو آدم کا جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اس کو مس کرتا ہے اور شیطان کے مس کرنے سے وہ بچہ چیخ مار کر روتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے، پھر حضرت ابوہریرہ یہ آیت پڑھتے تھے (عمران کی بیوی نے دعا کی) میں مریم اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما ان احدکم اذا اتی اھله وقال بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا فرزقا ولدا لم یضرہ الشیطان۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس (عمل زوجیت کے لیے) جائے اور یہ دعا کرے بسم اللہ اے اللہ ہمیں شیطان سے دور رکھ، اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی شیطان سے دور رکھ، پھر ان کو اولاد ہو تو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استجنح اللیل او قال کان جنح اللیل فکفوا صبیانکم فان الشیطٰن تنتشر حینئذ الحدیث۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات داخل ہو تو اپنے بچوں کو باہر نہ جانے دو کیونکہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔

۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۳، " " " ، ۱۳۸۱ھ

۳۔ " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۳، " " "

شیطان کے جسم میں داخل ہو کر ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان امراۃ جاءت بابن لھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ ان ابنی بہ جنون، وانہ یاخذہ عند غدائنا وعشائنا فیخبث علینا. فمسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ ودعا فثع ثعۃ وخرج من جوفہ مثل الجرو الاسود.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی، اور کہنے لگی یا رسول اللہ میرے بیٹے کو جنون ہے، صبح اور شام کے وقت اس کو جنون عارض ہوتا ہے اور ہم کو تنگ کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی؛ اس نے قے کی اور اس کے پیٹ سے سیاہ کتے کے پلے کی طرح کوئی چیز نکلی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن یعلی بن مرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتتہ امراۃ بابن لھا قد اصابہ لمم فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرج عدو اللہ انا رسول اللہ قال فبرأ.[3]

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی اور کہا اس کو کچھ جنون ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دشمن خدا نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں، پھر وہ بچہ ٹھیک ہو گیا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن ابی العاص قال لما استعملنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الطائف جعل یعرض لی شیء فی صلوتی حتی ما ادری ما اصلی فلما رایت ذلک رحلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن ابی العاص قلت نعم یا رسول اللہ! قال ما جاء بک قلت یا رسول اللہ عرض لی شیء فی صلوتی حتی ما ادری ما اصلی قال ذاک الشیطان ادن فدنوت منہ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے طائف کا عامل بنایا تو کوئی چیز آکر مجھے نماز میں ستاتی تھی حتی کہ مجھے پتا نہیں چلتا تھا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں، جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ نے فرمایا: ابن ابی العاص؟ میں نے کہا جی! یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا تم کس لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں مجھے کوئی چیز آکر ستاتی ہے حتی کہ مجھے پتا نہیں چلتا کہ میں نماز میں

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان،
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[3] 〃 〃 〃 مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۰، ۱۷۲، 〃 〃 〃

فجلست علی صدور قدمی قال فضرب صدری بیدہ وتفل فی فمی وقال اخرج عدو اللہ ففعل ذٰلك ثلٰث مرات ثم قال الحق بعملك قال فقال عثمان فلعمری ما احسبہ خالطنی بعد۔[1]

کیا پڑھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے، قریب آؤ، میں آپ کے قریب گیا اور اپنے قدموں کے بل بیٹھ گیا، آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن نکل جا! آپ نے تین بار یہ عمل کیا، آپ نے فرمایا اب تم اپنے کام پر جاؤ، حضرت عثمان نے کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس کے بعد وہ مجھ میں نہیں آیا۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ام ابان بنت الوازع عن ابیھا ان جدھا الوازع انطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق معہ بابن لہ مجنون او ابن اخت لہ قال جدی فلما قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قلت یا رسول اللہ ان معی ابن لی او ابن اخت لی مجنون اٰتیك بہ فتدعو اللہ عز وجل لہ قال ایتنی بہ فانطلقت الیہ وھو فی الرکاب فانطلقت عنہ والقیت علیہ ثیاب السفر والبستہ ثوبین حسنین واخذت بیدہ حتی انتھیت بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادنہ منی واجعل ظھرہ مما یلینی قال فاخذ بمجامع ثوبہ من اعلاہ واسفلہ فجعل یضرب ظھرہ حتی رایت بیاض ابطہ ویقول اخرج عدو اللہ اخرج عدو اللہ فاقبل ینظر نظر الصحیح لیس نظرہ الاول ثم اقعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ فدعا لہ فمسح وجھہ فلم یکن فی الوفد

ام ابان بنت الوازع اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے دادا حضرت وازع رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ اپنے ساتھ اپنے بیٹے یا اپنے بھانجے کو بھی لے گئے تھے، وہ مجنون تھا، حضرت وازع کہتے ہیں جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ساتھ میرا مجنون بیٹا یا بھانجا ہے میں اس کو آپ کے پاس لاؤں گا تاکہ آپ اس کے لیے اللہ عزوجل سے دعا کریں، آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ، میں اس کے پاس گیا وہ اس وقت اونٹوں میں تھا، میں نے اس کے سفر کے کپڑے اتار لیے اور اس کو اچھے کپڑے پہنائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا، آپ نے فرمایا اس کو میرے قریب کرو اور اس کی پشت میری طرف کر دو، پھر آپ نے اوپر اور نیچے سے اس کے کپڑوں کو پکڑ کر اٹھایا حتی کہ میں نے اس کی بغل کی سفیدی دیکھی اور آپ اس کی پشت پر مارتے رہے، اور فرمایا: اللہ کے دشمن نکل! تب وہ لڑکا تندرست آدمی کی طرح دیکھنے لگا جب کہ پہلے اس طرح نہیں دیکھتا تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے سامنے بٹھا کر دعا کی، اور اس کے چہرے پر دست شفقت پھیرا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ، سنن ابن ماجہ ٢٥٣، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

احد بعد دعوة رسول الله يفضل عليه[1]

(رواه الطبرانی)

کوئی شخص خود کو اس پر فضیلت نہیں دیتا تھا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔[1]

عن عثمان بن ابی العاص قال شكوت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم نسيان القرآن فضرب صدری بيده فقال يا شيطان اخرج من صدر عثمان فما نسيت منه شيئا بعد اجبت ان اذكره رواه الطبرانى وفيه عثمان بن بسر ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات۔[2]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید بھولنے کی شکایت کی، آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے شیطان عثمان کے سینہ سے نکل جا! اس کے بعد میں کبھی اس چیز کو نہیں بھولا جس کو میں یاد کرنا چاہتا تھا، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی عثمان بن بسر کا مجھے علم نہیں اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف پر ایک حدیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن ابی رباح قال قال لی ابن عباس الا اريك امراة من اهل الجنة قلت بلى قال هذه المرأة السوداء اتت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت انى اصرع وانى اتكشف فادع الله لى قال ان شئت صبرت ولك الجنة وان شئت دعوت الله ان يعافيك فقالت اصبر فقالت انى اتكشف فادع الله الا اتكشف فدعا لها۔[3]

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! انہوں نے کہا یہ حبشی عورت ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس نے کہا مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرے کپڑے کھل جاتے ہیں آپ میرے لیے دعا فرمایئے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کر لو اور تم کو جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو تندرست کر دے گا، اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں! اس عورت نے کہا میرے کپڑے کھل جاتے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ میرے کپڑے نہ کھلیں، آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[4]

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳-۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] ،، ،، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳، ،، ،،

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انسان کے جسم میں جن کے تصرف اور تسلط پر علامہ ابن قیم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ بدرالدین عینی اور علامہ قسطلانی نے بھی اس حدیث کے تحت اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

"من یصرع من الریح" وفسرہ بعضھم باصابۃ الجن واخرون بداء یسمی (مرگی) واھل العرف یعبرون: بصرع الجن عن صریح الریح والظاھر ان المراد ھھنا ھو الداء المشہور لان المام الجن لا یکون الا من عشق او ایذاء وحینئذ لا یلیق تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھا علی الصبر۔[1]

"دم گھٹنے سے بے ہوش ہونا" بعض لوگوں نے اس کی تفسیر جن کے تسلط سے کی ہے، اور بعض دوسرے اس کی تعبیر مشہور بیماری سے کرتے ہیں جن کو مرگی کہتے ہیں، اور اہل عرف اس کو سانس کی وجہ سے جن کا بے ہوش کرنا کہتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مرگی کی بیماری ہے، کیونکہ انسان پر جن یا اس انسان سے عشق کی وجہ سے چڑھتا ہے یا اس کو ایذاء پہنچانے کے لیے اور اگر اس عورت کا بے ہوش ہونا جن کی وجہ سے ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو صبر کی تلقین نہ فرماتے۔

تحقیق یہی ہے کہ اس حدیث میں انسان کے جسم پر جن کے تصرف کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور جو علماء اس نظریہ کے قائل ہیں ان کی دلیل بھی صرف ان کا مشاہدہ ہے۔

صرع (مرگی) کے معنی کا بیان

اس حدیث میں صرع کا لفظ آیا ہے جس کا معنی مرگی ہے، علامہ زبیدی صرع کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صرع ایک مشہور بیماری ہے، جیسا کہ صحاح میں ہے، رئیس (بوعلی سینا) نے کہا ہے کہ صرع نفسانی اعضاء کو اپنے افعال انجام دینے سے روکتی ہے، اس کا سبب ایک رکاوٹ ہے جو دماغ کے بعض اندرونی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں غلط غلیظ یا چربی کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے روح اپنے کام کو طبعی طریقہ پر انجام نہیں دے سکتی اور اعضاء میں تشنج (تناؤ) پیدا ہو جاتا ہے، یعنی اعصاب میں زبردست تناؤ کی وجہ سے اینٹھن ہو جاتی ہے، اور جسم اکڑ جاتا ہے۔[2]

انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) وہ بیماری ہے جو اعضاء رئیسہ کو اپنا پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، اس کا سبب وہ غلیظ ریح (بائیڈروجن) ہے جس سے دماغ کے منافذ بند ہو جاتے ہیں، یا وہ زہریلے بخارات (گیسز) ہیں جو اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، اور کبھی ان بخارات کی وجہ سے تشنج پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان کھڑا نہیں رہتا بلکہ کھڑے

[1] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۳۶۳، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۵ ص ۴۱۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

کھڑے گر جاتا ہے اور رطوبت کے گاڑھے ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے جھاگ گرنے لگتے ہیں (جدید طبی تحقیق یہ ہے کہ گیس صرف پیٹ میں ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

کبھی صرع (مرگی) جنّ کے سبب سے ہوتی ہے اور اس کا سبب خبیث جن ہوتے ہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان کو بعض انسانی صورتیں اچھی لگتی ہیں، یا ان کو کسی انسان سے اذیت پہنچتی ہے، صرع کا پہلا سبب وہ ہے جو تمام اطباء کے نزدیک ثابت ہے، اور وہ اس کا علاج بیان کرتے ہیں اور صرع کے دوسرے سبب (جنّ) کا اکثر اطباء انکار کرتے ہیں اور بعض اطباء اس کے قائل ہیں اور اس کا اس کے سوا اور کوئی علاج معلوم نہیں ہے کہ نیک ارواح علویہ ارواح خبیثہ سفلیہ کا مقابلہ کر کے ان کے افعال کو باطل کر دیں، بقراط نے یہ کہا کہ اخلاط کے فساد کے سبب سے اگر مرگی ہو تو اس کا علاج ہے اور اگر مرگی جنات کے اثر سے ہو تو اس کا کوئی علاج معلوم نہیں ہے۔ [1]

علامہ قسطلانی نے بھی اسی عبارت کا خلاصہ بیان کیا ہے اور صرع کے دو سبب بیان کیے ہیں ایک سبب زہریلے بخارات اور دوسرا سبب خبیث جنّوں کا اثر ہے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

صرع کا سبب یہ ہے کہ دماغ کے منافذ میں مواد (بخارات) رک جاتی ہے جو اعضاء رئیسہ کو پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، یا وہ بخارات ہیں جو بعض اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، صرع (مرگی) کا سبب یہی زہریلے بخارات ہیں ان کی وجہ سے دماغ کی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور رطوبت گاڑھی ہو جاتی ہے اور منہ سے جھاگ آنے لگتے ہیں۔

کبھی صرع کا سبب جن ہوتے ہیں اور یہ خبیث جنوں کے اثر سے ہوتا ہے، شیخ ابو العباس نے کہا ہے کہ جن کے اثرات سے جو انسان کو مرگی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن کو انسان پر شہوت آتی ہے یا وہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے، جیسے انسان، انسان پر عاشق ہوتا ہے، کبھی انسان اور جن میں مناکحت ہو جاتی ہے اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جن کو کسی انسان سے بغض ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی انسان سے جن کو ایذاء پہنچتی ہے اور وہ اس کو سزا دینے کے لیے اس پر مرگی طاری کرتا ہے یا اس کو گرا دیتا ہے، ایذاء کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کسی جن پر پیشاب کر دیتا ہے یا اس پر گرم پانی گرا دیتا ہے یا کسی جن کو قتل کر دیتا ہے ہر چند کہ انسان کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ یہ ایذاء جن کو پہنچا رہا ہے۔

بعض معتزلہ مثلاً جبائی، ابوبکر رازی، محمد بن زکریا طبیب اور دوسرے علماء نے مرگی زدہ کے جسم میں جن کے دخول کا انکار کیا اور کہا کہ ایک انسان کے جسم میں دو روحوں کا وجود محال ہے جبکہ وہ جن کے وجود کے قائل ہیں، اور یہ قول غلط ہے اور امام ابو الحسن اشعری نے مقالات اہل السنۃ والجماعۃ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جن مصروع (مرگی زدہ انسان) کے

---

[1] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۳۱، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۶ھ

جسم میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے:

الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ (بقرہ: ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح کہ جس کو شیطان (جن) نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے امام احمد سے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن انسان کے بدن میں داخل نہیں ہوتا، انھوں نے کہا اے بیٹے وہ جھوٹ بولتے ہیں جن انسان کی زبان پر کلام کرتا ہے، امام ابوداؤد نے حضرت ام ابان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدا کے دشمن نکل جا! کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قاضی عبد الجبار نے کہا کہ جنات کے اجسام ہوا کی طرح ہیں اس لیے ان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا ممتنع نہیں ہے جیسا کہ ہوا اور سانس کا انسان کے جسم میں دخول ہوتا ہے۔ [۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مرگی زدہ لوگوں کو لایا جاتا تھا، آپ ان میں سے کسی ایک کے سینہ پر مارتے، تو وہ ٹھیک ہو جاتا، پھر آپ کے پاس ایک مرگی زدہ عورت کو لایا گیا جس کا نام ام زفر تھا، آپ نے اس کے سینہ پر ضرب لگائی وہ ٹھیک نہیں ہوئی، (حافظ ابن حجر کہتے ہیں) میری بیان کردہ سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ام زفر کو جن کی وجہ سے مرگی ہوئی تھی کسی خلط کی وجہ سے مرگی نہیں ہوئی تھی۔ [۲]

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جو اخلاط ردیہ کی وجہ سے ہوتی ہے اس کا علاج اطباء سے ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ارواح خبیثہ (شریر جن) کی وجہ سے ہوتی ہے، ائمہ دین اور عقلاء اس کو مانتے ہیں اور اس کا رد نہیں کرتے اور اس کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ ارواح شریفہ، ارواح خبیثہ شریرہ کا مقابلہ کریں، ان کے اثر کو دور کریں اور ان کے افعال سے معارضہ کر کے ان کو باطل کر دیں، بقراط نے اپنی بعض تصانیف میں اس کی تصریح بھی کی ہے جو مرگی طبعی سبب سے ہوتی ہے بقراط نے اس کے علاج کے بعض طریقے ذکر کیے ہیں اور یہ کہا ہے کہ جو مرگی ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے ہو اس کا کوئی علاج نہیں ہے، البتہ جاہل طبیب اور بے دین لوگ ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے مرگی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرگی زدہ کے بدن میں خبیث روح کا اثر نہیں ہو سکتا، یہ ان لوگوں کی محض جہالت ہے اور واقعہ اور مشاہدہ ان کی تکذیب کرتا ہے۔

ارواح خبیثہ کے اثر سے جو مرگی ہوتی ہے اس کے علاج کے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ اس شخص کی جہت سے ہے اور دوسرا طریقہ معالج کی جہت سے ہے۔ اس شخص کی جہت سے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنی روحانی

---

[۱] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ، ۱۳۴۸ھ
[۲] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

قوت اور صدق نیت سے ان ارواح کے خالق کی طرف متوجہ ہو، اور دل اور زبان کے ساتھ ان ارواح خبیثہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، یہ ایک قسم کی جنگ ہے اور جنگ میں کامیابی کے لیے ہتھیار ضروری ہیں، اور ارواح خبیثہ سے جنگ میں کامیابی کے لیے اس کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور توجہ الی اللہ کی ضرورت ہے، معالج کی جہت سے جو علاج ہوتا ہے، اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ معالج کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور اللہ کی طرف توجہ ہو اور وہ ان ارواح خبیثہ کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے۔ بعض معالج صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں "اس سے نکل جا" یا کہتے ہیں بسم اللہ یا کہتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: "اے اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں" اور میں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہمارے شیخ مرگی زدہ شخص کے پاس اس آدمی کو بھیجتے تھے جو اس روح سے مخاطب ہوتا تھا، اور یہ کہتا تھا کہ میرے شیخ نے یہ کہا ہے کہ تم اس سے نکل جاؤ، تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے، پھر وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا اور بعض دفعہ ہمارے شیخ اس روح سے خود خطاب کرتے تھے، بعض اوقات وہ روح سرکش ہوتی تھی تو وہ اس روح کو مار کر نکالتے تھے اور وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا، اور اس شخص کو اس مار کے درد کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس قسم کے واقعات کا ہم نے اور دوسروں نے متعدد بار مشاہدہ کیا ہے، بعض اوقات اس شخص کے کان میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی تھی:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون۔ (مؤمنون: ۱۱۵)

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

مجھ کو شیخ نے یہ بتایا کہ انھوں نے مرگی زدہ شخص کے کان میں ایک سو مرتبہ یہ آیت پڑھی، (جنیہ) نے کہا ہاں! اس نے آواز کو کھینچ کر کہا، شیخ نے کہا میں نے ڈنڈا لے کر اس شخص کی گردن کی رگوں میں مارنا شروع کیا، حتیٰ کہ مار مار کر میرے دونوں ہاتھ تھک گئے اور حاضرین کو یہ یقین ہو گیا کہ اس مار سے یہ شخص مر جائے گا، مار کے دوران اس جنیہ نے کہا مجھے اس شخص سے محبت ہے، میں نے اس سے کہا یہ شخص تم سے محبت نہیں کرتا، اس (جنیہ) نے کہا میں اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہوں، میں نے کہا وہ تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا، اس جنیہ نے کہا میں اس شخص کو تمہاری عزت کی وجہ سے چھوڑ رہی ہوں، میں نے کہا نہیں تم اس کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے چھوڑ دو، اس نے کہا میں جا رہی ہوں، پھر وہ مرگی زدہ شخص اٹھ بیٹھا، اس نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا مجھے حضرت شیخ کے پاس کون لے کر آیا ہے؟ لوگوں نے اس کو اس مار کے نشان بتائے، اس نے کہا مجھے شیخ نے کس وجہ سے مارا ہے؟ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا! اس شخص کو اس بات کا بالکل شعور نہیں تھا کہ اس کو شیخ نے مارا ہے۔

شیخ آیۃ الکرسی کے ساتھ بھی بہ کثرت علاج کرتے تھے، وہ کہتے تھے جس شخص پر یہ دورہ پڑا ہے وہ خود اور اس کا معالج بہ کثرت آیت الکرسی پڑھا کرے، اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے، خلاصہ یہ ہے کہ مرگی کے دوروں کی اس قسم کا وہی شخص انکار کرے گا، جس کے علم، عقل اور معرفت میں کمی ہو۔

ارواح خبیثہ کا ان انسانوں پر تسلط ہوتا ہے جن کے دین میں کمی ہوتی ہے، جن کے دل اور ان کی زبانیں اللہ کے ذکر سے خالی ہوتے ہیں، اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ کے جو اوراد اور وظائف ہیں وہ ان سے محروم ہوتے ہیں۔

ے۔ یعنی آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ نہیں پڑھتے اور نہ حدیث میں مذکور دعائیں مانگتے ہیں۔

تب خبیث روح اس شخص پر مسلط ہو جاتی ہے جو حفاظت الٰہی کے ہتھیاروں سے نہتا ہوتا ہے، بسا اوقات جن اس وقت مسلط ہوتا ہے جب انسان عریاں ہوتا ہے اس وقت وہ اس میں تاثیر کرکے اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔[1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی جنوں کے مس کرنے سے جنون پیدا ہوتا ہے، ماہرین بعض علامات کے ذریعہ اس کو پہچان لیتے ہیں، بعض اجسام میں ایک بدبو داخل ہوتی ہے اور اس کے مناسب ایک خبیث روح اس سے متعلق ہو جاتی ہے اور اس میں مکمل جنون پیدا ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس کے بخارات اس کے حواس پر غالب ہو کر ان کو معطل کر دیتے ہیں، اور وہ خبیث روح اس کے حواس میں تصرف کرتی ہے اور وہ روح اس کی زبان سے باتیں کرتی ہے، اس کے ہاتھوں سے چیزوں کو پکڑتی ہے، دوڑتی، بھاگتی ہے اور اس شخص کو اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا، اور یہ امر مشاہد اور محسوس ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرے گا جو مکابر ہو گا اور مشاہدات کا انکار کرے گا۔[2]

جنوں کے احوال اور احکام سے متعلق قاضی بدر الدین محمد شبلی نے ایک جامع کتاب لکھی ہے" آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان" اس کتاب میں قاضی بدر الدین نے اس مسئلہ سے بھی بحث کی ہے لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ انسان کے اعضاء پر جن کے تصرف کرنے سے متعلق شریعت اسلام میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس کے اثبات میں نہ اس کی نفی میں۔

قاضی بدر الدین شبلی لکھتے ہیں:

جس شخص پر جنون یا مرگی طاری ہوتی ہے اس سے جو مضطرب حرکات صادر ہوتی ہیں اور اس وقت وہ جو باتیں کرتا ہے، ان کا فاعل کون ہے؟ جب جن اس شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے یا اس کو چھوتا ہے اس وقت اس سے مضطرب حرکات اور کلام کا صدور ہوتا ہے، عام لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ جن کا کلام ہے اور وہ جن کی طرف اس کلام کی اضافت کرتے ہیں، ہمارے پاس اس بات کی کوئی دلیل قطعی نہیں ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص سے جو کلام سنائی دے رہا ہے وہ جن کا کلام ہے یا اس شخص کا اپنا کلام ہے اور بغیر کسی سمعی اور قطعی دلیل کے ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام احمد کا یہ قول ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص کی زبان پر جن کلام کرتا ہے۔[3]

ڈاکٹر احمد شرباصی لکھتے ہیں:

عام مسلمان بہ کثرت یہ بات کہتے ہیں کہ فلاں مرد کے جسم یا فلاں عورت کے جسم میں جن رہتا ہے اور یہ بیمار مرد یا بیمار عورت جو باتیں کرتی ہے وہ دراصل جن بولتا ہے، پھر وہ ایسے لوگوں کو لے کر آتے ہیں جن کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے جسموں سے جنوں کو نکالنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

مریض میں یہ حالت اعصابی تشنج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج ماہر نفسیات اور ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق کرنا چاہیے، اور مریض کو صاف ستھری غذا کھلانی چاہیے اور کھلی فضا اور تازہ آب و ہوا میں رکھنا چاہیے۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۳ ص ۸۵۔ ۸۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۶۹ھ

[2] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۴۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] قاضی محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ھ، آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان ص ۱۱۰، ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی

قدیم علماء یہ بیان کرتے چلے آئے ہیں کہ اس مرض کی نسبت جن یا شیطان کی طرف کرنا باطل ہے، کیونکہ قرآن مجید نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

ما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی۔ (ابراهیم: ۲۲)

اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی۔

عام طور پر جس شخص کو بھی اعصابی تشنج، کوئی نفسیاتی دورہ یا ہسٹریا کا مرض لاحق ہوتا ہے، لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس میں جن داخل ہوگیا اور اب وہ جن اس مریض کی زبان سے کلام کر رہا ہے اور اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے جو جن نکالنے پر قادر ہو، یہ غلط خیال ہے، اس قسم کے مریضوں کا معروف طبی اور نفسیاتی طریقہ سے علاج کرانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے حصول شفاء کی دعا کرنی چاہیے۔ [1]

انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق مصنف کا موقف!

سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مسند احمد اور معجم طبرانی کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوکر اس کو ایذاء پہنچاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے جسم سے جن کو نکالا، اس لیے ہمیں معتزلہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کہ جن کا انسان کے جسم میں داخل ہونا محال ہے، البتہ غور طلب بات یہ ہے کہ آیا جن انسان کے جسم میں داخل ہوکر اس کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہوتا ہے یا نہیں؟ بایں طور کہ انسان کی زبان سے جن کلام کرے اور اس کے ہاتھ پیروں سے تصرف کرے اور انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جائیں۔

امام احمد بن حنبل، علامہ ابن قیم حنبلی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ قسطلانی شافعی، علامہ بدر الدین عینی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی انسان کے جسم اور اعضاء پر جن کے تصرف کرنے کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک کتاب و سنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی دلیل صرف اور صرف مشاہدہ ہے۔

جنات کا یہ تصرف میرے مشاہدہ میں نہیں آیا، میں صرف اس وجہ سے اس کے خلاف نہیں ہوں کہ یہ میرے مشاہدہ میں نہیں آیا بلکہ میرے نزدیک یہ نظریہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور اس کے مکلف ہونے کے خلاف ہے، نیز اگر انسان کے جسم اور اعضاء پر خبیث جنات کا تصرف اور تسلط ممکن ہو تو اس سے دو اشکال لازم آئیں گے، اول یہ کہ پھر خبیث اور کافر جنوں کو یہ چاہیے کہ وہ تمام عام مسلمانوں کی زبانوں اور اعضاء پر مسلط ہوکر ان سے کفریہ افعال کا صدور کرالیں اور عام مسلمانوں کا نیک اعمال کرنا اور ایمان پر قائم رہنا نہ صرف مشکل اور دشوار بلکہ ختم ہو جائے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جن انسانوں کے ہاتھوں اور زبان سے کوئی کام کرا سکتا ہے تو پھر جو شخص قتل، چوری، راہزنی، ڈاکہ، لوٹ مار اور زنا کے کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو وہ یہ کہہ سکتا ہے، میں نے یہ جرم نہیں کیا، مجھے اس کا کوئی ہوش نہیں، کیونکہ جس وقت مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا اس وقت میں جن کے زیر اثر تھا، اور پھر اسلام کی حدود و تعزیرات اور ملکی قوانین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ہم آئے دن اخبارات میں اس قسم کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عامل

---

[1] ۔ ڈاکٹر احمد شرباصی استاذ جامعہ ازہر، یسئلونک فی الدین والحیاۃ، ج ۱ ص ۱۰۷۔ ۱۰۹، ملخصاً مطبوعہ دار الجیل بیروت

نے جن نکالنے کے بہانے فلاں عورت کی عصمت لوٹ لی اور فلاں عامل نے جن نکالنے کے لیے جن کے زیر اثر شخص کو اتنا زدوکوب کیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

ہو سکتا ہے کہ میرا نظریہ غلط ہو، لیکن انسانی جسم پر جنوں کے تصرف کے متعلق میں نے جو اشکال قائم کیے ہیں جب تک ان اشکالوں کو اٹھایا نہیں جائے گا یہ مسئلہ منقح اور بے غبار نہیں ہوگا اور اگر عالم اسلام کے یہ اجلہ علماء اس نظریہ کے قائل نہ ہوتے تو میں اس نظریہ کو صراحۃً رد کر دیتا!

بَابُ لَنْ يَدْخُلَ اَحَدٌ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهِ بَلْ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

رحمت الٰہی کے بغیر کوئی شخص محض اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا

۶۹۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ قَالَ رَجُلٌ وَلَا اِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اِيَّايَ اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ وَّلٰكِنْ سَدِّدُوْا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے چھپا لے، البتہ تم سیدھے راستہ پر چلو۔

۶۹۸۵ - وَحَدَّثَنِيْهِ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّدَفِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلٰكِنْ سَدِّدُوْا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں رحمت اور فضل کا ذکر ہے اور اس میں سددوا کا ذکر نہیں ہے۔

۶۹۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُّدْخِلُهُ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ فَقِيْلَ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيْ رَبِّيْ بِرَحْمَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں ہاں! مگر یہ کہ میرا رب مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے

۶۹۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ يُّنْجِيْهِ عَمَلُهُ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ، وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَشَارَ عَلَى رَأْسِهِ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِمَغْفِرَةٍ۔

اور مغفرت میں مجھ کو چھپالے گا، ابن عون نے اس طرح اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اور مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت اور مغفرت میں مجھ کو چھپالے۔

۶۹۸۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ يُنْجِيهِ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَدَارَكَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں! آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں، البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں لے لے۔

۶۹۸۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَبَّادٍ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

۶۹۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوا وَسَدِّدُوا وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْتَ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی برقرار رکھو اور سیدھی راہ پر چلو اور یہ یقین رکھو کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں، ہاں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

۶۹۹۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا۔

۶۹۹۲ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا كَرِوَايَةِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

ابْنِ نُمَيْرٍ۔

۶۹۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ وَأَبْشِرُوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا، اور اس میں یہ اضافہ ہے "خوش خبری ہو"

۶۹۹۴- حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُدْخِلُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيرُهُ مِنَ النَّارِ وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل کرے گا نہ دوزخ سے محفوظ رکھے گا، اور نہ مجھ کو، البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

۶۹۹۵- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیدھی راہ پر چلو، میانہ روی رکھو، اور خوش خبری دو، بے شک کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھ کو چھپالے، اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں سب سے زیادہ دوام ہو، خواہ وہ عمل کم ہو۔

۶۹۹۶- وَحَدَّثَنَاهُ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَأَبْشِرُوا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس روایت میں ابشروا مذکور نہیں ہے۔

عمل کے سبب سے اجر ملنے کے متعلق اہل سنت اور معتزلہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے

کہ عقل سے ثواب اور عقاب کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ ایجاب اور تحریم کا اور نہ دیگر احکام تکلیفیہ کا، ان تمام امور کا ثبوت صرف شرع سے ہوتا ہے، نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، بلکہ تمام جہان اس کی ملکیت ہے، دنیا اور آخرت اس کی سلطنت میں ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ان میں کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمام نیکو کاروں اور اطاعت گذاروں کو جہنم میں داخل کر دے تو یہ اس کا عدل ہو گا اور جب وہ ان پر انعام و اکرام کر کے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا تو یہ اس کا فضل ہو گا، اسی طرح اگر وہ تمام کفار پر انعام فرمائے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے اور اس کی خبر صادق ہوتی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ وہ مومنین کی مغفرت فرمائے گا اور ان کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور کافروں کو عذاب دے گا اور ان کو اپنے عدل سے ہمیشہ جہنم میں رکھے گا۔

معتزلہ احکام شرعیہ کو عقل سے ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر نیک اعمال کی جزاء دینا واجب ہے اور جو چیز بندے کے حق میں زیادہ بہتر ہو اس کا کرنا اس پر واجب ہے، اور اس کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ پر ممتنع ہے، انھوں نے اپنے اختراعی عقائد کی وجہ سے قرآن اور سنت کی بہ کثرت نصوص صریحہ کو ترک کر دیا، اس باب کی احادیث میں اہل حق کے مذہب پر دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے ثواب اور جنت کا مستحق نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں ہے:

ونودوا ان تلکم الجنة اورثتموها بما کنتم تعملون۔ (اعراف: ۴۳)

اور (اہل جنت کو) پکار کر کہا جائے گا تم (نیک) عمل کرنے کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو۔

وتلک الجنة التی اورثتموها بما کنتم تعملون۔ (زخرف: ۷۲)

اور یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو نیک عمل کرنے کی وجہ سے وارث کیا گیا ہے۔

ان آیات سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہو گا، اور یہ اس باب کی احادیث کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہو گا، لیکن نیک اعمال، ہدایت اور اس میں اخلاص کی توفیق اور ان اعمال کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہو گا، اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان محض اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا اور یہی ان احادیث کی مراد ہے۔[1]

امام رازی لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا ان آیات میں اور احادیث میں تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عمل لذاتہ دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، بلکہ عمل سے جنت اس لیے واجب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عمل کو دخول جنت کی علامت بنا دیا ہے نیز اعمال صالحہ کی توفیق دینے والا، اللہ تعالیٰ ہے اس لیے حقیقت میں جنت کا دخول صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔[2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

معتزلہ نے یہ زعم کیا ہے کہ ان آیات سے ثابت ہے کہ جنت میں دخول اعمال کی وجہ سے ہو گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۷ - ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

کے فضل کی وجہ سے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ جو معقول بات ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور دخول جنت کو عمل پر مرتب فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ دخول جنت کے لیے نیک اعمال ظاہری اور صوری سبب ہیں اور اللہ کا فضل حقیقی اور معنوی سبب ہے۔

بَابُ اِكْثَارِ الْاَعْمَالِ وَالْاِجْتِهَادِ فِي الْعِبَادَةِ

زیادہ عمل کرنے اور عبادت میں کوشش کرنے کی ترغیب

۶۹۹۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ اَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَفَلَا اَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر نمازیں پڑھیں کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، آپ سے کہا گیا کہ آپ اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

۶۹۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى وَرِمَتْ قَدَمَاهُ قَالُوا قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر قیام کیا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟

۶۹۹۹ - حَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي اَبُو صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى قَامَ حَتّٰى تَفَطَّرَ رِجْلَاهُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَتَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَفَلَا اَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں اس قدر قیام کرتے کہ آپ کے مبارک پاؤں سوج جاتے، حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(ف) ذنب کا حقیقی معنی ہے جرم اور گناہ یہاں ذنب کا اطلاق مجازاً ہے اس سے مراد ہے آپ کے بظاہر خلاف اولیٰ کام۔

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۸ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب کے معنی کا بیان

اس باب کی احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنب کا تعلق بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں سورہ فتح کی ابتدائی آیات میں بھی آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کا بیان ہے اور مغفرت ذنب، ثبوت ذنب کی فرع ہے اور ذنب کا معنی ہے جرم، خطا اور گناہ، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کا بیان ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) ذنب کا اطلاق یہاں مجازاً ترک افضل اور مکروہ تنزیہی پر کیا گیا ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم امت کو تبلیغ کرنے اور مسائل کا شرعی حکم بیان کرنے کے لیے افضل کام کو ترک کر دیتے اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کرتے تاکہ امت کو معلوم ہو کہ یہ کام بھی جائز ہیں۔

(۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے کام کیے جو فی نفسہ ذنب نہ تھے لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے عالی مرتبہ اور عظیم مقام کے پیش نظر ان کو ذنب خیال کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کا بھی اعلان فرما دیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے سو آپ دن میں ستر مرتبہ اور بعض روایات میں ہے آپ دن میں سو مرتبہ استغفار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی یہ آیات نازل فرما کر یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کو علامہ یوسف نبہانی نے جواہر البحار میں نقل کیا ہے ہم اس رسالہ کو تلخیص کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر۔　　"تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرمائے۔"

دلیل قطعی سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت ثابت ہے، اس لیے اس آیت کی توجیہ میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں بعض مقبول ہیں بعض مردود ہیں اور بعض ضعیف ہیں، علامہ سبکی نے کہا اس آیت کی تفسیر میں علماء کے کئی اقوال ہیں، بعض کی تاویل واجب ہے اور بعض کو رد کرنا واجب ہے۔ اس آیت کی توجیہ میں بارہ اقوال غیر مقبول ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کی توجیہ میں غیر مقبول توجیہات کا بیان

(۱) مقاتل نے کہا ذنب سے مراد زمانہ جاہلیت کے کام ہیں، یہ قول مردود ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جاہلیت نہیں ہے۔

(۲) ذنب سے مراد نبوت سے پہلے کے کام ہیں، یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ہر دو دور میں معصوم ہیں۔

(۳) مجاہد نے کہا ذنب سے مراد حضرت زید کی زوجہ اور حضرت ماریہ قبطیہ کے واقعات ہیں، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ

ان واقعات میں اصلاً کوئی ذنب نہیں تھا۔

(۴) زمخشری نے کہا اس سے مراد وہ تمام کام ہیں جو آپ سے تفریطاً صادر ہوئے، یہ قول بھی باطل ہے، کیونکہ امت پر آپ کی اقتدا کرنا واجب ہے اور تفریط میں اقتداء واجب نہیں ہوتی۔

(۵) حشویہ نے کہا اس سے مراد گناہ صغیرہ کی مغفرت ہے، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ آپ گناہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں سے معصوم ہیں۔

(۶) ذنب سے مراد یہ ہے کہ آپ بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلنے گئے تھے، جو آپ کی شان کے لائق نہ تھا، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ آپ کا بچپن بھی پاکیزہ اور بے غبار تھا۔

(۷) عطا خراسانی نے کہا کہ پہلے ذنب سے مراد ہے آپ کے ماں باپ آدم اور حوا کے گناہ اور پچھلے ذنب سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں، یہ جواب بھی ضعیف ہے، اولاً اس لیے کہ حضرت آدم نبی معصوم ہیں آپ کی طرف ذنب کی نسبت صحیح نہیں ہے، اس لیے یہ تاویل خود تاویل کی محتاج ہے، ثانیاً اس لیے کہ دوسروں کے گناہوں کی آپ کی طرف ضمیر مخاطب سے نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، ثالثاً اس لیے کہ تمام امت کے گناہوں کی مغفرت نہیں کی گئی بلکہ بعض کی مغفرت ہوگی اور بعض کی مغفرت نہیں ہوگی۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سورۂ فتح کی اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ عطا خراسانی کی تاویل پر مبنی ہے، سعیدی غفرلہٗ)

(۸) ذنب سے مراد ذنوب مفروضہ ہیں، یعنی اگر آپ کے بالفرض گناہ ہوتے بھی تو وہ آپ کے شرف کی وجہ سے معاف کر دیے گئے ہیں۔

(۹) علامہ طبری نے کہا آپ سے جو امور سہو، غفلت یا تاویل سے صادر ہوتے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کا بھی اعلان کر دیا۔

(۱۰) شفا میں ہے آپ سے گناہ ہو یا نہ ہو اس کی مغفرت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) احمد بن نصر نے کہا نبوت سے پہلے آپ سے جو امور سرزد ہوئے ان کی مغفرت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

(۱۲) مکی نے کہا اس آیت میں خطاب آپ سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے (یہ توجیہ بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا ماخذ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس آیت کی توجیہ میں یہ بارہ اقوال غیر مقبول ہیں[1] اور اس آیت کی تفسیر میں جو اقوال مقبول ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کی توجیہ میں مقبول توجیہات کا بیان

(۱) شفاء میں مذکور ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ یہ کہیں ما ادری ما یفعل بی ولا بکم، "میں (از خود) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا"، تو کفار خوش ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرما دے" اس

---

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ان بارہ مردود جوابات کا حوالہ دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۲، طبع سکھر)

آیت میں آپ کی مغفرت کی خبر دی اور مومنین کی مغفرت کی خبر اس کے بعد دوسری آیت میں دی اور وہ آیت یہ ہے: لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتها الانهر خالدین فیها ویکفر عنهم سیاتهم "تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے دور فرما دے" (فتح: ۵) اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ آپ کی مغفرت کر دی گئی ہے اور آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اس اثر کو امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب قل ما ادری مایفعل بی ولا بکم نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر اس وقت نازل کی جب آپ غزوہ حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتها الانهر۔ تاکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

(۲) قاضی عیاض نے کہا یہاں مغفرت ذنوب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عیوب سے مبرا اور منزہ کر دیا ہے۔

(۳) شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے ثبوت میں ایک رسالہ لکھا ہے "نہایۃ السؤل" اس میں آپ کی افضلیت پر ایک یہ دلیل قائم کی ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی ہے اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی کے متعلق بھی اس قسم کی خبر دی ہو، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے متعلق بھی یہ خبر نہیں دی، کیونکہ جب میدان حشر میں انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی اپنی (اجتہادی) خطاء کو یاد کرے گا اور نفسی نفسی کہے گا، اگر ان میں سے کسی نبی کو اپنی (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کرنے سے انکار نہ کرتا، اور جب لوگ میدان حشر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے انا لها "میں اس شفاعت کے لیے ہوں"۔

(۴) علامہ سبکی کہتے ہیں میں نے اس آیت میں غور کیا تو مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ اس آیت میں آپ کی عزت افزائی کا اعلان ہے یعنی ہر چند کہ آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور تکریم کے لیے یہ اعلان کیا کہ اگر آپ کا کوئی گناہ ہوتا بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد مکرم کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرما دیں، اخروی نعمتوں میں سے مغفرت ذنوب کی نعمت عطا کی، اور فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ "تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دے" اور مقبولیت توبہ کے متعلق فرمایا: ویتم نعمته علیک "تاکہ آپ پر اپنی نعمت مکمل کر دے" اور دنیاوی نعمتوں میں سے دینی نعمت عطا کرنے کے متعلق فرمایا: ویهدیک صراطا مستقیما "اور آپ کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے" اور دنیوی نعمت کے متعلق فرمایا: وینصرک اللہ نصرا عزیزا "تاکہ اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے" اخروی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر مقدم کیا اور دنیاوی نعمتوں میں سے دین کی نعمت کو مقدم کیا، اور اس طرح جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو متفرق طور پر عطا فرمائی ہیں وہ سب نعمتیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیں اور ان تمام نعمتوں کو عطا فرمانا اس فتح مبین کی غایت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے بہت

اہتمام سے ذکر فرمایا ہے: انا فتحنا لك فتحا مبینا ۔ یعنی دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرمانے کے لیے ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے، اور یہ فتح مبین صرف آپ کی خصوصیت ہے۔
علامہ سبکی کہتے ہیں اس آیت میں غور کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ علامہ ابن عطیہ نے بھی یہ توجیہ کی ہے کیونکہ انھوں نے کہا آپ کا گناہ کوئی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور تکریم کے لیے یہ آیت نازل کی ہے۔

(۵) بعض محققین نے کہا کہ اس آیت میں مغفرت عصمت سے کنایہ ہے یعنی تاکہ آپ کو آپ کی عمر کے پہلے حصے میں اور بعد کے حصے میں، الغرض پوری عمر میں گناہوں سے محفوظ رکھے، اور یہ بہت عمدہ توجیہ ہے اور اس کو بلغاء نے قرآن مجید کی بلاغت میں شمار کیا ہے۔ [۱]

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کی بہترین توجیہ کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ذنب کا معنی الزام ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا:

ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون ۔ (شعراء: ۱۴) ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو مجھے ان کے قتل کر دینے کا خدشہ ہے۔

سو اس آیت میں بھی ذنب کا معنی الزام ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے:
اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے وہ یہ ہیں، یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن سن کر فسانے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ،
ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:
یہ قوم میں اختلاف انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے اولاد کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے تری انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ [۲]

اس آیت کی تحقیق ہم نے اپنی اس کتاب میں کئی مقامات پر کی ہے، شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور اس جلد (سابع) میں بھی عصمت کی بحث میں ہم نے اس آیت کے مضامین پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اہل علم حضرات کو ان تمام مقامات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

بَابُ الْاِقْتِصَادِ فِی الْمَوْعِظَةِ — نصیحت میں اعتدال

۷۰۰۰ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا — شقیق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

[۱] ۔ علامہ محمد یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار ج ۲ ص ۲۱۴ ۔ ۲۱۱، ملخصاً مطبوعہ مطبعہ المصطفیٰ البابی، مصر
[۲] ۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۴ ص ۵۲۳ ۔ ۵۲۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۳۹۹ھ

وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ بَابِ عَبْدِ اللَّهِ نَنْتَظِرُهُ فَمَرَّ بِنَا يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيُّ فَقُلْنَا أَعْلِمْهُ بِمَكَانِنَا فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ إِنِّي أُخْبَرُ بِمَكَانِكُمْ فَمَا يَمْنَعُنِي أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا .

کے انتظار میں ان کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس سے یزید بن معاویہ نخعی کا گذر ہوا، ہم نے کہا ان کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو، وہ ان کے پاس گئے، پھر تھوڑی دیر میں حضرت عبداللہ آ گئے، اور فرمایا مجھے تمہارے آنے کی اطلاع تھی، اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ کہیں تم ملول خاطر نہ ہو جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم کو ہمارے اکتا جانے کے خدشہ سے صرف بعض ایام میں نصیحت کرتے تھے۔

۷۰۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ مِنْجَابٌ فِي رِوَايَتِهِ عَنِ ابْنِ مُسْهِرٍ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مِثْلَهُ .

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں۔

۷۰۰۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُنَا كُلَّ يَوْمِ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّا نُحِبُّ حَدِيثَكَ وَنَشْتَهِيهِ وَلَوَدِدْنَا أَنَّكَ حَدَّثْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ فَقَالَ مَا يَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا .

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ہم کو صرف جمعرات کے دن وعظ کیا کرتے تھے، ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمن ہم آپ کی باتوں کو پسند کرتے ہیں اور ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ ہمیں ہر دن وعظ کیا کریں، حضرت ابن مسعود نے کہا مجھے تم کو ہر روز وعظ کرنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ میں تمہاری اکتاہٹ کو ناپسند کرتا ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری اکتاہٹ کے خدشہ سے بعض ایام میں ہمیں وعظ فرماتے تھے۔

امت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف

اوقات میں صحابہ کو وعظ کرتے تھے، اور تمام اوقات میں وعظ نہیں کرتے تھے، تاکہ صحابہ کرام کو اکتاہٹ نہ ہو، جیسا کہ آپ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنی سرین بھینچتے ہوئے نماز نہ پڑھے، اور جس طرح آپ نے فرمایا: "پہلے رات کا کھانا کھاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارا دھیان نہ بٹے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو امت پر شفقت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: عزیز علیہ ما عنتم (توبہ: ۱۲۹) "تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر سخت دشوار ہے"۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا وعندھا امرأۃ قال من ھذہ قالت فلانۃ تذکر من صلاتھا قال مہ علیکم ما تطیقون فواللہ لا یمل اللہ حتی تملوا وکان احب الدین الیہ ما دام علیہ صاحبہ۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درآں حالیکہ ان کے پاس ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا یہ فلاں عورت ہے اس کے نماز پڑھنے کا بہت چرچا ہے، آپ نے فرمایا: بس کرو تم وہ کام کیا کرو جن کو تم آسانی سے کر سکو، بخدا اللہ تعالیٰ اس وقت تک ملول نہیں ہوتا جب تک تم نہ اکتاؤ، اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عبادت پسند ہے جس کو انسان ہمیشہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن وعظ کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کے لیے دن متعین کرنا جائز ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها

جنت کی نعمتوں، اس کی صفات اور جنتیوں کا بیان

باب ۱۰۰۷

۷۰۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ وَحُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کا تکالیف نے احاطہ کیا ہوا ہے اور دوزخ کا نفسانی خواہشوں نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

۷۰۰۴ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِيْ وَرْقَاءُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

۷۰۰۵ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ سَعِيْدٌ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ مِصْدَاقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے، اور قرآن مجید میں اس کا مصداق یہ آیت ہے:
(ترجمہ:) کسی انسان کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

۷۰۰۶ - حَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا اَطْلَعَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا، ان نعمتوں کا ذکر چھوڑو جن پر اللہ نے تمہیں مطلع کر دیا ہے۔

۷۰۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا اَطْلَعَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَاَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ان کا کسی بشر کے دل میں خیال آیا ان نعمتوں کا ذکر چھوڑو جن پر اللہ تعالیٰ نے تم کو مطلع کر دیا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ:) کسی انسان کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

۷۰۰۸۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ صَخْرٍ اَنَّ اَبَا حَازِمٍ حَدَّثَهٗ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِیَّ يَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ حَدِيْثِهٖ فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ثُمَّ اقْتَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں موجود تھا، جس میں آپ نے جنت کی صفت بیان کی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں یہ فرمایا: جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) ان کے پہلو خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں، وہ ڈرتے ہوئے اور امید کے ساتھ اپنے رب سے دعا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں، سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

۷۰۰۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔

۷۰۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ (يَعْنِی ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِیَّ) عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَزَادَ لَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ وہ سوار سو برس تک چلنے کے باوجود اس سائے کو قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۱- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ اَخْبَرَنَا الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا پھر بھی اس سائے کو قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۲- قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيَّ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيْعَ مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس (کے سائے) کو ایک تیز رفتار کسرتی گھوڑے پر سوار شخص سو سال میں بھی قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبِّ وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! لبیک، ہم اطاعت کے لیے حاضر ہیں اور سب خیر تیرے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں، تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے افضل نعمت نہ دوں! وہ کہیں گے اے ہمارے رب اس سے افضل کیا چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تم پر اپنی رضا حلال کر دی ہے، میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

۷۰۱۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرْفَةَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ النُّعْمَانَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ جنت میں ایک دوسرے کے بالاخانے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہو، وہ کہتے ہیں میں نے یہ روایت نعمان بن عیاش سے بیان کی، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو

بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِي الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ وَالْغَرْبِيِّ۔

۷۰۱۵- وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا نَحْوَ حَدِيثِ يَعْقُوبَ۔

۷۰۱۶- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ مِنَ الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالُوا بَلٰى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ رِجَالٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ۔

۷۰۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ۔

۷۰۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُونَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُ

یہ کہتے ہوئے سنا ہے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔
امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانے کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں دور سے چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو، کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ انبیاء کے درجات ہوں گے جن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکتا، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ایک شخص کی یہ آرزو ہوگی کہ کاش وہ اپنے تمام اہل اور مال کو قربان کر کے مجھے دیکھ لے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو آیا کریں گے، پھر شمال کی ہوا چلے گی جس سے ان کے چہرے اور کپڑے بھر جائیں گے، اور ان کا حسن اور جمال اور بڑھ جائے گا، پھر وہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر جائیں گے، تو وہ کہیں گے بہ خدا ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تمہارا حسن

لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا

۷۰۱۹۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَيَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِيَعْقُوْبَ) قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ اِمَّا تَفَاخَرُوْا وَاِمَّا تَذَاكَرُوْا الرِّجَالُ فِي الْجَنَّةِ اَكْثَرُ اَمِ النِّسَآءُ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَوَلَمْ يَقُلْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا عَلٰى اَضْوَءِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَآءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ اَعْزَبُ۔

۷۰۲۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اخْتَصَمَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ اَيُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ اَكْثَرُ فَسَاَلُوْا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

۷۰۲۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ اِضَاءَةً لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ

اور جمال بہت زیادہ ہو گیا، وہ کہیں گے بخدا ہمارے بعد تمہارا حسن اور جمال بھی بہت زیادہ ہو گیا۔

محمد کہتے ہیں کہ لوگوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا یا ذکر کیا کہ آیا جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی، اور جو گروہ اس کے بعد جائے گا اس کی صورت آسمان میں جگمگاتے ستارے کی طرح ہوگی، ہر جنتی شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز ان کے گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا اور جنت میں کوئی شخص مجرد (بغیر بیوی کے) نہیں ہوگا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں یہ بحث ہوئی کہ ان میں سے کون جنت میں زیادہ ہوگا، پھر انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی، پھر ان کے بعد جو گروہ داخل ہوگا ان کی صورت آسمان کے بہت چمکدار ستارے کی طرح ہوگی، وہ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت کریں گے، ناک صاف کریں گے نہ تھوکیں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہوگا، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کی بیویوں کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی، ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے وہ اپنے باپ حضرت آدم کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہوگا۔

وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ أَخْلَاقُهُمْ عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ أَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ۔

۷۰۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى أَشَدِّ نَجْمٍ فِي السَّمَآءِ إِضَآءَةً ثُمَّ هُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَنَازِلُ لَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَبْزُقُوْنَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ أَخْلَاقُهُمْ عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى طُوْلِ أَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا قَالَ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَقَالَ أَبُوْ كُرَيْبٍ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ عَلٰى صُوْرَةِ أَبِيْهِمْ۔

۷۰۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوَرُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ فِيْهَا اٰنِيَتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْأَلُوَّةِ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَّرَآءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۔

۷۰۲۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا، پھر جو ان کے بعد جائیں گے وہ بہت چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے، پھر ان کے بعد تدریجاً مرتبے ہوں گے، وہ پیشاب اور رفع حاجت نہیں کریں گے، تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود کی خوشبو ہوگی ان کا پسینہ مشک ہوگا تمام لوگوں کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے، ان کا قد ان کے باپ حضرت آدم کے قد کے مطابق ساٹھ گز ہوگا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے سب کا خلق ایک جیسا ہوگا، اور ابوکریب کی روایت میں ہے سب کی جسمانی بناوٹ ایک جیسی ہوگی اور ابن ابی شیبہ نے کہا کہ وہ اپنے باپ کی صورت پر ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا، وہ اس میں تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے، اور نہ وہ جنت میں رفع حاجت کریں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی انگیٹھیوں میں عود ہندی (خوشبودار لکڑی) سلگتی ہوگی، ان کا پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہونگی، ان کی پنڈلیوں کا مغز حسن کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آتے گا۔ ان میں کوئی اختلاف ہوگا نہ بغض، سب کے دل، ایک دل جیسے ہوں گے، وہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ قَالُوا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جنتی لوگ جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور اس میں تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے، رفع حاجت کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔ صحابہ نے کہا پھر ان کا کھانا کہاں جائے گا، آپ نے فرمایا: ایک ڈکار (آئے گی) اور پسینہ مشک کی طرح ہوگا ان کو تسبیح اور حمد کا اس طرح الہام ہوگا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔

٧٠٢٥۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلٰى قَوْلِهِ كَرَشْحِ الْمِسْكِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٧٠٢٦۔ وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ حَسَنٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالْحَمْدَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ قَالَ وَفِي حَدِيثِ حَجَّاجٍ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں اور پئیں گے، وہ اس میں رفع حاجت کریں گے نہ ناک صاف کریں گے نہ پیشاب کریں گے ان کا کھانا ڈکار کی شکل میں تحلیل ہوگا، وہ مشک کی طرح خوشبو والا ہوگا، ان کو تسبیح اور حمد کا الہام کیا جائے گا، جس طرح سانس آتا جاتا ہے حجاج کی روایت میں ہے و طعامھم ذلک۔

٧٠٢٧۔ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَيُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل کو روایت کیا البتہ اس میں یہ ہے کہ ان کو تسبیح اور تکبیر کا اس طرح الہام کیا جائے گا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔

٧٠٢٨۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ لَا تَبْلٰى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو نعمتیں دی جائیں گی پھر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔

۷۰۲۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِاِسْحٰقَ) قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ قَالَ الثَّوْرِيُّ فَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحٰقَ اَنَّ الْاَغَرَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْتَئِسُوْا اَبَدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ـ

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا (اے اہل جنت!) تمہارے لیے یہ مقرر ہو گیا ہے کہ تم تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے، اور تم زندہ رہو گے اور کبھی نہیں مرو گے، اور تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، اور تم ہمیشہ نعمت میں رہو گے اور تم پر کبھی تکلیف نہیں آئے گی، اور اس کی تائید اللہ عزوجل کے اس قول میں ہے: "اور ان کو یہ ندا کی گئی یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو۔

۷۰۳۰ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ قُدَامَةَ (وَهُوَ الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ) عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا لِلْمُؤْمِنِ فِيْهَا اَهْلُوْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا ـ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لیے جنت میں ایک کھوکھلے موتیوں کا خیمہ ہو گا، اس کا طول ساٹھ میل ہو گا، مومن کے اہل بھی اس میں رہیں گے، مومن ان کا چکر لگائے گا اور بعض، بعض کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

۷۰۳۱ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةٌ مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا اَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْاٰخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ ـ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کھوکھلے موتیوں کا ایک خیمہ ہو گا جس کا عرض ساٹھ میل ہو گا، اس کے ہر کونے میں اہل ہوں گے، جو دوسروں کو نہیں دیکھ سکیں گے مومن ان کا چکر لگائے گا۔

۷۰۳۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَآءِ سِتُّوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا اَهْلٌ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موتیوں کا ایک خیمہ ہے جس کا بلندی میں طول ساٹھ میل ہے اس کے ہر کونے میں مومن کی بیویاں ہوں گی، جن کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے،

لِلْمُؤْمِنِ لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُونَ۔

۷۰۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ بْنُ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل یہ سب جنت کے دریا ہیں۔

۷۰۳۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔

۷۰۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ عَلٰى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى أُولٰئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُجِيبُونَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ قَالَ فَذَهَبَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ قَالَ فَزَادُوهُ وَرَحْمَةُ اللهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُورَةِ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدَهُ حَتَّى الْآنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ گز تھا، جب ان کو بنا چکا تو فرمایا جاؤ اس جماعت کو سلام کرو، وہ فرشتوں کی جماعت ہے جو بیٹھے ہوئے ہیں، پھر سنو وہ تم کو سلام کا کیا جواب دیتے ہیں جو وہ جواب دیں گے وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا حضرت آدم گئے اور انھوں نے کہا السلام علیکم، فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ، آپ نے فرمایا فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا لفظ زیادہ کیا، آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا، اس کا قد ساٹھ گز ہوگا، پھر لوگوں کا قد بہ تدریج کم ہوتا رہا حتیٰ کہ یہ زمانہ آگیا۔

نیک اور بد اعمال کا بیان

حدیث نمبر ۷۰۰۳ میں ہے: جنت کا تکالیف نے احاطہ کیا ہوا ہے، اور دوزخ کو نفسانی خواہشوں نے گھیر رکھا ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث انتہائی فصیح اور جامع کلام پر مشتمل ہے، کیونکہ جب تک کوئی انسان احکام شرعیہ کی تکلیف اور مشقت کو برداشت نہ کرے جنت میں نہیں جائے گا، اور جب تک کوئی شخص نفسانی خواہشوں پر اندھا دھند عمل نہ کرے جہنم میں نہیں جائے گا، عبادات میں جدو جہد کرنا، عبادات کی مشقتوں پر صبر کرنا مثلاً غصہ کو پینا، عفو و درگذر سے کام لینا، صدقہ وخیرات کرنا، برائی اور بدی کرنے والے کے ساتھ اچھائی اور نیکی کے ساتھ پیش آنا، اور شہوانی تقاضوں کے وقت ضبط نفس کرنا یہ وہ تکلیفیں اور مشقتیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص دخول جنت کا مستحق ہوتا ہے، شراب نوشی، زنا، اجنبی عورتوں کو دیکھنا، غیبت کرنا، ناجائز لہو ولعب میں مشغول رہنا، چوری، ڈاکہ، جھوٹ، تہمت، قتل اور خون ریزی، سود، رشوت خوری اور فرائض کو ترک کرنا یہ وہ نفسانی عمل ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص جہنم کا مستحق ہوتا ہے، جائز شہوات پر عمل کرنا اس میں داخل نہیں ہیں، لیکن ان پر زیادہ عمل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاکہ ان کی کثرت کی وجہ سے انسان کسی حرام کام میں مبتلا نہ ہو جائے، یا اس کا دل سخت ہو، یا ان کی وجہ سے وہ دنیاوی لذتوں میں منہمک ہو جائے۔

جنت اور دوزخ میں عورتوں کی کثرت

حدیث نمبر ۷۰۲۳ میں ہے: ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی۔ علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، کیونکہ کم از کم درجہ یہ ہے کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ میں دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دوزخ میں عورتوں کو زیادہ دیکھا یعنی جنت اور دوزخ دونوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، نیز جنت میں ہر آدمی کی دو بیویاں ہونا بنو آدم کے اعتبار سے ہے رہی حوریں تو ایک ایک آدمی کو کئی کئی حوریں ملیں گی۔

بَابُ: جَهَنَّمَ أَعَاذَنَا اللهُ عَنْهَا
جہنم کا بیان (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)

۷۰۳۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ الْكَاهِلِيِّ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روز (قیامت کے دن) جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔

۷۰۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم روشن کرتے ہیں جہنم کی گرمی سے ستر درجے کم ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ: یہ آگ بھی تو کافی تھی، آپ نے فرمایا وہ اس سے انہتر درجہ زیادہ ہے، ہر درجہ میں

جُزْءًا مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوْا وَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّ سِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا.

یہاں کی آگ کے برابر گرمی کم ہے۔

۷۰۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِي الزِّنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں کلھا کی بجائے کلھن کا لفظ ہے۔

۷۰۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنی، آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ کیسی آواز تھی؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے، آپ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا یہ اب تک اس میں گر رہا تھا اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔

۷۰۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ هٰذَا وَقَعَ فِيْ اَسْفَلِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا.

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ جس وقت تم نے اس کی آواز سنی وہ تہہ میں پہنچ گیا تھا۔

۷۰۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ قَتَادَةُ سَمِعْتُ اَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى عُنُقِهِ.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض جہنمیوں کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی، اور بعض کی کمر تک پکڑے گی، اور بعض کی گردن تک پکڑے گی۔

۷۰۴۲۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ اَخْبَرَنَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى تَرْقُوَتِهِ۔

ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض لوگوں کو دوزخ کی آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی بعض لوگوں کو کمر سے پکڑے گی اور بعض کو گلے تک۔

۷۰۴۳۔ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَجَعَلَ مَكَانَ حُجْزَتِهِ حَقْوَيْهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۰۴۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ فَقَالَتْ هٰذِهِ يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ وَقَالَتْ هٰذِهِ يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِينُ فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهٰذِهِ أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَرُبَّمَا قَالَ أُصِيبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَقَالَ لِهٰذِهِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ اور جنت میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے، جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوں گے، اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایا تم میرا عذاب ہو، میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ عذاب دوں گا (بعض اوقات فرمایا:) میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے عذاب پہنچاؤں گا، جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں تمہارے سبب سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے۔

۷۰۴۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَاجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ فَقَالَتِ النَّارُ أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَعَجَزُهُمْ فَقَالَ اللهُ لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ اور جنت میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھے جباروں اور متکبروں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، جنت نے کہا مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ میں صرف ضعیف، لاچار اور عاجز لوگ داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے رحمت کروں گا، اور دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا

مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ فَيَضَعُ قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُولُ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ۔

تمہارے ذریعہ سے عذاب دوں گا، اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے، لیکن دوزخ نہیں پُر ہوگی پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا، وہ کہے گی بس بس بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا۔

۷۰۴۶۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ (يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ حُمَيْدٍ) عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۷۰۴۷۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللَّهُ لِلْجَنَّةِ إِنَّمَا أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتَّى يَضَعَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رِجْلَهُ تَقُولُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللَّهُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللَّهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھے جباروں اور متکبروں کی وجہ سے ترجیح ہے، جنت نے کہا مجھے کیا! مجھ میں صرف کمزور، لاچار اور عاجز لوگ داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ جنت سے فرمائے گا تو تم صرف میری رحمت ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے رحمت کروں گا، اور دوزخ سے فرمائے گا: تم صرف میرا عذاب ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ عذاب دوں گا، اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے، لیکن دوزخ پُر نہیں ہوگی، حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں اپنا پیر رکھ دے گا، پھر وہ کہے گی بس، بس، بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی، اور اس کا بعض، بعض سے مل جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا۔

۷۰۴۸۔ **وَحَدَّثَنَاهُ** عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی، اس کے بعد تم میں سے ہر

وَسَلَّمَ احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ مِنَ الزِّيَادَةِ۔

ایک کے لیے پر ہونا تک حسب سابق ہے'' اور اس کے بعد کا اضافہ نہیں ہے۔

۷۰۴۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ فِيْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ یہی کہتی رہے گی اور زیادہ! اور زیادہ! حتی کہ اللہ تبارک وتعالی اس میں اپنا قدم رکھ دے گا پھر وہ کہے گی بس بس! تیری عزت کی قسم! اور اس کا بعض حصہ بعض کی طرف مل جائے گا۔

۷۰۵۰۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ شَيْبَانَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۷۰۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ فَاَخْبَرَنَا عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيْهَا قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِيْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ وَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں مسلسل (لوگ) ڈالے جائیں گے اور جہنم کہے گی: کیا کچھ اور ہیں؟ حتی کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، پھر دوزخ کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا اور وہ کہے گی بس بس! تیری عزت اور کرم کی قسم، اور جنت میں مسلسل جگہ زیادہ رہے گی، پھر اللہ تعالی ایک مخلوق پیدا کرکے اس کو جنت کے فاضل حصہ میں رکھے گا۔

۷۰۵۲۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ) اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی جنت کا جو حصہ چاہے گا فاضل رکھے گا پھر اللہ تعالی اس کے لیے جیسی چاہے گا مخلوق پیدا کرے گا۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَبْقٰی مِنَ الْجَنَّۃِ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْقٰی ثُمَّ یُنْشِئُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَھَا خَلْقًا مِمَّا یَشَآءُ۔

۷۰۵۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ (وَتَقَارَبَا فِی اللَّفْظِ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَآءُ بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّہٗ کَبْشٌ اَمْلَحُ زَادَ اَبُوْکُرَیْبٍ فَیُوْقَفُ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاتَّفَقَا فِیْ بَاقِی الْحَدِیْثِ فَیُقَالُ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ ھَلْ تَعْرِفُوْنَ ھٰذَا فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیَنْظُرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ھٰذَا الْمَوْتُ قَالَ وَیُقَالُ یَآ اَھْلَ النَّارِ ھَلْ تَعْرِفُوْنَ ھٰذَا قَالَ فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیَنْظُرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ھٰذَا الْمَوْتُ قَالَ فَیُؤْمَرُ بِہٖ فَیُذْبَحُ قَالَ ثُمَّ یُقَالُ یَآ اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَیَآ اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ وَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلَی الدُّنْیَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، (ابوکریب نے اضافہ کیا) اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، (اس کے بعد راویوں کا اتفاق ہے) پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں یہ موت ہے! اور کہا جائے گا اے اہل دوزخ! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں یہ موت ہے! پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم ہوگا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! اب دوام ہے، اور موت نہیں ہے، اور اے اہل دوزخ! اب ہمیشگی ہے اور موت نہیں ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی، اور ان کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا، درآں حالیکہ وہ غافل ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے، اور آپ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا۔

۷۰۵۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُدْخِلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَاَھْلُ النَّارِ النَّارَ قِیْلَ یَآ اَھْلَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ ذَکَرَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ عَزَّ وَجَلَّ وَلَمْ یَقُلْ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَذْکُرْ اَیْضًا وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلَی الدُّنْیَا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے، تو کہا جائے گا: اے اہل جنت! اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا قول ہے اور یہ نہیں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی، اور نہ ہاتھ سے اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔

۷۰۵۵۔ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَالْحَسَنُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللَّهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَيَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ كُلٌّ خَالِدٌ فِيمَا هُوَ فِيهِ.

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت میں داخل کر دے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کرے گا پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل جنت اب موت نہیں ہے اور اے اہل دوزخ اب موت نہیں ہے، جو شخص جہاں ہے وہاں ہمیشہ رہے گا۔

٧٠٥٦ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ وَصَارَ أَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ حَتَّى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا إِلَى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْنًا إِلَى حُزْنِهِمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں، اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا اے اہل جنت اب موت نہیں ہے اور اہل دوزخ اب موت نہیں ہے تب اہل جنت کو خوشی پر خوشی ہو گی اور اہل دوزخ کو غم پر غم ہوگا۔

٧٠٥٧ - حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ هَارُونَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ أَوْ نَابُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی داڑھ احد پہاڑ جتنی ہو گی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہو گی۔

٧٠٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَكِيعِيُّ فِي النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر فاصلہ ہوگا۔

۷۰۵۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا بَلَى قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ قَالُوا بَلَى قَالَ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو ضعیف ہو اور اس کو ضعیف سمجھا جاتا ہو وہ اگر اللہ تعالیٰ کے اعتماد پر کوئی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے گا، پھر آپ نے فرمایا کیا میں تم اہل نار کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو بدخو، سرکش اور متکبر ہو۔

۷۰۶۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی اس میں ہے کہ میں تمہاری رہنمائی نہ کروں۔

۷۰۶۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ ابْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر ضعیف شخص جس کو ضعیف گمان بھی کیا جاتا ہو اگر وہ یہ قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس شخص کو قسم میں سچا کر دیتا ہے، اور کیا میں تم کو جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر وہ شخص جو سرکش، بداصل اور متکبر ہو۔

۷۰۶۲۔ حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسا اوقات بکھرے ہوئے بالوں والا، جس کو در در سے دھتکار دیا جاتا ہو اگر وہ اللہ کے اعتماد پر قسم کھالے تو اللہ اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔

۷۰۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ النَّاقَةَ

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، آپ نے حضرت صالح کی اونٹنی اور اس کی کونچیں کاٹنے والے کا ذکر کیا اور یہ آیت پڑھی "سب سے بدبخت شخص اٹھا"، پھر اس کی تفسیر

وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَهَا فَقَالَ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا انْبَعَثَ بِهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ عَارِمٌ مَنِيْعٌ فِيْ رَهْطِهِ مِثْلُ أَبِيْ زَمْعَةَ ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ فَوَعَظَ فِيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ إِلَامَ يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ جَلْدَ الْأَمَةِ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ كُرَيْبٍ جَلْدَ الْعَبْدِ وَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ إِلَامَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ۔

میں فرمایا: جو شخص اس قبیلہ میں غالب، سرکش اور مفسد تھا وہ اٹھا، جیسے ابو زمعہ ہے، پھر آپ نے عورتوں کا ذکر کیا اور ان کو نصیحت فرمائی، پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو لونڈی کی طرح کیوں مارتا ہے؟ (ابو کریب کی روایت میں ہے) جیسے غلام کو کوڑے مارتے ہیں، پھر دن کے آخر میں وہ اس سے عمل زوجیت کرتا ہے، پھر ان لوگوں کو نصیحت کی جو آواز سے ریح خارج ہونے پر ہنستے ہیں، اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر کیوں ہنستا ہے جس کو وہ خود کرتا ہے۔

٧٠٦٤۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ أَخَا بَنِيْ كَعْبٍ هٰؤُلَاءِ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بنو کعب کے بھائی عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا پھر رہا تھا۔

٧٠٦٥۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِيْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ إِنَّ الْبَحِيْرَةَ الَّتِيْ يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَأَمَّا السَّآئِبَةُ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السُّيُوْبَ۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ دوہنے کو بتوں کی وجہ سے روک دیا جاتا ہے، سو کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا، اور سائبہ وہ جانور ہے جس کو وہ اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اور اس پر کوئی چیز نہیں لادی جاتی تھی، ابن المسیب نے کہا ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا پھر رہا تھا، یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑا تھا۔

٧٠٦٦۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ گروہ ہے جن کے پاس گایوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، وہ ان

يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا ۔

کوڑوں سے لوگوں کو ماریں گے، دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، وہ دوسروں کو مائل کریں گی اور خود مائل ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گی، نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔

۷۰۶۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا زَيْدٌ (يَعْنِي ابْنَ حُبَابٍ) حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ أَنْ تَرَى قَوْمًا فِي أَيْدِيهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُونَ فِي غَضَبِ اللّٰهِ وَيَرُوحُونَ فِي سَخَطِ اللّٰهِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے طویل زمانہ پایا تو تم عنقریب ایک قوم کو دیکھو گے، ان کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کی طرح (کوڑے) ہوں گے، ان کی صبح اللہ کے غضب میں ہو گی اور ان کی شام اللہ کی ناراضگی میں ہو گی۔

۷۰۶۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ أَوْشَكْتَ أَنْ تَرَى قَوْمًا يَغْدُونَ فِي سَخَطِ اللّٰهِ وَيَرُوحُونَ فِي لَعْنَتِهِ فِي أَيْدِيهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اگر تم نے طویل زمانہ پایا تو تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کی صبح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں اور شام اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ہو گی ان کے ہاتھوں میں گایوں کے دموں کی طرح (کوڑے) ہوں گے۔

جنت اور دوزخ کا مباحثہ

حدیث نمبر ۷۰۴۴، میں ہے: جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ میں ایسی قوت پیدا کی ہے جس سے وہ ادراک کرتے ہیں اور بحث کر سکتے ہیں، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں ادراک کی یہ قوت دائمی ہو۔

اس حدیث میں ہے: جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور لاغر داخل ہوں گے، علامہ نووی نے کہا اس کی تین تفسیریں ہیں، (ا) ضرورت مند بھوکے اور فاقہ زدہ لوگ، (ب) عاجز اور لاچار، (ج) سادہ لوح جو دنیاوی معاملات میں زیادہ ماہر نہیں ہوتے، جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے: جنت کے اکثر لوگ سادہ لوح ہوں گے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ عام مسلمان زیادہ چالاک نہیں ہوتے، اور یہی لوگ جنت میں زیادہ ہوں گے، اور عرفاء علماء، عبادت گذار اور صالحین بہت کم ہیں اور ان کے جنت

میں بہت بلند درجات ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ کمزور اور لاغر سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضعیف ہیں اور ان کو ضعیف سمجھا جاتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے عاجزی اور تواضع کرتے ہیں۔

دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۷۰۲۵، میں ہے: "دوزخ پر نہیں ہو گی، پھر اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا" علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، یہ مسئلہ کئی بار گذر چکا ہے۔ اس میں دو مذہب ہیں:

(و)۔ جمہور سلف صالحین اور متکلمین کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان الفاظ میں تاویل نہیں کی جائے گی، اور یہ الفاظ حق ہیں لیکن ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، ان الفاظ کا وہ معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور قدم، پنڈلی ہاتھ اور چہرے کے اطلاق سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔

(ب)۔ جمہور متکلمین کا یہ نظریہ ہے کہ ان الفاظ میں مناسب تاویل کی جائے گی، وہ کہتے ہیں کہ قدم سے مراد متقدم ہے۔

علامہ آبی مالکی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بعض مخلوق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس مخلوق کا قدم رکھے گا، ایک قول یہ ہے کہ قدم سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر کی شدت ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ جہنم کی ذلت سے کنایہ ہے جیسے کہتے ہیں میں نے فلاں کی پشت پر اپنا قدم رکھ دیا، اور زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے اس میں دو تاویلیں ہیں، ایک تاویل یہ ہے کہ جہنم میں قدم رکھنا اس کو ذلیل کرنے سے کنایہ ہے کیونکہ جہنم کافروں اور گنہ گاروں کے خلاف سخت غیظ و غضب اور جوش میں ہو گی، قرآن مجید میں ہے:

يوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزيد۔ (ق: ۳۰)

جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کیا کچھ اور زیادہ ہے۔

وهي تفور ۝ تكاد تميز من الغيظ (ملک: ۸-۶۷)

اور وہ (ایسا) جوش مار رہی ہو گی کہ (گویا) ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی۔

گویا وہ غیظ و غضب اور جوش میں حد سے بڑھ رہی ہو گی، بعض احادیث میں ہے کہ قریب تھا کہ وہ تمام اہل محشر کو نگل لے، تب اللہ تعالیٰ اس کی تندی اور تیزی کو توڑ دے گا، جیسے کسی متکبر کو قدموں سے روند کر اس کی تیزی کو توڑا جاتا ہے، سو اس کے ذلیل کرنے کو قدم رکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ قدم اور پیر ان لوگوں سے کنایہ ہے جن کا دخول جہنم میں متاخر ہو گا، کیونکہ جہنمی فوج در فوج جہنم میں داخل ہوں گے، اور جہنم کے پہرے دار ان کا انتظار کر رہے ہوں گے کیونکہ ان کو جہنمیوں کے ناموں اور ان کی صفات کا علم ہو گا، سو ہر پہرہ دار اپنے متعلقہ گروہ کا منتظر ہو گا اور جب ہر پہرے دار کے پاس پہنچنے والے آدمی پورے ہو جائیں گے، اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا تو پھر وہ کہیں گے بس بس! یعنی ہمارے اعداد و شمار پورے ہو گئے، پھر جہنم جہنمیوں پر سمٹ کر تنگ ہو جائے گی، سو اس بعد میں داخل ہونے والی جماعت کو قدم رکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جہنم کی ہر کوٹھڑی، ہر زنجیر، ہر گرز اور ہر تابوت پر اس سے متعلق شخص کا نام لکھا ہوا ہے اور ہر پہرے دار اپنے متعلق شخص کا انتظار کر رہا ہے، اور کسے

اس شخص کا نام اور صفت معلوم ہے، اور جب ہر پیرے دار کے متعلق آدمی پورے ہو جائیں گے تو وہ کہیں گے بس بس اہم کو یہ کافی ہیں اور اس وقت جہنم جہنمیوں پر منطبق ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۷۰۴۰ میں ہے، اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا پیر رکھ دے گا، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ ابن فورک نے اس روایت کا انکار کیا اور کہا کہ اہل نقل کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے لیکن اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کی بھی وہی تاویل ہے جو قدم میں تاویل کی گئی ہے۔ [1]

جنّت میں دخول کا سبب اعمال نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے۔

حدیث نمبر ۷۰۴۷ میں ہے اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اہل سنت کی یہ دلیل ہے کہ ثواب اعمال پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ وہ لوگ اسی وقت پیدا کیے جائیں گے اور انہیں بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کیا جائے گا اور ان کو جنت کی تمام نعمتیں بغیر عمل کے دی جائیں گی، اسی طرح نابالغ بچوں اور مجنونوں کو بغیر کسی عمل کے جنت عطا کی جائے گی سو ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے جنت عطا فرمائے گا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے، اس کے بعد بھی جنت بہت عظیم اور وسیع ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک جنتی کو دنیا اور اس جیسی دس مثلیں عطا کی جائیں گی، اس کے بعد بھی جنت میں اتنی جگہ باقی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا فرمائے گا۔ [2]

موت کو ذبح کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۰۵۶ میں ہے، جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ موت عرض ہے کیونکہ وہ حیات کی ضد ہے، بعض معتزلہ نے کہا کہ وہ معنی نہیں ہے بلکہ وہ حیات کا عدم ہے، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خلق الموت والحیٰوۃ (ملک: ۲) "اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا" بہرحال اس حدیث پر اعتراض یہ ہے کہ موت جسم نہیں ہے، لہٰذا اس کو ذبح کرنا کس طرح متصور ہوگا، اس لیے اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمثیل کے لیے ایک جسم کو پیدا کر کے اس کو ذبح فرمائے گا تاکہ اہل آخرت پر یہ واضح ہو جائے کہ ان کو موت نہیں آ سکتی۔

علامہ خطابی نے یہ کہا کہ اس حدیث کا ظاہر محال ہے کیونکہ موت یا عرض ہے یا امر عدمی ہے اور ہر دو تقدیر پر اس کا مینڈھا بننا ناممکن ہے کیونکہ انقلاب حقائق محال ہے، سو اس حدیث کی دو تاویلیں ہیں۔ ایک تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مینڈھا پیدا کرے گا، اور اس میں موت کو پیدا کر دے گا، اور لوگ اس کو دیکھ کر جان لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس میں ذبح کے مشابہ ایک فعل پیدا کرے گا جس فعل سے وہ مینڈھا معدوم ہو جائے گا، حتیٰ کہ اہل جنت بے خوف ہو جائیں گے، اور ان کی خوشی زیادہ ہو جائے گی، اور جہنمی مایوس ہو جائیں گے اور ان کا غم زیادہ ہو جائے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ موت

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۱۹ - ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو معدوم کرنے کی ایک مثال ہے کیونکہ جب اہل آخرت کے لیے موت معدوم ہو جائے گی تو وہ ایک ذبح شدہ مینڈھے کی طرح ہو گی۔ [1]

بلا معصیت عذاب اور بلا اطاعت ثواب کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۰۵۹ میں ہے، کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہو گی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہو گی۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بعض کفار کے متعلق ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ متکبرین چھوٹی چیونٹیوں کی جسامت میں اٹھائے جائیں گے اور ان کی شکل وصورت مردوں کی طرح ہو گی۔ [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

کافروں کی ڈاڑھ اور کھال کی موٹائی کی جسامت بڑھا کر احد پہاڑ اور تین دن کی مسافت کے برابر کر دی جائے گی، تاکہ ان کو درد کی تکلیف زیادہ ہو، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ مخبر صادق نے ان کی خبر دی ہے۔ [3]

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کافر کی ڈاڑھ کو احد پہاڑ جتنا بڑا کرنے کے لیے اس ڈاڑھ کے ساتھ نئے اجزاء ضم کیے جائیں گے، اور ان نئے اجزاء کے ساتھ کافر نے کفر یا کوئی اور گناہ نہیں کیا تھا، سو بغیر گناہ کے ان اجزاء کو عذاب دینا کس طرح صحیح ہو گا کیونکہ یہ تعذیب بلا معصیت ہے، علامہ عبد العزیز پرہاروی نے اس اشکال کے کئی جواب ذکر کیے ہیں:-

(۱)۔ کافر کی ڈاڑھ اور اس کی کھال کی موٹائی اور اس کی جسامت کی زیادتی نئے اجزاء کے ضم ہونے کی وجہ سے نہیں ہو گی، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے اجزاء اصلیہ کو پھیلا کر ان کا حجم اتنا بڑا کر دے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مستبعد نہیں ہے۔

(۲)۔ جن اجزاء کا حجم بڑھے گا ان میں تخلخل ہو جائے گا اور فلاسفہ کی اصطلاح میں تخلخل یہ ہے کہ ایک جسم میں کوئی اور جز داخل نہ ہو اور اس کا حجم بڑھ جائے۔

(۳)۔ عذاب جسم کو نہیں بلکہ روح کو ہوتا ہے، اس لیے تعذیب بلا معصیت لازم نہیں آئی، ہر چند کہ یہ جواب بہت عمدہ ہے لیکن یہ جواب مشائخ کے مختار کے خلاف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

(۴)۔ جو نئے اجزاء جسم کے ساتھ ضم کیے جائیں گے ان کو عذاب نہیں ہو گا ان کا اضافہ صرف اس لیے کیا جائے گا تاکہ وہ جسم زیادہ سے زیادہ قبیح معلوم ہو اور اس کی روح اور اس کے اجزاء اصلیہ کو زیادہ تکلیف ہو۔ [4]

---

[1]۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2]۔ " " " " " " اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۱

[3]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4]۔ مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۲۹، مطبوعہ شیخ عبد الحق اکیڈمی ملتان

اب اس مقام پر ایک بحث یہ ہے، کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودًا غیرھا لیذوقوا العذاب۔ (نساء: ۵۶)

ان کی کھالیں جب بھی جل کر پک جائیں گی، ہم ان کی کھالوں کو ان کے علاوہ دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

گنہ گار کی کھال کے جل جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ دوسری نئی کھال کو پیدا کر کے اس کو عذاب دے گا تو یہ بغیر گناہ کے عذاب دینا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱)۔ نفس کھال وہی ہوگی صرف اس کے جل کر پکنے کی صفت تبدیل ہوگی۔

(۲)۔ عذاب صرف انسان کو ہوگا اور یہ کھال انسان کی ماہیت کا جز نہیں تھی، بلکہ یہ اس کے ساتھ ایک زائد چیز چپکی تھی، پس جب اللہ تعالیٰ نئی کھال پیدا کرے گا تو اب یہ نئی کھال اس انسان تک عذاب پہنچانے کا ذریعہ ہوگی۔ لہٰذا عذاب گنہ گار کو ہی ہوگا۔

(۳)۔ یہ آیت دوام اور عدم انقطاع سے کنایہ ہے، جیسے کہتے ہیں فلاں چیز جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے شروع ہوتی ہے، یعنی وہ ہمیشہ چلتی رہتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ اس کی کھال جب بھی جل کر پک جائیگی ہم اس کی نئی کھال بدل دیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کفار یہ گمان کریں گے کہ اب وہ جل کر پک گئے ہیں اور اب وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں (گویا اب عذاب ختم ہو رہا ہے) تو ہم ان کو زندگی کی ایک نئی قوت عطا کریں گے، جس سے وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کو ابھی پیدا کیا گیا ہے، سو مقصود یہ ہے کہ ان کا عذاب دائمی اور غیر متناہی ہے۔ [۱]

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب کافروں کی کھال جل جائے گی تو ہم کھال کے جلنے کے وقت نئی کھال عطا کریں گے جو پہلی کھال سے صورۃً مختلف ہوگی اور اس کا مادہ اصلیہ موجود ہوگا یعنی اس کے مادہ سے جلی ہوئی صورت زائل کر دی جائے گی، لہٰذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ دوسری صورت نے تو کوئی گناہ نہیں کیا تھا تو اس کو کیوں عذاب دیا جائے گا۔

میرے نزدیک یہ اعتراض سرے سے غیر معقول ہے کیونکہ کھال کا نافرمانی یا اطاعت کرنا، اور اس کا درد اٹھانا یا لذت حاصل کرنا بالکل غیر معقول ہے اور جس طرح باقی جمادات میں ادراک اور شعور نہیں ہوتا اسی طرح کھال میں بھی ادراک اور شعور نہیں ہے، اور کھال تو آلہ کے مشابہ ہے، جو شخص اپنے ہاتھ سے کسی کو ظلماً تلوار سے قتل کرتا ہے تو اس فعل میں تلوار کی طرح اس کا ہاتھ بھی ایک آلہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ہاتھ میں روح ہے اور تلوار میں روح نہیں ہے، اور یہ فرق اس چیز کو واجب نہیں کرتا کہ عذاب کے وقت بعینہ اسی ہاتھ کو لوٹایا جائے اور تلوار کو نہ لوٹایا جائے، اور ہاتھ کو جلایا جائے اور تلوار کو نہ جلایا جائے، کیونکہ ہاتھ اور تلوار دونوں کا عمل کرنا غیر اختیاری ہے، اس لیے حق یہ ہے کہ عذاب

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

صرف نفس مدرکہ کو ہوگا، خواہ اس نفس کا کسی بدن میں یا کسی کھال میں حلول ہو، ثواب میں بھی یہی معاملہ ہے۔

اس نظریہ کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے کہ بعض جہنمی جہنم کے کونوں میں سے کسی کونے کو بھر لیں گے اور جہنمی کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی، اور جنتی حضرت آدم کی جسامت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے، جن کا طول ساٹھ گز اور عرض سات گز کا ہوگا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنتی یا دوزخی میں سے کسی شخص نے بھی اتنی بڑی جسامت کے ساتھ دنیا میں نیکی یا بدی کے کام نہیں کیے، بلکہ جو شخص بھی انصاف سے کام لے گا اس کو یہ معلوم ہوگا کہ دنیا میں انسان کے اجزاء مقدار یہ بھی ایک مقدار پر نہیں رہے، بچپن میں، جوانی میں، ادھیڑ عمر میں اور بڑھاپے میں ہر دور میں اس کی جسامت پہلے سے مختلف رہی ہے اور یہ جواب کافی نہیں ہے کہ ان تمام ادوار میں انسان کی ماہیت ایک ہے، کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ دوسری کھال پہلی کھال سے اسی طرح مختلف ہے جس طرح عرض جوہر سے یا پتھر انسان سے مختلف ہوتا ہے۔

اعادہ اجسام کے متعلق نصوص متعارض ہیں، بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام کو فنا کرنے کے بعد بعینہٖ انہی اجسام کا اعادہ کیا جائے گا اور بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جسم کو فنا کرنے کے بعد اس کی مثل کو پیدا کیا جائے گا بہر حال معاد جسمانی کو ماننا اور اس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے خواہ بعینہٖ معاد کا اعتقاد ہو یا بمثلہ کا۔

قرآن مجید کی یہ آیت بعینہٖ اعادہ پر دلالت کرتی ہے:

یوم تشهد علیهم السنتهم وایدیهم وارجلهم بما کانوا یعملون۔ (نور: ۲۴)

جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

کھال کی یہ تبدیلی ایک ساعت میں بہت دفعہ ہوگی، امام ابن مردویہ اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو کعب نے کہا السلام لانے سے پہلے بھی مجھے اس آیت کی تفسیر معلوم تھی حضرت عمر نے کہا اے کعب وہ تفسیر بیان کرو، اگر وہ اس تفسیر کی مطابق ہوئی جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی تو میں تمہاری تصدیق کروں گا، کعب نے کہا ایک ساعت میں ایک سو بیس مرتبہ کھال جل جائیگی، حضرت عمر نے کہا میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا، امام ابن ابی شیبہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی ایک دن میں ستر ہزار بار جلے گا، اور جب بھی آگ اس کو جلائے گی اور اس کے گوشت کو کھائیگی ان اجزاء سے کہا جائے گا دوبارہ لوٹ جاؤ، اور وہ دوبارہ لوٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو اس پر بھی قدرت ہے کہ ان کا جسم باقی اور محفوظ رہے اور ابدالآباد تک آگ میں جلتا رہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کی کھال کو تبدیل کرے گا، کیونکہ عام لوگوں کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب جسم جل جائے گا تو پھر اس کا عذاب ختم ہو جائے گا اس لیے فرمایا کہ اگر ایک کھال جل جائے گی تو اس کو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

بعض زندیق قرآن مجید پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس کھال نے گناہ نہیں کیا اس کو عذاب دینا کس طرح جائز ہے؟

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۵۹ - ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب اور عقاب کھال کو نہیں روح کو ہوگا کیونکہ احساس اور معرفت روح کی صفت ہے اور کھال کو اس لیے تبدیل کیا جائے گا کہ روح کو زیادہ عذاب ہو، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لیذوقوا العذاب ـــــــ تاکہ وہ کافر عذاب چکھیں پس مقصود یہ ہے کہ بدن کو عذاب پہنچا کر روح کو درد میں مبتلا کیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ کھال کو درد میں مبتلا کرنا چاہتا تو یوں فرماتا لیذوقن العذاب۔ تاکہ وہ کھالیں عذاب کو چکھیں۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسی کھال کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ [1]

ایک کھال جلنے کے بعد دوسری کھال کو عذاب دینا یا کافر کی ڈاڑھ کا احد پہاڑ کے برابر ہونا، تعذیب بلا معصیت ہے اسی طرح انسان کا بچپن میں اور جسم ہوتا ہے، جوانی میں اور جسم ہوتا ہے، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے میں اور جسم ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اس کا حشر کس زمانے کے جسم میں کیا جائے گا اور کس زمانہ کے جسم میں اس کو عذاب دیا جائے گا، اگر جوانی کے جسم میں اس کا حشر کیا گیا ہے تو ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کے گناہوں کی اس کو سزا دینا تعذیب بلا معصیت ہے اور اگر بڑھاپے کے جسم میں اس کا حشر کیا گیا ہے تو اس جسم کو جوانی کے گناہوں کی سزا دینا تعذیب بلا معصیت ہے اور یہی حال ثواب دینے کے معاملہ میں ہے، اس اعتراض کا ایک جواب تو وہ ہے جو مذکور الصدر مفسرین نے دیا ہے کہ ثواب اور عذاب روح کو ہوتا ہے اور جسم ثواب اور عذاب کے لیے محض ایک آلہ ہے۔

دوسرا جواب متکلمین نے دیا ہے کہ انسان کے جسم میں اجزاء اصلیہ ہوتے ہیں جو جسمانی تغیر کے ہر دور میں مشترک رہتے ہیں اور جسم کے جل جانے یا فنا ہو جانے کی صورت میں بھی وہ اجزاء باقی رہتے ہیں اور ثواب اور عذاب کا ترتب روح اور ان اجزاء دونوں پر ہوتا ہے اس لیے انسان کا حشر جس زمانہ کے جسم میں بھی کیا جائے یا اس کی کھال جل جائے یا اس کی جسامت بڑھا دی جائے اس کے اجزاء اصلیہ اس میں بعینہٖ باقی رہتے ہیں اور انہی کو عذاب ہوتا ہے اس لیے کسی صورت میں بھی تعذیب بلا معصیت لازم نہیں آتی۔

اولیاء اللہ کی کرامت پر دلیل

حدیث نمبر ۵۸۰۷ میں ہے ہر انتہائی کمزور شخص جو اللہ تعالیٰ پر یہ قسم لے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کو لوگ حقیر جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مقرب اور مقبول ہوتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قسم میں سچا کر دے گا اور وہ اس امید پر یہ قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس شخص کو اس کی قسم میں سچا کر دے گا، ایک تشریح یہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا لیکن پہلی تشریح راجح ہے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے اور یہ قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا،

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۵۴-۲۵۳، مطبوعہ ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو نامراد نہیں کرے گا۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات پر دلیل ہے۔ [2]

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا بیان

حدیث نمبر ۶۵۰۰ میں ہے: سائبہ وہ جانور ہے جس کو کفار اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ ابن مسیب نے کہا کہ سائبہ وہ جانور ہے جس کو کفار بتوں کے ساتھ نامزد کر دیتے تھے، اور اس پر بوجھ نہیں لادا جاتا تھا، ایک قول یہ ہے کہ جب کوئی کافر بیمار ہو جاتا تو وہ نذر مانتا اگر اس کو شفا ہو گئی تو وہ ایک اونٹنی کو نامزد کر دے گا، اب اس اونٹنی کو چرنے اور پانی پینے سے نہیں روکا جاتا تھا، وہ اونٹنی کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی نامزد کرتے تھے، جب وہ کسی غلام کو نامزد کرتے تو اس پر کسی شخص کی ولاء نہیں ہوتی تھی، ایک قول یہ ہے کہ جب ایک اونٹنی مسلسل بارہ اونٹنیاں جنتی اور درمیان میں کوئی نر نہ ہوتا تو اس کو سائبہ قرار دیا جاتا، اس پر سواری کی جاتی اور نہ اس کا اون کاٹا جاتا، اور اس کے بعد جب اس کے ہاں اونٹنی پیدا ہوتی تو اس کا کان چیر دیا جاتا اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا، اور یہ بحیرہ کہلاتی جو سائبہ کی بیٹی ہوتی تھی، ایک قول یہ ہے کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ بتوں کے لیے روک دیا جاتا پھر اس کا دودھ کوئی شخص نہیں دوہتا تھا، مفسرین نے کہا ہے کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کے مسلسل پانچ بچے ہوتے اور آخری نر ہوتا، اس کا کان چیر دیا جاتا تھا، اس کو ذبح کیا جاتا نہ اس پر سواری کی جاتی، اس کو پانی سے دور کیا جاتا نہ چراگاہ سے، کلبی نے کہا ہے کہ جب کسی اونٹنی کے پانچ بچے ہوتے اور پانچواں نر ہوتا تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے اور عورتیں نہیں کھاتی تھیں، اور اگر پانچویں مادہ ہوتی تو اس کے کان چیر دیے جاتے اس پر سواری کی جاتی نہ اس کا دودھ پیا جاتا، اور اگر مردہ بچہ پیدا ہوتا تو اس میں مرد اور عورت سب مشترک ہوتے اس کو بحیرہ اس لیے کہتے تھے کہ اس کے کان میں وسیع چیر کیا جاتا تھا۔ [3]

قرآن مجید میں ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (مائدہ: ۱۰۳)

اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام، لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ص ۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ص ۲۸۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

زمانہ جاہلیت میں کفار کا یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر ہوتا اس کا کان چیر دیتے پھر نہ اس پر سواری کرتے نہ اس کو ذبح کرتے، نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے، اس کو بحیرہ کہتے، اور جب سفر در پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بجار) ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے، اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے یہ اپنے بھائی سے مل گئی اس کو وصیلہ کہتے اور جب نر اونٹ سے دس گیابھ حاصل ہو جاتے تو اس کو چھوڑ دیتے نہ اس پر سواری کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اس کو چارے پانی پر سے روکتے اس کو حامی کہتے (مدارک) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ بحیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لیے روکتے تھے کوئی اس جانور کا دودھ نہ دوہتا اور سائبہ وہ ہے جس کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے کوئی ان سے کام نہ لیتا، یہ رسمیں زمانہ جاہلیت سے ابتداء عہد اسلام تک چلی آ رہی تھیں اس آیت میں ان کو باطل کیا گیا ہے۔

مائلات اور ممیلات کی تشریح

حدیث نمبر ۷۰۶۶، میں ہے دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱)۔ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ملبوس ہوں گی اور شکر سے عاری ہوں گی۔

(۲)۔ وہ عورتیں کپڑوں میں ملبوس ہوں گی اور نیکیوں سے عاری ہوں گی۔

(۳)۔ وہ عورتیں تنگ، چست اور کسا ہوا لباس پہنیں گی جس سے ان کے اعضاء کا ابھار نظر آئے گا۔

(۴)۔ باریک اور نیم عریاں لباس پہنیں گی جس سے ان کا جسم اندر سے جھلکتا ہوگا اور عریاں نظر آئے گا۔

حدیث میں ہے وہ مائلات اور ممیلات ہوں گی، مائلات کا مطلب ہے وہ اللہ کی عبادت، فرج کی حفاظت اور پردہ وغیرہ کرنے سے منہ موڑنے والی ہوں گی، اور ممیلات کا مطلب ہے وہ دوسری عورتوں کو بھی اپنی طرح بے راہ روی کی ترغیب دیں گی، یا مائلات کا مطلب ہے وہ مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور ممیلات کا مطلب ہے ان کو اپنی طرف راغب کریں گی؛ نیز حدیث میں ہے ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے سر کی مینڈھیاں کثرت کی وجہ سے ایک طرف جھکی ہوں گی۔ [1]

بَابُ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَبَيَانِ الْحَشْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

دنیا کی فنا اور قیامت کے دن حشر کا بیان

۷۰۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُوسَى ابْنُ أَعْيَنَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا دنیا آخرت کے مقابلہ میں محض اس طرح ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص محض اپنی اس انگلی کو دیکھے نے انگشت شہادت کا اشارہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِي فِهْرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ وَأَشَارَ يَحْيَى بِالسَّبَّابَةِ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا غَيْرَ يَحْيَى سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ أَخِي بَنِي فِهْرٍ وَفِي حَدِيثِهِ أَيْضًا قَالَ وَأَشَارَ إِسْمَاعِيلُ بِالْإِبْهَامِ.

کیا) سمندر میں ڈال دے پھر نکال کر دیکھے اس میں کیا لگا ہے۔ یحیٰی کی روایت کے علاوہ باقی راویوں کی حدیث میں ہے" میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" ابواسامہ کی روایت میں ہے اسماعیل نے انگوٹھے سے اشارہ کیا۔

۷۰۷۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ النِّسَاءُ وَالرِّجَالُ جَمِيعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھایا جائے گا، میں نے کہا یارسول اللہ! عورتوں اور مردوں دونوں کو، بعض، بعض کو دیکھیں گے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اس دن ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے مقابلہ میں بہت ہولناک منظر ہوگا۔

۷۰۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ غُرْلًا.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۰۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بیشک تم ننگے پیر، ننگے بدن، چھپے ہوئے غیر مختون حالت میں اللہ سے ملاقات کرو گے، زہیر کی حدیث میں خطبہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

يخطب وهو يقول إنكم ملاقوا الله مشاة حفاة عراة غرلا ولم يذكر زهير في حديثه يخطب.

٧٠٧٣ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا وكيع ح وحدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا أبي كلاهما عن شعبة ح وحدثنا محمد بن المثنى ومحمد بن بشار (واللفظ لابن المثنى) قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن المغيرة بن النعمان عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطيبا بموعظة فقال يا أيها الناس إنكم تحشرون إلى الله حفاة عراة غرلا كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا إنا كنا فاعلين ألا وإن أول الخلائق يكسى يوم القيامة إبراهيم (عليه السلام) ألا وإنه سيجاء برجال من أمتي فيؤخذ بهم ذات الشمال فأقول يا رب أصحابي فيقال إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك فأقول كما قال العبد الصالح وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت أنت الرقيب عليهم وأنت على كل شيء شهيد إن تعذبهم فإنهم عبادك وإن تغفر لهم فإنك أنت العزيز الحكيم قال فيقال لي إنهم لم يزالوا مرتدين على أعقابهم منذ فارقتهم وفي حديث وكيع ومعاذ فيقال إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك.

٧٠٧٤ - حدثني زهير بن حرب حدثنا أحمد بن إسحق ح وحدثني محمد بن حاتم حدثنا بهز قالا جميعا حدثنا وهيب حدثنا عبد الله بن طاوس عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يحشر الناس على ثلاث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نصیحت کا خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے" جس طرح ہم نے تم کو ابتداءً پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم اس کو ضرور کرنے والے ہیں، سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، سنو! بے شک میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کی بائیں جانب کو پکڑ لیا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب (یہ) میرے اصحاب ہیں، کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں، میں عبد صالح (حضرت عیسیٰ) کی طرح کہوں گا جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا، اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کا نگہبان ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمائے تو تو غالب اور حکیم ہے، آپ نے فرمایا پھر مجھ سے کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرتے رہے ہیں اور وکیع کی اور معاذ کی روایت میں ہے آپ سے کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی بدعتیں نکالی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو تین جماعتوں کی شکل میں جمع کیا جائے گا خوش ہونے والے، ڈرنے والے، دو ایک اونٹ پر ہوں گے، تین ایک اونٹ پر ہوں گے اور چار ایک اونٹ پر ہوں گے اور دس ایک

طَرَائِقَ رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ وَاثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّثَلَاثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّاَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّتَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ اَمْسَوْا۔

اونٹ پر ہوں گے، اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی، جہاں وہ رات کو ٹھہریں گے آگ بھی وہیں ٹھہرے گی، جہاں وہ دن کو قیلولہ کریں گے، آگ بھی وہیں ہوگی، جہاں وہ صبح کو رہیں گے آگ بھی وہیں رہے گی اور جہاں وہ شام کو رہوں گے آگ بھی وہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۷۰۶۹ میں ہے: "دنیا جنت کے مقابلہ میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈبو کر دیکھے" انگلی پر لگی ہوئی تری دنیا کی مثال ہے اور سمندر جنت کی مثال ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے یہ دنیا اور جنت کی مسافتوں کی مثال ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اہل جنت کے ادنیٰ درجہ اور دنیا کی مثال ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دنیا کی نعمتوں کی قلت اور اخروی نعمتوں کی کثرت کی مثال ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دنیا کی نعمتوں کے متناہی ہونے اور اخروی نعمتوں کے غیر متناہی ہونے کی مثال ہو۔[1]

حدیث نمبر ۷۰۷۰ میں ہے۔ آخرت میں لوگوں کو ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون اٹھایا جائے گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حشر کی یہ کیفیت انبیاء علیہم السلام کے ماسوا دوسرے لوگوں کی ہے، حدیث نمبر ۷۰۷۳ میں ہے: سب سے پہلے حضرت ابراہیم السلام کو لباس پہنایا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ حشر سے پہلے قبر سے نکلتے وقت سب سے پہلے حضرت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و تکریم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حشر کی اس کیفیت میں عام لوگوں سے مستثنیٰ ہوں۔[2]

حدیث نمبر ۷۰۷۴ میں ہے، باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ یہ حشر قیامت سے کچھ پہلے دنیا کے اختتام کے وقت ہوگا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اس کے بعد یہ روایت کیا ہے کہ دنیا کا آخر اس طرح ہوگا کہ قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے حشر کی جگہ لے جائے گی اور اس حدیث میں جو تین جماعتوں کا ذکر ہے اس سے مراد تین فرقے ہیں۔[3]

بَابٌ فِيْ صِفَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَعَانَنَا اللّٰهُ عَلٰى اَهْوَالِهَا

قیامت کے ہولناک احوال، اللہ اس کی ہولناکیوں میں ہماری مدد فرمائے

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ،، ،، ،، ،، ،، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۵

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۰۷۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنُونَ ابْنَ سَعِيدٍ) عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ يَقُومُ النَّاسُ لَمْ يَذْكُرْ يَوْمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن تمام انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ان میں سے ایک شخص اپنے نصف کانوں تک اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، ابن مثنی کی روایت میں یقوم الناس ہے یوم کا لفظ نہیں ہے۔

۷۰۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ (يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ) ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ كِلَاهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو نَصْرٍ التَّمَّارُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَصَالِحٍ حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ۔

امام مسلم نے چھ سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت بیان کی، البتہ موسیٰ بن عقبہ اور صالح کی روایت میں ہے ایک شخص آدھے کانوں تک اپنے پسینے تک ڈوب جائے گا۔

۷۰۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَرَقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ بَاعًا وَإِنَّهُ لَيَبْلُغُ إِلَى أَفْوَاهِ النَّاسِ أَوْ إِلَى آذَانِهِمْ يَشُكُّ ثَوْرٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کا پسینہ ستر گز تک پھیلا ہوا ہوگا، اور وہ انسان کے منہ اور کانوں تک پہنچ جائے گا، راوی کو شک ہے کہ آپ نے کون سا لفظ فرمایا تھا۔

اَیُّهُمَا قَالَ۔

۷۰۷۸۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنِي الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ قَالَ سُلَيْمُ ابْنُ عَامِرٍ فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ قَالَ فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا قَالَ وَأَشَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے اس قدر قریب ہو گا کہ ایک میل کی مقدار رہ جائے گی، سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ بہ خدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ میل سے آپ کی کیا مراد تھی؟ مسافت کا میل یا وہ (سلائی) جس کے ساتھ آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے، (سلائی کو بھی عربی میں میل کہتے ہیں) لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینہ میں ہوں گے، بعض لوگوں کا پسینہ ٹخنوں تک ہو گا، بعض کا گھٹنوں تک بعض کا کمر تک اور کسی کے منہ میں پسینہ کی لگام ہو گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔

روزِ قیامت کی شدت

حدیث نمبر ۷۰۷۵ میں ہے: محشر میں کھڑے ہونے والوں میں سے کسی ایک شخص کا پسینہ اس کے نصف کانوں تک بہہ رہا ہو گا، آخری حدیث میں ہے یہ پسینہ بہ قدر اعمال ہو گا، بعض کا پسینہ ٹخنوں تک ہو گا، بعض کا گھٹنوں تک اور بعض کا کمر تک پسینہ ہو گا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

یہ بھی احتمال ہے کہ محشر کے ہولناک احوال کا مشاہدہ کرنے اور اس کے خوف سے اس شخص کو یہ پسینہ آیا ہو، اور جتنی اس کو امید ہو اس کے بہ قدر یہ پسینہ ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس کا اور دوسروں کا ملا جلا پسینہ ہو، اس پسینہ کی وجہ لوگوں کا ازدحام اور رش بھی ہو سکتا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ پسینہ ازدحام اور لوگوں کے رش کی وجہ سے ہو گا، اور سورج کے قرب کی وجہ سے حتیٰ کہ لوگوں کے سروں میں مغز چولھے پر رکھی ہوئی ہنڈیا کی طرح کھول رہا ہو گا، اور لوگوں کے سانسوں کی گرمی کی وجہ سے ہر شخص کا پسینہ نکلے گا۔ [1]

روزِ قیامت کی مقدار

قرآن مجید میں ہے:

تعرج الملآئکۃ والروح الیہ فی یوم

فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف عروج کرتے ہیں اس

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

كان مقدارہ خمسين الف سنة ۔ (معارج: ۴) دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس مقدار سے وہ وقت مراد ہے جس میں لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے حتیٰ کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، امام احمد، امام ابن حبان، امام ابویعلیٰ، امام ابن جریر، اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی وہ کس قدر لمبا دن ہوگا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مومن پر وہ دن کم کر دیا جائے گا حتیٰ کہ دنیا میں اس کو فرض نماز پڑھنے میں جتنا وقت لگتا تھا اس سے بھی کم وقت میں وہ دن گذر جائیگا۔

وہ دن اس قدر طویل کیوں ہوگا؟ اس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن میں اس قدر شدت اور ہول ہوگا کہ وہ دن پچاس ہزار سال جتنا معلوم ہوگا، یہ مطلب نہیں ہے کہ فی نفسہ وہ دن اس قدر لمبا ہوگا، یہ توجیہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کیونکہ اہل عرب شدت اور حزن کے اوقات کو طول سے اور آسانی اور فرحت کے اوقات کو قصر (کم وقت) کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث کو بیان کیا گیا ہے اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس دن مومنین کے لیے سونے کی کرسیاں بچھائی جائیں گی اور ان پر بادلوں کا سایہ کیا جائے گا اور ان پر وہ دن کم اور آسان کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان پر وہ دن دنیا کے ایام کی طرح گذر جاتے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے اس دن کے پچاس دورانیے ہوں گے اور ہر دورانیہ دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور تیسرا قول یہ ہے کہ پچاس سے مراد کثرت ہے یعنی وہ دن ہزاروں سال کے برابر ہوگا۔ [۵]

بَابُ الصِّفَاتِ الَّتِي يُعْرَفُ بِهَا فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْجَنَّةِ وَأَهْلُ النَّارِ

جن صفات سے دنیا میں جنتی اور دوزخی لوگوں کی معرفت ہوتی ہے

۷۰۷۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي غَسَّانَ وَابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِي خُطْبَتِهِ أَلَا إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي يَوْمِي هَذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دوں جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے آج مجھے ان چیزوں کا علم دیا ہے، (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال دیا ہے وہ حلال ہے، میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، بے شک ان

[۵] علامہ ابوالفضل سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۹ ص ۵۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَآءَ کُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ
اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ
عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِيْ مَا
لَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ
فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ
الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِيَ
بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَآءُ
تَقْرَؤُهٗ نَائِمًا وَّيَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُحَرِّقَ
قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ اِذًا يَّثْلَغُوْا رَاْسِيْ فَيَدَعُوْهُ
خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اسْتَخْرَجُوْكَ وَاغْزُهُمْ
نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا
نَبْعَثْ خَمْسَةً مِّثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ
عَصَاكَ قَالَ وَاَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ
مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُّوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ
الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ
ذُوْ عِيَالٍ قَالَ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ الضَّعِيْفُ الَّذِيْ
لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعًا لَا يَبْتَغُوْنَ اَهْلًا
وَّلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى لَهٗ طَمَعٌ وَّاِنْ
دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِيْ
اِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ
الْبُخْلَ اَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِيْرُ الْفَحَّاشُ وَلَمْ يَذْكُرْ
اَبُوْ غَسَّانَ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقَ
عَلَيْكَ۔

کے پاس شیطان آتے اور ان کو دین سے پھیر دیا،
اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں، وہ انھوں نے
ان پر حرام کر دیں، اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا
حکم دیا جب کہ میں نے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں
کی، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا، اور
اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے سوا تمام عرب اور
عجم کے لوگوں سے ناراض ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں
نے تم کو آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور تمہارے سبب
سے (دوسروں کی) آزمائش کے لیے، میں نے تم پر ایسی
کتاب نازل کی جس کو پانی نہیں دھو سکتا، تم اس کو نیند اور
بیداری میں پڑھو گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے
قریش کے جلانے کا حکم دیا، میں نے کہا اے میرے
رب! وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے، اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے
کر کے چھوڑ دیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح
نکال دو جس طرح انھوں نے تم کو نکالا ہے، تم ان سے
جہاد کرو ہم تمہاری مدد کریں گے، تم خرچ کرو ہم تم پر خرچ
کریں گے تم ایک لشکر بھیجو ہم اس سے پانچ گنا لشکر
بھیجیں گے، اپنے اطاعت گزاروں کو لے کر اپنے نافرمانوں
کے ساتھ جنگ کرو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین قسم کے
لوگ جنتی ہیں، سلطان عادل جو نیکی کی توفیق دیا گیا ہو اور
صدقہ کرنے والا ہو، جو شخص رحم دل ہو اور اپنے تمام قرابت
داروں اور عام مسلمانوں کے لیے رقیق القلب ہو، اور جو
شخص پاک دامن ہو اور عیال دار ہونے کے باوجود سوال
کرنے سے گریز کرتا ہو، اور پانچ قسم کے لوگ دوزخی
ہیں وہ ضعیف لوگ جن کے پاس عقل نہ ہو جو تمہارے ماتحت ہوں اور اپنے اہل اور
مال کے لیے کوئی سعی نہ کریں، وہ خائن جس کی طمع پوشیدہ
نہ ہو جو معمولی سی چیز میں بھی خیانت کرے، وہ دھوکہ باز
جو ہر صبح اور ہر شام کو تمہارے ساتھ، تمہارے اہل اور تمہارے
مال کے ساتھ دھوکہ کرے، اور اللہ تعالیٰ نے بخل یا جھوٹ،

بدخواہ اور فحش کلام کرنے والے کا بھی ذکر کیا، ابو غسان نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا، تم خرچ کرو، تم پر خرچ کیا جائے گا۔

۷۰۸۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ۔

قتادہ نے اس سند کے ساتھ روایت کیا، اس کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے، میں نے اپنے بندے کو جو مال بھی عطا کیا وہ حلال ہے۔

۷۰۸۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِي اٰخِرِهِ قَالَ يَحْيَى قَالَ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۷۰۸۲۔ وَحَدَّثَنِي اَبُو عَمَّارٍ حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ مَطَرٍ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ اَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَطِيبًا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ وَزَادَ فِيهِ وَاِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِي اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ وَهُمْ فِيكُمْ تَبَعًا لَا يَبْغُونَ اَهْلًا وَلَا مَالًا فَقُلْتُ فَيَكُونُ ذٰلِكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَدْرَكْتُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْعٰى عَلَى الْحَيِّ مَا بِهِ اِلَّا وَلِيدَتُهُمْ يَطَؤُهَا۔

حضرت عیاض بن حمار نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم میں تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، قتادہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اللہ تعالے نے مجھ پر یہ وحی کی ہے کہ تواضع کرو، حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے، اور کوئی شخص دوسرے پر زیادتی نہ کرے، اسی حدیث میں ہے وہ لوگ تم میں تابع ہوں گے، اہل اور مال کو نہیں طلب کریں گے، میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! کیا ایسے لوگ ہوں گے؟ انھوں نے کہا ہاں! بخدا میں نے زمانہ جاہلیت میں ان کو دیکھا ہے، ایک شخص ایک قبیلہ کی بکریاں چراتا تھا، اسے کوئی نہ ملتا تو وہ ان کی باندی سے وطی کرتا۔

حدیث الباب کی تشریح

حدیث نمبر ۷۰۷۹، میں ہے میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال دیا ہے وہ حلال ہے: اس حدیث سے مقصود ان چیزوں کو حرام کرنا ہے جو بندوں نے از خود اپنے

اور یہ حرام کرلی ہیں، مثلاً سائبہ، وصیلہ، بحیرہ اور حامی وغیرہ، یہ جانور ان کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتے، اور ہر وہ مال جس کا بندہ جائز طریقہ سے مالک ہو وہ اس کے لیے حلال ہے جب تک اس کے ساتھ کسی دوسرے کا حق متعلق نہ ہو۔

اسی حدیث میں ہے: میں نے اپنے بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، یعنی گناہوں سے پاک تھے، یا وہ مستقیم تھے اور ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ جب بنو آدم کی روحوں سے یہ عہد لیا گیا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" تو انھوں نے کہا کیوں نہیں!

اسی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگوں سے میں ناراض ہوا۔

اس سے مراد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے، کیونکہ اس وقت چند اہل کتاب (اور کچھ موحدین) کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگ گمراہ تھے، یہ وہ لوگ تھے جو بغیر کسی تحریف کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے حامل تھے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جن یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا وہ اپنے دین حق پر قائم نہیں تھے، کیونکہ ان کے دین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بھی تھی، اور جن اہل کتاب کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچی اور اس کے باوجود وہ اپنے سابق دین پر قائم اور اپنی سابق شریعت پر عامل رہے وہ بھی اپنے دین حق پر نہیں تھے کیونکہ ان کے دین حق میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی داخل تھی۔

اسی حدیث میں ہے: میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس کو تم نیند اور بیداری میں پڑھو گے: اس جگہ یہ سوال ہے کہ بیداری میں پڑھنا تو عرف اور محاورے کے مطابق ہے نیند میں پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ قاضی عیاض نے کہا ایک احتمال یہ ہے کہ آپ پر نیند میں وحی کی جاتی ہو جس طرح بیداری میں وحی کی جاتی ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ پر کوئی آیت نازل کی جاتی ہو اور آپ اسے نیند میں پڑھنے کا ارادہ کرتے ہوں، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ اس کتاب کو لیٹے ہوئے پڑھیں گے، اور لیٹنے پر نیند کا اطلاق مجاز ہے لیکن بیداری کے مقابلہ میں لیٹنا مستعمل نہیں ہے اس لیے پہلی تاویل اولیٰ ہے۔ علامہ اُبی مالکی لکھتے ہیں کہ میرے شیخ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میرے والد شیخ خلیل امام حرم تھے ایک دن میں نے ان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا وہ ناراض ہوئے میں نے کہا جس وقت میں گیا آپ بیدار تھے اور قرآن مجید پڑھ رہے تھے، انھوں نے کہا تم میری قرأت سے مغالطہ نہ کھاؤ میں نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں پڑھتا ہوں۔

ایک حدیث میں ہے اگر قرآن مجید کو کسی کھال میں رکھ دیا جائے تو وہ نہیں جلے گی، اس کی تاویل یہ ہے کہ حافظ قرآن نہیں جلے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ علامت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کے ساتھ مخصوص تھی، اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل تھی، تیسری تاویل یہ ہے کہ قرآن فی نفسہ نہیں جلے گا، البتہ اس کی سیاہی جل جاتی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں چیز کو پانی نہیں دھو سکتا یعنی وہ چیز فنا ہو گی نہ مٹے گی۔

اسی حدیث میں ہے: میں نے کہا اے میرے رب وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، علامہ خطابی نے کہا کہ یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ وہ آپ کا سر پھاڑ دیں گے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا: مجھے یہ خوف ہے کہ وہ مجھے قتل

کر دیں گے، لیکن قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الذین یبلغون رسلٰت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدًا الا اللہ۔ (احزاب: ۳۹)
جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اس معارضہ کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت کے ابتدائی دور میں خوف دامن گیر ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ پہلے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی حفاظت کرتے تھے اور جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: واللہ یعصمک من الناس (مائدہ: ۶۷) "اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محافظوں سے فرمایا اب تم لوگ چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اگر اس خوف کو ابتدائی دور پر محمول نہ کیا جاتے تو یہ خوف، جبلی اور فطری خوف پر محمول ہے جو غیر اختیاری ہوتا ہے اور جس کو دور کرنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے۔

اس حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، (ایک) سلطان عادل، یہاں سلطان سے مراد عام ہے۔ گھر کا سربراہ بھی اس عموم میں داخل ہے کیونکہ حدیث میں ہے ہر راعی (سربراہ) سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا، نیز حدیث میں ہے کوئی شخص کسی کی سلطنت میں امام نہ بنے۔ دوسرا شخص رحم دل ہے اور تیسرا شخص عفیف اور متعفف ہے۔ عفیف کا معنی ہے جو شخص اپنی سرشت اور فطرت کے اعتبار سے بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرے اور متعفف کا معنی ہے جس شخص کی سرشت میں تو بے حیائی کے کاموں کی طرف میلان رجحان یا ہیجان ہو لیکن وہ خوف خدا سے اپنی طبیعت کے تقاضوں کے خلاف جہاد کرے اور اپنے آپ کو بے حیائی کے کاموں سے روکے۔

اس حدیث میں ہے پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں، پہلی قسم وہ ضعیف لوگ ہیں جن کی عقل نہیں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے اور دین کی کسی منفعت اور مصلحت کے لیے سعی نہیں کرتے بلکہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو جانوروں کی طرح بے لگام چھوڑا ہوا ہے، انھوں نے حلال اور حرام میں کوئی تمیز نہیں کی، یہ اوصاف جبلتہ قدریہ کے اوصاف ہیں۔[1]

بَابُ ۱۰۱۲ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ وَإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ

میت پر جنت یا دوزخ کا ٹھکانا پیش کرنے عذاب قبر کے اثبات اور اس سے پناہ مانگنے کا بیان

۷۰۸۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۰-۲۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مالك عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار يقال هذا مقعدك حتى يبعثك الله اليه يوم القيامة۔

۷۰۸۴۔ حدثنا عبد بن حميد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن سالم عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا مات الرجل عرض عليه مقعده بالغداة والعشي ان كان من اهل الجنة فالجنة وان كان من اهل النار فالنار قال ثم يقال هذا مقعدك الذي تبعث اليه يوم القيامة۔

۷۰۸۵۔ حدثنا يحيى بن ايوب وابو بكر بن ابي شيبة جميعا عن ابن علية قال ابن ايوب حدثنا ابن علية قال واخبرنا سعيد الجريري عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري عن زيد بن ثابت قال ابو سعيد ولم اشهده من النبي صلى الله عليه وسلم ولكن حدثنيه زيد بن ثابت قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم في حائط لبني النجار على بغلة له ونحن معه اذ حادت به فكادت تلقيه واذا اقبر ستة او خمسة او اربعة قال كذا كان يقول الجريري فقال من يعرف اصحاب هذه الاقبر فقال رجل انا قال فمتى مات هؤلاء قال ماتوا في الاشراك فقال ان هذه الامة تبتلى في قبورها فلولا ان لا تدافنوا لدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذي اسمع منه ثم اقبل علينا بوجهه فقال تعوذوا بالله من عذاب النار قالوا نعوذ بالله

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہو تو جنتیوں کا اور دوزخی ہو تو دوزخ کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور (اس سے) کہا جاتا ہے یہ تمہارا اس وقت ٹھکانا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے دن اس ٹھکانے کی طرف اٹھائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو جنت اور اگر اہل دوزخ میں سے ہو تو اس پر دوزخ پیش کی جاتی ہے، پھر کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اس طرف اٹھایا جائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا لیکن مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک باغ میں اپنی خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، اچانک وہ خچر بدکی، قریب تھا کہ وہ خچر آپ کو گرا دیتی، وہاں پر چھ، پانچ یا چار قبریں تھیں (راوی نے بیان کیا کہ جریری نے اسی طرح کہا ہے) آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں، آپ نے فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے، آپ نے فرمایا اس امت کی ان قبروں میں آزمائش کی جاتی ہے، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو وہ عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی

مِنْ عَذَابِ النَّارِ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ۔

پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ظاہری اور باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم ظاہری اور باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

۷۰۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو عذاب قبر سنائے۔

۷۰۸۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْبَرَآءِ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد باہر گئے آپ نے ایک آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہود کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

۷۰۸۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس چلے جاتے ہیں تو وہ بندہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، آپ نے

عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ قَالَ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ قَالَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا وَيُمْلَأُ عَلَيْهِ خَضِرًا إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔

فرمایا اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں وہ اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتے تھے، اگر مومن ہوگا تو وہ کہے گا، میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنت میں ٹھکانے سے بدل دیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، قتادہ نے یہ کہا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں ستر گز وسعت کر دی جائے گی، اور قیامت تک کے لیے اس کی قبر میں نعمتیں بھر دی جائیں گی۔

۷۰۸۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے واپس جاتے وقت ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

۷۰۹۰ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شَيْبَانَ عَنْ قَتَادَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۷۰۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قَالَ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ فَيُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ يُثَبِّتُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے" یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس سے کہا جاتے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر ہے "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں قول ثابت (کلمہ طیبہ)

اللہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔

پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

۷۰۹۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَعْنُوْنَ ابْنَ مَھْدِیٍّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ خَیْثَمَۃَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ قَالَ نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے"۔ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۰۹۳ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ حَدَّثَنَا بُدَیْلٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاھَا مَلَکَانِ یُصْعِدَانِھَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَکَرَ مِنْ طِیْبِ رِیْحِھَا وَذَکَرَ الْمِسْکَ قَالَ وَیَقُوْلُ اَھْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَیِّبَۃٌ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَعَلٰی جَسَدٍ کُنْتِ تَعْمُرِیْنَہٗ فَیُنْطَلَقُ بِہٖ اِلٰی رَبِّہٖ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ یَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِہٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُہٗ قَالَ حَمَّادٌ وَذَکَرَ مِنْ نَتْنِھَا وَذَکَرَ لَعْنًا وَیَقُوْلُ اَھْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِیْثَۃٌ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ قَالَ فَیُقَالُ انْطَلِقُوْا بِہٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَیْطَۃً کَانَتْ عَلَیْہِ عَلٰی اَنْفِہٖ ھٰکَذَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، حماد نے کہا انھوں نے اس کی روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا، اور کہا کہ آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اے روح، اللہ تعالیٰ تیری اور تیرے اس جسم کی مغفرت کرے، جس کو تو آباد رکھتی تھی، پھر اس روح کو اس کے رب عزوجل کے پاس لے جایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کو آخر وقت کے لیے لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ نے کہا جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد کہتے ہیں انھوں نے اس کی بدبو اور اس کی لعنت کا ذکر کیا تو آسمان والے کہتے ہیں کہ یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، انھوں نے کہا پھر کہا جائے گا اس کو آخر وقت کے لیے لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کافر کے جسم کی بدبو ظاہر کرنے کے لیے اپنی چادر کا پلو اس طرح ناک پر رکھا۔

۷۰۹۴ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِیْطٍ الْھُذَلِیُّ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَۃِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ کُنْتُ مَعَ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ (وَاللَّفْظُ لَہٗ) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَۃِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کُنَّا مَعَ عُمَرَ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں تھے، ہم نے ہلال کو دیکھا، میں تیز نظر کا شخص تھا، میں نے چاند کو دیکھ لیا، میرے علاوہ اور کسی کو یہ زعم نہیں تھا کہ اس نے چاند کو دیکھ لیا ہے، حضرت انس نے کہا پھر

فَتَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِيدَ الْبَصَرِ فَرَأَيْتُهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَآهُ غَيْرِي قَالَ فَجَعَلْتُ أَقُولُ لِعُمَرَ أَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ قَالَ يَقُولُ عُمَرُ سَأَرَاهُ وَأَنَا مُسْتَلْقٍ عَلَى فِرَاشِي ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِينَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالْأَمْسِ يَقُولُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَئُوا الْحُدُودَ الَّتِي حَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجُعِلُوا فِي بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِمْ فَقَالَ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ حَقًّا فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي اللهُ حَقًّا قَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ فِيهَا قَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَرُدُّوا عَلَيَّ شَيْئًا۔

میں حضرت عمر سے کہنے لگا: کیا آپ چاند کو نہیں دیکھتے؟ وہ چاند کو نہیں دیکھ رہے تھے، حضرت عمر نے کہا میں عنقریب چاند کو دیکھوں گا جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا، پھر حضرت عمر نے ہم سے اہل بدر کا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں (کفار) بدر کے گرنے کی جگہیں دکھا رہے تھے، آپ فرما رہے تھے ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتائی تھی وہ اس حد سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے حضرت عمر نے کہا پھر ان (کی لاشوں) کو اوپر تلے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا؟ کیونکہ میں نے اللہ کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا! حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ وہ میری بات کا کوئی جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۷۰۹۵ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ قَتْلَى بَدْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَامَ عَلَيْهِمْ فَنَادَاهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ يَا أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ أَلَيْسَ قَدْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک بدر کے مقتولین کو رہنے دیا، پھر آپ گئے اور ان کے پاس کھڑے ہوئے آپ نے ان کو ندا کی اور فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق نہیں پایا؟ کیونکہ میں نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا ہے! حضرت عمر نے نبی صلے اللہ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ يَسْمَعُوا وَأَنّٰى يُجِيبُوا وَقَدْ جَيَّفُوا قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يُجِيبُوا ثُمَّ أَمَرَ بِهِمْ فَسُحِبُوا فَأُلْقُوا فِي قَلِيبِ بَدْرٍ۔

علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر کہا: یارسول اللہ! یہ لوگ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے؟ حالانکہ یہ تو مردہ ہیں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے؛ پھر آپ نے ان کو بدر کے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔

۷۰۹۶۔ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ ح وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَظَهَرَ عَلَيْهِمْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِبِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا وَفِي حَدِيثِ رَوْحٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ فَأُلْقُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح یاب ہوگئے تو آپ نے بیس سے زیادہ قریش کے سرداروں کو گھسیٹ کر بدر کے کنوؤں میں سے ایک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا، روح کی روایت میں چوبیس کا ذکر ہے، باقی حدیث حضرت انس کی روایت کی طرح ہے۔

۷۰۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حُوسِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ فَقُلْتُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا فَقَالَ لَيْسَ ذَاكِ الْحِسَابُ إِنَّمَا ذَاكِ الْعَرْضُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا، میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ان سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ محاسبہ نہیں ہے یہ تو حساب کے لیے پیش ہونا ہے جس سے قیامت کے دن حساب میں مناقشہ کیا جائیگا اس کو عذاب دیا جائے گا۔

۷۰۹۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۰۹۹ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدِ الْقَطَّانَ) حَدَّثَنَا أَبُوْ يُوْنُسَ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ إِلَّا هَلَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ حِسَابًا يَسِيْرًا قَالَ ذَاكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے بھی محاسبہ ہوگا وہ ہلاک ہوگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آسان حساب ہوگا، آپ نے فرمایا یہ تو حساب کے لیے پیش ہونے کا ذکر ہے، لیکن جس سے حساب میں مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہوجائیگا۔

۷۱۰۰ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ يُوْنُسَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان

حدیث نمبر ۷۰۸۳ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ وشتانی اُبی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ مومنین کے لیے ان کا ٹھکانا پیش کیا جانا ان کے لیے باعث راحت ہے اور کافروں کے حق میں باعث عذاب ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا مشاہدہ کرتا ہے اور یوم میعاد تک اس کا انتظار کرتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا یہ ٹھکانے شہداء پر پیش نہیں کیے جائیں گے، کیونکہ شہداء کی روحیں پرندوں کے پوٹوں میں بیٹھی ہوئی جنت میں چہچہا رہی ہوں گی اور جنت کے پھلوں سے کھا رہی ہوں گی، اور دوسری ارواح اگر وہ جہنمی نہیں ہوں گی تو ان پر صرف ان کا جنتی ٹھکانا پیش کیا جائے گا، جنتیوں کا ایک ٹھکانا جنت میں اور ایک ٹھکانا دوزخ میں ہوگا، اور ان پر وہ دونوں ٹھکانے پیش کیے جائیں گے۔ یہ ٹھکانا یا تو صرف روح پر پیش کیا جائے گا یا اس روح پر پیش کیا جائے گا جس کا بدن کے کسی ایک جزء میں حلول ہوگا۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے جیسا کہ بعض مبتدعہ کا خیال ہے بلکہ موت بدن سے روح کی مفارقت کا نام ہے یا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے نیز حدیث میں ہے کہ صبح اور شام ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، یہ اسی وقت متصور ہوگا جب قبر والا زندہ ہو کیونکہ مردہ پر کسی چیز کا پیش کیا جانا غیر معقول اور غیر مفید ہے، علامہ ابی نے کہا ہے کہ میت سے پہلے قبر میں سوال

ہوگا اس کے بعد اس کو اس کے ٹھکانے پیش کیے جائیں گے۔ ۱؎

قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے علماء اسلام نے عذاب قبر کے ثبوت پر استدلال کیا ہے:

ولوتری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم اليوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن ایاتہ تستکبرون۔
(انعام: ۹۳)

اور (اے مخاطب) کاش تو دیکھتا جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے، اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوں گے (اور یہ کہیں گے کہ) اپنی جانوں کو نکالو، آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائیگی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق بہتان باندھتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ فرشتے کافروں سے روح قبض کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ "آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی" یہ عذاب قیامت کے عذاب سے پہلے ہوگا جو موت کے بعد برزخ میں واقع ہوگا اور یہی عذاب قبر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمہم نحن نعلمہم سنعذبہم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم۔
(توبہ: ۱۰۱)

اور بعض اہل مدینہ نفاق پر ڈٹ گئے ہیں آپ انھیں نہیں جانتے، انھیں ہم جانتے ہیں! عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اس آیت میں منافقوں پر آخری عذاب سے پہلے دو عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک عذاب دنیا میں منافقوں کی رسوائی کا عذاب تھا اور دوسرا عذاب برزخ میں قبر کا عذاب ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام طبری، امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی نے اوسط میں اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ میں فرمایا: "نکل اے فلاں تو منافق ہے"، اس حدیث میں منافقوں کی دنیا میں رسوائی ہے اور یہ عذاب اوّل ہے اور عذاب ثانی قبر کا عذاب ہے، نیز قتادہ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ دو عذابوں سے مراد ایک دنیا کا عذاب ہے، اور دوسرا قبر کا عذاب ہے، امام محمد بن اسحاق سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ابن جریر طبری نے اس کی تفسیر میں اختلاف ذکر کرنے کے بعد بیان کیا کہ اغلب یہ ہے کہ ایک عذاب قبر ہے اور دوسرا عذاب دنیا میں بھوک، گرفتاری، قتل، ذلت اٹھانے یا اور کسی نوع کا عذاب ہے۔ ۲؎

۱؎ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲؎ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
مجاہد سے مروی ہے کہ ایک عذاب قتل کا ہے اور دوسرا گرفتاری کا یا ایک عذاب بھوک کا ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے یا ایک عذاب ان کو رسوا کرنے کا ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے۔
امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب جمعہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو مسجد سے نکال دیا تو حضرت ابن عباس نے کہا منافقوں کا نکالا جانا عذاب اول ہے اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔[1]
اور قرآن مجید میں ہے:

النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب۔ (مؤمن ۴۶)

انہیں (قوم فرعون کو) جہنم کی آگ پر صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے، اور جب قیامت قائم ہوگی (تو فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کر دو۔

اس آیت میں عذاب قبر پر دو دلیلیں ہیں، ایک دلیل یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قوم فرعون کو صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے انہیں جس عذاب پر پیش کیا جا رہا ہے وہی عذاب قبر ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن فرشتوں سے کہا جائے گا کہ قوم فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے ان کو کم عذاب دیا گیا تھا اور اس سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہی عذاب قبر ہے۔
نیز قرآن مجید میں ہے:

قالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین۔ (غافر: ۱۱)

(کفار) کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار ہمیں زندہ فرمایا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو بار موت کا اور دو بار حیات کا ذکر فرمایا ہے، ایک موت اور حیات تو دنیا میں آگئی اب دوسری موت اور حیات کون سی ہے؟ یہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے کہ جب قبر میں مردہ کو زندہ کیا جائے اور وقوع قیامت کے وقت اس پر پھر موت طاری کی جائے اب یہ کہنا درست ہوگا کہ اللہ نے بندے کو دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا اور جب قبر میں حیات ثابت ہو گئی تو قبر میں ثواب اور عذاب بھی ثابت ہوگا، کیونکہ جو عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں وہ قبر میں حیات کا بھی انکار کرتے ہیں اور جو مانتے ہیں وہ دونوں کو مانتے ہیں تیسرا کوئی مذہب نہیں ہے۔
نیز قرآن مجید میں ہے:

اغرقوا فادخلوا نارا۔ (نوح: ۲۵)

قوم نوح غرقاب ہونے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دی گئی۔

قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ غرق ہونے کے فوراً بعد نہیں ہوگا، بلکہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس لیے جس عذاب

[1] حافظ بدرالدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہو سکتا ہے۔

احادیث سے عذاب قبر پر دلائل

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ عذاب قبر کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث صحیحہ اور احادیث متواترہ موجود ہیں، بعض ان میں یہ ہیں:

(۱)۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو اٹھاتے ہیں اور اس سے یہ پوچھتے ہیں "تم اس شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے، وہ کہے گا میں یہ گواہی دیتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کو بدل کر تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، اور رہا کافر یا منافق" تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں وہ بات کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس سے کہا جائے گا تم نے کچھ جانا نہ کہا" پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان ضرب لگائی جائے گی، پھر وہ زور سے چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

(۲)۔ صحاح ستہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مومن قبر میں بیٹھ جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے (حدیث شریف میں ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی)

(۳)۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غروب آفتاب کے بعد باہر گئے، آپ نے ایک آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہود کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

(۴)۔ امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومنین کو قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے" (ابراہیم: ۲۷) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق ہے۔

(۵)۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے اس میں ہے عذاب قبر حق ہے۔

(۶)۔ امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بزدلی، بخل، عذاب قبر اور سینہ کے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔

(۷)۔ امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت سعد نے اپنے بیٹوں سے کہا ان کلمات سے اللہ کی پناہ طلب کرو جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔ اور ان کلمات میں عذاب قبر کا ذکر کیا۔

(۸)۔ امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۹)۔ امام ابو داؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے حضرت عبد الرحمان بن حسنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: کیا تم کو علم نہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو کیا عذاب ہوا تھا، ان میں سے کسی شخص کے جب پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو قینچی سے کاٹتا تھا، اس شخص نے منع کیا تو اس کو قبر میں عذاب ہوا۔

(۱۰)۔ امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! میں سستی اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۱۱)۔ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے فتنوں کا ذکر کیا، حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہماری عقلوں کو لوٹا دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! آج کی طرح!

(۱۲)۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھانے کے بعد خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو اب دیکھ لیا، حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی، اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تم کو قبروں میں آزمایا جائے گا، یہ آزمائش فتنہ دجال کی مثل ہوگی، تم میں سے کسی ایک شخص سے پوچھا جائے گا تم کو اس شخص کے متعلق کیا علم ہے؟ مومن کہے گا یہ محمد رسول اللہ ہیں، جو ہمارے پاس معجزات اور دلائل لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی دعوت قبول کی، ان پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کی، کہا جائے گا تم سکون سے سو جاؤ، ہمیں علم تھا کہ تم مومن ہو، منافق کہے گا مجھے کچھ علم نہیں میں نے لوگوں سے جو سنا وہ کہہ دیا۔

(۱۳)۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی، اس باغ میں زمانہ جاہلیت میں مرنے والے لوگوں کی قبریں تھیں، ام مبشر کہتی ہیں کہ آپ باہر نکلے میں نے سنا آپ فرما رہے تھے قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے جس کو جانور بھی سن رہے ہیں۔

(۱۴)۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے عذاب سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ [۱]

عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات

عذاب قبر کے منکرین نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولی (دخان: ۵۶)

اہل جنت، جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے۔

منکرین کہتے ہیں کہ قبر میں حیات ہو تو حیات جنت سے پہلے دو موتیں ہوں گی، پہلی موت قبر میں جانے سے پہلے اور دوسری موت قبر میں جانے کے بعد، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف پہلی موت کے چکھنے کا بیان

---

[۱]۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل جنت، جنت میں موت کو نہیں چکھیں گے اور جس طرح دنیا میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع ہو گئی تھیں، جنت میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع نہیں ہوں گی، لہٰذا اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ دخول جنت سے پہلے ان پر کوئی اور موت نہیں آسکتی، اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے تو یہ جنت میں ان پر موت نہ آنے کی بہ طور تعلیق بالمحال تاکید ہے یعنی اگر پہلی موت کا چکھنا ممکن ہوتا تو وہ جنت میں پہلی موت چکھ لیتے لیکن پہلی موت کا چکھنا تو ممکن نہیں ہے (کیونکہ وہ آچکی) اس لیے اب موت کا چکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ الموتۃ الاولیٰ میں جنس موت مراد ہے اور یہ موت کے تعدد کے منافی نہیں ہے کیونکہ جنس متعدد کو بھی شامل ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں کئی مردوں کو زندہ کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بعض جنتی جنت میں آنے سے پہلے کئی موتیں چکھ چکے تھے اس لیے ماننا پڑے گا کہ الموتۃ الاولیٰ سے جنس موت مراد ہے لہٰذا قبر میں حیات کے بعد دوبارہ موت آئی ہو اور دخول جنت سے پہلے جنتیوں نے دو موتیں چکھ لی ہوں تو یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے منکرین استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے:

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔

قبر والے اس لیے نہیں سن سکتے کہ وہ حیات سے عاری اور مردہ ہیں اور جب وہ مردہ ہیں تو عذاب قبر ثابت نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور حاسہ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ہڈیاں بھی نہیں رہتیں، اس لیے اس آیت میں حواس سے سننے کی نفی ہے اور اہل قبور حواس سے نہیں روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کے سنانے کی نفی ہے، قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے، یعنی جس طرح قبر والوں کے لیے ان کی موت کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے اسی طرح کفار مکہ پر بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں مراد کفار ہیں اور اسماع کی نفی سے سماع کے خلق کی نفی مراد ہے، یعنی آپ کفار میں سماع کو پیدا نہیں کرتے، تو اگر کفار آپ کی نصیحت کو نہیں سنتے تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ الغرض اس آیت سے قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے اس لیے یہ آیت عذاب قبر کے خلاف نہیں ہے۔

عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات

علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اس کے برخلاف خوارج، جمہور معتزلہ، بعض مرجئہ (اور بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں اہل حق کے نزدیک بعینہٖ جسم کو عذاب ہوتا ہے، یا جسم کے کسی جز میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے، محمد بن جریر اور عبد اللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب دینے کے لیے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، بداہۃً یہ فاسد ہے، کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لیے متصور ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ میت کا جسم

اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے، لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے، اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے، اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی، آپ حضرت جبرائیل سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

علامہ اُبی کہتے ہیں کہ منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں، اور ہم اس پر سوال و جواب یا عذاب دیے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے، اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے (مثلاً گدھ) کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔ ابن ابی قلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے، اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے۔ اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔ [۵]

آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کسی حدیث کا یہ عنوان قائم نہیں کیا، کہ آیا عذاب قبر روح کو ہوتا ہے، یا روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے؟ اور اس میں متکلمین کا اختلاف مشہور ہے، غالباً امام بخاری نے اس عنوان کو اس لیے ترک کر دیا کہ اس مسئلہ میں کسی جانب بھی قطعی دلیل نہیں ہے۔ [۶]

۵۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۲-۲۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۶۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں
اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ بدن کے بعض اجزاء میں حیات لوٹا دی جائے اور انھی سے سوال ہو اور انھی کو عذاب ہو۔[1]
صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو" (صحیح بخاری ج ا ص ۱۴)
علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ جسم کو عذاب دیا جائے گا۔[2]
علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:
بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹنے میں تردد کیا ہے، انھوں نے کہا حیات کے لیے روح لازم نہیں ہے یہ صرف امر عادی ہے، بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے اور جن کا قول یہ ہے کہ جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کو الم ہوتا ہے اس قول میں یہ احتمال ہے کہ روح ایک جسم (لطیف) ہے اور بدن سے مجرد ہے، اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام ماتریدی اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ روح (جسم سے) مجرد ہے، لیکن امام ماتریدی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی، اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا اگرچہ اس میں روح نہیں ہوگی۔ اور اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں۔ اور یہ مخفی نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لیے کافی ہے۔[3]
علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں:
علامہ قونوی نے کہا کہ کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں، ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے، جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے، جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔[4]
ملا علی قاری لکھتے ہیں:
انسان کے جسم کا جزء اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جزء مشترک رہتا ہے، اسی کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰، ؍؍ ؍؍
[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ مع المسامرۃ ص ۲۴۳ - ۲۴۲، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران
[4] علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۸۱ھ، شرح المسایرہ مع المسامرۃ ص ۲۴۳ ؍؍ ؍؍

جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزء اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس جزء کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے، پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے، اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان کی پوری تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جزء کس جگہ واقع ہے اور کون سا جزء اس کے بدن کا جزء اصلی ہے اور کون سا جزء زائد ہے اور وہ جزء اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس جزء کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے، بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر بھی قادر ہے۔ [۱]

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے، یا اس کو جانور کھالیں، یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہوتا ہے ہر حال میں عذاب ہو گا، اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔ [۲]

قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

قبر میں سوال کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ائمہ حدیث نے روایت کی ہیں:

۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے ٹھکانے کو جنت سے بدل دیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ان دونوں کو دیکھے گا اور رہا کافر اور منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے جو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا وہی کہتا تھا، اس سے کہا جائیگا تم نے کچھ جانا نہ کہا، پھر اس کے کانوں کے درمیان لوہے کے ایک ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی وہ اس سے ایک زور کی چیخ مارے گا، جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

۲۔ امام مسلم نے اس باب میں تین سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ۷۰۸۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰۔

---

[۱] ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتبۂ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[۲] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۷۶-۷۵، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

۳ - امام ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۴ - امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو نیک آدمی کو بغیر کسی خوف اور دہشت کے بٹھا دیا جاتا ہے، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تم دنیا میں کس دین پر تھے؟ وہ کہتا ہے اسلام پر، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے یہ شخص کون ہیں؟ وہ کہتا ہے محمد رسول اللہ، یہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے معجزات لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کر دی، اس سے پوچھا جائے گا کیا تم نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ کہے گا کسی شخص کے لیے اللہ کو دیکھنا سزاوار نہیں ہے، پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جائے گی وہ دیکھے گا دوزخ میں بعض آگ بعض کو جلا رہی ہے، اس سے کہا جائے گا دیکھو یہ وہ آگ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے تم کو بچا لیا ہے، پھر اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ جنت کی نعمتوں اور تر و تازگی کو دیکھے گا، اور اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانا ہے، اور کہا جائے گا تم دنیا میں ایمان پر (زندہ) رہے، ایمان پر مرے اور ان شاء اللہ ایمان پر ہی اٹھائے جاؤ گے اور بدکار آدمی کو خوف اور دہشت کے ساتھ قبر میں بٹھایا جائے گا، اس سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس دین پر تھے؟ وہ کہے گا مجھے پتا نہیں، اس سے پوچھا جائے گا یہ شخص کون ہیں؟ وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک قول کہتے ہوئے سنا سو میں نے کہہ دیا، پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ جنت کی نعمتیں اور تر و تازگی دیکھے گا، اس سے کہا جائے گا دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے پھیر دیا ہے پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی، وہ دیکھے گا دوزخ میں بعض آگ بعض کو جلا رہی ہے، اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانا ہے، تم شک میں تھے، اور اسی پر مرے، اور ان شاء اللہ اسی پر اٹھائے جاؤ گے۔

۵ - امام حاکم کی روایت میں ہے اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے، اس کے دائیں جانب روزہ اور اس کے بائیں جانب زکوٰۃ ہوتی ہے، اور نفلی صدقات، صلہ رحم، لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن سلوک اور دیگر نیکیاں اس کے پیروں کی جانب ہوتی ہیں، سو جس جانب سے بھی عذاب آئے اس کو منع کیا جاتا ہے، پھر اس کو بٹھا دیا جاتا ہے اور اس کو سورج غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ (الحدیث بطولہ) امام حاکم نے اس کو صحیح حدیث کہا ہے اور کہا ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

۶ - امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قبر میں میت کو یا تم کو رکھا جاتا ہے تو سیاہ اور نیلے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ شخص وہی بات کہے گا جو وہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے یہ کہیں گے کہ ہمیں علم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر در ستر وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی

پھر اس سے کہا جائے گا سو جاؤ، وہ کہے گا میں واپس جا کر اپنے اہل خانہ کو خبر دے دوں، فرشتے اس سے کہیں گے اس طرح سو جاؤ جس طرح وہ دلہن سوتی ہے جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھا دے، اور اگر وہ شخص منافق ہو تو وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی، فرشتے کہیں گے کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا اس کے ساتھ جڑ جاؤ پھر زمین اس کے ساتھ جڑ جائے گی اور اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جائیں گی، اور اس کو اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔ لے

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

۷۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے، ہم قبر کے پاس پہنچے ابھی تک لحد نہیں بنائی گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے، ہم اس طرح بیٹھے تھے جیسے ہمارے سروں پر پرندے ہوں، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے، پھر آپ نے سر اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، پھر فرمایا جب بندہ مومن کا دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ایسے سفید چہرے والے فرشتے نازل فرماتا ہے، جیسے ان کے چہرے آفتاب ہوں، ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن اور جنت کی خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ فرشتے منتہیٰ نظر تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، اور ملک الموت علیہ السلام آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے پاکیزہ روح! اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکلو، پھر روح اس طرح نکلتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے اور جب وہ اس کو پکڑتا ہے تو آسمان سے آنے والے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی نہیں چھوڑتے، اور ملک الموت سے اس روح کو لے کر جنت سے لائے ہوئے کفن میں رکھ دیتے ہیں، اور اس خوشبو کو اس کے کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اس سے روئے زمین کی سب سے پاکیزہ خوشبو آتی ہے، وہ اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ اس کو لے کر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ کون سی پاکیزہ خوشبو ہے پھر دنیا میں اس شخص کا جو سب سے اچھا نام تھا فرشتے وہ نام بتلاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہاں تک کہ آسمان دنیا پر آتے ہیں اور وہ ان کے لیے کھولا جاتا ہے، پھر ہر آسمان سے مقرب فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو، اور اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دو، پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: من ربک "تیرا رب کون ہے؟" وہ کہتا ہے ربی اللہ "میرا رب اللہ ہے"، پھر وہ پوچھتے ہیں ما دینک "تیرا دین کیا ہے؟" وہ کہتا ہے دینی الاسلام "میرا دین اسلام ہے"، وہ پھر پوچھتے ہیں: ما ھذا

لے۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الرجل الذی بعث فیکم "یہ کون شخص ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟" وہ کہتا ہے رسول اللہ۔ پھر وہ اس سے پوچھیں گے تیرے اعمال کیا ہیں؟ وہ کہے گا: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا، اور اس کی تصدیق کی، پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی قبر میں منتہائے نظر تک وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کے پاس ایک خوبصورت، خوش لباس اور پاکیزہ خوشبو والا شخص آئے گا اور کہے گا تمہیں بشارت ہو، یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں، پھر وہ شخص کہے گا: اے میرے رب تو قیامت کو قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں! اور جب بندۂ کافر کا دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف روانگی کا وقت آتا ہے تو سیاہ فام فرشتے آتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں، اور وہ اس کے پاس منتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کی طرف نکل، وہ روح اس کے جسم میں پراگندہ ہو جاتی ہے، ملک الموت اس کی روح کو اس طرح کھینچ کر نکالتا ہے جس طرح گیلی اون میں سے لوہے کی سیخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔ پھر وہ اس روح کو پکڑ لیتا ہے، اور آسمان سے آنے والے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ سے پلک جھپکنے سے پہلے لے کر اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں اور روئے زمین پر کسی مُردار کی سخت ترین بدبو سے زیادہ سخت بدبو اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں پھر وہ اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس بھی گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ کیسی سخت بدبو ہے، پھر اس شخص کا دنیا میں جو بدترین نام ہوتا ہے فرشتے اس کا وہ نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے حتیٰ کہ آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط۔ (اعراف: ۴۰)

کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں جائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کا اعمال نامہ زمین کے سب سے نچلے طبقہ سجین میں رکھ دو، پھر اس کی روح کو دھکا دیا جائے گا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوى به الريح فى مكان سحيق۔ (حج: ۳۱)

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر اس کو (مردار خور) پرندے اچک لیتے ہیں یا تیز ہوائیں اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہیں۔

پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے، اور دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے

ہیں: من ربک "تیرا رب کون ہے" وہ کہتا ہے ھاھاہ لا ادری "افسوس میں نہیں جانتا" پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا، پھر اس کے لیے آگ کا فرش بچھایا جاتا ہے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور دوزخ کی گرم ہوائیں آتی ہیں اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جاتی ہیں، اور ایک انتہائی بدشکل اور بدلباس شخص آتا ہے جس سے سخت بدبو آتی ہے اور کہتا ہے تم کو تمہاری بداعمالیاں مبارک ہوں، یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ شخص پوچھے گا تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا میں تمہارا برا عمل ہوں پھر وہ شخص کہے گا اے میرے رب قیامت قائم نہ کرنا۔ یہ صحیح حدیث ہے، دیگر روایات میں اس کا اختصار ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں۔[۱]

۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو تم کو اس کی تصدیق کی خبر دیتا ہوں، بے شک جب مومن فوت ہوتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے:

من ربک ما دینک من نبیک فیقول ربی اللہ دینی الاسلام و نبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔	تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پھر اس کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس میں کشادگی کر دی جاتی ہے، پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی:

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ (ابراھیم: ۲۷)	اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔[۲]

آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رہا کافر اور منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے جو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا میں وہی کہتا تھا، اس سے کہا جائے گا تم نے جانا نہ کہا۔ (الحدیث)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی بعض احادیث میں "کافر اور منافق" ہے اور بعض احادیث میں "کافر یا منافق" ہے، امام ابو داؤد کی روایت میں ہے "کافر کو جب قبر میں رکھا جائے گا" اسی طرح امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، حضرت براء بن عازب کی طویل حدیث میں بھی اسی طرح ہے، امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "اگر کافر یا منافق ہو" اور حضرت اسماء کی روایت میں ہے "اگر کافر یا فاجر ہو" امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت

---

[۱] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[۲] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳، ص ۵۴

اسماء سے روایت کیا ہے "رہا منافق" امام احمد نے حضرت عائشہ سے اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے: "رہا بدکار آدمی" اور امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے: اگر وہ اہل شک سے ہو۔
ہر چند کہ یہ روایات لفظاً مختلف ہیں، لیکن ان تمام روایات میں اس پر اتفاق ہے کہ کافر اور منافق سے بھی سوال کیا جائے گا، اور ان روایات میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف ان لوگوں سے ہو گا جو ایمان کے مدعی ہیں خواہ ان کا دعویٰ حق ہو یا باطل (یعنی مومن ہوں یا منافق) ان کی دلیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے موقوفاً روایت کیا ہے: سوال صرف مومن اور منافق سے ہو گا رہا کافر تو اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، اور بکثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ میں اس بات کی صراحۃً تصریح ہے کہ کافر سے بھی سوال کیا جائے گا اور ان کو قبول کرنا زیادہ لائق ہے۔ (بلکہ واجب ہے۔) اور حکیم ترمذی نے وثوق سے کہا ہے کہ کافر سے سوال کیا جائے گا۔
ناسمجھ بچے سے سوال کیے جانے میں بھی اختلاف ہے، علامہ قرطبی نے تذکرہ میں وثوق سے بیان کیا ہے کہ اس سے بھی سوال کیا جائے گا، فقہاء احناف سے بھی یہی منقول ہے اور بہ کثرت شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ناسمجھ بچے سے سوال نہیں کیا جائے گا۔
نبی سے سوال کیے جانے میں بھی اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی سے سوال نہیں ہو گا، کیونکہ سوال ان کے ساتھ مخصوص ہے جن کی آزمائش ہونی چاہیے۔
علامہ ابن عبدالبر مالکی کا میلان اس طرف ہے کہ کافر سے سوال نہیں ہو گا، وہ کہتے ہیں کہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کی آزمائش ہو گی جو اہل قبلہ میں سے ہوں اور کافر منکر سے اس کے دین کے متعلق سوال نہیں ہو گا، علامہ ابن قیم حنبلی نے کتاب الروح میں اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ کتاب اور سنت میں اس پر دلیل ہے کہ سوال کافر اور مومن دونوں سے ہو گا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ (ابراھیم: ۲۷)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر قائم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

اور صحاح، سنن اور مسانید کی بہ کثرت روایات میں کافر سے سوال کیے جانے کا ذکر ہے (جن کا ابھی بیان ہو چکا ہے) اور علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ کافر منکر سے سوال نہیں ہو گا بلا دلیل ہے، بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید میں کافر سے سوال کیے جانے کی تصریح ہے:

فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین۔ (اعراف: ۶)

تو بے شک ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور بے شک ہم رسولوں سے ضرور سوال کریں گے۔

فوربك لنسئلنھم اجمعین۔ (حجر: ۹۲)

تو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔

البتہ کافر سے سوال کی نفی کرنے والا ان مؤخر الذکر دو آیتوں کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں میں قیامت کے دن کے سوال کا ذکر ہے اور موضوع بحث قبر کا سوال ہے، ہاں اول الذکر سورۂ ابراہیم کی آیت کا تعلق قبر کے سوال سے ہے، اور اس آیت میں مومن اور کافر دونوں کا ذکر ہے۔ [1]

آیا پچھلی اُمتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس اُمت کے ساتھ مخصوص ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قبر میں سوال کیے جانے کے ساتھ آیا یہ امت مخصوص ہے یا اس سے پہلی امتوں سے بھی سوال کیا جاتا رہا ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے، حکیم ترمذی نے اسی پر وثوق کیا ہے، انھوں نے کہا اس سے پہلی امتوں کے پاس رسول آتے تھے اگر وہ ان کی اطاعت کر لیتیں تو فبہا اور اگر ان کی امتیں اطاعت نہ کرتیں تو رسول ان سے الگ ہو جاتے اور ان پر جلد عذاب آجاتا، اور جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا تو ان سے عذاب روک لیا، جو شخص اسلام کو ظاہر کرتا ہے اس کا اسلام قبول کر لیا جاتا ہے خواہ اس کے باطن میں کفر ہو یا اسلام، اور جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کے پاس آزمائش کے لیے فرشتے قبر میں آتے ہیں تاکہ سوال کر کے ان کے باطنی امر کو معلوم کر لیں اور اللہ تعالیٰ خبیث کو طیب سے الگ کر دے، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے، اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔ حکیم ترمذی کی اس عبارت کی حضرت زید بن ثابت کی اس مرفوع حدیث سے تائید ہوتی ہے کہ "اس امت کی ان کی قبروں میں آزمائش کی جائے گی" اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، امام احمد نے بھی حضرت ابو سعید سے اس قسم کی روایت بیان کی ہے، اور فرشتوں کے اس قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے "تم اس شخص محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے ہو۔"

نیز امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "رہی قبر کی آزمائش تو تم میری وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہو اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔" اور علامہ ابن قیم کا میلان اس طرف ہے کہ پہلی امتوں سے بھی قبر میں سوال کیا جاتا تھا، انھوں نے کہا احادیث میں ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جو پہلی امتوں سے سوال کی نفی کرے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنی اُمت کے امتحان کی کیفیت کو بیان کیا ہے، اور دوسری امتوں سے سوال کیے جانے کی نفی نہیں فرمائی، انھوں نے کہا جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی کا اپنی امت کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا، اور ان کی امتوں کے کافروں کو سوال کے بعد عذاب دیا جائے گا اور جس طرح آخرت میں ان پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو عذاب ہوگا، اسی طرح قبر میں بھی ان سے سوال کرنے اور ان پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو عذاب دیا گیا۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس مسئلہ میں حکیم ترمذی اور علامہ ابن قیم کا یہ اختلاف انھی دلائل کے ساتھ نقل کیا ہے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۹ - ۲۳۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۰،

اور اس مسئلہ میں اپنی کوئی رائے نہیں بیان کی۔ [1] حافظ ابن عبد البر اور علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ خاص ہے۔

آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ان کی قبروں میں سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ مومنین کے بچوں سے سوال کیا جائے گا۔ [2]

علامہ کمال بن ابی شریف اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام سے اس لیے سوال نہیں کیا جائے گا کہ حدیث میں ہے کہ امت کے بعض صالحین کی ان کے نیک عمل کی وجہ سے قبر میں آزمائش نہیں ہوگی، مثلاً شہید، سنن نسائی میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ مسلمانوں کی قبر میں آزمائش کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر چمکتی ہوئی تلواریں اس کی آزمائش کے لیے کافی ہیں، اور مثلاً جو شخص دن اور رات سرحد اسلام پر پہرہ دیتا ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں ہے "ایک دن اور رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا تو اس کے اس عمل کا یہ سلسلہ جاری رہے گا، اور اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رہے گا، اور جب امت کے بعض صالحین کے لیے قبر کی آزمائش سے محفوظ رہنا ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کی وجہ سے زیادہ لائق ہیں کہ وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہوں، اور باقی رہے مومنوں کے بچے تو وہ قبر کے سوال سے اس لیے محفوظ رہیں گے کیونکہ وہ غیر مکلف ہیں۔ [3]

قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ قبر میں سوال کرنے والے فرشتے کو فتان کہتے ہیں کیونکہ ان کا سوال جھڑکنے اور ڈانٹ ڈپٹ پر مشتمل ہوتا ہے اور ان کو منکر نکیر اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی صورت آدمیوں، فرشتوں، جانوروں اور حشرات الارض میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہوتی بلکہ ان کی صورت نئی شکل کی ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کے لیے ان کی خلقت مانوس نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے ان کو مومنین کے لیے ثابت قدمی، بصیرت اور تکریم کا سبب بنایا ہے، اور منافق کے لیے ان کو اس کے راز فاش کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ (علامہ سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس تحقیق کے لحاظ سے یہ لفظ کاف کی زبر کے ساتھ منکَر ہے قاموس میں بھی اسی پر وثوق کیا گیا ہے، علماء شافعیہ میں سے علامہ ابن یونس نے کہا ہے مومن سے سوال کرنے والے فرشتے کا نام مبشر بشیر ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا اگر یہ سوال کیا جائے کہ دو فرشتے ایک دن بلکہ ایک ساعت میں ان تمام مردوں سے کیسے

---

[1] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۶ - ۲۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، المسایرہ مع المسامرہ ص ۶۰ - ۵۹، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران

[3] علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، المسامرہ ص ۲۴۵ - ۲۴۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مکران

خطاب کر سکتے ہیں جو دنیا میں مختلف اور متفرق مقامات پر مدفون ہوتے ہیں، بایں طور کہ ان تمام مُردوں میں سے ہر مُردہ یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ فرشتے صرف اس سے مخاطب ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی جسامت اتنی عظیم اور محیط ہے کہ متعدد قبروں میں سے ہر قبر میں بہ یک وقت ان کی شکل نظر آئے گی اور ہر مُردہ یہ سمجھے گا کہ وہ فرشتہ صرف اس سے مخاطب ہے، (علامہ سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ قبر میں سوال کرنے والے صرف دو فرشتے نہ ہوں بلکہ منکر نکیر فرشتوں کی ایک نوع کا نام ہو جس کے متعدد افراد ہوں اور ہر قبر میں الگ الگ فرشتے آ کر سوال کریں، جیسے ہر انسان کے ساتھ الگ الگ کراماً کاتبین ہوتے ہیں، بعد میں میں نے دیکھا علامہ حلیمی نے منہاج میں یہی جواب دیا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ سوال کرنے والے فرشتوں کی ایک کثیر جماعت ہے جن میں سے بعض منکر اور بعض نکیر ہیں اور ہر میت کے پاس ان میں سے دو فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے جیسے انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کی ایک کثیر جماعت ہے اور ہر انسان کے ساتھ ان میں سے دو فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں۔ [1]

قبر کے سوال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق

بکثرت احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے سوال میں یہ کہیں گے کہ:

ما کنت تقول فی ھذا الرجل۔ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام حافظ العصر حافظ ابن حجر سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا میت کے لیے کشف کر دیا جائے گا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے؟ تو حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ: کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ میت کے لیے کشف کیا جائے گا البتہ بعض غیر مستند علماء نے بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ دعویٰ کیا ہے۔ البتہ حدیث میں وارد ہے "اس شخص" اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ اشارہ کا یہ تقاضا ہے کہ میت کے لیے آپ کو منکشف کر کے، آپ کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا جائے کہ تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ لیکن یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ میت کے ذہن میں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور موجود ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ [2]

ملا علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد اور امام طبرانی کی روایت میں ہے: "تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے"؛ علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ اشارہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میت کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے حتیٰ کہ وہ آپ کو دیکھ لے، اور اس سے آپ کے متعلق سوال کیا جائے، کیونکہ اس قسم کی چیز احتمال سے ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں یہ امتحان کا موقع ہے اور آپ کی شخصیت کو بہ غیر دیکھنا امتحان کے زیادہ قریب اور مناسب ہے، (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی زیارت بعض (مومنین) کے لیے مفید ہو اور بعض (کفار) کے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، شرح الصدور ص ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

[2] " " ، شرح الصدور ص ۶۰، " "

لیے مفید نہ ہو، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قبر میں صرف ان کو آپ کی زیارت کرائی جائے گی جنھوں نے دنیا میں آپ کی زیارت کی تھی اور جو آپ کی شخصیت مبارکہ کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے۔ [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

لفظ ھٰذا کے ساتھ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے یہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ آپ کی رسالت مشہور ہے اور آپ کا تصور ہمارے ذہنوں میں حاضر ہے، یا قبر میں آپ کی ذات حاضر کی جائے گی، بایں طور کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال لائی جائے گی، تاکہ آپ کے جان فزا جمال کے مشاہدہ سے اس سوال کی مشکل حل ہو جائے اور جو مسلمان آپ کے فراق کی ظلمت میں گرفتار تھے آپ کی ملاقات کے نور سے ان کا دل روشن اور شاد ہو جائے، اس حدیث میں آپ کے عشاق پریشاں کے لیے نوید اور بشارت ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں کوئی عاشق زار راہ خدا میں جان دے دے تو یہ عین مقصود ہے، اگر آپ کے رخ انور کے دیدار کی نعمت مل جائے تو ایک موت تو کیا ہزار موتیں بھی آجائیں تو کیا غم ہے۔ [2]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

یہ اشارہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ذہنوں میں حاضر ہیں اور یا اس وجہ سے ہے کہ آپ کی صورت میت پر منکشف کر دی جائے گی، پہلا احتمال شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی کا مختار ہے۔ شیخ محی الدین صاحب فتوحات نے کہا ہے کہ وصف رسالت کے بغیر صرف یہ کہنا کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے ___ شدید امتحان ہے۔ [3]

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ "ھٰذا" کو اشارہ حسیہ کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس میں حقیقت یہ ہے کہ اس کا مشار الیہ خارج میں محسوس اور موجود ہو اور ھٰذا کے ساتھ اشارہ ذہنیہ کرنا مجاز ہے۔

عارف جامی لکھتے ہیں:

اسماء الاشارۃ ما وضع لمشار الیہ اشارۃ حسیۃ بالجوارح والاعضاء لان الاشارۃ عند اطلاقھا حقیقۃ فی الاشارۃ الحسیۃ فلا یرد ضمیر الغائب وامثالہ فانھا للاشارۃ الی معانیھا اشارۃ ذھنیۃ لاحسیۃ ومثل ذٰلکم اللہ ربکم مما لیست الاشارۃ الیہ حسیۃ محمول علی التجوز۔ [4]

اسماء اشارۃ کو مشار الیہ کی طرف ظاہری اعضاء سے اشارہ حسیہ کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً اشارہ کیا جائے تو وہ اشارہ حسیہ میں حقیقت ہے اور ضمیر غائب سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ان کے ساتھ ان کے معانی کی طرف اشارہ ذہنیہ کیا جاتا ہے نہ کہ حسیہ اور ذالکم اللہ ربکم میں جو اشارہ حسیہ نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے (مجاز کا قرینہ یہ ہے کہ

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۱۹۹، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[3] علامہ عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبع قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[4] علامہ عبدالرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ، الفوائد الضیائیہ (شرح جامی) ص ۲۴۲، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی

چونکہ ہر چیز اللہ کے وجود اور اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے تو شدت وضوح کی وجہ سے اس کو بہ منزلہ محسوس نازل کر دیا گیا۔ سعیدی غفرلہ)

اور جب یہ ممکن ہے کہ صاحب قبر اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے اور وضع اصل اور حقیقت کے مطابق لفظ ہٰذا سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے یہ سوال کیا جائے کہ "تم اس شخص کو دنیا میں کیا کہتے تھے" تو پھر میت کے ذہن میں حاضر معنی اور تصور کی طرف اشارہ کر کے کسی قرینہ اور ضرورت شرعیہ کے بغیر اس کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے!

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صالحین اور مقربین پر کرم فرما کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں خود تشریف لے جائیں اور فرشتے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے سوال کریں: "تم اس شخص کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟" اور عام مومنین کے لیے حجابات اٹھا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روضہ انور میں دکھا کر سوال کیا جائے اور کفار اور منافقین کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے تم ان کو دنیا میں کیا کہتے تھے؟"

البتہ اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور وہ آپ کو پہچانتے نہیں ہیں ان سے یہ سوال کرنا کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے یہ عدل اور انصاف سے بعید ہے اور یہ سوال اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت دونوں کے خلاف ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے ذہن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا تصور ہے، کافر ہو یا مومن اس کو یہ علم ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ دین اسلام کے داعی تھے، سو میت کے ذہن میں جو آپ کا تصور ہے اس کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا جائے گا کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایات میں یہ ہے کہ تم محمد کے متعلق کیا کہتے تھے؟ مومن صاحب قبر اس وقت یہ کہے گا: یہ اللہ کے رسول اور اس کے نبی ہیں۔ اور کافر کہے گا افسوس میں نہیں جانتا! اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص دنیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ کہتا رہا ہو اس وقت بھی وہی کہے، سو اس وقت کوئی شخص یہ کہے گا:

میں یہ کہتا تھا:

وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است۔ [1]

نماز میں شیخ اور اس کی مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا خواہ رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، اپنی گائے اور گدھے کی صورت کا تصور کرنے سے بہت زیادہ برا ہے۔

کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کی ایک حدیث کا یہ معنی بیان کیا تھا:

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔ [2]

---

[1] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

[2] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، تقویۃ الایمان ص ۴۲، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور

کوئی کہے گا میں یہ کہتا تھا:

اسحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے (الی قولہ) پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ ہو۔ [1]

کوئی کہے گا میں یہ کہتا تھا:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ [2]

حضرت حسان فرط عقیدت سے یوں کہیں گے:

واحسن منك لم تر قط عيني	واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب	كانك قد خلقت كما تشاء

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت کے ہاں پیدا نہیں ہوا، آپ کو ہر عیب سے مبرا پیدا کیا گیا۔ گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا۔

مولانا جامی کہیں گے:

منم جامی بندہ کمتر ینست ——— چوں جبرئیل بسیار داری غلامے

میں آپ کا سب سے کم مرتبہ غلام جامی ہوں، آپ تو حضرت جبریل جیسے بہت سے غلام رکھتے ہیں۔

شیخ سعدی کہیں گے:

بلغ العلے بکمالہ، کشف الدجی بجمالہ، حسنت جمیع خصالہ، صلوا علیہ وآلہ۔

وہ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے، انھوں نے اپنے جمال سے اندھیرے دور کیے، ان کی تمام سیرت حسین ہے، ان پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ بھیجو۔

اور مصنف کہے گا:

اور جو بشریت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا جزو ہے، اس کے افضل خلائق ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، نور ہو یا کوئی اور عنصر تخلیق، آپ کے مادہ خلقت سے اس کو کیا نسبت ہے! اصل میں منشاء فضیلت آپ کی ذات ہے، بشر بھی اس لیے افضل ہے کہ آپ بشر ہیں، اگر آپ بشر نہ ہوتے تو بشریت کا یہ مقام نہ ہوتا! اگر آپ انسان

[1] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۵۲۔۵۱، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور
[2] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ حفظ الایمان ص ۴، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی

نہ ہوتے تو انسانیت کو یہ عروج نہ ہوتا، انسانیت کا احترام بھی آپ سے ہے اور بشریت کی عزت بھی آپ سے ہے!
(شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۹)

قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا؟

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اگر تم یہ سوال کرو کہ فرشتوں کے سوال کے بعد میت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے اور اگر میت شقی ہو تو اس کی روح سجین میں زمین کے ساتویں طبقہ میں جہنم کے کنارے ایک پتھر پر ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک قوم برزخ میں ہوگی، جنت میں نہ دوزخ میں، اس پر دلیل اصحاب اعراف کا قصہ ہے۔

گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لیے کیا کہا جائے گا اس کا علم اللہ ہی کو ہے، آیا ان کے لیے یہ کہا جائے گا کہ تم چین سے سو جاؤ، یا اس سے سکوت کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ نیک لوگوں کی روحیں اپنی قبروں پر آتی ہیں اور زیادہ تر وہ جمعہ کی شب آتی ہیں پھر جمعہ کے دن اور ہفتہ کی تمام شب طلوع آفتاب تک رہتی ہیں ان کو زندہ لوگوں کے احوال کا علم ہوتا ہے، نیک لوگوں میں سے جو فوت ہوتا ہے اس سے پوچھتی ہیں فلاں شخص نے کیا کیا اگر وہ اس کی نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر وہ اس کے خلاف ذکر کرتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ! اس کو برائیوں سے لوٹا دے!، اور اگر ان کو یہ بتا دیا جائے کہ وہ تو مر چکا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ تو کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ ہمارے طریقہ کے خلاف چلا اور جہنم میں گر گیا! اور ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اپنی قبروں پر ہوتے ہیں تو اگر ان کو سلام کیا جائے تو وہ سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ [۱]

مرنے کے بعد روحیں کیا کرتی ہیں اس کا عنقریب مفصل بیان کیا جائے گا۔

ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید، غازی، سرحد اسلام کے محافظ، عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الملک پڑھنے والے، جمعہ کے دن، یا جمعہ کی شب فوت ہونے والے اور سنت کی نیت سے خضاب لگانے والے سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ ابو القاسم سعدی نے کتاب الروح میں بیان کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ بعض مردوں کی قبر میں آزمائش نہیں ہوتی اور نہ ان کے پاس آزمائش کے لیے فرشتے آتے ہیں، اور ان مردوں کی تین قسمیں ہیں: بعض کا تعلق عمل سے ہے، بعض کا تعلق موت کے وقت کسی مصیبت میں مبتلا ہونے سے ہے اور بعض کا تعلق مخصوص زمانہ سے ہے۔

حسب ذیل احادیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض مردوں سے قبر میں سوال نہیں کیا جاتا:

۱۔ امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ باقی لوگوں کی قبر میں آزمائش کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر چمکنے والی تلواریں اس کی آزمائش کے لیے کافی ہیں۔

---

[۱] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

۲۔ امام نسائی نے اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس شخص نے ثابت قدمی سے دشمن (اسلام) سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا یا غالب آ گیا اس سے قبر میں آزمائش نہیں ہو گی۔

۳۔ امام مسلم نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا کیا ہوا عمل جاری رہتا ہے اور اس کا رزق جاری رہتا ہے اور وہ آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ امام ترمذی سند صحیح کے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے مرنے کے بعد اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنے کیونکہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتا ہوا مر جائے تو دنیا میں وہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا وہ عمل قیامت تک جاری رہے گا، اور اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ جب اس کو حشر کے دن اٹھائے گا تو خوف اور وحشت سے مامون رکھے گا اور اس کو قبر میں آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رکھے گا۔

۶۔ امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے مر گیا اس کے نیک اعمال کا اجر جاری رکھا جائے گا، اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور اس کو آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رکھا جائے گا، اور قیامت کے دن اس کو بڑے خوف سے محفوظ رکھ کر اٹھایا جائے گا۔

۷۔ امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کو قبر کی آزمائش سے مامون رکھے گا۔

۸۔ امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سرحد اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو گیا اس کو قبر کی آزمائش سے بچایا جائے گا اور اس کا رزق جاری کیا جائے گا۔

۹۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد اسلام پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام کی مثل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو گیا اس کے نیک اعمال کو جاری رکھا جائے گا اور اس کو آزمائش کرنے والوں سے مامون رکھا جائے گا، اور قیامت کے دن اس کو بہ حیثیت شہید اٹھایا جائے گا۔

۱۰۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کے لیے اسلام کی سرحد پر پہرہ دیا وہ ایک ماہ کے روزوں اور قیام کی مثل ہے، اس کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کا عمل قیامت تک کے لیے جاری کر دیا جائے گا۔

۱۱۔ امام جویبر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو شخص ہر رات کو سورۂ تبارک الذی پڑھتا ہے اس کو قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا۔

۱۲۔ امام ابو اسحٰق نے حضرت براء سے مرفوعاً روایت کیا ہے جو شخص سونے سے پہلے الم السجدۃ اور تبارک الذی پڑھ لے وہ عذاب قبر سے نجات پاتا ہے اور قبر کی آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۳۔ امام احمد، امام ترمذی نے سند حسن سے، امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔

۱۴۔ امام ابن جوزی نے موضوعات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو آدمی اپنے بالوں پر خضاب لگائے ہوئے مرتا ہے (یعنی زرد، عنابی، یا سرخ رنگ کا خضاب، سیاہ خضاب مراد نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) یا قبر میں داخل ہوتا ہے اس سے منکر نکیر سوال نہیں کرتے، منکر کہتا ہے اے نکیر اس سے سوال کرو، وہ کہتا ہے میں اس سے کیسے سوال کروں جس پر نور اسلام ظاہر ہے، ابن جوزی نے کہا اس کی سند میں داؤد بن صغیر ہے جو منکر الحدیث ہے۔ (علامہ سیوطی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نور اسلام کی تفسیر حدیث صحیح میں ثابت ہے، "یہود اور نصاریٰ نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو" یہ اس حدیث کی اصل ہے لہٰذا یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جس کی خضاب لگانے سے غرض سنت پر عمل کرنا ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے ان احادیث سے اُن احادیث کی تخصیص ہوتی ہے جن میں قبر میں سوال کیے جانے کا بالعموم ذکر ہے اور جب شہید سے سوال نہیں کیا جائے گا تو صدیق سے بطریق اولیٰ سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں صدیق کا ذکر شہید سے پہلے کیا گیا ہے اور سرحد کی حفاظت کرنے والے کا مرتبہ شہید سے کم ہے تو صدیق جس کا مرتبہ دونوں سے زیادہ ہے وہ کیونکر قبر کی آزمائش اور سوال سے محفوظ نہیں ہوگا، بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہید سے مراد وہ شخص ہے جو میدان جنگ میں شہید ہوا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہید سے مراد عام ہو، علامہ سیوطی نے حکمی شہداء کی تعداد تیس لکھی ہے، راقم نے احادیث کے حوالوں سے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں حکمی شہداء کی تعداد پینتالیس بیان کی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ "بذل الماعون فی فضل الطاعون" میں لکھا ہے کہ جو شخص طاعون میں مر گیا اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا کیونکہ اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا اس لیے وہ اس شخص کی طرح ہے جو میدان جنگ میں شہید ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قبر میں شہید کی آزمائش اس لیے نہیں کی جائے گی کہ وہ دنیا میں راہ حق میں جان دے کر آزمائش کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہے، اور سرحد پر پہرہ دینے والا بھی اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اپنے ایمان کے صدق کو ثابت کر چکا ہے، اور جمعہ کے دن فوت ہونے والے کی اس لیے آزمائش نہیں ہوتی کہ جمعہ کے دن جہنم میں آگ نہیں دہکائی جاتی اور اس کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جہنم کا داروغہ باقی دنوں میں جو کار روائی جہنم میں کرتا

ہے وہ جمعہ کے دن نہیں کرتا، پس جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندہ کی جمعہ کے دن روح قبض کرتا ہے تو یہ اس کی سعادت اور حسنِ عاقبت کی دلیل ہوتی ہے اور جمعہ کے دن اسی شخص کی روح قبض کی جاتی ہے جس کا سعید ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہوتا ہے، اس لیے اس کو قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے، کیونکہ آزمائش تو صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ مومن کا منافق سے امتیاز ہو جاتے۔ [1]

قبر میں مُردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی شخص مثلاً منگل کو فوت ہو تو جمعہ تک لوگ اس کی قبر پر قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں اور جب جمعہ کا دن شروع ہو تو وہ اس کو جمعہ کے حوالے کر کے آتے ہیں، ان کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ جب تک قرآن مجید کی تلاوت قبر پر ہوتی رہے گی وہ قبر کے سوال اور عذاب سے محفوظ رہے گا اور جمعہ آنے کے بعد تو سوال اور عذاب بہر حال ساقط ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کو وہ جمعہ کے حوالے کرنے کا نام دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ہو سکتا ہے وہ اس حیلہ سے اس میت کی مغفرت کر دے اور اس سے قبر کا عذاب اور سوال ساقط کر دے ہم کسی شخص کو قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے اور اللہ تعالیٰ سے میت کی مغفرت اور اس سے عذاب اور سوال ساقط کرنے کی امید رکھنے سے منع نہیں کرتے لیکن یہ نظریہ بہر حال بلا دلیل ہے۔ جس شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا ہو جمعہ آنے کے بعد وہ عذاب ختم نہیں ہو جاتا، یہ تو ہو سکتا ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی برکت سے عذاب نہ ہو لیکن جمعہ کے بعد اس سے عذاب بالکل ختم ہو جائے یہ ثابت نہیں ہے، بلکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہ گاروں کو قیامت تک عذاب دیا جاتا رہے گا اور قیامت تک کے عرصہ میں بے شمار جمعہ آئیں گے اور ان جمعوں کے بعد عذاب ہوتا رہے گا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ ایک شب حضرت جبرائیل اور میکائیل آپ کو ارض مقدسہ کی طرف لے گئے، وہاں آپ کو دکھایا کہ بعض لوگوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا پھر انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفصیل بتائی:

قلت طوفتمانی اللیلۃ فاخبرانی عما رایت قالا نعم قال اما الذی رایتہ یشق شدقہ فکذاب یحدث بالکذبۃ فتحمل عنہ حتی تبلغ الافاق فیصنع بہ الی یوم القیامۃ و الذی رایتہ یشدخ راسہ فرجل علمہ اللہ القرآن فنام عنہ باللیل ولم یعمل فیہ بالنہار یفعل بہ الی یوم القیامۃ۔ [2]

میں نے کہا تم دونوں مجھے آج رات بھر سیر کراتے رہے ہو، سو مجھے یہ بتاؤ کہ میں نے کیا دیکھا تھا! انھوں نے کہا اچھا، آپ نے جس شخص کے منہ میں گدی تک اور گدی سے منہ تک لوہے کی سلاخ کو ڈالے جاتے دیکھا یہ جھوٹا شخص تھا، یہ ایک جھوٹی بات کہتا اور یہ بات سب جگہ پھیل جاتی، اس کو قیامت تک عذاب دیا جاتا رہے گا اور آپ نے جس شخص کے سر کو پتھر سے پھاڑا جاتے ہوئے دیکھا، یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، شرح الصدور ص ۶۳ - ۶۱ - ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

دیا یہ رات کو قرآن مجید سے اعراض کر کے سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا اس کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

صحیح بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ آنے کے بعد قبر میں عذاب ختم نہیں ہوتا، اور احادیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جس شخص کو جمعہ کے دن دفن کیا جائے اس پر قبر میں عذاب نہیں ہوتا یا اس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا البتہ احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب فوت ہو جائے اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے نہ اس سے سوال ہوتا ہے خواہ اس کو جمعہ کے دن دفن کیا جائے یا ہفتہ کے دن۔

قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا

علامہ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

۱۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کوئی شخص اس آدمی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۲۔ امام عقیلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابورزین نے کہا یا رسول اللہ! میرا راستہ قبرستان سے گذرتا ہے، آیا میں ان کے پاس سے گذرتے وقت ان سے کوئی بات کروں؟ آپ نے فرمایا کہو:

السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

اے قبروں والے مسلمانو! تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں، اور بے شک ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔

ابورزین نے کہا یا رسول اللہ! یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنتے ہیں لیکن تم کو جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے، (یعنی ایسا جواب نہیں دے سکتے جس کو جن اور انس سن سکیں، وہ اس طرح جواب دیتے ہیں جس کو عادۃً سنا نہیں جاتا) آپ نے فرمایا: اے ابورزین کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ فرشتے بھی تم کو اتنی مرتبہ جواب دیں۔

۳۔ امام احمد اور حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ میں گھر میں داخل ہو کر اپنے فاضل کپڑے اتار دیتی تھی کہ یہاں میرے والد اور خاوند ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی قبریں ہیں) اور جب حضرت عمر کو ان کے ساتھ دفن کیا گیا تو میں حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے تمام کپڑوں کو مضبوطی سے پہنے رکھتی تھی۔

۴۔ امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن واسع سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد مردے زیارت کرنے والے کو جانتے ہیں۔

۵۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں

ایک عبادت گذار نوجوان مسجد میں رہتا تھا، حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کا راستہ ایک عورت کے دروازہ کے پاس تھا، وہ اس پر فریفتہ ہو گئی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی، ایک رات جب وہ وہاں سے گذرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی، اس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

ان الذين اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطن تذكروا فاذا هم مبصرون ۔ (اعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

وہ جوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں، ادھر اس کا باپ پریشان تھا وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو وہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہوا ملا، انھوں نے اپنے گھر والوں کو بلایا وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے، رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے تم کو کیا ہوا تھا؟ بیٹے نے ٹالنا چاہا، باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا، تب بیٹے نے تمام ماجرا سنایا، باپ نے پوچھا بیٹا وہ کون سی آیت تھی؟ تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی، اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو گیا، ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بحق ہو چکا تھا، انھوں نے اس کو غسل دے کر رات ہی میں دفن کر دیا، صبح کو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر نے اس کے پاس جا کر تعزیت کی، حضرت عمر نے فرمایا تم نے دفن کے وقت مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا اس وقت رات تھی، حضرت عمر نے فرمایا ہمیں اس کی قبر کے پاس لے چلو، حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر نے کہا اے فلاں! ولمن خاف مقام ربه جنتن "و جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں" اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب نے دو جنتیں دو مرتبہ عطا فرمائی ہیں۔

(شرح الصدور ص ۸۹ - ۸۸، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری مصر)
(کنز العمال ج ۲ ص ۵۱۷ - ۵۱۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبع الخامس، ۱۴۰۵ھ)
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۵ھ)

۶۔ امام ابن جوزی نے عیون الحکایات میں ابو علی ضریر سے روایت کیا ہے کہ تین شامی نوجوان رومیوں سے جہاد کرتے تھے وہ بہت ماہر شہسوار اور بہادر تھے، ان کو ایک مرتبہ روم میں قید کر لیا گیا، بادشاہ نے کہا میں تم کو ملک میں حصہ دار کروں گا اور اپنی بیٹیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا بشرطیکہ تم دین نصرانیت میں داخل ہو جاؤ، انھوں نے انکار کیا اور کہا یا محمداہ، پھر بادشاہ نے تین دیگیں منگوائیں، ان میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ جلائی جاتی رہی اور ہر روز ان کو اس جلتے ہوئے تیل پر پیش کیا جاتا، اور ان کو دین نصرانیت کی طرف دعوت دی جاتی، لیکن وہ

انکار کرتے رہے، پھر پہلے بڑے بھائی کو اس جلتے ہوئے تیل میں ڈالا، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے سب سے چھوٹے بھائی کو اس تیل کے قریب لایا گیا، تب ان کے ایک رومی سردار نے بادشاہ سے کہا، اے بادشاہ میں اس کو اس کے دین سے پھیر دوں گا، بادشاہ نے پوچھا وہ کس طرح؟ اس نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ عرب عورتوں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اور روم میں میری بیٹی سے زیادہ کوئی حسین نہیں ہے، آپ اس لڑکے کو میرے حوالے دیں، میں اس کو اپنی بیٹی کے ساتھ تنہائی میں رکھوں گا، وہ عنقریب اس کو اس کے دین سے بہکا دے گی، بادشاہ نے اس کو چالیس دن کی مہلت دی اور اس نوجوان کو اس کے حوالے کر دیا، اس نے اپنی بیٹی کو تمام صورت حال سمجھا کر اس نوجوان کو اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا، بیٹی نے کہا: آپ اس کو میرے پاس چھوڑ دیں، میں اس کو دین سے بہکانے کی ضامن ہوں! وہ نوجوان مجاہد دن بھر روزہ دار رہتا اور رات قیام میں گذارتا، حتیٰ کہ اکثر ایام گذر گئے، سردار نے اپنی بیٹی سے پوچھا تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا میں کچھ نہیں کر سکی، اس مجاہد کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں شاید اس کو ان کی یاد ستاتی ہے اس لیے یہ میری طرف مائل نہیں ہوتا، آپ بادشاہ سے کچھ دنوں کی اور مہلت لیں اور اس کو میرے ساتھ کسی اور شہر میں بھیج دیں، سردار نے بادشاہ سے مہلت لے کر اس کو کسی اور بستی میں بھیج دیا، وہاں بھی اس نوجوان کا یہی معمول رہا وہ دن کو روزہ رکھتا اور رات قیام میں گذار دیتا، حتیٰ کہ جب مقررہ مدت کے ختم ہونے میں چند دن رہ گئے تو اس لڑکی نے کہا: اے جوان! میں دیکھتی ہوں کہ تم ہر وقت رب عظیم کی تقدیس کرتے ہو، میں بھی اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر کے تمہارے ساتھ تمہارے دین میں داخل ہو جاتی ہوں، نوجوان نے پوچھا یہاں سے نکلنے کا کیا حیلہ ہوگا اس لڑکی نے کہا میں کوشش کرتی ہوں، وہ ایک سواری لے کر آئی وہ دونوں اس پر سوار ہوئے، وہ رات بھر اس پر سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے، ایک رات سفر کے دوران انھوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں، دیکھا تو وہ اس کے دونوں بھائی تھے اور ان کے ساتھ فرشتے بھی تھے، اس مجاہد نے اپنے دونوں بھائیوں کو سلام کیا اور ان کا حال پوچھا، انھوں نے کہا جب تم نے دیکھا کہ ہم نے جلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگایا غوطہ لگانے کے بعد جب ہم ابھرے تو جنت الفردوس میں تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ اس لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی پر ہم گواہ ہو جائیں، پھر انھوں نے اپنے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کی شادی کر دی اور واپس چلے گئے، اور وہ مجاہد شام کے شہروں میں چلا گیا اور لڑکی کے ساتھ رہا اور اس زمانہ میں شام میں ان کا یہ واقعہ بہت مشہور تھا۔ لے

(شرح الصدور ص ۹۰ - ۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

۷۔ رسالہ قشیریہ میں ایک کفن چور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، ایک عورت فوت ہو گئی، لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اس کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی، تاکہ اس عورت کی قبر کا پتا چل جائے، جب کافی رات گذر گئی تو اس کفن چور نے اس عورت کی قبر کھود دی، اس عورت نے کہا سبحان اللہ! بخشا ہوا مرد، بخشی ہوئی عورت کا کفن اتار رہا ہے کفن چور نے کہا ٹھیک ہے، تم کو بخش دیا گیا ہوگا میں کیسے بخشا ہوا ہوں؟ اس عورت نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا اور جن لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی ان سب کو بخش دیا، اور تم نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی تھی، پھر اس شخص نے وہ کفن چھوڑ دیا، قبر پر مٹی ڈال دی اور سچی اور پکی توبہ کر لی۔

(شرح الصدور ص ۹۰، ۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

علامہ یافعی نے کہا کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مُردوں کی روحیں بعض اوقات علیین یا سجین سے قبروں میں ان کے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں، جب اللہ تعالیٰ چاہے ایسا ہوتا ہے، خصوصاً جمعہ کی شب کو وہ قبروں میں بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں، اور ثواب والوں کو ثواب ہوتا ہے اور عذاب والوں کو عذاب ہوتا ہے، جب تک روحیں علیین یا سجین میں ہوتی ہیں صرف روحیں ثواب یا عذاب کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، اور قبروں میں روحیں اور جسم دونوں عذاب میں شریک ہوتے ہیں۔

علامہ ابن قیم نے کہا ہے کہ یہ احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر کی زیارت کرتا ہے تو قبر والے کو اس کا علم ہوتا ہے، وہ اس کا کلام سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہ امر شہداء اور دوسرے مُردوں کے حق میں عام ہے، اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

(شرح الصدور ص ۹۴-۹۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)

۸۔ امام ابن ابی الدنیا نے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی گویا اس نے ان کے جنازوں پر حاضر ہو کر رحمت کی دعا کی۔

۹۔ امام بیہقی نے ابو درداء سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ وہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کو جاتے تھے، ایک دفعہ بہت دنوں تک نہیں گئے اور سوچا میں تو مٹی کو دیکھ کر آتا ہوں، پھر انھوں نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے: اے بیٹے! کیا ہوا؟ اب تم پہلے کی طرح زیارت کو نہیں آتے! انھوں نے کہا میں تو مٹی کی زیارت کرتا ہوں! انھوں نے کہا: اے میرے بیٹے! ایسا نہ کرو! بہ خدا جب تم میری زیارت کے لیے آتے تھے تو میرے پڑوسی مجھے مبارک باد دیتے تھے، اور جب تم واپس جاتے تھے تو میں تم کو دیکھتا رہتا تھا حتیٰ کہ تم کوفہ میں داخل ہو جاتے۔

۱۰۔ امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی عثمان بن سودہ سے روایت کرتے ہیں ان کی والدہ بہت عبادت گذار تھیں، ان کو راہبہ کہا جاتا تھا، جب وہ فوت ہو گئیں تو میں ہر جمعہ کی شب ان کی زیارت کے لیے جاتا تھا، اور ان کے لیے اور دیگر اہل قبور کے لیے دعا اور استغفار کرتا تھا، ایک رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا، میں نے پوچھا: اے امی! آپ کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا اے بیٹے! موت کی بہت تکلیف ہوتی ہے اور میں الحمد للہ اچھے برزخ میں ہوں اس میں ریحان کا فرش اور سندس اور استبرق کا تکیہ ہے، میں نے پوچھا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ کہا: ہاں، میں نے پوچھا کیا حاجت ہے؟ انھوں نے کہا تم جو ہماری زیارت کرتے ہو اور ہمارے لیے دعا کرتے ہو اس کو ترک نہ کرنا، کیونکہ جمعہ کے دن میں تمہارے آنے سے مانوس ہوتی ہوں، جب تم آتے ہو تو کہا جاتا ہے: اے راہبہ تمہارے ہاں سے ایک زائر آیا ہے اس سے میں بھی خوش ہوتی ہوں اور دیگر مُردے بھی خوش ہوتے ہیں۔[۱]

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۹۵-۸۴، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر

روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام مسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، جنت کی نہروں میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔

امام احمد، امام ابو داؤد، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے جو اصحاب جنگ احد میں شہید ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا کہ وہ جنت کی نہروں پر جائیں اور وہاں کے پھل کھائیں، پھر وہ ایسی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں، حضرت ابو سعید خدری سے بھی اسی طرح مروی ہے، ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ بچوں کی روحیں جنت کی چڑیوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور سیر کرتی ہیں۔

امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے کہ مومن کی روح جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔

امام ابن مندہ نے حضرت ام کبشہ بنت معرور رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ روحیں کہاں جاتی ہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں اس طرح بیان فرمایا کہ گھر والے رونے لگے! آپ نے فرمایا مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جنت میں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش الہٰی کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں اور یہ دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو ہم سے ملا دے اور جو تو نے وعدہ فرمایا ہے وہ عطا فرما دے، اور کافروں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جہنم سے کھاتی پیتی ہیں، اور جہنم ہی کی ایک کوٹھڑی میں بسیرا کرتی ہیں اور یہ دعا کرتی ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہم سے نہ ملانا اور جس عذاب سے تو نے ہم کو ڈرایا ہے وہ عذاب ہم کو نہ دینا۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ارواح اپنے مقامات کے لحاظ سے برزخ میں مختلف مقامات پر رہتی ہیں، اس لیے دلائل میں کوئی تعارض نہیں ہے، انبیاء علیہم السلام کی روحیں ملاء اعلیٰ میں علیین میں ہیں اور ان میں بھی فرق مراتب ہے، اور شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، بعض روحیں جنت کے دروازوں پر ہونگی جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور بعض روحوں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا جیسا کہ چادر چرانے والے شخص کے متعلق ہے کہ اس کی قبر میں آگ جلائی جاتی ہے، اور سفلی روحوں کو زمین پر قید کر لیا جاتا ہے، زانیوں کی روحیں آگ کے تنور میں ہوتی ہیں اور سود خوروں کی روحیں خون کے دریا میں ہوتی ہیں اس لیے تمام روحوں کا ایک ہی مستقر نہیں ہے لیکن مقامات مختلف ہونے کے باوجود روحوں کا اپنے جسموں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہوتا ہے تاکہ وہ عذاب اور ثواب کا ادراک کر سکیں۔

حافظ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں، اور کافروں کی روحیں سجین میں ہیں، اور ہر روح کا جسم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہے، جو دنیاوی تعلق سے مختلف ہے، اس تقریر سے تمام احادیث کا تعارض دور ہو جاتا ہے اور ارواح خواہ علیین میں ہوں یا سجین میں، ان کا اپنے جسموں کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے

اب اگر میت کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کریں یا اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں تب بھی روح کا اپنے جسم یا اس جسم کے اجزاء اصلیہ سے اتصال باقی رہتا ہے۔ [1]

روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا

علامہ علی متقی ہندی، امام طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ اللہ کے بندوں میں سے بخشے ہوئے لوگ ملاقات کرتے ہیں جیسے دنیا میں بشارت دینے والے ملتے تھے، وہ کہتے ہیں اپنے صاحب کو دیکھو تاکہ اس کو آرام حاصل ہو کیونکہ یہ پہلے شدید تکلیف میں تھا، پھر اس سے سوال کرتے ہیں کہ فلاں مرد کا کیا ہوا؟ فلاں عورت کا کیا ہوا، کیا اس کی شادی ہو گئی؟ پھر اس شخص کے متعلق پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہوا تھا، وہ بتاتا ہے وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو گیا! وہ کہتے ہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ دوزخ میں ڈال دیا گیا! اور بے شک تمہارے اعمال برزخ میں تمہارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ اعمال نیک ہوں تو وہ مسرور اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اللہ یہ تیرا فضل اور رحمت ہے، تو اس شخص پر اپنی نعمت پوری کر اور اسی عمل پر اس کا خاتمہ کر اور بُرے اعمال بھی ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اس وقت وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ اس کو اعمال صالحہ عطا فرما، اس سے راضی ہو اور اس کو اپنا مقرب بنا لے۔ [2]

علامہ علی متقی ہندی، دیلمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بُرے عملوں سے اپنے عزیزوں کو رسوا نہ کرو کیونکہ تمہارے قبر والے رشتہ داروں پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ [3]

علامہ علی متقی ہندی، حاکم کی مستدرک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اب دنیا صرف اتنی مدت رہ گئی ہے جتنی مدت میں مکھی فضا میں ادھر اُدھر جاتی ہے، قبروں میں جو تمہارے بھائی ہیں ان سے ڈرو، کیونکہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ [4]

علامہ علی متقی ہندی، امام ابن النجار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مومن فوت ہو جائے اور اس کے پڑوسیوں میں سے دو شخص یہ کہیں کہ ہمیں اس کے متعلق نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں، خواہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی اس بندے کے متعلق شہادت قبول کر لو، اور اس کے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۰۲ - ۹۶ ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبری

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵، " " " "

[4] " " " " ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵، " " " "

متعلق جو مجھے علم ہے اس سے درگزر کرلو۔[1]

زیارت قبور کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

زیارت قبور میں علماء کا اختلاف ہے، علامہ حازمی نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت ہے، علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے کا حکم عام ہے، جیسے پہلے قبروں کی زیارت سے ممانعت عام تھی، پھر جب یہ عام ممانعت منسوخ ہوگئی تو مردوں اور عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہوگیا، زیارت قبور کی اباحت اور جواز پر بہ کثرت احادیث مروی ہیں:

۱۔ امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔

۲۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی ماں (رضی اللہ عنہا) کی قبر کی اجازت دے دی گئی ہے، سو اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیوں کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۳۔ امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ دنیا میں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۴۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا تھا، پھر فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو اور کوئی بری بات نہ کہنا۔

۵۔ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی پھر آپ روئے اور جو اصحاب آپ کے گرد تھے وہ بھی روئے، پھر آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت طلب کی تھی مجھے یہ اجازت نہیں دی (تاکہ استغفار کرنے سے کسی کو والدہ ماجدہ کے متعلق ارتکاب معصیت کا وہم نہ ہو کیونکہ جب غیر معصوم کے لیے استغفار کیا جائے تو اس سے اس کے ارتکاب معصیت کا شبہ ہوتا ہے) پھر میں نے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی، سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔

۶۔ امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت دی ہے۔

۷۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت جابان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو خطبہ دیا اور ان تین چیزوں کو حلال کر دیا جن سے پہلے آپ نے منع فرمایا تھا، ان کے لیے زیارت قبور، قربانی کے گوشت اور برتنوں کی اجازت دے دی۔

۸۔ امام حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: قبر کی زیارت کرو، اس سے تم کو آخرت یاد آئے گی۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ ھ

۹۔ امام احمد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۱۰۔ امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبروں کے پاس سے گذرے تو ان کی طرف منہ کر کے فرمایا السلام علیکم۔

۱۱۔ امام احمد حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قبرستان گئے اور اہل قبور کو سلام کیا اور کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو انہیں سلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۲۔ امام ابن عبد البر سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۱۳۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، پھر کہا بعض اہل علم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حدیث زیارت قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی رخصت دی تو اس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہو گئے۔ [۱]

عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال مر النبي صلى الله عليه وسلم بامرأة تبكي عند قبر فقال اتقي الله واصبري قالت اليك عني فانك لم تصب بمصيبتي ولم تعرفه فقيل لها انه النبي صلى الله عليه وسلم فاتت باب النبي صلى الله عليه وسلم فلم تجد عنده بوابين فقالت لم اعرفك فقال انما الصبر عند الصدمة الاولى۔ [۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، اس نے کہا میرے پاس سے چلے جاؤ تم پر میری مصیبت نہیں آئی، اس نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر گئی وہاں اس نے دربان نہیں دیکھے، اس نے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، آپ نے فرمایا: صبر صرف صدمہ کی ابتداء کے وقت ہوتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [۳]

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو قبر کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کا

---

[۱] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰۔ ۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۳] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ " " ، ۱۳۷۵ھ

کسی کام کو مقرر اور ثابت رکھنا بھی بدعت ہے۔

نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے پوچھا وہ زیارت قبر کے وقت کیا کہیں؟

قالت کیف اقول لهم یا رسول الله! قال قولی السلام علی اهل الدیار من المؤمنین و المسلمین ویرحم الله المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء الله بکم لاحقون۔[1]

حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان سے کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم کہو: ان مسلمان اور مومن گھر والوں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔

نیز امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن ابی ملیکة ان عائشة اقبلت ذات یوم من المقابر فقلت لها یا ام المؤمنین من این اقبلت قالت من قبر اخی عبد الرحمان بن ابی بکر فقلت لها الیس کان رسول الله صلی الله علیه و اٰله وسلم نهی عن زیارة القبور، قالت نعم کان نهی ثم امر بزیارتها۔[2]

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ قبرستان سے آئیں، میں نے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے آرہی ہوں، میں نے کہا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا؟ انہوں نے کہا، ہاں آپ نے پہلے منع فرمایا تھا پھر آپ نے قبروں کی زیارت کرنے کا حکم دیا۔

عن حسین ان فاطمة بنت النبی صلی الله علیه و اٰله وسلم کانت تزور قبر عمها حمزة کل جمعة فتصلی وتبکی عنده هذا الحدیث رواته عن اخرهم ثقات۔[3]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کرتی تھیں، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن ابی ملیکة قال توفی عبد الرحمان بن ابی بکر بالحبشی قال فحمل الی مکة فدفن فیها فلما قدمت عائشة اتت قبر عبد الرحمان بن ابی بکر فقالت و کنا کندمانی جذیمة حقبة من الدهر حتی

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حبشہ میں فوت ہوگئے ان کو مکہ لا کر دفن کیا گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبدالرحمن کی قبر پر گئیں تو فرمانے لگیں: ہم جذیمہ کے دو ساتھیوں (عقیل اور مالک) کی طرح ایک عرصہ تک اس طرح ساتھ رہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
[3] ″ ″ ″ ، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۷، ″ ″ ″

قیل لن یتصدعا فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شہدتک ما زرتک۔[1]

ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے، اب جب کہ جدا ہو گئے تو اس طویل معیت کے مقابلہ میں یوں لگتا ہے کہ میں اور مالک کبھی ایک رات بھی ساتھ نہیں رہے، (یہ ایک مشہور شعر ہے) پھر فرمایا: بخدا اگر میں تمہاری موت کے وقت حاضر ہوتی تو تم جہاں فوت ہوئے تھے تم کو وہیں دفن کیا جاتا اور اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب زیارت کے لیے نہ آتی۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن زوارات القبور۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی بہ کثرت زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرات پر لعنت نہیں فرمائی زوارات پر لعنت فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مطلقاً زیارت کے لیے جانا ممنوع نہیں بکثرت جانا ممنوع ہے، کیونکہ بہ کثرت جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور فتنہ اور فساد کا بھی اندیشہ ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان میں صبر کم ہوتا ہے اور وہ بے صبری کا اظہار زیادہ کرتی ہیں، اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ زیارت قبور کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، ایک قوم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زیارت قبور کی رخصت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو شامل نہیں ہے۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ممکن ہے یہ حدیث بھی زیارت قبور کی رخصت سے پہلے کی ہو، جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہیں میرے نزدیک ان کا نہ جانا مستحب ہے اور جوان عورتوں کا قبروں پر جانا فتنہ سے خالی نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اپنے گھر کی چار دیواری میں لازم رہنے سے اور کوئی چیز بہتر نہیں ہے بہت سے علماء نے نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے جانے کو بھی مکروہ کہا ہے تو قبرستان میں جانا تو بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا، عورتوں پر جمعہ کا پڑھنا جو فرض نہیں ہے تو میرے خیال میں اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے، جو لوگ عورتوں کے لیے زیارت قبور کے جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دن قبرستان سے آرہی تھیں، میں نے پوچھا اے ام المومنین آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کر کے آرہی ہوں، میں نے عرض کیا، کیا رسول اللہ صلی

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] ″ ″ ″ ، جامع ترمذی ص ۱۷۱، ″ ″

اللہ علیہ وسلم نے قبور کی زیارت سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پہلے حضور نے منع فرمایا تھا بعد میں آپ نے زیارت قبر کا حکم فرمایا۔"

بعض علماء نے بوڑھی اور جوان عورتوں میں فرق کیا ہے، اور صرف زیارت اور مردوں سے اختلاط میں فرق کیا ہے، علامہ قرطبی مالکی نے کہا جوان عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا حرام ہے، اور رہیں بوڑھی عورتیں تو ان کا زیارت قبور کے لیے جانا جائز ہے، بہ شرطیکہ وہ مردوں سے اختلاط نہ کریں، اور ان شاء اللہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا۔ نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں زوّارات (بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) پر لعنت ہے اور زوّارات مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے جو بکثرت زیادہ قبور کے لیے جاتی ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت نہیں ہے اور نہ ان کی ممانعت ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو بکثرت زیارت کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ ان کے قبرستان میں زیادہ جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، ان کی پوشیدہ زینتوں کا اظہار ہوتا ہے اور عورتوں کا باہر نکلنا مشہور ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے جو قبروں کی تعظیم کی وجہ سے قبروں کے ساتھ لازم رہتے ہیں، اور عورتوں کے قبروں پر جانے سے ان کے رونے، چلانے اور واویلا کرنے کا بھی خدشہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں (مثلاً عورتوں کے زیادہ آنے جانے سے لوگ بھی فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور عورتوں کی عزت اور ناموس کو بھی خطرہ ہوتا ہے۔) اس اعتبار سے زائرات اور زوّارات (کبھی کبھی زیارت کرنے والیوں اور بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

"توضیح" میں مذکور ہے کہ حضرت بریدہ کی حدیث میں زیارت قبور کی ممانعت کے منسوخ ہونے کی تصریح ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی اور نخعی کو اجازت کی احادیث نہیں پہنچیں، اور شارع علیہ السلام سال کی ابتداء میں شہداء کی قبروں پر جاتے تھے اور فرماتے تھے:

السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ — تمہارے صبر کی وجہ سے تم پر سلام ہو اور دار آخرت کیا ہی اچھا ہے!

اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت شارع علیہ السلام نے ایک ہزار اصحاب کے ساتھ فتح مکہ کے دن اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی، ابن ابی الدنیا نے اس روایت کو بیان کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے زیارت قبور کی اجازت روایت کی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کرتے تھے، وہاں ٹھہرتے اور ان کے لیے دعا کرتے، اور امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور ان کی قبر مکہ میں تھی، ابن ابی حبیب نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے، وہاں بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گذرتے وقت سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ افعال کیے ہیں، امام مالک سے زیارت قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے منع کیا تھا پھر اس کی اجازت دے دی، سو اگر انسان ایسا کرے اور صرف نیک کلمات کہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز توضیح

میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم پر آتے اور عرض کرتے

السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علیک یا ابا بکر ، السلام علیک یا ابتاہ ۔

صرف ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بتوں کی عبادت اور قبروں پر سجدہ کرنے کا رواج قریب تھا اور لوگ نئے نئے اس عہد سے نکلے تھے اور جب لوگوں کے دلوں میں اسلام مستحکم اور قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت کرنے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا خطرہ نہیں رہا تو آپ نے قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا، کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے اور طاؤس سے منقول ہے کہ دفن کے بعد لوگ سات دن تک قبر سے جدا نہ ہونے کو مستحب قرار دیتے تھے کیونکہ مردوں سے قبروں میں سات دن حساب اور آزمائش ہوتی ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے بلکہ اس زمانہ میں حرام ہے، خصوصاً شہر کی عورتوں کا جانا حرام ہے، کیونکہ وہ بطور فتنہ اور فساد نکلتی ہیں (یعنی بہت زیادہ خوشبو لگا کر اور میک اپ کر کے نکلتی ہیں اور راستہ میں آنے جانے والے مردان کو دیکھتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) زیارت قبور کی اجازت تو صرف اس لیے دی گئی ہے کہ لوگ آخرت کو یاد کریں، ماضی کی بداعمالیوں پر غور کر کے ان سے بچیں اور توبہ کریں اور دنیا سے دل نہ لگائیں۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

وقیل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصۃ ثابت لہما۔ [2]

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا حرام ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے رخصت ثابت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لیے بھی قبروں کی زیارت جائز ہے، (البحر الرائق) اور شرح المنیۃ میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے، علامہ خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر عورتیں غم کی تجدید، مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور رونے اور واویلا کرنے کے لیے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے اور حدیث میں زوارات قبور پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہے اور اگر رونے اور واویلا کرنے کے بجائے اعتبار آخرت اور میت پر دعا کرنے کے لیے جائیں یا صالحین کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے جائیں تو بوڑھی عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورتوں کے لیے جانا مکروہ ہے، جس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجدوں میں جانے کا حکم ہے اور یہ بہت اچھی توفیق ہے۔ [3]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰ - ۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مطبعۃ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: عورتوں کے لیے زیارت قبور کرنے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت کراہت کی ہے، کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ہم کو زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے اور ہم پر اس کی تاکید نہیں کی، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زوارات قبور پر لعنت فرماتا ہے (یعنی قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر) یہ صحیح حدیث ہے اور یہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، اور ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں اور عورتوں دونوں کو عام ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں کے ساتھ مخصوص ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مردوں کو زیارت قبور کی اجازت دینے کے بعد عورتوں پر لعنت فرمائی ہو، اس لیے عورتوں کی زیارت قبر کا معاملہ رخصت اور ممانعت کے درمیان دائر ہے، اس لیے اس کا کم از کم حکم کراہت ہے، نیز عورت صبر کم کرتی ہے اور بے صبری اور بے قراری زیادہ کرتی ہے اور جب وہ قبر کی زیارت کرے گی تو اس کا غم جوش میں آئے گا اور موت کی یاد اس کے دل و دماغ میں تازہ ہو جائے گی، اس لیے یہ اندیشہ ہے کہ عورت زیارت قبر کے وقت کسی ناجائز امر کا ارتکاب کرے گی، اس کے برعکس مرد سے یہ خدشہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو بالخصوص نوحہ کرنے، بال نوچنے، گریبان پھاڑنے، مُردے کی خوبیاں بیان کرنے اور واویلا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے: "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو" یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے ممانعت کی گئی تھی، اور پھر یہ ممانعت منسوخ کر دی گئی، اور اس کے عموم میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں، اور ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے کہا اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا: ان منع کیا تھا پھر آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی اور حضرت عائشہ نے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں ان کے جنازہ پر حاضر ہوتی تو اس کی زیارت نہ کرتی۔ [1]

فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں: عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ زوارات قبور پر لعنت فرماتا ہے۔ [2]

علامہ نووی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصنف اور صاحب البیان نے یہ لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۵ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے، لیکن یہ مذہب شاذ ہے، جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، علامہ رویانی نے البحر میں دو قول ذکر کیے ہیں: (۱) مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے۔ (۲) بلا کراہت جائز ہے۔

میرے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے بہ شرطیکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو، صاحب المستظہری نے لکھا ہے میرا یہ نظریہ ہے کہ اگر عورتیں غم تازہ کرنے کے لیے اور اپنی رسم اور رواج کے مطابق مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور نوحہ کرنے کے لیے قبروں پر جائیں تو وہ حرام ہے اور حدیث میں زیارت قبر کرنے والی عورتوں پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہے، اور اگر مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور نوحہ کرنے کے بغیر وہ صرف اعتبار آخرت کے لیے قبروں پر جائیں تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے، البتہ بوڑھی اور غیر مشتہات عورتوں کا جانا بلا کراہت جائز ہے، جس طرح جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے کا حکم ہے، علامہ رویانی کا یہ قول مستحسن ہے اس کے باوجود احتیاط اس میں ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے بوڑھی عورتیں بھی قبروں پر نہ جائیں۔

حدیث میں ہے "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔" علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس اجازت میں عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں؟ ہمارے اصحاب کا مختار یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے ضمن میں داخل نہیں ہیں، باقی رہا یہ امر کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام نہیں ہے، اس پر یہ دلیل ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اور اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیارت قبر سے منع نہیں فرمایا، اور امام مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ جب میں قبر کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کہو: اہل الدیار مومنوں اور مسلموں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور بے شک ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔ [۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

عورتوں کے لیے زیارت قبر میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اذن زیارت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں، بشرطیکہ وہ فتنہ سے مامون ہوں، اس کی تائید حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو قبر پر رو رہی تھی: الحدیث (صحیح بخاری) وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبر پر بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کی تقریر حجت ہے، نیز امام حاکم نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا حضرت عائشہ اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے آئیں، ان سے کہا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں! آپ نے منع فرمایا تھا، پھر آپ نے زیارت قبور کا حکم دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اجازت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت نہیں ہے۔ شیخ ابو اسحاق صاحب مہذب نے اسی پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵ ص ۳۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

زوّارات قبور پر لعنت کی ہے، جو علماء مکروہ کہتے ہیں ان میں یہ اختلاف ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے، علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ زوّارات مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے "بہت زیادہ زیارت کرنے والیاں" اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عورت بہت زیادہ قبروں کی زیارت کے لیے جائے گی وہ اپنے خاوند کے حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہے گی، اور ان سے بے صبری کا اظہار بھی ہوتا ہے اور جب یہ موانع نہ ہوں تو ان کو زیارت سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ مرد اور عورت دونوں کو موت کی یاد کی ضرورت ہے۔ [۱]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

مدخل میں عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق تین قول ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱) ممنوع ہے، (۲) جن عورتوں کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ شرعی حدود کے مطابق جائیں گی ان کے لیے جائز ہے، آج اس کے برعکس معاملہ ہے۔ (۳) بوڑھی عورتوں کے لیے جائز ہے اور جوان عورتوں کے لیے منع ہے علامہ ثعلبی نے بھی اس تیسرے قول پر اعتماد کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے: بوڑھی عورتوں کے لیے زیارت قبور مباح ہے اور وہ جوان عورتیں جن سے فتنہ کا خدشہ ہو ان کے لیے زیارت قبور کرنا منع ہے۔ [۲]

علامہ صاوی مالکی نے بھی مدخل کے حوالے سے ان تین اقوال کو بیان کیا ہے۔ [۳]

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

عالم کو چاہیے کہ عورتوں کو زیارت قبر کے لیے جانے سے منع کرے خواہ وہ اپنے عزیز کی قبر پر جائے، (اس کے بعد انہوں نے مذکور الصدر تین قول ذکر کیے پھر لکھتے ہیں:) یہ اختلاف اس زمانہ کے فساد کی وجہ سے تھا، لیکن اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کے متعلق معاذ اللہ کوئی عالم اس کا قول نہیں کر سکتا، یا جس شخص میں بھی حمیت دینی ہو وہ زیارت قبور کے لیے عورتوں کے جانے کو جائز نہیں کہہ سکتا۔ [۴]

خلاصہ بحث

احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا کبھی کبھی زیارت قبور کے لیے جانا جائز ہے بہ شرطیکہ عورتیں پردے میں جائیں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کریں، مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض نے اس کو ناجائز کہا، بعض نے مکروہ تحریمی، بعض نے مکروہ تنزیہی اور بعض نے کہا یہ بلاکراہت جائز ہے، اور اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ جوان عورتیں نہ جائیں اور بوڑھی اور غیر مشتہاۃ عورتیں جا سکتی ہیں بہ شرطیکہ مردے کی خوبیاں بیان نہ کریں اور واویلا نہ کریں۔

"کون کہاں مرے گا، اور کل کیا ہوگا" اس کے علم کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۰۹۴ میں ہے: حضرت عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۹، ۱۴۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۳] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر للدردیر ج ۱ ص ۵۶۴، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۷۴ء

[۴] علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی مالکی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۲ ص ۲۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں کفار بدر کے گرنے کی جگہیں بتا دیں، آپ فرما رہے تھے کہ ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا، حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو حد بتائی تھی وہ اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم عطا فرمایا کہ کل کیا ہوگا اور یہ بھی علم عطا فرمایا ہے کہ کون کس جگہ مرے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت۔ (لقمان: ۳۴) کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر از خود کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا ورنہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی بکثرت جزئیات کا علم تھا، صحیح بخاری میں ہے آپ نے فرمایا: "کل میں جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح عطا فرمائے گا"۔

سماع موتیٰ کی تحقیق

نیز اس حدیث میں ہے: کفار بدر کی لاشوں کو کنوئیں میں اوپر نیچے ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پایا؟ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ وہ میری بات کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

علامہ اُبّی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ قبر میں مردہ سنتا ہے، اور محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت سے ان لوگوں میں ان کی روحوں کو لوٹا دیا تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ کا انکار کیا، اور اس میں یہ تاویل کی وہ سن نہیں رہے بلکہ اب وہ جان رہے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ حق تھا، اور سماع موتیٰ کو ماننے سے علوم بدیہیہ زائل ہو جاتے ہیں، قاضی عیاض نے کہا کفار بدر کا سننا سماع موتیٰ کے طریقہ پر محمول ہے جس طرح عذاب قبر اور میت سے سوال کے متعلق حدیثوں میں ہے اور یہ سماع اس وقت متحقق ہوگا جب میت کے جسم یا اس کے کسی جز میں روح لوٹا دی جائے (علامہ ابی کہتے ہیں) یہ دعویٰ کرنا کہ بغیر روح لوٹانے کے مردہ سنتا ہے، علوم بدیہیہ سے اعتماد کو زائل کر دیتا ہے، جیسا کہ علامہ مازری نے بیان کیا ہے، اور اس تقریر سے اختلاف دور ہو جاتا ہے، کیونکہ جو سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں ان کا مطلب ہے بغیر اعادہ روح کے مردہ نہیں سنتا، اور جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کا مطلب ہے کہ جب مردے کے جسم یا اس کے کسی جز میں روح لوٹا دی جائے تو وہ سنتا ہے۔ [1]

علامہ سنوسی اس بحث میں لکھتے ہیں:

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ مازری اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ کہا ہے کہ بغیر اعادہ روح کے میت کا سننا بداہت کے خلاف ہے اس قول میں اگر روح سے مراد حیات ہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ سماع ادراک ہے اور حیات، دراک کے لیے شرط ہے، اور بغیر حیات کے ادراک محال ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس محال کا وقوع مان لیا جائے تو علوم بدیہیہ سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اگر اس قول میں روح سے مراد متعارف روح ہے جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے موت واقع ہوجاتی ہے تو پھر یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ جسم میں روح کی منفارقت سے جسم کی حیات امر عادی ہے اور جسم میں اس روح کے نہ لوٹانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم نہ سن سکے، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ روح کے لوٹائے بغیر جسم میں حیات جاری کردی جائے اور جسم سن سکے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ علامہ سنوسی نے جو یہ لکھا ہے کہ روح کے بغیر جسم میں حیات آسکتی ہے، یہ محض عقلی احتمال نہیں ہے، بلکہ اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں: صحیح بخاری میں ہے کہ کھجور کا تنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فراق میں چیخیں مار مار کر رویا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ بعثت سے پہلے مکہ میں ایک پتھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتا تھا، جامع ترمذی اور سنن دارمی میں ہے کہ حضرت علی مکہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تو جو پہاڑ اور درخت آپ کے سامنے آیا وہ السلام علیک یارسول اللہ کہتا تھا، ترمذی میں ہے کہ سفر شام کے سفر میں ہر درخت اور پتھر نے آپ کو سجدہ کیا ——— نیز جامع ترمذی میں ہے کہ اعرابی کے مطالبہ پر آپ نے ایک کھجور کے درخت کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کے پاس آگیا اور جب آپ نے اس کو بھیجا تو وہ واپس اپنی جگہ چلا گیا، ان کے علاوہ احادیث صحیحہ میں اور بہ کثرت واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر روح کے بھی حیات ہوتی ہے، اور حیات کے آثار بغیر روح کے بھی ظاہر ہوتے ہیں تو اگر روح کے لوٹائے بغیر مُردہ فرشتوں اور انسانوں کا کلام سُنے اور عذاب اور ثواب کو محسوس کرے تو اس میں کون سا استبعاد ہے؟ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے بغیر روح کے مردہ کا سننا بہت معمولی بات ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے سماع موتیٰ کا انکار کیا اور کہا بدر کے کفار کا سننا ان کفار کے ساتھ خاص تھا، قاضی عیاض نے ان کا رد کیا اور کہا کفار بدر کا سننا سماع موتیٰ پر محمول ہے، یعنی جس طرح مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور وہ فرشتے کا کلام سنتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان کو زندہ کیا جاتا ہے یا ان کے ایک جز کو زندہ کیا جاتا ہے، قاضی عیاض نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہی ظاہر اور مختار ہے جیسا کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں قبر والوں کو سلام کہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ [2]

---

[1] علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، ۱۳۷۵ھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتیٰ سے انکار اور اس کا جواب

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہشام کے والد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے حضرت عائشہ نے کہا اللہ ابن عمر پر رحم کرے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ میت کو اس کے گناہوں کی وجہ سے قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اب اس پر رو رہے ہیں! اور یہ ابن عمر کے اس قول کی مثل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے جس میں مقتولین بدر کی لاشیں تھیں، تو آپ نے ان سے کچھ فرما کر کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو یہ سن رہے ہیں، حالانکہ آپ نے یہ فرمایا تھا یہ اب اس کو جان رہے ہیں، کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ حق تھا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:

انك لا تسمع الموتی۔ (نمل: ۸۰) بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) جو قبروں میں ہیں، آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع موتیٰ کی قائل نہیں تھیں۔ علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے موقف کی تائید میں تلاوت کیں، ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہیں کرتے، بدر کے کنوئیں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا دیا، یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے، اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو" تو اس موقع پر انہی کی روایت معتبر ہے جنہوں نے یہ الفاظ سنے تھے، اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے، یا تو ان کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یہ اس وقت ہے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اکثر اہل سنت کا قول ہے یا انہوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔[1]

اس بحث میں امام احمد رضا کی تحقیق یہ ہے:

عرض: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انکار سماع موتیٰ سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔ وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں، وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں، مردے کون ہیں، جسم روح مردہ نہیں، اور بے شک جسم نہیں سنتا، سننی روح ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ام المومنین کے حضور

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸، ص ۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی گئی کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما انتم باسمع منھم "تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں۔ ام المومنین نے فرمایا اللہ رحم فرمائے امیر المومنین پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا، بلکہ فرمایا انھم لیعلمون بے شک وہ جانتے ہیں، امیر المومنین کو سہو ہوا، انھوں نے فرمایا ما انتم باسمع منھم تو خود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا مُردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں: سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں، اور وہ بھی اُس کے اُن معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں، سماع کے عرفی معنی اِن آلات کے ذریعہ سے سننا اور یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں، روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے، اُس جسم کے کانوں سے سنتی ہے۔ پھر ام المومنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور۔ موتی کون ہیں؟ اجسام۔ قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام، تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا۔ اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا) خود ام المومنین رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل سماع موتیٰ کو ثابت کر رہا ہے، فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں دفن ہوئے، میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی۔ اور کہتی انما ھو زوجی: میرے شوہر ہی تو ہیں، پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے، جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی انما ھما زوجی وابی میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے، تو نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی، اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے حیا من عمر، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرم سے۔ تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر حیا من عمر کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا) تین باتوں میں ام المومنین کا خلاف مشہور ہے، اور ان تینوں میں غلط فہمی، ایک تو یہی سماع موتیٰ کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں، اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے، دوسرے معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں: ما فقدت جسد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی، اس وقت ام المومنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں اُسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے، تیسرے علم ما فی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے، علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو، تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

بَابُ ۱۳۱ الْاَمْرِ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰہِ تَعَالٰی عِنْدَ الْمَوْتِ

موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم

۷۱۰۱۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا یَحْیَی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۷۔ ۴۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِثَلَاثٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللَّهِ الظَّنَّ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے ہر شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

۷۱۰۲- وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں۔

۷۱۰۳- وَحَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمٌ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے ہر شخص اس حال پر مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

۷۱۰۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بندے کو اسی (نیت یا عقیدہ) پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کو موت آئی تھی۔

۷۱۰۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ۔

ایک اور سند کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ لفظ نہیں ہے کہ "میں نے سنا"۔

۷۱۰۶- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ عذاب اس تمام قوم پر آتا ہے، پھر لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں

ان احادیث میں بندہ کو مایوسی سے ڈرایا گیا ہے، اور موت کے وقت اس کو اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور اجر و ثواب کی امید رکھنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے، اس سے پہلے یہ حدیث قدسی گذر چکی ہے کہ "میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوں" اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور اس کو معاف فرمائے گا، بندے کو صحت کے زمانہ میں خوف اور امید دونوں رکھنی چاہئیں اور یہ دونوں برابر ہوں، ایک قول یہ ہے کہ خوف غالب رہے اور جب موت کی علامات ظاہر ہوں تو امید غالب ہو، یا محض امید ہو، کیونکہ خوف کا منشاء یہ ہے کہ بندہ گناہوں اور برے کاموں سے بچے، اور بہ کثرت عبادت کرنے پر حریص ہو اور موت کے وقت عبادت کرنے کا موقع تو نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھے۔ [1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الفتن و اشراط الساعۃ

فتنوں اور علامات قیامت کا بیان

فتن کا معنی

فتن، فتنہ کی جمع ہے، فتنہ کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:
فتنہ کا معنی ہے کسی چیز پر اترانا، قرآن مجید ہے:

ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا۔ (ممتحنہ: ۵) اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا۔

یعنی کافروں کو ہم پر غالب نہ کر دے کہ وہ ہم کو دیکھ کر اترائیں اور یہ گمان کریں کہ وہ ہم سے بہتر ہیں، یہاں فتنہ سے مراد کفار کا اپنے کفر پر اترانا ہے، حدیث میں ہے "میں نے مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑا" اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مرد عورتوں پر اتراتے رہیں گے اور آخرت سے غافل ہو جائیں گے۔

فتنہ کا معنی گناہ اور معصیت ہے، قرآن مجید میں ہے:

الا فی الفتنۃ سقطوا۔ (توبہ: ۴۹) سن لو! وہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں

یعنی وہ گناہ میں واقع ہو چکے ہیں۔

فتنہ کا معنی کفر ہے، قرآن مجید میں ہے:

والفتنۃ اشد من القتل۔ (البقرہ: ۱۹۱) اور کفر قتل سے زیادہ سخت ہے۔

فتنہ کا معنی رسوائی ہے، قرآن مجید میں ہے:

ومن یرد اللہ فتنتہ۔ (مائدہ: ۴۱) اور جس کو اللہ رسوا کرنے کا ارادہ کرے۔

فتنہ کا معنی عذاب ہے قرآن مجید میں ہے:

ذوقوا فتنتکم۔ (ذاریات: ۱۴) اب اپنے عذاب کو چکھو

فتنہ کا معنی گمراہ کرنا اور جنون ہے، ازہری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فتنہ کا معنی ابتلاء اور امتحان ہے قرآن مجید میں ہے:

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ (عنکبوت: ۲) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اس کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

یعنی ان کا امتحان لیا جائے گا جس سے ان کے ایمان کی حقیقت واضح ہو جائے گی، حدیث میں ہے "تم میری وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے اور قبر میں تم سے امتحان لیا جائے گا اور میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔

یہ آزمائش مال اور اولاد میں بھی ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ (انفال: ۲۸)

جب فتنہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی حکمت ہوتا ہے اور جب مخلوق کی طرف ہو تو اس کے خلاف ہے، یہ لفظ عموماً امتحان، معصیت، قتل اور عذاب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ [۱]

اشراط ساعت کا معنی

شرط کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز پر موقوف ہونا، اس کی جمع شروط ہے اور شَرَط کا معنی ہے کسی چیز کی علامت اور نشانی اس کی جمع اشراط ہے، اور اشراط ساعت کا معنی ہے قیامت کی علامتیں اور نشانیاں، دن اور رات کے اجزاء میں سے کسی ایک جز کو ساعت کہتے ہیں، اور وقت حاضر کو بھی ساعت کہتے ہیں، چونکہ قیامت کا آنا مبہم ہے اس لیے ساعت حاضر میں بھی قیامت کا آنا محتمل ہے ان ہی "تیا" ... کو ساعت کہتے ہیں۔

احادیث میں قیامت کی علامتوں کے بیان میں ان چیزوں کا ذکر ہے: باندیوں کے ہاں مالکوں کی ولادت کا ہونا، اونچے اونچے مکان بنانا، جہل، زنا اور شراب نوشی کی کثرت، مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی، امانتوں کا ضائع کرنا، جنگوں اور فتنوں کا زیادہ ہونا، ان چیزوں کی کثرت قیامت کی علامت ہے، امام مہدی کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال، یاجوج، ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور بھی قیامت کی علامتوں میں ہے۔

وقوع قیامت پر عقلی دلیل

ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم سہتے سہتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی اگر اس جہان کے بعد کوئی اور جہان نہ ہو تو ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزاء۔

اور جزاء اور سزا کے نظام کو برپا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے، کیونکہ جزاء اور سزا اس وقت جاری ہو سکتی ہے جب بندوں کے اعمال ختم ہو جائیں، اور جب تک تمام انسان اور یہ کائنات ختم نہیں ہو جاتی لوگوں کے اعمال کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ مثلاً قابیل نے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اب اس کے بعد جتنے قتل ہوں گے ان کے قتل کے جرم سے قابیل کے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جاتا رہے گا، اس لیے جب تک قتل کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا قابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا، اسی طرح ہابیل نے ظالم سے بدلہ نہ لینے کی رسم ایجاد کی، اب اس کے بعد جو شخص بھی یہ نیکی کرے گا اس کی نیکی میں سے ہابیل کے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی رہے گی اس لیے جب تک اس نیکی کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا ہابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا، اسی طرح ایک شخص مسجد یا کنواں بنا کر مر جاتا ہے تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی، جب تک اس کنوئیں سے پانی پیا جاتا رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی، اور کوئی شخص بت خانہ یا شراب خانہ بنا کر مر گیا تو جب تک وہاں بت پرستی یا شراب نوشی ہوتی رہے گی اس کے نامہ اعمال میں برائیاں

---

[۱] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

لکھی جاتی رہیں گی۔

اس لیے جب تک یہ دنیا اور اس دنیا میں انسان موجود ہیں اس وقت تک لوگوں کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے نامہ اعمال کو مکمل کرنے کے لیے دنیا اور دنیا والوں کو مکمل ختم کرنا ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہے کہ جزا اور سزا کا نظام قائم کیا جائے اور جزا اور سزا کو نافذ کرنے سے پہلے قیامت کا قائم کرنا ضروری ہے۔

باب ۱

۷۱۰۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ مِنْ نَوْمِهِ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَعَقَدَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ عَشَرَةً قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ یہ فرما رہے تھے: لا الٰہ الا اللہ عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جو اب قریب آ پہنچا ہے آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عدد باندھا، میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبیثوں کی کثرت ہوگی۔

۷۱۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسَعِيدُ ابْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادُوا فِي الْإِسْنَادِ عَنْ سُفْيَانَ فَقَالُوا عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۱۰۹۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَزِعًا مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَيْلٌ

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے نکلے اس وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، آپ فرما رہے تھے: لا الٰہ الا اللہ، عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، جو اب قریب آ پہنچا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی

لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

ہے، آپ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا، میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں جب خبیثوں کی کثرت ہو جائے گی۔

۷۱۱۰ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۷۱۱۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَعَقَدَ وُهَيْبٌ بِيَدِهٖ تِسْعِينَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، وہیب نے اپنی انگلی سے نوے کا عقد بنا کر دکھلایا۔

۷۱۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْقِبْطِيَّةِ قَالَ دَخَلَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ وَأَنَا مَعَهُمَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَسَأَلَاهَا عَنِ الْجَيْشِ الَّذِي يُخْسَفُ بِهٖ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي أَيَّامِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُ عَائِذٌ بِالْبَيْتِ فَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا قَالَ يُخْسَفُ بِهٖ مَعَهُمْ وَلٰكِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ

عبداللہ بن قطبیہ بیان کرتے ہیں کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان اور میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں نے آپ سے اس لشکر کے متعلق سوال کیا جس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا زمانہ تھا، ام المومنین نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایک پناہ لینے والا بیت اللہ کی پناہ لے گا، اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا، جب وہ لشکر ہموار زمین میں پہنچے گا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا جائیگا، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! جو اس لشکر میں زبردستی بھیجا گیا ہو؟ آپ نے فرمایا اس کو بھی دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن اس کو اس کی نیت پر اٹھایا جائے گا۔

ابوجعفر نے کہا وہ مدینہ کا میدان ہے۔

الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهِ وَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ هِيَ بَيْدَاءُ الْمَدِينَةِ۔

۷۱۱۳۔ حَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِ قَالَ فَلَقِيتُ أَبَا جَعْفَرٍ فَقُلْتُ إِنَّهَا إِنَّمَا قَالَتْ بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ كَلَّا وَاللّٰهِ إِنَّهَا لَبَيْدَاءُ الْمَدِينَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے: میں ابوجعفر سے ملا میں نے کہا ام المومنین نے تو زمین کا ایک میدان کہا تھا، ابوجعفر نے کہا بہ خدا وہ مدینہ منورہ کا میدان ہے۔

۷۱۱۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَؤُمَّنَّ هٰذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُونَهُ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوْسَطِهِمْ وَيُنَادِي أَوَّلُهُمْ آخِرَهُمْ ثُمَّ يُخْسَفُ بِهِمْ فَلَا يَبْقٰى إِلَّا الشَّرِيدُ الَّذِي يُخْبِرُ عَنْهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ أَشْهَدُ عَلَيْكَ أَنَّكَ لَمْ تَكْذِبْ عَلٰى حَفْصَةَ وَأَشْهَدُ عَلٰى حَفْصَةَ أَنَّهَا لَمْ تَكْذِبْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس بیت سے لڑنے کے ارادہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا، حتیٰ کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اور پہلے حصہ والے آخری حصہ والے کو پکاریں گے، پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا، پھر صرف وہ شخص باقی رہ جائے گا جو بھاگ کر ان کی اطلاع دے گا، ایک شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے حضرت ام المومنین حفصہ پہ جھوٹ نہیں باندھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ام المومنین حفصہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا۔

۷۱۱۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَامِرِيِّ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَعُوذُ بِهٰذَا الْبَيْتِ يَعْنِي الْكَعْبَةَ قَوْمٌ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا عَدَدٌ وَلَا عُدَّةٌ يُبْعَثُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ قَالَ يُوسُفُ وَأَهْلُ الشَّامِ يَوْمَئِذٍ يَسِيرُونَ إِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم اس بیت یعنی کعبہ میں پناہ لے گی، ان کے ساتھ لشکر ہوگا، عددی قوت ہوگی نہ ساز و سامان ہوگا، ان سے لڑنے کے لیے ایک لشکر بھیجا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یوسف کہتے ہیں کہ ان دنوں اہل شام کا لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو رہا تھا، عبداللہ بن صفوان نے کہا بہ خدا یہ وہ لشکر نہیں ہے، زید نے کہا مجھے حضرت ام المومنین سے یہ حدیث یوسف کی روایت کی طرح پہنچی ہے اور اس میں

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ اَمَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ بِهٰذَا الْجَيْشِ قَالَ زَيْدٌ وَحَدَّثَنِىْ عَبْدُ الْمَلِكِ الْعَامِرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ اَبِىْ رَبِيْعَةَ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْجَيْشَ الَّذِىْ ذَكَرَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ۔

عبد اللہ بن صفوان کے بیان کیے ہوئے لشکر کا ذکر نہیں ہے۔

۷۱۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ عَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَنَامِهٖ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَنَعْتَ شَيْئًا فِىْ مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهٗ فَقَالَ الْعَجَبُ اِنَّ نَاسًا مِّنْ اُمَّتِىْ يَؤُمُّوْنَ بِالْبَيْتِ بِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ لَجَاَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الطَّرِيْقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ فِيْهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُوْرُ وَابْنُ السَّبِيْلِ يَهْلِكُوْنَ مَهْلَكًا وَّاحِدًا وَّيَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند میں اپنے ہاتھ پیر ہلائے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے نیند میں وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے: آپ نے فرمایا: تعجب ہے! میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کو (پکڑنے کے لیے)، بیت اللہ کا قصد کریں گے، جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوئی ہوگی، حتیٰ کہ جب وہ میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، ہم نے کہا یا رسول اللہ! راستہ میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! ان میں بااختیار، مجبور اور مسافر بھی ہوں گے وہ سب ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کے اعتبار سے ان کو الگ الگ اٹھائے گا۔

۷۱۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِىْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِىْ شَيْبَةَ) قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُسَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَفَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى اِنِّىْ لَاَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے بعض قلعوں پر چڑھے، پھر فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں فتنوں کے گرنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔

۷۱۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۱۹۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ فِيهَا مَلْجَأً فَلْيَعُذْ بِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب بہت فتنے برپا ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو ان فتنوں کو دیکھے گا وہ فتنے اس کو دیکھ لیں گے (یعنی اس کو ہلاک کر دیں گے) اور جس شخص کو ان سے پناہ کی جگہ مل جائے وہ پناہ حاصل کرلے۔

۷۱۲۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُطِيعِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ هَذَا إِلَّا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ يَزِيدُ مِنَ الصَّلَاةِ صَلَاةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں یہ اضافہ ہے نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے جس کی وہ نماز فوت ہو جائے گویا اس کے اہل اور مال سب لٹ گئے۔

۷۱۲۱۔ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ فِتْنَةٌ النَّائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ فتنے ہوں گے، ان میں سونے والا بیدار سے بہتر ہوگا، اور بیدار کھڑے ہونے والے شخص سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، پس جس شخص کو ان فتنوں سے پناہ کی جگہ مل جائے وہ پناہ حاصل کرلے۔

۷۱۲۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الشَّحَّامُ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَفَرْقَدٌ السَّبَخِيُّ إِلَى مُسْلِمِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ فِي أَرْضِهِ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا هَلْ سَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ فِي الْفِتَنِ حَدِيثًا

عثمان بن شحام بیان کرتے ہیں کہ میں اور فرقد سبخی مسلم بن ابی بکرہ سے ملنے ان کی زمین میں گئے، ہم نے پوچھا کیا آپ نے اپنے والد سے فتنوں کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے، انھوں نے کہا ہاں، ہم نے حضرت ابوبکرہ سے سنا وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرَةَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ فِيْهَا وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ اِلَيْهَا اَلَا فَاِذَا نَزَلَتْ اَوْ وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهٖ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اِبِلٌ وَّلَا غَنَمٌ وَّلَا اَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ اُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِيْ اِلٰى اَحَدِ الصَّفَّيْنِ اَوْ اِحْدَى الْفِئَتَيْنِ فَضَرَبَنِيْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ اَوْ يَجِيْءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِيْ قَالَ يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ۔

علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب بہت فتنے ہوں گے، سنو پھر فتنے ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور ان میں چلنے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، سنو جب یہ فتنے واقع ہوں تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے ساتھ لاحق ہو جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے ساتھ لاحق ہو جائے، اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین پر چلا جائے، ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ جس شخص کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو؟ آپ نے فرمایا وہ اپنی تلوار لے کر اس کی دھار کو پتھر سے کند کر دے، پھر اگر وہ نجات حاصل کر سکتا ہو تو نجات حاصل کرے، اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتلایئے اگر مجھے جبراً کسی ایک صف یا کسی ایک جماعت میں داخل کر دیا جائے! پھر مجھے ایک شخص تلوار سے مار دے، یا مجھے کوئی تیر آ کر لگے جس سے میں قتل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص اپنے اور تیرے گناہ کے ساتھ لوٹے گا! اور وہ جہنمی ہوگا۔

۷۱۲۳- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ حَدِيْثُ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ نَحْوَ حَدِيْثِ حَمَّادٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَانْتَهٰى حَدِيْثُ وَكِيْعٍ عِنْدَ قَوْلِهٖ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں، دوسری سند سے یہاں تک روایت ہے اگر وہ نجات کی استطاعت رکھے اور اس کے مابعد کا ذکر نہیں ہے۔

۷۱۲۴- حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ

احنف بن قیس کہتے ہیں میں روانہ ہوا اور میں اس شخص (حضرت علی کی مدد) کا ارادہ رکھتا تھا، میری حضرت ابوبکرہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا اے احنف تم کہاں جا

قَالَ خَرَجْتُ وَاَنَا اُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ يَا اَحْنَفُ قَالَ قُلْتُ اُرِيْدُ نَصْرَ ابْنِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ عَلِيًّا قَالَ فَقَالَ لِيْ يَا اَحْنَفُ ارْجِعْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قَالَ فَقُلْتُ اَوْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهُ قَدْ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ ۔

رہے ہو؟ انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد کی مدد کا ارادہ رکھتا ہوں، (یعنی حضرت علی کی) حضرت ابوبکرہ نے مجھ سے کہا اے احنف! واپس جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اسی طرح حکم ہے؟ یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس نے بھی اپنے حریف کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

۷۱۲۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَالْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

۷۱۲۶ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ كِتَابِهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ كَامِلٍ عَنْ حَمَّادٍ اِلٰى اٰخِرِهِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُهُمَا عَلٰى اَخِيْهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِيْ جُرُفِ جَهَنَّمَ فَاِذَا قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ دَخَلَاهَا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک اپنے بھائی پر تلوار اٹھاتے تو وہ دونوں جہنم کے کنارے ہوتے ہیں اور جب ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں جہنم میں داخل ہو جاتے ہیں۔

جَمِيعًا۔

٧١٢٨۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ وَتَكُونَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ وَدَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔

٧١٢٩۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ۔

٧١٣٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وَإِنَّ رَبِّي قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيحُ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ مَنْ بَيْنَ أَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان جنگ نہ ہو جائے، ان کے درمیان عظیم جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بہت زیادہ ہرج نہ ہو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قتل، قتل۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا، اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اور جو زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تھی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے گئے، اور میں نے اپنی امت کے لیے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ اس کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کرے، اور ان کے علاوہ ان پر کوئی اور دشمن نہ مسلط کیا جائے، جو ان سب کی جانوں کو مباح کرے، اور بے شک میرے رب نے فرمایا: اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر دوں تو وہ رد نہیں ہوتا، اور بے شک میں نے تمہاری امت کے لیے فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا، اور ان کے علاوہ ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی جانوں کو مباح کرے، خواہ

بَعْضًا.

ان کے خلاف تمام روئے زمین کے لوگ جمع ہوجائیں، ہاں اس امت کے بعض لوگ بعض دوسروں کو ہلاک کردیں گے اور بعض، بعض کو قید کریں گے۔

۷۱۳۱۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَبِيْ أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ حَتّٰى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأَعْطَانِي الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا، حتیٰ کہ میں نے اس کے تمام مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا فرمائے، اس کے بعد ایوب کی روایت کی مثل ہے۔

۷۱۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ أَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ مِّنَ الْعَالِيَةِ حَتّٰى إِذَا مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِيْ مُعَاوِيَةَ دَخَلَ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَدَعَا رَبَّهٗ طَوِيْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَبِّيْ ثَلَاثًا فَأَعْطَانِيْ ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِيْ وَاحِدَةً سَأَلْتُ رَبِّيْ أَنْ لَّا يُهْلِكَ أُمَّتِيْ بِالسَّنَةِ فَأَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُهٗ أَنْ لَّا يُهْلِكَ أُمَّتِيْ بِالْغَرَقِ فَأَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُهٗ أَنْ لَّا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقام عالیہ سے تشریف لاتے حتیٰ کہ جب آپ بنو معاویہ کی مسجد سے گذرے تو آپ نے وہاں داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اپنے رب سے بہت طویل دعا کی، پھر آپ ہماری طرف مڑے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا، میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا کردی، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھے عطا کردی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان کی ایک دوسرے سے لڑائی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔

۷۱۳۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اصحاب کی ایک

الانصاری اخبرنی عامر بن سعد عن ابیه انه اقبل مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی طائفة من اصحابه فمر بمسجد بنی معاویة بمثل حدیث ابن نمیر۔

جماعت کے ساتھ آئے، اور آپ کا بنو معاویہ کی مسجد سے گزر ہوا۔

۷۱۳۴۔ حدثنی حرملة بن یحیی التجیبی اخبرنا ابن وهب اخبرنی یونس عن ابن شهاب ان ابا ادریس الخولانی کان یقول قال حذیفة ابن الیمان والله انی لاعلم الناس بکل فتنة هی کائنة فیما بینی وبین الساعة وما بی الا ان یکون رسول الله صلی الله علیه وسلم اسر الی فی ذلك شیئا لم یحدثه غیری ولكن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وهو یحدث مجلسا انا فیه عن الفتن فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یعد الفتن منهن ثلاث لا یكدن یذرن شیئا ومنهن فتن كریاح الصیف منها صغار ومنها كبار قال حذیفة فذهب اولئك الرهط كلهم غیری۔

ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ بخدا میں اب سے لے کر قیامت تک ہونے والے فتنوں کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں، اور میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی حال تھا کہ آپ نے مجھے راز کی وہ باتیں بتائیں جو میرے علاوہ اور کسی کو نہیں بتائیں، ایک دن ایک مجلس میں آپ فتنوں کے متعلق بیان فرما رہے تھے، اس مجلس میں میں بھی حاضر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کو گنتے ہوئے فرمایا: تین فتنے ایسے ہیں جو کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے، ان میں سے بعض فتنے گرمیوں کی آندھیوں کی طرح ہیں، بعض فتنے چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں، حضرت حذیفہ نے کہا میرے علاوہ اس مجلس کے تمام شرکاء اب فوت ہو چکے ہیں۔

۷۱۳۵۔ وحدثنا عثمان بن ابی شیبة واسحق بن ابراهیم قال عثمان حدثنا وقال اسحق اخبرنا جریر عن الاعمش عن شقیق عن حذیفة قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم مقاما ما ترك شیئا یكون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قد علمه اصحابی هؤلاء وانه لیكون منه الشیء قد نسیته فاراه فاذكره كما یذكر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راه عرفه۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان کر دیا، جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا، اس واقعہ کو میرے یہ اصحاب جانتے ہیں بعض چیزوں کو میں بھول گیا تھا لیکن جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آگئیں، جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اور جب وہ سامنے آتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے۔

۷۱۳۶۔ وحدثناه ابو بكر بن ابی شیبة حدثنا وكیع عن سفیان عن الاعمش بهذا الاسناد الی

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

قولہ ونسیہ من نسیہ ولم یذکر ما بعدہ۔

۷۱۳۷ - وحدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ ح وحدثنی ابو بکر بن نافع حدثنا غندر حدثنا شعبۃ عن عدی بن ثابت عن عبد اللہ بن یزید عن حذیفۃ انہ قال اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما ہو کائن الی ان تقوم الساعۃ فما منہ شیء الا قد سالتہ الا انی لم اسالہ ما یخرج اہل المدینۃ من المدینۃ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے، اور ہر چیز کے متعلق میں نے آپ سے سوال کیا، البتہ میں نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا کہ اہل مدینہ کو کیا چیز مدینہ سے نکالے گی۔

۷۱۳۸ - حدثنا محمد بن المثنی حدثنی وہب بن جریر اخبرنا شعبۃ بہذا الاسناد نحوہ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۳۹ - وحدثنی یعقوب بن ابراہیم الدورقی وحجاج بن الشاعر جمیعا عن ابی عاصم قال حجاج حدثنا ابو عاصم اخبرنا عزرۃ بن ثابت اخبرنا علباء بن احمر حدثنی ابو زید (یعنی عمرو بن اخطب) قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ہو کائن فاعلمنا احفظنا۔

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، اور منبر پر رونق افروز ہوئے، اور ہم کو خطبہ دیا حتی کہ ظہر آگئی، آپ نے منبر سے اتر کر ظہر پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتی کہ عصر آگئی، پھر آپ نے اتر کر عصر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں وہ تمام چیزیں بتا دیں جو ہو چکی تھیں اور ہونے والی تھیں (یعنی ما کان وما یکون کی خبریں دیں) سو جو ہم میں زیادہ حافظ تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

۷۱۴۰ - حدثنا محمد بن عبد اللہ بن نمیر ومحمد بن العلاء ابو کریب جمیعا عن ابی معاویۃ قال ابن العلاء حدثنا ابو معاویۃ حدثنا الاعمش عن شقیق عن حذیفۃ قال کنا عند عمر فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ کما قال قال فقلت انا قال انک لجریء وکیف قال قلت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے کہا تم میں سے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کس کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا مجھے یاد ہے، حضرت عمر نے کہا تم بہت جراءت مند ہو، وہ حدیث کس طرح ہے؟ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مرد کے اہل،

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ اِنَّمَا اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ فَقُلْتُ مَالَكَ وَلَهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ اَفَيُكْسَرُ الْبَابُ اَمْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذٰلِكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ اَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ اِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ قَالَ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَ حُذَيْفَةَ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ عُمَرُ۔

مال، اس کی جان، اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں فتنہ ہے جس کا کفارہ روزے، نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، حضرت عمر نے کہا میری یہ مراد نہیں ہے، میری مراد تو وہ فتنہ ہے، جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ آئے گا، حضرت حذیفہ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کیا خطرہ ہے! آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے، حضرت عمر نے پوچھا اس دروازے کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا، میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا، حضرت عمر نے کہا پھر اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا، راوی کہتے ہیں پھر ہم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازے سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا ہاں جیسے وہ جانتے تھے کہ صبح کے بعد رات ہے، میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو پہیلی نہیں ہے، پھر ہم حضرت حذیفہ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ دروازہ سے کیا مراد ہے، ہم نے مسروق سے کہا تم پوچھو انھوں نے پوچھا تو حضرت حذیفہ نے کہا دروازے سے مراد خود حضرت عمر تھے۔

۷۱۴۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى ابْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيْسٰى كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَفِيْ حَدِيْثِ عِيْسٰى عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُوْلُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں، شقیق کی روایت میں ہے میں نے حضرت حذیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

۷۱۴۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ اَبِيْ رَاشِدٍ وَالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ مَنْ يُّحَدِّثُنَا عَنِ الْفِتْنَةِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا ہمیں فتنہ کے متعلق حدیث کون بیان کرے گا؟ پھر حسب سابق ہے۔

۷۱۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں واقعہ جرعہ کے دن آیا وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا

عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ جُنْدَبٌ جِئْتُ يَوْمَ الْجَرَعَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ فَقُلْتُ لَيُهْرَاقَنَّ الْيَوْمَ هٰهُنَا دِمَاءٌ فَقَالَ ذَاكَ الرَّجُلُ كَلَّا وَاللّٰهِ قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَحَدِيثُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِيهِ قُلْتُ بِئْسَ الْجَلِيسُ لِي أَنْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ تَسْمَعُنِي أُخَالِفُكَ وَقَدْ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَنْهَانِي ثُمَّ قُلْتُ مَا هٰذَا الْغَضَبُ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ وَأَسْأَلُهُ فَإِذَا الرَّجُلُ حُذَيْفَةُ۔

آج تو یہاں بہت خونریزی ہوگی، اس شخص نے کہا بہ خدا ہر گز نہیں! میں نے کہا خدا کی قسم کیوں نہیں ہوگی! اس نے کہا بہ خدا ہر گز نہیں ہوگی! میں نے کہا خدا کی قسم کیوں نہیں ہوگی! اس نے کہا بہ خدا ہر گز نہیں! یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو آپ نے مجھ سے فرمائی ہے، میں نے کہا آج تک میرے پاس بیٹھنے والوں میں تم سب سے برے آدمی ہو، میں تمہاری مخالفت کر رہا تھا، حالانکہ تم نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہوئی تھی، تم نے مجھے منع کیوں نہیں کیا، پھر میں نے سوچا اس غصہ سے کیا فائدہ میں نے ان کی طرف مڑ کر ان کے متعلق سوال کیا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔

۷۱۴۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے، جس پر لوگوں کا قتال ہوگا، اور ہر سو آدمیوں میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہ سوچے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جس کو نجات مل جائے۔

۷۱۴۵۔ وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ فَقَالَ أَبِي إِنْ رَأَيْتَهُ فَلَا تَقْرَبَنَّهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ ہے کہ سہیل نے اپنے والد سے روایت کیا اگر تم اس پہاڑ کو دیکھو تو اس کے قریب بھی مت جانا۔

۷۱۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جو شخص وہاں حاضر ہو تو وہ اس سے کچھ نہ لے۔

۷۱۴۷۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جو شخص وہاں حاضر ہو تو وہ اس سے کچھ نہ لے۔

۷۱۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَ أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي مَعْنٍ) قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ كُنْتُ وَاقِفًا مَعَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَقَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ مُخْتَلِفَةً أَعْنَاقُهُمْ فِي طَلَبِ الدُّنْيَا قُلْتُ أَجَلْ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ فَإِذَا سَمِعَ بِهِ النَّاسُ سَارُوا إِلَيْهِ فَيَقُولُ مَنْ عِنْدَهُ لَئِنْ تَرَكْنَا النَّاسَ يَأْخُذُونَ مِنْهُ لَيُذْهَبَنَّ بِهِ كُلِّهِ قَالَ فَيَقْتَتِلُونَ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُونَ قَالَ أَبُو كَامِلٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ وَقَفْتُ أَنَا وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فِي ظِلِّ أُجُمِ حَسَّانَ۔

عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، انھوں نے کہا لوگوں کی گردنیں طلب دنیا میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتی رہیں گی، میں نے کہا ہاں۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا، جب لوگ اس کے متعلق سنیں گے تو اس کی طرف روانہ ہوں گے، پہاڑ کے پاس والے لوگ کہیں گے اگر ہم نے لوگوں کو چھوڑ دیا تو یہ سب سونا لے جائیں گے، پھر اس پر لوگوں کی جنگ ہوگی اور ہر سو سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے: ابو کامل کی روایت میں یہ اضافہ ہے: انھوں نے کہا میں اور حضرت ابی بن کعب دونوں حسان کے قلعہ کے سائے میں کھڑے تھے۔

۷۱۴۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُبَيْدٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلَى خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِيزَهَا وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا وَمَنَعَتْ مِصْرُ إِرْدَبَّهَا وَدِينَارَهَا وَعُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ وَعُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ وَعُدْتُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عراق اپنے درہم اور قفیز کو روک لے گا اور شام اپنے مدی اور دینار کو روک لے گا اور مصر اپنے اردب اور دینار کو روک لے گا، اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے، اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے، اس حدیث پر ابو ہریرہ کا گوشت اور خون گواہ ہے۔

مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ شَهِدَ عَلَى ذٰلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ۔

۱۵۰/۷۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَإِذَا تَصَافُّوا قَالَتِ الرُّومُ خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُونَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا فَيَفْتَتِحُونَ قُسْطُنْطِينِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزَّيْتُونِ إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ فَيَخْرُجُونَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَإِذَا جَاءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَأَمَّهُمْ فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهِ فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ رومی، اعماق یا دابق نہ پہنچ جائیں پھر ان سے (لڑنے کے لیے) مدینہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا، وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے نیک لوگ ہوں گے جب دونوں لشکر صف آراء ہوں گے تو رومی (مسلمانوں سے) کہیں گے تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان نہ آؤ جنھوں نے ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے، مسلمان کہیں گے، نہیں بہ خدا ہم تم کو اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے پھر وہ ان سے لڑیں گے، تو ان میں سے ایک تہائی (مسلمان) بھاگ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں کرے گا، اور ایک تہائی ان میں سے قتل کر دیے جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے، بقیہ تہائی فتح پا لیں گے وہ کبھی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوں گے، وہ قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے، جس وقت وہ مال غنیمت کو تقسیم کریں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکا دیں گے، تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا، تمہارے بال بچوں کے پاس مسیح دجال پہنچ گیا ہے، مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی، جب یہ ملک شام پہنچیں گے تب دجال نکلے گا، جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی تو حضرت عیسیٰ بن مریم صلے اللہ علیہ وسلم نازل ہوں گے، اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، اور جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر حضرت عیسیٰ ان کو چھوڑ دیتے تب بھی وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کرے گا اور ان کے نیزے پر اس کا خون (لوگوں کو) دکھلائے گا۔

۷۱۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ الْمُسْتَوْرِدُ الْقُرَشِيُّ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ عَمْرٌو أَبْصِرْ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ إِنَّ فِيهِمْ لَخِصَالًا أَرْبَعًا إِنَّهُمْ لَأَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَأَسْرَعُهُمْ إِفَاقَةً بَعْدَ مُصِيبَةٍ وَأَوْشَكُهُمْ كَرَّةً بَعْدَ فَرَّةٍ وَخَيْرُهُمْ لِمِسْكِينٍ وَيَتِيمٍ وَضَعِيفٍ وَخَامِسَةٌ حَسَنَةٌ جَمِيلَةٌ وَأَمْنَعُهُمْ مِنْ ظُلْمِ الْمُلُوكِ ـ

۷۱۵۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ أَنَّ عَبْدَ الْكَرِيمِ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمُسْتَوْرِدَ الْقُرَشِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تُذْكَرُ عَنْكَ أَنَّكَ تَقُولُهَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ قُلْتُ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عَمْرٌو لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ إِنَّهُمْ لَأَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَأَجْبَرُ النَّاسِ عِنْدَ مُصِيبَةٍ وَخَيْرُ النَّاسِ لِمَسَاكِينِهِمْ وَضُعَفَائِهِمْ ـ

۷۱۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ)

حضرت مستورد قرشی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (جب) قیامت آئے گی تو رومیوں (عیسائیوں) کی تعداد سب سے زیادہ ہو گی، حضرت عمرو نے کہا غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو! انھوں نے کہا میں وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو ان میں چار خصلتیں ہیں (۱) وہ آزمائش کے وقت سب لوگوں سے زیادہ حلیم ہیں (۲) وہ مصیبت کے وقت سب لوگوں سے جلدی اس کا تدارک کرتے ہیں اور شکست کھانے کے بعد سب لوگوں سے جلدی دوبارہ حملہ کرتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں اور کمزوروں کے لیے سب لوگوں سے بہتر ہیں اور پانچویں خصلت سب سے اچھی یہ ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ بادشاہوں کو ظلم سے روکنے والے ہیں۔

حضرت مستورد قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو رومی (عیسائی) سب سے زیادہ ہوں گے، جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے ان سے کہا یہ کیسی احادیث ہیں جو تم سے روایت کی جا رہی ہیں تم ان احادیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہو؟ حضرت مستورد نے کہا میں وہی کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر تم یہ بیان کر رہے ہو تو سنو وہ آزمائش کے وقت سب سے زیادہ حلیم ہیں، سب سے زیادہ مصیبت کا تدارک کرنے والے ہیں، اور مسکینوں اور کمزوروں کے حق میں سب لوگوں سے بہتر ہیں۔

یسیر بن جابر بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ کوفہ میں سرخ آندھی آئی، ایک شخص جس کا تکیہ کلام یہ تھا کہ سنو اے عبد اللہ بن

حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْعَدَوِیِّ عَنْ یُسَیْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ هَاجَتْ رِیْحٌ حَمْرَآءُ بِالْکُوْفَةِ فَجَآءَ رَجُلٌ لَیْسَ لَهٗ هِجِّیْرٰی اِلَّا یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ جَآءَتِ السَّاعَةُ قَالَ فَقَعَدَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ اِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰی لَا یُقْسَمَ مِیْرَاثٌ وَّلَا یُفْرَحَ بِغَنِیْمَةٍ ثُمَّ قَالَ بِیَدِهٖ هٰکَذَا وَنَحَّاهَا نَحْوَ الشَّامِ فَقَالَ عَدُوٌّ یَّجْمَعُوْنَ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ وَیَجْمَعُ لَهُمْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ قُلْتُ الرُّوْمَ تَعْنِیْ قَالَ نَعَمْ وَتَکُوْنُ عِنْدَ ذَاکُمُ الْقِتَالِ رَدَّةٌ شَدِیْدَةٌ فَیَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِّلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَیَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی یَحْجُزَ بَیْنَهُمُ اللَّیْلُ فَیَفِیْءُ هٰؤُلَآءِ وَهٰؤُلَآءِ کُلٌّ غَیْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَی الشُّرْطَةُ ثُمَّ یَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِّلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَیَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی یَحْجُزَ بَیْنَهُمُ اللَّیْلُ فَیَفِیْءُ هٰؤُلَآءِ وَهٰؤُلَآءِ کُلٌّ غَیْرُ غَالِبٍ وَّتَفْنَی الشُّرْطَةُ ثُمَّ یَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِّلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَیَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی یُمْسُوْا فَیَفِیْءُ هٰؤُلَآءِ وَهٰؤُلَآءِ کُلٌّ غَیْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَی الشُّرْطَةُ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الرَّابِعِ نَهَدَ اِلَیْهِمْ بَقِیَّةُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَیَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبْرَةَ عَلَیْهِمْ فَیَقْتُلُوْنَ مَقْتَلَةً اِمَّا قَالَ لَا یُرٰی مِثْلُهَا وَاِمَّا قَالَ لَمْ یُرَ مِثْلُهَا حَتّٰی اِنَّ الطَّائِرَ لَیَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ فَمَا یُخَلِّفُهُمْ حَتّٰی یَخِرَّ مَیْتًا فَیَتَعَادُّ بَنُو الْاَبِ کَانُوْا مِائَةً فَلَا یَجِدُوْنَهٗ بَقِیَ مِنْهُمْ اِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِاَیِّ غَنِیْمَةٍ یُفْرَحُ اَوْ اَیُّ مِیْرَاثٍ یُقَاسَمُ فَبَیْنَمَا هُمْ کَذٰلِکَ اِذْ سَمِعُوْا بِبَاْسٍ هُوَ اَکْبَرُ مِنْ ذٰلِکَ فَجَآءَهُمُ الصَّرِیْخُ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِیْ ذَرَارِیِّهِمْ فَیَرْفُضُوْنَ مَا فِیْ اَیْدِیْهِمْ وَیُقْبِلُوْنَ فَیَبْعَثُوْنَ عَشَرَةَ فَوَارِسَ طَلِیْعَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَسْمَآءَهُمْ وَاَسْمَآءَ اٰبَآئِهِمْ وَاَلْوَانَ خُیُوْلِهِمْ هُمْ خَیْرُ

مسعود! قیامت آگئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک میراث کی تقسیم اور مال غنیمت کی خوشی کو ترک نہ کر دیا جائے، پھر ملک شام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: (وہاں) اہل اسلام کے دشمن جمع ہوں گے اور ان کے مقابلہ کے لیے مسلمان جمع ہوں گے، میں نے کہا آپ کی مراد رومی ہیں فرمایا: ہاں! اس جنگ کی شدت کی وجہ سے بہت سے لوگ بھاگ کر پلٹ آئیں گے، پھر مسلمان ایک ایسا لشکر بھیجیں گے کہ وہ خواہ مر جائیں مگر کامیابی کے بغیر واپس نہ لوٹیں، پھر مسلمان خوب جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا پردہ حائل ہو جائے گا، پھر یہ فریق بھی لوٹ آئے گا اور وہ فریق بھی لوٹ آئے گا، اور ان میں سے کسی کو غلبہ نہیں ہو گا، پھر وہ (پہلا) دستہ ہلاک ہو جائے گا، پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے پھر وہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا حجاب آجائے گا، پھر یہ دستہ اور دوسرا دستہ دونوں لوٹ آئیں گے، اور ان میں سے کوئی کامیاب نہیں ہو گا اور وہ دستہ ہلاک ہو جائے گا، پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے، پھر وہ شام تک جنگ کرتے رہیں گے، پھر یہ اور وہ لوٹ آئیں گے اور کوئی فریق غالب نہیں ہو گا اور وہ دستہ ہلاک ہو چکا ہو گا، اور جب چوتھا دن ہو گا تو باقی مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ کافروں پر شکست مسلط کر دے گا، وہ ایسی جنگ ہو گی کہ اس سے پہلے ایسی جنگ کی مثال دیکھی نہیں ہو گی، حتیٰ کہ پرندے بھی ان کے پہلوؤں سے گذریں گے وہ ان سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے اور مردہ ہو کر گر پڑیں گے ایک باپ کی اولاد سو تک ہو گی، ان میں سے ایک کے سوا اور کوئی باقی نہیں بچے گا، اس صورت میں مال غنیمت سے

فَوَارِسَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ اَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ قَالَ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ فِیْ رِوَايَتِهٖ عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ۔

کیا خوشی ہوگی اور کیسے وراثت تقسیم ہوگی، مسلمان اسی حالت سے دوچار ہوں گے کہ اس سے بڑی افتاد آپڑے گی ایک پیخ سنائی دے گی کہ مسلمانوں کی اولاد میں دجال آچکا ہے، ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس گھوڑے سواروں کا ہراول دستہ بھیجیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سواروں کے نام، ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں وہ روئے زمین کے بہترین سواروں میں سے ہوں گے، ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں کہا یہ حدیث اسیر بن جابر سے مروی ہے۔

۷۱۵۴۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَهَبَّتْ رِيْحٌ حَمْرَآءُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِهٖ وَحَدِيْثُ ابْنِ عُلَيَّةَ اَتَمُّ وَاَشْبَعُ۔

یسیر بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو سرخ آندھی آئی پھر اس کی مثل روایت ہے اور ابن علیہ کی روایت مکمل اور مفصل ہے۔

۷۱۵۵۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِی ابْنَ الْمُغِيْرَةِ) حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ (يَعْنِی ابْنَ هِلَالٍ) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ فِیْ بَيْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَالْبَيْتُ مَلْاٰنُ قَالَ فَهَاجَتْ رِيْحٌ حَمْرَآءُ بِالْكُوْفَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا اور گھر بھرا ہوا تھا، انھوں نے کہا اس وقت کوفہ میں سرخ آندھی چلی، پھر ابن علیہ کی مثل روایت بیان کی۔

۷۱۵۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةٍ قَالَ فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ عَلَيْهِمْ ثِيَابُ الصُّوْفِ فَوَافَقُوْهُ عِنْدَ اَكَمَةٍ فَاِنَّهُمْ لَقِيَامٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ فَقَالَتْ لِیْ نَفْسِیْ اِئْتِهِمْ فَقُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهٗ لَا يَغْتَالُوْنَهٗ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَعَلَّهٗ نَجِیٌّ مَعَهُمْ

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مغرب کی طرف سے ایک قوم آئی جنھوں نے اون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ان کی آپ سے ٹیلے کے پاس ملاقات ہوئی، وہ کھڑے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے میرے دل میں خیال آیا کہ "تو بھی ان کے پاس چل"، اور حضور کے اور ان کے درمیان جاکر کھڑا ہوا کہیں وہ حضور پر دھوکے

فأتيتهم فقمت بينهم وبينه قال فحفظت منه أربع كلمات أعدهن في يدي قال تغزون جزيرة العرب فيفتحها الله ثم فارس فيفتحها الله ثم تغزون الروم فيفتحها الله ثم تغزون الدجال فيفتحه الله قال فقال نافع يا جابر لا نرى الدجال يخرج حتى تفتح الروم۔

سے حملہ نہ کر دیں، پھر میرے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ ان سے کوئی راز کی بات کر رہے ہوں! بہر حال میں ان کے پاس گیا اور آپ کے اور ان کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چار باتیں یاد ہیں جن کو میں نے انگلیوں پر شمار کر لیا تھا، آپ نے فرمایا تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس میں تم کو فتح عطا فرمائے گا، پھر تم فارس میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم روم میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم دجال سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو اس پر فتح عطا فرمائے گا، نافع نے کہا اے جابر ہم شام کی فتح سے پہلے دجال کو نہیں دیکھیں گے۔

٧١٥٧ - حدثنا أبو خيثمة زهير بن حرب وإسحق بن إبراهيم وابن أبي عمر المكي واللفظ لزهير قال إسحق أخبرنا وقال الآخران حدثنا سفيان بن عيينة عن فرات القزاز عن أبي الطفيل عن حذيفة بن أسيد الغفاري قال اطلع النبي صلى الله عليه وسلم علينا ونحن نتذاكر فقال ما تذاكرون قالوا نذكر الساعة قال إنها لن تقوم حتى ترون قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى ابن مريم صلى الله عليه وسلم ويأجوج ومأجوج وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب وآخر ذلك نار تخرج من اليمن تطرد الناس إلى محشرهم۔

حضرت حذیفہ بن اُسید غفاری کہتے ہیں کہ جس وقت ہم باتیں کر رہے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے کہا ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اس کے متعلق دس نشانیاں نہ دیکھ لو، دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول، اور یاجوج ماجوج اور تین جگہ زمین کے دھنسنے کا ذکر کیا، مشرق میں دھنسنا، مغرب میں دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا، اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہنکا کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

٧١٥٨ - حدثنا عبيد الله بن معاذ العنبري حدثنا أبي حدثنا شعبة عن فرات القزاز عن أبي الطفيل عن أبي سريحة حذيفة بن أسيد قال كان النبي صلى الله عليه وسلم في غرفة ونحن أسفل منه فاطلع إلينا فقال ما تذكرون قلنا الساعة قال إن الساعة لا تكون حتى تكون عشر آيات خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف

حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالاخانہ میں تھے اور ہم نیچے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ہماری طرف جھانک کر فرمایا: تم کس کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا قیامت کا، آپ نے فرمایا جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں قیامت نہیں آئے گی، مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا، دھواں، دجال، دابۃ الارض،

فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَالدُّخَانُ وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ وَيَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرَةِ عَدَنٍ تَرْحَلُ النَّاسَ قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ لَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَحَدُهُمَا فِي الْعَاشِرَةِ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ وَرِيحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ۔

یاجوج ماجوج، مغرب سے سورج کا طلوع ہونا اور ایک آگ جو عدن کے کنارے سے نکلے گی، اور لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی، شعبہ نے کہا ایک اور سند کے ساتھ ابوسریحہ سے اس کی مثل روایت ہے اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا، ایک راوی نے دسویں نشانی میں حضرت عیسیٰ بن مریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزول کا ذکر کیا ہے دوسرے راوی نے کہا ایک آندھی آئے گی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔

۷۱۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ تَحْتَهَا نَتَحَدَّثُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ تَنْزِلُ مَعَهُمْ إِذَا نَزَلُوا وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ قَالَ أَحَدُ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَقَالَ الْآخَرُ رِيحٌ تُلْقِيهِمْ فِي الْبَحْرِ۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاخانہ میں تھے، اور ہم اس کے نیچے باتیں کر رہے تھے، پھر اس حدیث کی مثل روایت بیان کی شعبہ نے بیان کیا، میرا گمان ہے انھوں نے کہا: جہاں یہ لوگ جائیں گے آگ وہیں جائے گی، اور جہاں یہ لوگ قیلولہ کریں گے آگ وہیں رہے گی، شعبہ کہتے ہیں مجھ ایک شخص نے یہ حدیث ابوسریحہ سے روایت کی ہے اور اس کو مرفوع نہیں کہا، ایک راوی نے حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول بیان کیا، اور دوسرے راوی نے بیان کیا ایک آندھی ان کو سمندر میں ڈال دے گی۔

۷۱۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ فَأَشْرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ مُعَاذٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ بِنَحْوِهِ قَالَ وَالْعَاشِرَةُ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَالَ شُعْبَةُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جھانک کر دیکھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، شعبہ کی روایت میں دسویں علامت حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ہے، نیز شعبہ نے کہا عبدالعزیز نے اس کو مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

۷۱۶۱۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ

وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى.

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ ظاہر نہ ہو جائے جس سے بصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

۷۱۶۲۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ اِهَابَ اَوْ يَهَابَ قَالَ زُهَيْرٌ قُلْتُ لِسُهَيْلٍ فَكَمْ ذٰلِكَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ. قَالَ كَذَا وَكَذَا مِيْلًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قرب قیامت میں) گھر اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں گے، زہیر کہتے ہیں میں نے سہیل سے پوچھا یہ جگہ مدینہ سے کتنے فاصلہ پر ہے؟ انھوں نے کہا اتنے اتنے میل ہے۔

۷۱۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِاَنْ لَا تُمْطَرُوْا وَلٰكِنِ السَّنَةُ اَنْ تُمْطَرُوْا وَتُمْطَرُوْا وَلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَيْئًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قحط یہ نہیں ہے کہ بارش نہ ہو، لیکن قحط یہ ہے کہ بارش ہو اور خوب بارش ہو لیکن زمین کوئی چیز نہ اگائے۔

۷۱۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا درآں حالیکہ آپ کا منہ مشرق کی جانب تھا، آپ فرما رہے تھے: سنو فتنہ یہاں ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

۷۱۶۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ

حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عِنْدَ بَابِ حَفْصَةَ فَقَالَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ الْفِتْنَةُ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ فِي رِوَايَتِهِ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَابِ عَائِشَةَ۔

طلوع ہوگا، یہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا، اور عبید اللہ بن سعید نے اپنی روایت میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔

۷۱۶۶۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا: بے شک فتنہ یہاں ہے، بے شک فتنہ یہاں ہے، بے شک فتنہ یہاں ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

۷۱۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ رَأْسُ الْكُفْرِ مِنْ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ يَعْنِي الْمَشْرِقَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر آ کر کہا: کفر کی چوٹی ادھر سے نکلے گی جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے، یعنی مشرق سے۔

۷۱۶۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَيَقُولُ هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا ثَلَاثًا حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق کی طرف ہاتھ سے یہ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہوئے سنا: بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا، آپ نے یہ تین بار فرمایا۔

۷۱۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبَانَ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى وَأَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبَانَ) قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ مَا أَسْأَلَكُمْ عَنِ الصَّغِيرَةِ

سالم بن عبد اللہ بن عمر نے کہا: اے اہل عراق! ایک چھوٹے جرم (پسّو کے قتل) کے متعلق تم سے کس نے سوال کرایا اور ایک بڑے جرم (صحابہ، اخیار تابعین بشمول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل) پر تم کو کس نے سوار یعنی برانگیختہ کیا؟ میں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ

وَاَرْكَبَكُمْ لِلْكَبِيْرَةِ سَمِعْتُ اَبِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيْءُ مِنْ هٰهُنَا وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ وَاَنْتُمْ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ وَاِنَّمَا قَتَلَ مُوْسَى الَّذِيْ قَتَلَ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ خَطَاً فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهٗ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُوْنًا قَالَ اَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ سَالِمٍ لَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ فتنہ یہاں سے نمودار ہوگا، آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہونگے اور تم ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو (یعنی تم خارجی لوگ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہو) حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آل فرعون کے جس شخص کو قتل کیا تھا وہ قتل خطاء تھا اس پر بھی اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا: "تم نے ایک انسان کو قتل کیا، پھر ہم نے تم کو غم سے نجات دی اور تم کو آزمائشوں میں ڈالا"۔ احمد بن عمر کی روایت میں سمعت کا لفظ نہیں ہے۔

۷۱۷۰۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ اَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَتْ صَنَمًا تَعْبُدُهَا دَوْسٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِتَبَالَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک دوس کی عورتیں کے سرین ذوالخلصہ کا طواف نہ کریں قیامت نہیں آئے گی، ذوالخلصہ تبالہ میں ایک بت تھا جس کی زمانہ جاہلیت میں عورتیں عبادت کرتی تھیں۔

۷۱۷۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاَبُوْ مَعْنٍ زَيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الرَّقَاشِيُّ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ مَعْنٍ) قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَوَفّٰى كُلَّ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دن اور رات (کا سلسلہ) اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک کہ لات اور عزیٰ کی عبادت نہ ہو، میں نے کہا یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) "وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے خواہ مشرکین کو یہ ناگوار گزرے" تو میں یہ گمان کرتی تھی کہ یہ دین مکمل ہو گیا، (اور اب کفر نہ ہوگا) آپ نے فرمایا جو کچھ اللہ کی مشیت میں ہے وہ عنقریب واقع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ فوت ہو جائے گا، اور جس کے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ

فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَآئِهِمْ.

باقی رہ جائے گا، اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

۷۱۷۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ (وَهُوَ الْحَنَفِيُّ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ ابْنُ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۱۷۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ مَكَانَهٗ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص آدمی کی قبر کے پاس سے گذر کر یہ نہ کہے کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔

۷۱۷۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الرِّفَاعِيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبَانَ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اس وقت تک دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص قبر سے گذر کر لوٹ پوٹ نہ ہو اور یہ نہ کہے کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور اس کے دین میں آزمائش کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

۷۱۷۵- وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيْدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْ اَيِّ شَيْءٍ قَتَلَ وَلَا يَدْرِي الْمَقْتُوْلُ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ قُتِلَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ قاتل کو یہ پتا نہیں ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو یہ پتا ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا۔

۷۱۷۶- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ اَبَانَ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْ اِسْمٰعِيْلَ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ پتا نہ ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول

حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَالْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ الْھَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ اَبَانَ قَالَ ھُوَ یَزِیْدُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْمَاعِیْلَ لَمْ یَذْکُرِ الْاَسْلَمِیَّ ۔

کو یہ پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا؟ عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا بکثرت کشت وخون ہوگا، قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

۷۱۷۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَکْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ زِیَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَعِیْدٍ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَۃَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَۃِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرا دے گا۔

۷۱۷۸۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ ابْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیِّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَۃَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَۃِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرا دے گا۔

۷۱۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ (یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ) عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَۃِ یُخَرِّبُ بَیْتَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی اللہ عزوجل کے گھر کو گرا دے گا۔

۷۱۸۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ (یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ یَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاہُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قحطان کا ایک شخص لوگوں کو اپنی لاٹھی سے نہ ہنکائے۔

۷۱۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْکَبِیْرِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ اَبُوْبَکْرٍ الْحَنَفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْحَکَمِ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات کا سلسلہ اس وقت تک نہیں منقطع ہوگا جب تک جہجاہ نام کا ایک شخص بادشاہ نہ ہو جائے امام مسلم نے راوی کے متعلق کہا یہ چار بھائی

سَلَّمَ قَالَ لَا تَذْهَبُ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالِي حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ. قَالَ مُسْلِمٌ هُمْ اَرْبَعَةُ اِخْوَةٍ شَرِيْكٌ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ وَعُمَيْرٌ وَعَبْدُ الْكَبِيْرِ بَنُوْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ.

ہیں شریک، عبید اللہ، عمیر اور عبد الکبیر یہ عبد المجید کے بیٹے ہیں۔

۷۱۸۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ عُمَرَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسی قوم سے قتال نہ کرو جس کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو جو بالوں والی جوتیاں پہنتے ہیں۔

۷۱۸۳۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلَكُمْ اُمَّةٌ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ وُجُوْهُهُمْ مِثْلُ الْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جو بالوں والی جوتیاں پہنے گی اور ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔

۷۱۸۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا صِغَارَ الْاَعْيُنِ ذُلْفَ الْاُنُفِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جو بالوں کی جوتیاں پہنے گی اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی اور ناک چپٹی ہوگی۔

۷۱۸۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ التُّرْكَ قَوْمًا وُجُوْهُهُمْ كَالْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ يَلْبَسُوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان ترکوں سے جنگ نہ کریں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، یہ لوگ بالوں کا لباس اور بالوں کی جوتیاں

الشعر ویمشون فی الشعر۔

پہنیں گے۔

۷۱۸۶۔ حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع وابو اسامۃ عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقاتلون بین یدی الساعۃ قوما نعالھم الشعر کان وجوھھم المجان المطرقۃ حمر الوجوہ صغار الاعین۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے متصل تمہاری ایسی قوم سے جنگ ہوگی جن کی جوتیاں بالوں کی ہوں گی، ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، چہرے سرخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔

۷۱۸۷۔ حدثنا زھیر بن حرب وعلی بن حجر (واللفظ لزھیر) قالا حدثنا اسمعیل بن ابراھیم عن الجریری عن ابی نضرۃ قال کنا عند جابر بن عبد اللہ فقال یوشک اھل العراق ان لا یجبی الیھم قفیز ولا درھم قلنا من این ذاک قال من قبل العجم یمنعون ذاک ثم قال یوشک اھل الشام ان لا یجبی الیھم دینار ولا مدی قلنا من این ذاک قال من قبل الروم ثم سکت ھنیۃ ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیا لا یعدہ عددا قال قلت لابی نضرۃ وابی العلاء اتریان انہ عمر بن عبد العزیز فقالا لا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا عنقریب اہل عراق کے پاس کوئی قفیز آئے گا نہ درہم، ہم نے پوچھا کہاں سے نہیں آئے گا؟ انھوں نے کہا عجم سے! وہ اس کو روک لیں گے، پھر کہا عنقریب اہل شام کے پاس کوئی دینار آئے گا نہ مدی ہم نے پوچھا: کہاں سے؟ انھوں نے کہا روم سے، پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا، جو لپ بھر بھر کر مال دے گا، اور اس کو شمار نہیں کرے گا، (راوی کہتے ہیں) میں نے ابو نضرہ اور ابو العلاء سے پوچھا: کیا اس سے عمر بن عبد العزیز مراد ہیں؟ ان دونوں نے کہا نہیں!۔

۷۱۸۸۔ وحدثنا ابن المثنی حدثنا عبد الوھاب حدثنا سعید (یعنی الجریری) بھذا الاسناد نحوہ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۸۹۔ حدثنا نصر بن علی الجھضمی حدثنا بشر (یعنی ابن المفضل) ح وحدثنا علی بن حجر السعدی حدثنا اسمعیل (یعنی ابن علیۃ) کلاھما عن سعید بن یزید عن ابی نضرۃ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خلفائکم خلیفۃ یحثو المال حثیا لا یعدہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوں گے جو لپ بھر بھر کر مال دیں گے اور اس کو شمار نہیں کریں گے، ابن حجر کی روایت میں یحثی ہے۔

عَدًّا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ يَحْثِي الْمَالَ -

۷۱۹۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ -

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہو گا جو مال تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔

۷۱۹۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

حضرت ابو سعید نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۷۱۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِينَ جَعَلَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَجَعَلَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ وَيَقُولُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ -

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے بہتر شخص نے مجھے بتایا جب حضرت عمار خندق کھود رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے تھے: اے ابن سمیہ تم پر کیسی افتاد پڑے گی! جب ایک باغی گروہ تم کو قتل کرے گا۔

۷۱۹۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ وَهُرَيْمُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالُوا أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ النَّضْرِ أَخْبَرَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو قَتَادَةَ وَفِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ أُرَاهُ يَعْنِي أَبَا قَتَادَةَ وَفِي حَدِيثِ خَالِدٍ وَيَقُولُ وَيْسَ أَوْ يَقُولُ يَا وَيْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ -

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ایک سند کے ساتھ مروی ہے مجھ سے بہتر شخص ابو قتادہ ہیں، دوسری سند میں ہے میرا گمان ہے وہ ابو قتادہ ہیں اور اس روایت میں ویس یا ویس ابن سمیہ مذکور ہے۔

۷۱۹۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ عُقْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدًا يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

۷۱۹۵ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ وَالْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِمَا عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۷۱۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کریگا۔

۷۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهْلِكُ أُمَّتِي هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ لَوْ أَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کر دے گا، صحابہ نے عرض کیا پھر آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کاش لوگ ان سے الگ رہیں۔

۷۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ فِي مَعْنَاهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کیا۔

۷۱۹۹ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ مر گیا اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا، اور جب قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت

كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

۷۲۰۰ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ سُفْيَانَ وَمَعْنٰى حَدِيْثِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہو گیا اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور قیصر ہلاک ہو گیا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا، پھر تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

۷۲۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ سَوَاءً۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا، اس کے بعد حضرت ابوہریرہ کی روایت کی مثل ہے۔

۷۲۰۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَنْزَ اٰلِ كِسْرٰى الَّذِيْ فِي الْأَبْيَضِ قَالَ قُتَيْبَةُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يَشُكَّ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مسلمانوں یا فرمایا مومنوں کی ایک جماعت ضرور آل کسریٰ کے اس خزانے کو فتح کرے گی جو قصر ابیض میں ہے۔ قتیبہ کی روایت میں بغیر کسی شک کے مسلمانوں کا لفظ ہے

۷۲۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں

قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا، یہ ابوعوانہ کی حدیث کی مثل ہے۔

۷۲۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرٍ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ الدِّيلِيُّ) عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُمْ بِمَدِينَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَغْزُوَهَا سَبْعُونَ أَلْفًا مِنْ بَنِي إِسْحٰقَ فَإِذَا جَاءُوهَا نَزَلُوا فَلَمْ يُقَاتِلُوا بِسِلَاحٍ وَلَمْ يَرْمُوا بِسَهْمٍ قَالُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ فَيَسْقُطُ أَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرٌ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ الَّذِي فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُولُوا الثَّانِيَةَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْآخَرُ ثُمَّ يَقُولُوا الثَّالِثَةَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوهَا فَيَغْنَمُوا فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْمَغَانِمَ إِذْ جَاءَهُمُ الصَّرِيخُ فَقَالَ إِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُونَ كُلَّ شَيْءٍ وَيَرْجِعُونَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایک شہر (قسطنطنیہ) کے متعلق سنا ہے کہ اس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر ہے، صحابہ نے کہا ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اس میں ستر ہزار بنو اسحٰق (عرب) جہاد نہ کرلیں، جب وہ وہاں پہنچ کر اتریں گے تو وہ ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ تیر اندازی کریں گے، وہ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی، ثور کہتے ہیں میرے گمان میں اس سے مراد دریا کا کنارہ ہے، پھر وہ دوسری بار کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کی دوسری جانب گر جائے گی، پھر وہ تیسری بار کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، پھر ان کے لیے کشادگی کر دی جائے گی، اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے، اور مال غنیمت حاصل کریں گے جس وقت وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو ایک چیخ سنائی دے گی کہ دجال نکل آیا ہے تو مسلمان ہر چیز کو چھوڑ کر لوٹ آئیں گے۔

۷۲۰۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيلِيُّ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے یہود جنگ کریں گے اور تم ان کو قتل کرو گے حتی کہ پتھر کہے گا: اے مسلمان یہ یہودی ہے، آ، اس کو قتل کر دے۔

هٰذَا یَهُوْدِیٌّ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ۔

۷۲۰۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَعُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِیْ حَدِیْثِهٖ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ وَّرَآئِیْ۔

۷۲۰۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا یَقُوْلُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَقْتَتِلُوْنَ اَنْتُمْ وَیَهُوْدُ حَتّٰی یَقُوْلَ الْحَجَرُ یَا مُسْلِمُ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ وَّرَآئِیْ تَعَالَ فَاقْتُلْهُ۔

۷۲۱۰۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُکُمُ الْیَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَیْهِمْ حَتّٰی یَقُوْلَ الْحَجَرُ یَا مُسْلِمُ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ وَّرَآئِیْ فَاقْتُلْهُ۔

۷۲۱۱۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ (یَعْنِی ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَهُوْدَ فَیَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰی یَخْتَبِئَ الْیَهُوْدِیُّ مِنْ وَّرَآءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ اَوِ الشَّجَرُ یَا مُسْلِمُ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ خَلْفِیْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْیَهُوْدِ۔

۷۲۱۲۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ کِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے یہ یہودی میرے پیچھے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اور یہود آپس میں جنگ کرتے رہو گے، حتیٰ کہ پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلم! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے یہود قتال کریں گے سو تم ان پر غالب آجاؤ گے حتیٰ کہ پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلم! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں، حتیٰ کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر اور درخت یہ کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آ اس کو قتل کر دے ہاں درخت غرقد نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت سے پہلے کئی کذاب ہوں گے، ابوالاحوص کی روایت میں یہ اضافہ ہے، میں نے ان سے پوچھا ـــــ کیا آپ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ

إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ وَزَادَ فِي حَدِيْثِ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!۔

۷۲۱۳ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ قَالَ سِمَاكٌ وَسَمِعْتُ أَخِي يَقُوْلُ قَالَ جَابِرٌ فَاحْذَرُوْهُمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی، اس میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان سے بچو۔

۷۲۱۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (وَهُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ) عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دجالوں اور کذابوں کو بھیج نہ دیا جائے جو تیس کے قریب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

۷۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ يَنْبَعِثَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی، البتہ اس میں ینبعث کا لفظ ہے۔

یاجوج اور ماجوج کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۱۰۱ میں ہے: آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں!

یاجوج ماجوج بنو آدم سے ہیں، اور یافث بن نوح کی اولاد ہیں، وہب وغیرہ کا اسی پر وثوق ہے، ضحاک نے کہا یہ ترک سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج دیلم سے ہیں (علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ غیر انسانی مخلوق ہیں)۔

یاجوج، ماجوج کے لفظی اشتقاق میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجیج نار (بھڑکتی ہوئی آگ) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجّہ (شدت حرارت) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اج (سرعت عدو) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجاج (کھارے پانی) سے ماخوذ ہے۔ ان کا وزن یفعول اور مفعول ہے، ایک قول یہ ہے کہ یاجوج فاعول کے وزن پر ہے اور ماجوج مفعول کے وزن پر ہے اور یہ ماج سے ماخوذ ہے جس کا معنی اضطراب ہے۔

امام ابن عدی، امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یاجوج ایک گروہ ہے اور ماجوج ایک دوسرا گروہ ہے اور ہر گروہ چار لاکھ کا ہے، ان میں سے جب ایک شخص فوت ہوتا ہے تو وہ ایک ہزار مسلح مرد چھوڑتا ہے، یہ حدیث بہت ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد بھی ہیں، امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے ہر ایک کی کم از کم اولاد ایک ہزار ہوتی ہے، امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے جو شخص بھی مرتا ہے وہ ایک ہزار یا اس سے زیادہ اولاد چھوڑ کر مرتا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ جن اور انس کے دس اجزاء ہیں، ان میں سے نو اجزاء یاجوج اور ماجوج ہیں اور ایک جز میں باقی لوگ ہیں، کعب سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم تو درخت ارز کی طرح بہت لمبے قد کی ہے، دوسری قسم چار ہاتھ لمبی اور چار ہاتھ چوڑی ہے اور تیسری قسم بہت چھوٹے قد کی ہے، امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج ایک بالشت کے ہوتے ہیں، دو بالشت کے ہوتے ہیں اور تین بالشت کے ہوتے ہیں اور یہ ان کا سب سے لمبا قد ہے، حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ یاجوج، ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں، ذوالقرنین نے اکیس قبیلوں پر سد (آہنی دیوار) قائم کی تھی، ایک قبیلہ اس وقت کہیں لڑنے گیا ہوا تھا وہ سد کے بغیر رہ گیا یہ لوگ ترک ہیں، امام ابن مردویہ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ترک یاجوج ماجوج کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں وہ لوٹ مار کے لیے گئے ہوئے تھے، ذوالقرنین نے آکر سد بنا دی اور وہ سد سے باہر رہ گئے۔ [1]

قرآن مجید میں یاجوج اور ماجوج کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوما لا یکادون یفقهون قولا ۝ قالوا یذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فهل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینهم سدا ۝ قال ما مكنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوة اجعل بینكم وبینهم ردما ۝ اتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعله نارا قال اتونی افرغ علیه قطرا ۝ فما اسطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا له نقبا ۝ قال هذا رحمة من ربی فاذا جاء وعد ربی جعله دكاء وكان وعد ربی حقا ۔

یہاں تک کہ جب ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انھوں نے ان پہاڑوں کے اس پار ایک ایسی قوم کو پایا جو ان کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتے تھے، انھوں نے کہا اے ذوالقرنین بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں تو کیا ہم آپ کو اس شرط پر کچھ مال مہیا کریں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک سد (آڑ، رکاوٹ) بنا دیں، انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جس چیز پر قدرت دی وہ (تمہارے مال سے) زیادہ بہتر ہے، تم محنت (کے کام) سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنا دوں گا، تم مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو، حتیٰ کہ جب انھوں نے دونوں پہاڑوں کے کناروں

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰۰، ۱۰۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ

(الکہف: ۹۸-۹۳)

کے ساتھ وہ دیوار برابر کردی تو فرمایا اب آگ دہکاؤ، حتیٰ کہ جب ان چادروں کو سرخ آگ کر دیا تو کہا اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر انڈیل دوں، پھر یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کرسکے، فرمایا یہ میرے رب کی رحمت ہے اور جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کردے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔

احادیث میں یاجوج اور ماجوج کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی رافع عن حدیث ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السد قال یحفرونہ کل یوم حتی اذا کادوا یخرقونہ قال الذی علیھم ارجعوا فستخرقونہ غدا فیعیدہ اللہ کامثل ما کان حتی اذا بلغ مدتھم واراد اللہ ان یبعثھم علی الناس قال الذی علیھم ارجعوا فستخرقونہ غدا ان شاء اللہ واستثنی قال فیرجعون فیجدونہ کھیئتہ حین ترکوہ فیخرقونہ ویخرجون علی الناس فیستقون المیاہ ویفر الناس منھم فیرمون بسھامھم الی السماء فترجع مخضبۃ بالدماء فیقولون قھرنا من فی الارض وعلونا من فی السماء قسرۃ وعلوا فیبعث اللہ علیھم نغفا فی اقفائھم فیھلکون قال فوالذی نفس محمد بیدہ ان دواب الارض تسمن وتبطر وتشکر شکرا من لحومھم ھذا حدیث حسن غریب انما نعرفہ من ھذا الوجہ مثل ھذا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "سد" کے بارے میں فرمایا: (یاجوج ماجوج) اسے روزانہ کھودتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب کھل جانے کے قریب ہوتی ہے تو ان کا سردار کہتا ہے واپس چلو کل اس کو توڑیں گے۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بہتر کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا واپس لوٹ جاؤ ان شاء اللہ کل تم اسے توڑ ڈالو گے۔ (یہ بات) وہ استثناء (یعنی ان شاء اللہ) کے ساتھ کہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس (دوسرے دن) وہ واپس آئیں گے تو اسے ایسا ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ گئے تھے چنانچہ وہ اسے توڑ ڈالیں گے اور باہر لوگوں پر نکل آئیں گے (اور) سارا پانی پی جائیں گے، لوگ ان سے بھاگیں گے وہ آسمان کی طرف تیر اندازی کریں گے وہ تیر خون آلودہ واپس آئیں گے تو کہیں گے ہم زمین والوں پر غالب آگئے اور آسمان والوں پر غالب اور قاہر ہونے یہ بات دل کی سختی اور برائی کے گمان سے کہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں (گردن کے پچھلے حصہ) میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے زمین

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کے جانور ان کا گوشت کھا کر خوب موٹے ہوں گے خوش ہونگے اور شکر گذار ہوں گے، یہ حدیث حسن غریب ہے اسے ہم اس طرح اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

نیز امام ترمذی نے حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے دجال کے متعلق ایک بہت طویل حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے:

قال ویبعث اللہ یاجوج وماجوج وهم كما قال الله وهم من كل حدب ينسلون قال فيمر اولهم ببحيرة الطبرية فيشرب ما فيها ثم يمر بها اخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ماء ثم يسيرون حتى ينتهوا الى جبل بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من فى الارض فهلم فلنقتل من فى السماء فيرمون بنشابهم الى السماء فيرد الله عليهم نشابهم محمرا دما ويحاصر عيسى بن مريم واصحابه حتى يكون راس الثور يومئذ خيرا لهم من مائة دينار لاحدكم اليوم قال فيرغب عيسى بن مريم الى الله واصحابه قال فيرسل الله عليهم النغف فى رقابهم فيصبحون فرسى موتى كموت نفس واحدة قال ويهبط عيسى واصحابه فلا يجد موضع شبر الا وقد ملاته زهمتهم ونتنهم ودماؤهم قال فيرغب عيسى الى الله واصحابه قال فيرسل الله عليهم طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم بالمهبل ويستوقد المسلمون من قسيهم ونشابهم وجعابهم سبع سنين ويرسل الله عليهم مطرا لا يكن منه بيت وبر ولا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ، یاجوج ماجوج کو بھیجے گا وہ ارشاد خداوندی کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے" فرمایا، ان کے پہلے لوگ بحیرہ طبریہ سے گذریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے پھر جب آخری لوگ گذریں گے کہیں گے شاید یہاں کبھی پانی ہوا ہوگا پھر وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ وہ بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر لیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود (سرخ) واپس بھیج دے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک (بھوک کی وجہ سے) گائے کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفقاء، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یاجوج ماجوج) کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دیگا یہاں تک کہ وہ سب یکدم مر جائیں گے، جب عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے اتریں گے تو ان کی بدبو اور خون کی وجہ سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے، پھر آپ اور آپ کے ساتھی دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ لمبی گردن والے اونٹوں کی مثل پرندے بھیجے گا جو انھیں اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے مسلمان ان کے تیر ترکش اور کمانوں کو سات سال تک جلائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو ہر گھر اور خیمہ

مثلاً قال فیغسل الارض فیترکھا کالزلقۃ۔ [1] تک پہنچے گی، تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف شفاف کر دے گی۔

سدّ ذوالقرنین کا جائے وقوع

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاز (Caucasus) کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال (Darial) کے درمیان بنائی گئی تھی قفقاز اُس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرۂ اسود (Black Sea) اور بحیرۂ خزر (Caspian Sea) کے درمیان واقع ہے اس ملک میں بحیرۂ اسود سے داریال تک تو نہایت بلند پہاڑ ہیں اور ان کے درمیان اتنے تنگ درے ہیں کہ ان سے کوئی بڑی حملہ آور فوج نہیں گذر سکتی، البتہ دربند اور داریال کے درمیان جو علاقہ ہے اس میں پہاڑ بھی زیادہ بلند نہیں ہیں اور ان میں کوہستانی راستے بھی خاصے وسیع ہیں۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اسی طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرمانرواؤں کو اسی طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لیے نہایت مضبوط دیوار بنائی گئی تھی جو ۵۰ میل لمبی، ۲۹ فیٹ بلند اور ۱۰ فیٹ چوڑی تھی۔ ابھی تک تاریخی طور پر یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ دیوار ابتداءً کب کس نے بنائی تھی۔ مگر مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ نویس اسی کو سدّ ذوالقرنین قرار دیتے ہیں، اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اپنی تاریخوں میں یہ واقعہ لکھا ہے، اور یاقوت نے بھی معجم البلدان میں اس کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح کے بعد ۲۲ھ میں سُراقہ بن عمرو کو باب الابواب (دربند) کی مہم پر روانہ کیا اور سُراقہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا۔ عبدالرحمٰن جب ارمینیہ کے علاقہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے فرمانروا شہر براز نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر شہر براز نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے ایک آدمی کو سدّ ذوالقرنین کا مشاہدہ اور اس علاقے کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن کے سامنے اس شخص کو پیش کر دیا۔

(طبری، ج ۳، ص ۲۳۵ تا ۲۳۹۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۲۲۔ ۱۲۵۔ معجم البلدان، ذکر باب الابواب)۔

اس واقعہ کے دو سو برس بعد عباسی خلیفہ واثق (۲۲۷-۲۳۲ھ) نے سدّ ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کے لیے سلام الترجمان کی قیادت میں ۵۰ آدمیوں کی ایک مہم روانہ کی جس کے حالات یاقوت نے معجم البلدان میں اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ وفد سامرہ (سُرَّمَن رأیٰ) سے تفلیس، وہاں سے السریر، وہاں سے اللان ہوتا ہوا فیلان شاہ کے علاقے میں پہنچا، پھر خزر کے ملک میں داخل ہوا، اور اس کے بعد دربند پہنچ کر اس نے سدّ کا مشاہدہ کیا، (البدایۃ والنہایۃ ج ۲، ص ۱۱۱، ج ۷، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵۔ معجم البلدان، باب الابواب)۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں بھی مسلمان عام طور پر قفقاز کی اس دیوار ہی کو سدّ ذوالقرنین سمجھتے تھے۔

یاقوت نے معجم البلدان میں متعدد دوسرے مقامات پر بھی اسی امر کی تصریح کی ہے۔ خزر کے زیر عنوان وہ لکھتا ہے

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کہ ھی بلاد الترک خلف باب الابواب المعروف بالدربند قریب من سد ذی القرنین" یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب الابواب کے پیچھے واقع ہے جسے دربند بھی کہتے ہیں"۔ اسی سلسلہ میں وہ خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر احمد بن فضلان کی ایک رپورٹ نقل کرتا ہے جس میں مملکت خزر کی تفصیلی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ خزر ایک مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام اُتل ہے، دریائے اِتل اس شہر کے درمیان سے گذرتا ہے اور یہ دریا روس اور بلغار سے آکر بحر خزر میں گرتا ہے۔

باب الابواب کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ اس کو الباب اور دربند بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے۔ بلاد کفر سے بلاد مسلمین کی طرف آنے والوں کے لیے یہ راستہ انتہائی دشوار گذار ہے۔ ایک زمانہ میں یہ نوشیروان کی مملکت میں شامل تھا۔ اور شاہان ایران اس سرحد کی حفاظت کو غایت درجہ اہمیت دیتے تھے۔ [۱]

جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین کی یہ آہنی دیوار قفقاز کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی اور بہت سے علماء اسلام نے یہی لکھا ہے، لیکن قطعیت کے ساتھ اسی کو ذوالقرنین کی آہنی دیوار کہنا بہت مشکل ہے، پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت یاجوج ماجوج کہاں ہیں؟ اور ذوالقرنین کی آہنی دیوار کس جگہ واقع ہے؟ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ ہم نے تمام زمین چھان ڈالی مگر ہمیں اس دیوار کا کہیں پتا نہیں ملا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو یقین اور قطعیت کے ساتھ اس دیوار کی جائے وقوع معلوم نہیں اور ممکن ہے ہمارے اور اس دیوار کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور رہا یہ دعویٰ کہ اب علم جغرافیہ کے ماہرین نے دنیا کے تمام خشک وتر کو معلوم کر لیا ہے، قابل تسلیم نہیں ہے، ممکن ہے کہ جیسے اب سے پانچ سو برس پہلے تک براعظم امریکہ کا پتا نہیں چلا تھا، اسی طرح ہو سکتا ہے اب بھی کوئی اور براعظم ایسا ہو جس تک ابھی انسان کے علم وخرد کی پہنچ نہ ہو سکی اور ایسی ہی کسی جگہ پر سد ذوالقرنین بھی واقع ہو۔

حدیث نمبر ۷۱۱۳ میں ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس لشکر کے متعلق سوال کیا گیا جس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ علامہ ابی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ کنعانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی وفات سے ایک سال پہلے وصال فرما گئی تھیں، لہٰذا القول نے حضرت ابن الزبیر کا زمانہ خلافت نہیں پایا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ، یزید بن معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئی تھیں اس اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہو جائے گی۔ علامہ ابی نے کہا میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں جس لشکر کے زمین میں دھنسنے کی خبر دی گئی ہے وہ ابھی واقع نہیں ہوا، اور ایسا ضرور ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کی تصدیق واجب ہے۔ [۲]

صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا موقف

حدیث نمبر ۷۱۲۳ میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

---

[۱] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۷۲-۷۱، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔

[۲] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو مسلمان بغیر کسی تاویل اور دلیل کے آپس میں جنگ کریں، مثلاً عصبیت کی بناء پر جنگ کریں تو وہ جہنم کے مستحق ہیں، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی سزا دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو معاف کر دے، یہی اہل حق کا مذہب ہے، اور صحابہ کرام کی جو آپس میں جنگیں ہوئیں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں، اہل سنت کا مذہب یہ ہے، کہ صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق کف لسان کرنا اور ان کے متعلق حسن ظن رکھنا ضروری ہے اور ان کی جنگوں کے متعلق یہ تاویل ہے کہ وہ سب مجتہد تھے، انھوں نے کسی معصیت یا حصول دنیا کا قصد نہیں کیا، بلکہ ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اس لیے اس سے قتال کرنا واجب ہے تاکہ وہ امر اللہ کی طرف رجوع کرے، ان میں سے بعض حق اور صواب پر تھے اور بعض خطاء پر تھے اور وہ اپنی خطاء میں معذور تھے کیونکہ وہ اجتہادی خطاء تھی، اور مجتہد کو جب خطاء لاحق ہو تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب پر تھے۔ ان جنگوں کے مقدمات اور طرفین کے دلائل مشتبہ تھے، حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت اس میں حیران رہی، اور وہ دونوں فریقوں سے الگ رہی اور انھوں نے کسی کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا، اور اگر انھیں کسی جانب صحت اور صواب کا یقین ہوتا تو وہ اس کی مدد سے کبھی گریز نہ کرتے۔[1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علامہ طبری اور دیگر علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کیا کہ صحابہ کرام کی ان جنگوں میں حق پر کون تھا؟ اور جمہور کے نزدیک حضرت علی اور ان کے اصحاب حق پر تھے، کیونکہ ان کی خلافت منعقد ہو چکی تھی، اور وہ ان سے جنگ کر رہے تھے جو ان کی خلافت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے، کیونکہ حضرت علی خلافت کے زیادہ حقدار تھے اور اس وقت روئے زمین پر وہ سب سے افضل شخص تھے اور جو ان کے مخالف تھے وہ یہ تاویل کر رہے تھے کہ برائی کا مٹانا واجب ہے کیونکہ حضرت علی کے لشکر میں قاتلین عثمان موجود تھے اور انھوں نے حضرت علی کی بیعت کی تھی نہ ان کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور قصاص عثمان کے سوا ان کا اور کوئی مطالبہ نہیں تھا، حضرت علی نے ان قاتلین کو ان کے سپرد کرنا جائز نہیں سمجھا، کیونکہ یہ امام اور خلیفہ کا حق ہے اور اس وقت تک خلافت مستحکم نہیں ہوئی تھی، اور حضرت عثمان کے قاتلین کا ایک بہت بڑا جتھا تھا۔ ان کی بہت اکثریت اور طاقت تھی اگر حضرت علی ان کو حضرت معاویہ کے سپرد کر دیتے یا ان سے قصاص لیتے تو بہت بڑا تفرقہ پیدا ہو جاتا، اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس نزاع سے بالکل الگ تھلگ رہی جیسا کہ حضرت ابو بکرہ نے اس حدیث سے استدلال کیا تھا۔

(علامہ ابی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ بات گذر چکی ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حق اور صواب پر حضرت علی تھے اور بعد میں حضرت ابن عمر اور دوسرے صحابہ کو اس بات پر ملال رہا کہ انھوں نے حضرت علی کی حمایت میں قتال کیوں نہیں کیا، امام غزالی اور دوسرے علماء نے اس خواب کا ذکر کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کو بلایا گیا، پھر حضرت علی جلدی سے باہر آئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم میرے حق ہی فیصلہ کر دیا گیا، پھر حضرت معاویہ باہر آئے اور فرمایا میری مغفرت کر دی گئی۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے ان کو اہل شام نے قتل کر دیا، اس واقعہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا صدق اور راز ظاہر ہو گیا کہ" اس کو باغی جماعت قتل کرے گی" اور یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ باغی تھے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ اور ان کی جماعت پر باغی کا اطلاق صوری اور ظاہری طور پر ہے، جس طرح قرآن مجید میں حضرت آدم کے متعلق ہے:

وعصی آدم ربہ فغوی۔ (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی معصیت کی تو وہ (جنت سے) بے راہ ہو گئے۔

حقیقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی بھی اجتہادی خطا تھی، معصیت نہ تھی اسی طرح حضرت معاویہ کی بھی اجتہادی خطا تھی بغاوت نہ تھی۔

ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو لوگ ایام فتنہ میں قتال کو جائز نہیں کہتے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی کی حمایت میں قتال کرنے کو ترک کر دیا، مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابو بکرہ وغیرہم، انھوں نے کہا جنگ سے احتراز کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے نفس کی مدافعت نہ کرے، اور بعض علماء نے کہا کہ از خود کوئی شخص فتنہ میں داخل نہ ہو، اور اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی مدافعت کرے، اور جمہور صحابہ اور تابعین کا یہ نظریہ ہے کہ حق کی مدد کرنا اور باغیوں سے جنگ کرنا واجب ہے، جمہور نے اس قسم کی احادیث کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ جو شخص لڑنے میں کمزور ہو یا جس شخص کی نظر حق کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہو وہ تلوار اٹھانے سے باز رہے، اور اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس کو معلوم ہو جائے کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں فلاں حق پر تھا اور فلاں حق پر نہیں تھا کیونکہ صحابہ کرام کی یہ جنگیں محض اجتہاد سے ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کو معاف کر دیا ہے بلکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس سے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک اجر بھی ملے گا، اور جو اجتہاد میں صحت اور ثواب پر ہو اس کو دو اجر ملیں گے، اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے جو احنف کو حضرت علی کی حمایت میں جنگ کرنے سے منع کیا تھا، یہ ان کا اجتہاد تھا اور انھوں نے احتیاطاً ان کی خیر خواہی کی وجہ سے ان کو لڑنے سے منع کیا تھا۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کے اختلاف میں یہ واجب ہوتا کہ کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور سب لوگ گھروں میں بیٹھ رہیں اور اپنی تلواروں کو توڑ دیں تو پھر کوئی حد قائم ہو سکتی ہے اور نہ کسی باطل کو باطل کیا جا سکتا ہے، اور پھر فاسقوں کو یہ موقع مل جائے گا کہ وہ لوٹ مار کریں، ڈاکے ڈالیں، خون ریزی کریں اور مسلمانوں کی عورتوں کو قید کر کے

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

باندیاں بنائیں اور مسلمان ان سے اس لیے تعرض نہ کریں کہ فتنہ کے ایام میں جنگ سے الگ رہنا چاہیے حالانکہ یہ چیز بداہۃً باطل ہے اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب دو مسلمان کسی عصبیت یا جاہلیت پر جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں اور اس کی وضاحت مسند بزار کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

اذا قتلتم علی الدنیا فالقاتل والمقتول فی النار۔

جب تم (حصول) دنیا کے لیے جنگ کرو تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

لا تذھب الدنیا حتی یاتی علی الناس زمان لا یدری القاتل فیما قتل ولا المقتول فیما قتل فقیل، کیف یکون ذالک قال: الھرج القاتل والمقتول فی النار۔

دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا زمانہ نہ آجائے، جس میں قاتل کو پتا ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا ہے، نہ مقتول کو پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا ہے، عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: فتنہ اور فساد ہوگا، اور قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث نے یہ بیان کر دیا ہے کہ جب جہالت کی وجہ سے دنیا کی طلب میں یا خواہش کی اتباع میں قتال کیا جائے تو اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے (علامہ قسطلانی کہتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ جمل اور صفین میں توقف کرنے والوں سے ان میں جنگ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہ سب تاویل سے جنگ کرنے والے تھے اور ان شاء اللہ سب کو اجر ملے گا، اس کے برخلاف جو لوگ بعد میں آئے انھوں نے طلب دنیا کے لیے قتال کیا۔ [1]

حضرت معاویہ پر علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد تھے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی ان کو ایک اجر ملے گا اور حضرت علی کو دو اجر ملیں گے۔ (علامہ عینی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خطأ کو اجتہادی خطأ کیسے کہا جائے گا اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے، حالانکہ ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی، جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: افسوس ابن سمیہ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، اور ابن سمیہ عمار بن یاسر ہیں، اور ان کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا، کیا معاویہ برابر سرابر ہونے پر راضی نہیں ہیں کہ ان کو ایک اجر مل جائے!۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت برحق ہے اور ہمارے ایمان کا جزو ہے، لیکن حضرت علی کی محبت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر غیظ و غضب کا اظہار کرنا اور ان کے فضائل اور ان کے اجر و ثواب کا انکار کرنا تشیع اور رفض کا دروازہ کھولنا ہے، اور راہِ اعتدال اور مسلک اہل سنت وجماعت سے تجاوز کرنا ہے، اللہ تعالیٰ علامہ بدرالدین عینی

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۴-۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کی مغفرت فرمائے انھوں نے حضرت معاویہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا تھا: "اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی" اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ہی حضرت عمار کو قتل کیا تھا اور اس قتل کے بعد تو نص صریح سے حضرت علی کے موقف کا حق ہونا واضح ہو گیا تھا حالانکہ اس واقعہ کے بعد بھی حضرت معاویہ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا!

علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمار کی شہادت سے پہلے تو حضرت معاویہ کے اجتہاد پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ہاں حضرت عمار کی شہادت کے بعد حق ضرور واضح ہو گیا تھا لیکن حضرت معاویہ کو یہاں بھی التباس اور اشتباہ ہو گیا، انھوں نے کہا کہ حضرت عمار کی شہادت کا باعث حضرت علی ہیں، اگر حضرت علی، حضرت عثمان کا قصاص دے دیتے تو جنگ کی نوبت آتی نہ حضرت عمار شہید ہوتے، حضرت معاویہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے لیکن یہ تاویل بھی ان کی اجتہادی خطأ پر مبنی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری کے شروع میں خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطأ کا اعتراف کیا ہے وہ درج ذیل حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ و یدعونہ الی النار۔

افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، وہ اس گروہ کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ لوگ عمار کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عمار حضرت علی کی طرف سے لڑے تھے اور ان کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا تو کیا حضرت معاویہ کا گروہ باغی اور دوزخ کی طرف دعوت دینے والا تھا؟ اس کے جواب میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب، علامہ ابن بطال اور ایک جماعت نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے قتل کیا تھا، اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو کفار قریش نے قتل کیا تھا لیکن یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں، صحیح جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا لیکن وہ مجتہد تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ جنت کی دعوت دے رہے ہیں اور واقعہ اس کے برعکس تھا اور اپنے ظن کی اتباع کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے، اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح اجتہاد کرے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط اجتہاد کرے تو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں کیا معاملہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اقناعی جواب دیا ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کہنا لائق نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے، قرآن مجید میں ہے: کنتم خیر امۃ "تم بہترین امت ہو" مفسرین نے بیان کیا ہے اس سے مراد صحابہ ہیں۔ [1]

حضرت معاویہ کے فضائل

صحابہ کرام کے عمومی فضائل کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور خصوصیت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ عن النبی صلی

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ ھذا حدیث حسن غریب۔[1]

یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے فرمایا: اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وقد روی ابن سعد دعاءہ علیہ الصلوۃ والسلام اللھم علمہ الکتاب ومکنہ فی البلاد وقہ العذاب وروی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لن یغلب معاویۃ وقد بلغ علیا ھذہ الروایۃ فقال لو علمت لما حاربتہ۔[2]

امام ابن سعد نے حضرت معاویہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت کی ہے "اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا کر، اس کو شہروں پر فتح یاب کر اور اس کو عذاب سے بچا"، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا: "معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا" جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی تو فرمایا اگر مجھے اس روایت کا پہلے علم ہوتا تو میں ان سے جنگ نہ کرتا۔

علامہ ابن حجر مکی نے ابونعیم اور مدائنی کے حوالوں سے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خط بھی لکھواتے تھے، اور حافظ حارث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

معاویۃ بن ابی سفیان احلم امتی واجودھا۔

معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جواد ہیں۔

اور محب طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کے خصوصی فضائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وصاحب سری معاویۃ بن ابی سفیان فمن احبھم فقد نجا ومن ابغضھم فقد ھلک۔

میرے راز کا محافظ معاویہ بن ابی سفیان ہے، جس نے ان سب سے محبت کی، اس نے نجات پائی، اور جس نے ان سب سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوگیا۔

نیز علامہ ابن حجر نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت ذکر کی:

جاء جبرائیل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد استوص بمعاویۃ فانہ امین علی کتاب اللہ ونعم الامین ھو۔

حضرت جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) معاویہ کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کا امین ہے اور کیا ہی

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اچھا امین ہے۔!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی تھے، کیونکہ ان کی ہم شیر حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں تھیں اور علامہ ابن حجر نے احمد بن منیع کے حوالے سے لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کا یہ مجھ سے وعدہ ہے کہ میں جس گھرانے میں شادی کروں گا وہ لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے، نیز علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ کے پاس گئے تو دیکھا ان کی گود میں حضرت معاویہ کا سر تھا، فرمایا: کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟ حضرت ام حبیبہ نے کہا میں اپنے بھائی سے محبت کیوں نہ کروں؟ آپ نے فرمایا:

فان اللہ ورسولہ یحبانہ[۱] اللہ اور اس کا رسول بھی معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

(۱)۔ امام مسیب بن واضح اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہا اے محمد! (صلے اللہ علیک وسلم) معاویہ کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں، کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کی وحی پر امین ہیں۔ اس حدیث کو امام ابن عساکر نے کئی اسانید سے روایت کیا ہے۔

(۲)۔ امام ابو عوانہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھتے تھے۔

(۳)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ کے ہاں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ حاضرین نے کہا معاویہ ہیں! آپ نے فرمایا ان کو اجازت دو، حضرت معاویہ آئے درآں حالیکہ ان کے کان پر قلم رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے معاویہ! یہ تمہارے کان پر قلم کیسا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ قلم ہے جس کو میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص کیا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزا خیر دے، بہ خدا میں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کبھی تم سے کچھ نہیں لکھوایا، اور میں کوئی چھوٹا یا بڑا کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا، اور اس وقت کیا حال ہوگا جب اللہ تمہیں ایک قمیص (خلافت) اپنائے گا، حضرت ام حبیبہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا یا رسول اللہ! اللہ اس کو قمیص پہنائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس میں کچھ بری باتیں ہوں گی۔ حضرت ام حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ! اس کے لیے دعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کو ہدایت دے اور اس کو برے کاموں سے دور رکھ، اور اس کی پہلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما۔

(۴)۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے کہ امین تین ہیں:

[۱]۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۴-۱۰ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۸۵ھ

جبرائیل، میں اور معاویہ۔

(۵)۔ امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں ہم کو سحری کے وقت بلاتے اور فرماتے آؤ اس مبارک کھانے کے لیے پھر میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

(۶)۔ امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔ [۱]

(۷)۔ امام محمد بن سعد نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما، اس کو شہروں پر فتحیاب کر اور اس کو عذاب سے بچا۔ [۲]

(۸)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کی اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا، اس کو ہدایت دے اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ [۳]

(۹)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے معاویہ کو بلاؤ، ان کو بلایا گیا، جب وہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے معاملات اس پر پیش کرو اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔ [۴]

(۱۰)۔ امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے دوران خطبہ بیان کیا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا، آپ نے سر اقدس اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا تم میرے بعد میری امت پر حکمران ہو گے جب وہ وقت آئے تو ان میں سے نیکوں کو قبول کرنا اور بُروں سے درگذر کرنا۔ حضرت معاویہ نے کہا میں اس وقت سے حکومت کی امید کرتا رہا حتیٰ کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا۔

(۱۱)۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا بخدا مجھے خلافت پر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے برانگیختہ کیا "جب تم حکمران ہو تو اچھا سلوک کرنا۔" [۵]

(۱۲)۔ امام نعیم بن حماد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ منورہ آئے تو ان سے سفیان بن اللیل نے کہا: اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے کہا اس طرح نہ کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے دن اور رات ختم نہیں ہوں گے حتیٰ کہ معاویہ حکمران ہو جائیں گے، تو میں نے جان لیا کہ اللہ کی تقدیر ہو کر رہے گی اور میں نے یہ ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان

---

[۱]۔ حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱-۱۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۲]۔ " " " ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ ، " " " "

[۳]۔ " " " ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ ، " " " "

[۴]۔ " " " ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۲ ، " " " "

[۵]۔ " " " ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۳ ، " " " "

مسلمانوں کا خون بہایا جاتے۔

(۱۳)۔ مجاہد، شعبی سے اور وہ حارث اعور سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے صفین سے لوٹنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو اندرائن کی طرح لوگوں کے کندھوں سے ان کے سر کٹ کٹ کر گریں گے۔ ؎

ظاہر ہے کہ ہم علامہ بدرالدین عینی کے علم و فضل اور ان کے ورع و تقویٰ کے مقابلہ میں ان کے پیروں کی دھول کی نسبت بھی نہیں رکھتا لیکن علامہ عینی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جس غیظ و غضب کا اظہار کیا اور ان کے اجتہاد اور اجتہادی خطاء پر اجر و ثواب کا انکار کیا تو عظمت صحابہ اور حضرت معاویہ کی محبت کا یہ تقاضا تھا کہ میں حضرت معاویہ سے علامہ عینی کے اعتراض کو دور کروں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اور مقام کو واضح کروں جب عبداللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہ تو عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک پر جو غبار پڑتا تھا عمر بن عبدالعزیز سے وہ غبار بھی ہزار درجہ افضل ہے، اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔

حدیث نمبر ۷۱۳۰ میں ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم پر دلیل ہے، اس پر مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

تین چیزوں میں سے ایک چیز کا سوال کرنے سے آپ کو کیوں روک دیا گیا؟

حدیث نمبر ۷۱۳۲ میں ہے: میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرما دیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا، میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے اور یہ کہ وہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیزیں عطا کر دیں، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان کی ایک دوسرے سے لڑائی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔

اگر یہ سوال ہو کہ مسلمانوں کے بعض علاقوں میں قحط واقع ہوا، اور بہت سے مسلمان غرق ہو کر ہلاک بھی ہوئے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی دعا کا مطلب یہ تھا کہ پوری امت مجموعی طور پر قحط سے ہلاک نہیں ہو گی، اور نہ پوری امت غرق کی وجہ سے ہلاک ہو گی، باقی تیسری چیز کے متعلق آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں کا ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ہونا محال ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ کسی چیز کی دعا کریں اور وہ قبول نہ ہو کیونکہ آپ کی دعا کا قبول نہ ہونا اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے روک دیا۔

؎ حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

دآبۃ الارض کا بیان

حدیث نمبر ۷۱۵۸ میں قیامت کی دس نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک دآبۃ الارض ہے، اس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے:

واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لایوقنون۔ (نمل، ۸۲)

اور جب عذاب کا قول ان پر واقع ہو جائے گا، تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دآبۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

دآبۃ الارض آخر زمانہ میں نکلے گا، جب لوگوں میں فساد پیدا ہو جائے گا وہ اللہ کے احکام پر عمل کرنا ترک کر دیں گے اور دین حق کو تبدیل کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالے گا، ایک قول یہ ہے کہ وہ مکہ سے نکلے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ سے نکلے گا، حضرت ابن عباس، حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں سے کلام کرے گا، عطاء خراسانی نے کہا وہ یہ کہے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے، علامہ ابن جریر کا بھی یہی مختار ہے۔ ظاہر ہے دآبۃ الارض کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کی جہت سے ہو گا جیسے حکومت کے کارندے عوام سے کہتے ہیں کہ تم نے ہمارے حکم پر عمل نہیں کیا، حالانکہ وہ حکم حکومت کا ہوتا ہے۔

دآبۃ الارض کی جنس، حلیہ اور صفت کے متعلق احادیث اور آثار میں بیان مذکور ہے، ہم یہاں ان میں سے کچھ ذکر کریں گے۔

امام ابوداؤد طیالسی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض نکلے گا، اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی وہ کافر کی پیشانی پر عصا مارے گا، اور مومن کا چہرہ انگوٹھی سے روشن کر دے گا حتیٰ کہ جب لوگ جمع ہوں گے تو مومن اور کافر پہچان لیے جائیں گے، امام احمد نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ کافر کی ناک پر انگوٹھی لگائے گا اور مومن کا چہرہ عصا سے روشن کر دے گا، حتیٰ کہ جب لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے تو کہیں گے یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے قریب ایک دیہات میں لے گئے وہ خشک زمین تھی اور اس کے چاروں طرف ریت تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ سے دابۃ الارض نکلے گا، امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ چار پایوں والا ایک بالدار جانور ہے اور یہ تہامہ (مکہ معظمہ کا جنوبی علاقہ) کی بعض وادیوں سے نکلے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا جیاد میں ایک چٹان ہے یہ اس کے نیچے سے نکلے گا، میں اگر وہاں ہوتا تو تم کو وہ چٹان دکھا دیتا، وہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اتنے زور سے چلائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی، پھر شام کی طرف جائے گا وہاں چیخ مار کر یمن کی طرف جائے گا، شام کو مکہ سے چل کر صبح اصفہان پہنچ جائے گا۔

حضرت ابن الزبیر کا قول ہے کہ اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا، آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کی طرح ہوں گی، کان ہاتھی کی طرح ہوں گے، گردن شتر مرغ جیسی اور سینہ شیر جیسا ہوگا، رنگ چیتے جیسا اور کمر بلی جیسی ہوگی، دم مینڈھے کی طرح اور پاؤں اونٹ کی طرح ہوگا، ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا، اس کے ساتھ حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی انگوٹھی ہوگی، ہر مومن کی پیشانی پر حضرت موسیٰ کے عصا سے نشان لگا کر اس کو روشن کر دے گا، اور ہر کافر کے چہرے پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے نشان لگا کر اس کو سیاہ کر دے گا اور تمام مومن اور کافر اس طرح متمیز ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت اور کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسرے کو اے مومن! اور اے کافر کہہ کر بلائیں گے، دابۃ الارض ہر شخص کو اس کا نام لے کر جنت یا جہنم کی بشارت اور وعید سنائے گا۔ [1]

اس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے کہ دابۃ الارض صرف ایک جانور ہے یا اس نوع کے بہت سے جانور نکلیں گے اس حدیث کے بعد اس باب میں جن احادیث کا ذکر ہے ان کی شرح کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۷۱۱۷ میں ہے دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرم اور امن کی جگہ بنایا ہے تو پھر کوئی شخص کعبہ کو کیسے گرا دے گا اس کا جواب یہ ہے کہ کعبہ قرب قیامت تک امن کی جگہ ہے یا یہ واقعہ اس کے امن کی جگہ ہونے سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عمار بن یاسر کی شہادت

حدیث نمبر ۷۱۹۴ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا، علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب پر تھے، اور دوسری جماعت باغی تھی، لیکن وہ مجتہد تھے اس لیے گنہ گار نہیں ہیں، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزے ہیں، آپ نے یہ خبر دی کہ حضرت عمار شہید ہوں گے، اور یہ کہ حضرت عمار کو مسلمان شہید کریں گے، اور یہ کہ وہ باغی ہوں گے، اور یہ کہ صحابہ آپس میں قتال کریں گے اور یہ کہ ان کے دو گروہ ہوں گے جن میں سے ایک باغی ہوگا، اور ان میں سے ہر خبر کی روشن صبح کی طرح تصدیق ہو گئی کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے تھے آپ وہی بات کہتے تھے جس کی آپ پر وحی کی جاتی تھی۔ [2]

حضرت عمار کی شہادت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطاء کے متعلق ہم اسی باب میں اس سے پہلے تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

قیصر وکسریٰ کی ہلاکت کا بیان

حدیث نمبر ۷۲۰۱ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا، پھر تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۵۶-۲۵۸، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے ہیں۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام شافعی اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عراق میں کسریٰ اور شام میں قیصر تھا اس طرح اب قیصر و کسریٰ نہیں ہوں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ ان دو ملکوں میں ان کی حکومت ہو گی تو جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح ہو گیا، کسریٰ کی تو صرف حکومت ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ روئے زمین سے اس کا نام و نشان مٹ گیا، اور اس کا ملک پارہ پارہ ہو گیا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ضرر سے وہ تباہ ہو گئے اور قیصر شام میں شکست کھانے کے بعد دوسرے شہروں میں چلا گیا، پھر مسلمانوں نے ان شہروں کو بھی فتح کر لیا اور ان کے خزانوں کو مسلمانوں نے خرچ کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی اور یہ آپ کا واضح معجزہ ہے۔ [1]

حدیث نمبر ۷۱۴، میں ہے: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تیس کے قریب دجالوں اور کذابوں کو نہ بھیج دیا جائے، جن میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور ہو گا، اور مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کی تصدیق کر دی، شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے ختم نبوت پر مفصل بحث کی ہے اور دجال کے متعلق مفصل بحث ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

بَابُ ۱۱۵ ذِكْرِ ابْنِ صَيَّادٍ — ابن صیاد کا تذکرہ

۷۱۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَرْنَا بِصِبْيَانٍ فِيهِمُ ابْنُ صَيَّادٍ فَفَرَّ الصِّبْيَانُ وَجَلَسَ ابْنُ صَيَّادٍ فَكَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرِبَتْ يَدَاكَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ لَا بَلْ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ذَرْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتّٰى أَقْتُلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنِ الَّذِي تَرٰى فَلَنْ تَسْتَطِيعَ قَتْلَهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند بچوں کے پاس سے گزرے ان میں ابن صیاد بھی تھا، سب بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھ گیا، گویا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۲۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِابْنِ صَيَّادٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا فَقَالَ دُخٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ دَعْنِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنْ يَكُنِ الَّذِي تَخَافُ لَنْ تَسْتَطِيعَ قَتْلَهُ۔

۷۲۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَقِيَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَقَالَ هُوَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ مَا تَرٰى قَالَ أَرٰى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرٰى عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ وَمَا تَرٰى قَالَ أَرٰى صَادِقَيْنِ وَكَاذِبًا أَوْ كَاذِبَيْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَيْهِ دَعُوهُ۔

۷۲۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَقِيَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ صَائِدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَابْنُ صَائِدٍ مَعَ الْغِلْمَانِ فَذَكَرَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، آپ ابن صیاد کے پاس سے گزرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے (دل میں) ایک بات چھپائی ہے اس نے کہا وہ "دخ" ہے' آپ نے فرمایا: دفع ہو، تو اپنی حد سے کبھی نہیں بڑھ سکے گا حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو، اگر یہ وہی ہے جس کا تمہیں اندیشہ ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا کیا آپ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لاتا ہوں تم کو کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا مجھے پانی پر تخت نظر آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سمندر پر ابلیس کا عرش دیکھتے ہو، تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا میں دو سچوں اور ایک جھوٹے کو یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اس کا معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابن صائد سے ملاقات ہوئی آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے، اور ابن صائد کے ساتھ لڑکے تھے۔

نَحْوَ حَدِيثِ الْجُرَيْرِيِّ ۔

۷۲۲۰ ۔ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَائِدٍ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ لِيْ اَمَا قَدْ لَقِيْتُ مِنَ النَّاسِ يَزْعُمُوْنَ اَنِّي الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا يُوْلَدُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَقَدْ وُلِدَ لِيْ اَوَلَيْسَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ وَلَا مَكَّةَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَقَدْ وُلِدْتُ بِالْمَدِيْنَةِ وَهٰذَا اَنَا اُرِيْدُ مَكَّةَ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيْ فِيْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَهٗ وَمَكَانَهٗ وَاَيْنَ هُوَ قَالَ فَلَبَسَنِيْ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن صائد کے ساتھ مکہ گیا اس نے کہا میں جن لوگوں سے ملا ہوں ان کا زعم یہ ہے کہ میں دجال ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ دجال لاولد ہوگا؟ میں نے کہا کیوں نہیں! اس نے کہا میری تو اولاد ہے، اور کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ دجال مدینہ میں داخل ہوگا نہ مکہ میں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! اس نے کہا میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب مکہ جا رہا ہوں، پھر اس کی آخری بات یہ تھی کہ بہ خدا میں دجال کے پیدا ہونے کی جگہ جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اب وہ کہاں ہے، حضرت ابو سعید نے کہا اس کی اس بات سے مجھے پھر شبہ پڑ گیا۔

۷۲۲۱ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ صَائِدٍ وَاَخَذَتْنِيْ مِنْهُ ذَمَامَةٌ هٰذَا عَذَرْتُ النَّاسَ مَالِيْ وَلَكُمْ يَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ اَلَمْ يَقُلْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ يَهُوْدِيٌّ وَقَدْ اَسْلَمْتُ قَالَ وَلَا يُوْلَدُ لَهٗ وَقَدْ وُلِدَ لِيْ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَيْهِ مَكَّةَ وَقَدْ حَجَجْتُ قَالَ فَمَا زَالَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يَاْخُذَ فِيَّ قَوْلُهٗ قَالَ فَقَالَ لَهٗ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ الْاٰنَ حَيْثُ هُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ قَالَ وَقِيْلَ لَهٗ اَيَسُرُّكَ اَنَّكَ ذَاكَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَيَّ مَا كَرِهْتُ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن صیاد نے ایک بات کہی جس سے مجھے شرم آ گئی، اس نے کہا میں اور لوگوں کو معذور سمجھتا ہوں، مگر اے اصحاب محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہیں میرے متعلق کیا ہو گیا ہے، کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دجال یہودی ہوگا اور میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ کہ وہ لاولد ہوگا اور میری اولاد ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے اس پر مکہ حرام کر دیا ہے اور میں حج کر چکا ہوں، ابن صائد مسلسل ایسی باتیں کرتا رہا جن سے میں ممکن ہے متاثر ہو جاتا، کہ اس نے کہا، بہ خدا میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں ہے، اور میں اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم ہی دجال ہو، اس نے کہا اگر مجھ پر وہ پیش کیا جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔

۷۲۲۲ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ نُوحٍ اَخْبَرَنِي الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي
سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا حُجَّاجًا اَوْ عُمَّارًا وَ
مَعَنَا ابْنُ صَائِدٍ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَتَفَرَّقَ
النَّاسُ وَبَقِيتُ اَنَا وَهُوَ فَاسْتَوْحَشْتُ مِنْهُ
وَحْشَةً شَدِيدَةً مِمَّا يُقَالُ عَلَيْهِ قَالَ وَجَاءَ
بِمَتَاعِهِ فَوَضَعَهُ مَعَ مَتَاعِي فَقُلْتُ اِنَّ الْحَرَّ
شَدِيدٌ فَلَوْ وَضَعْتَهُ تَحْتَ تِلْكَ الشَّجَرَةِ قَالَ
فَفَعَلَ قَالَ فَرُفِعَتْ لَنَا غَنَمٌ فَانْطَلَقَ فَجَاءَ
بِعُسٍّ فَقَالَ اشْرَبْ اَبَا سَعِيدٍ فَقُلْتُ اِنَّ الْحَرَّ
شَدِيدٌ وَاللَّبَنُ حَارٌّ مَا بِي اِلَّا اَنِّي اَكْرَهُ اَنْ اَشْرَبَ
عَنْ يَدِهِ اَوْ قَالَ اٰخُذَ عَنْ يَدِهِ فَقَالَ اَبَا سَعِيدٍ
لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰخُذَ حَبْلًا فَاُعَلِّقَهُ بِشَجَرَةٍ
ثُمَّ اَخْتَنِقَ مِمَّا يَقُولُ لِي النَّاسُ يَا اَبَا سَعِيدٍ مَنْ
خَفِيَ عَلَيْهِ حَدِيثُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَسْتُ مِنْ اَعْلَمِ
النَّاسِ بِحَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هُوَ كَافِرٌ وَاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ عَقِيمٌ لَا يُولَدُ لَهُ وَ
قَدْ تَرَكْتُ وَلَدِي بِالْمَدِينَةِ اَوَلَيْسَ قَدْ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ
الْمَدِينَةَ وَلَا مَكَّةَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ
وَاَنَا اُرِيدُ مَكَّةَ قَالَ اَبُو سَعِيدِ الْخُدْرِيُّ حَتّٰى
كِدْتُ اَنْ اَعْذِرَهُ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّي
لَاَعْرِفُهُ وَاَعْرِفُ مَوْلِدَهُ وَاَيْنَ هُوَ الْاٰنَ
قَالَ قُلْتُ لَهُ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ۔

کہ ہم حج یا عمرہ کرنے کے لیے گئے، اور ہمارے ساتھ
ابن صائد تھا، ہم ایک پڑاؤ پر اترے، لوگ منتشر ہو گئے،
میں اس کے ساتھ رہ گیا، اس کے متعلق جو کچھ کہا جاتا تھا مجھے
اس سے سخت وحشت ہوئی، وہ اپنا سامان لے کر آیا اور
اس کو میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا، میں نے کہا گرمی
بہت سخت ہے اگر تم اپنا سامان اس درخت کے نیچے
رکھ دیتے تو بہتر ہوتا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر کچھ
بکریاں آئیں وہ دودھ کا ایک پیالہ لے آیا اور کہا اے
ابو سعید! پیو، میں نے کہا گرمی سخت ہے اور دودھ
گرم ہے اور وجہ صرف یہ تھی کہ میں اس کے ہاتھ سے
دودھ پینا نہیں چاہتا تھا، یا کہا اس کے ہاتھ سے دودھ
لینا نہیں چاہتا تھا، وہ کہنے لگا اے ابو سعید لوگ میرے
متعلق جو باتیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرا دل چاہتا
ہے کہ رسی لے کر درخت پر لٹکاؤں اور اپنا گلا گھونٹ
لوں، اے ابو سعید جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیث معلوم نہیں (ان کی بات الگ ہے) اے انصار
کی جماعت تم پر تو کچھ مخفی نہیں ہے! کیا تم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے زیادہ جاننے والے نہیں ہو!
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا وہ
کافر ہے اور میں مسلمان ہوں! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بانجھ اور لاولد ہوگا، اور
میں نے اپنی اولاد کو مدینہ میں چھوڑا ہوا ہے، اور کیا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مکہ اور
مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، اور میں مدینہ سے آیا ہوں اور
مکہ جا رہا ہوں! حضرت ابو سعید نے کہا قریب تھا کہ میں
اس کا عذر قبول کر لیتا کہ اس نے کہا: بہ خدا میں دجال کو
پہچانتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا اور اب
کہاں ہے، میں نے کہا تیرے لیے سارے دن
تباہی اور بربادی ہو۔

۷۲۲۳- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ) عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَائِدٍ مَا تُرْبَةُ الْجَنَّةِ قَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ صَدَقْتَ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صائد سے فرمایا: جنت کی مٹی کیسی ہے؟ اس نے کہا: اے ابوالقاسم! (صلی اللہ علیک وسلم) باریک سفید مشک کی طرح، آپ نے فرمایا: تُو نے سچ کہا ہے۔

۷۲۲۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ ابْنَ صَيَّادٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ.

حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا باریک خالص سفید مشک۔

۷۲۲۵- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَحْلِفُ بِاللهِ أَنَّ ابْنَ صَائِدٍ الدَّجَّالُ فَقُلْتُ أَتَحْلِفُ بِاللهِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ، اللہ کی قسم کھا رہے تھے کہ ابن صیاد، دجال ہے، میں نے کہا آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر حلف اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

۷۲۲۶- حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا، اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا، اس کو حضور کے آنے کا پتا نہیں چلا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر پر ہاتھ مارا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے رسول

فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَرَفَضَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ آمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِرُسُلِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا تَرَى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ذَرْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ وَقَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشٍ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هَذَا مُحَمَّدٌ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ قَالَ سَالِمٌ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں! پھر اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو کیا نظر آتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا میرے پاس کبھی سچا آتا ہے اور کبھی جھوٹا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تجھ پر معاملہ مشتبہ ہوگیا، پھر اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھ سے پوچھنے کے لیے ایک چیز چھپائی ہے، ابن صیاد نے کہا وہ درخ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا دفع ہو! تو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ سکے گا، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن ماردوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو۔ اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اور سالم بن عبداللہ نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب انصاری کھجوروں کے اس باغ میں گئے جس میں ابن صیاد تھا، باغ میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں چھپنے لگے، آپ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کسی بات کو سننے کی کوشش کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا وہ بستر پر ایک چادر اوڑھے لیٹا ہے اور کچھ گنگنا رہا ہے، ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درختوں میں چھپتے ہوئے دیکھ لیا تھا، اس نے ابن صیاد سے کہا اے صاف (یہ ابن صیاد کا نام تھا) یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں، ابن صیاد اچھل کر کھڑا ہوگیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش وہ اس کو چھوڑ دیتی، تو وہ کچھ بیان کر دیتا، سالم کہتے ہیں حضرت

وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنْ أَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعَلَّمُوا أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيْسَ بِأَعْوَرَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ حَذَّرَ النَّاسَ الدَّجَّالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَؤُهُ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهُ أَوْ يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَقَالَ تَعَلَّمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرٰى أَحَدٌ مِنْكُمْ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَمُوتَ.

عبداللہ بن عمر نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کی جس کا وہ اہل ہے پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم کو اس سے خبردار کر رہا ہوں اور ہر نبی نے اس سے اپنی قوم کو خبردار کیا ہے، بے شک حضرت نوح نے اس سے اپنی قوم کو خبردار کیا، لیکن میں تم کو اس کے متعلق ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی، جان لو کہ وہ بلاشبہ کانا ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دجال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، ہر وہ شخص جو اس کے کاموں کو برا جانے گا، یا ہر مومن اس کو پڑھ لے گا، اور فرمایا جان لو تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے ہرگز اپنے رب عزوجل کو نہیں دیکھے گا۔

٧٢٢٧- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حَتّٰى وَجَدَ ابْنَ صَيَّادٍ غُلَامًا قَدْ نَاهَزَ الْحُلُمَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مُعَاوِيَةَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ إِلٰى مُنْتَهٰى حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ وَفِي الْحَدِيثِ عَنْ يَعْقُوبَ قَالَ قَالَ أَبِي يَعْنِي فِي قَوْلِهِ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ قَالَ لَوْ تَرَكَتْهُ أُمُّهُ بَيَّنَ أَمْرَهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے حتیٰ کہ آپ نے ابن صیاد کو دیکھا وہ اس وقت قریب بہ بلوغ لڑکا تھا، وہ اس وقت بنو معاویہ کے مکانوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اس کے بعد یہ حدیث اس جملہ تک ہے: اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا۔

٧٢٢٨- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ جن میں حضرت

الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِابْنِ صَيَّادٍ فِي نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهِ فِيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ اُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَهُوَ غُلَامٌ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَصَالِحٍ غَيْرَ اَنَّ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ لَمْ يَذْكُرْ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ فِي انْطِلَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِلَى النَّخْلِ۔

عمر بن الخطاب بھی تھے، ابن صیاد کے پاس سے گذرے وہ اس وقت بنو مغالہ کے مکانوں کے قریب لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اس وقت وہ لڑکا تھا، یہ حدیث بھی حسب سابق ہے البتہ عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابی ابن کعب کے ساتھ کھجوروں کے باغ میں گئے تھے۔

۷۲۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَائِدٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا اَغْضَبَهُ فَانْتَفَخَ حَتّٰى مَلَاَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهُ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا اَرَدْتَ مِنِ ابْنِ صَائِدٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے بعض راستوں میں حضرت ابن عمر کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، حضرت ابن عمر نے اس سے کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ غضب ناک ہو گیا اور وہ اتنا پھول گیا کہ راستہ بھر گیا، حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس گئے ان کو یہ خبر مل چکی تھی، انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم نے ابن صیاد سے کیا ارادہ کیا تھا؟ کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: دجال کسی پر غصہ آنے کی وجہ سے ہی نکلے گا۔

۷۲۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ (يَعْنِي ابْنَ حَسَنِ بْنِ يَسَارٍ) حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ نَافِعٌ يَقُوْلُ ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقِيْتُهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَقُلْتُ لِبَعْضِهِمْ هَلْ تَحَدَّثُوْنَ اَنَّهُ هُوَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ قَالَ قُلْتُ كَذَبْتَنِي وَاللّٰهِ لَقَدْ اَخْبَرَنِي بَعْضُكُمْ اَنَّهُ لَنْ يَمُوْتَ حَتّٰى يَكُوْنَ اَكْثَرَكُمْ مَالًا وَوَلَدًا فَكَذٰلِكَ هُوَ زَعَمُوا الْيَوْمَ قَالَ فَتَحَدَّثْنَا ثُمَّ فَارَقْتُهُ قَالَ فَلَقِيْتُهُ لَقْيَةً اُخْرٰى وَقَدْ نَفَرَتْ عَيْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَتٰى فَعَلَتْ عَيْنُكَ مَا اَرٰى قَالَ لَا اَدْرِي قَالَ قُلْتُ لَا تَدْرِي وَهِيَ فِي رَاْسِكَ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ خَلَقَهَا فِي عَصَاكَ هٰذِهِ قَالَ فَنَخَرَ كَاَشَدِّ نَخِيْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ قَالَ فَزَعَمَ بَعْضُ اَصْحَابِي اَنِّي ضَرَبْتُهُ بِعَصًا كَانَتْ مَعِي حَتّٰى تَكَسَّرَتْ وَاَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں ابن صیاد سے دو بار ملا ہوں، ایک بار ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا تم یہ کہتے ہو کہ وہ دجال ہے انھوں نے کہا نہیں، خدا کی قسم! میں نے کہا تم نے مجھے جھوٹا کر دیا، بخدا تم میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ تم سب سے زیادہ مال دار اور صاحب اولاد نہ ہو جائے سو آج کل وہ لوگوں کے زعم میں ایسا ہی ہے، پھر ابن صیاد نے ہم سے باتیں کیں، پھر میں اس سے جدا ہو گیا، پھر میں اس سے دوبارہ ملا، اس وقت اس کی آنکھ نکل چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا تیری آنکھ کیا ہوئی، اس نے کہا مجھے پتا نہیں، میں نے کہا وہ آنکھ تمہارے سر میں تھی اور تم کو اس کا پتا نہیں، اس نے کہا اگر اللہ چاہے گا تو وہ آنکھ تیری لاٹھی میں پیدا کرے گا پھر وہ گدھے کی آواز کی طرح چیخا، اس سے زیادہ (سخت)

مَا شَعَرْتُ قَالَ وَجَاءَ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَحَدَّثَهَا فَقَالَتْ مَا تُرِيْدُ اِلَيْهِ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يَبْعَثُهٗ عَلَى النَّاسِ غَضَبٌ يَغْضَبُهٗ۔

آواز میں نے نہیں سنی تھی، میرے بعض ساتھیوں کا یہ گمان ہے کہ میں نے اس کو اپنی لاٹھی ماری تو وہ لاٹھی ٹوٹ گئی۔ اور بہ خدا مجھے اس کا پتا نہیں چلا، پھر حضرت ابن عمر حضرت ام المومنین حفصہ کے پاس گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، انھوں نے فرمایا تم کو اس سے کیا کام تھا کیا تم کو معلوم نہیں کہ آپ نے یہ فرمایا تھا سب سے پہلے جو چیز دجال کو لوگوں کے پاس بھیجے گی وہ اس کا غصہ ہوگا جو اس کو کسی پر غصہ آئے گا۔

ابن صیاد کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ابن صیاد کو ابن صائد بھی کہا گیا ہے، احادیث میں دونوں لفظوں کا اطلاق ہے، اس کا نام صاف تھا، اس کا قصہ مشکل ہے اور اس بات میں اشتباہ ہے کہ آیا وہ مشہور مسیح دجال ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا، علماء نے کہا بہ ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معاملہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں کی گئی کہ یہ مسیح دجال ہے یا کوئی اور ہے۔ ابن صیاد میں دجال کے قرائن کا احتمال تھا، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے دجال ہونے یا نہ ہونے کا قطعی اظہار نہیں کیا، اور اس لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

ابن صیاد نے اپنے دجال نہ ہونے پر اس سے استدلال کیا تھا کہ دجال کافر ہوگا اور وہ مسلمان ہے اور دجال لاولد ہوگا اور وہ صاحب اولاد ہے، اور دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، اور وہ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوا، ابن صیاد کا یہ استدلال صحیح نہیں تھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کی یہ اس وقت کی صفات بیان فرمائی ہیں جب اس کے فتنہ اور اس کے نکلنے کا وقت ہوگا۔

ابن صیاد کے اشتباہ اور اس کے دجالوں میں سے ایک دجال اور کذابوں میں سے ایک کذاب ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا: کیا آپ میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں؟ اور اس کا یہ دعویٰ کہ ناکہ اس کے پاس صادق اور کاذب آتے ہیں، اور یہ کہ وہ پانی پر تخت دیکھتا ہے اور یہ کہ اس کو دجال ہونا ناپسند نہیں ہے اور یہ کہ وہ جانتا ہے کہ دجال کا کون سا علاقہ ہے، وہ کہاں پیدا ہوگا اور اب کہاں ہے اور اس کا پھول کر اتنا بڑا ہو جانا جس سے راستہ بند ہوگیا۔ باقی رہا یہ کہ اسلام کا اظہار کیا، حج اور جہاد کیا اور دجال ہونے سے برأت کا اظہار کیا تو اس سے اس کے دجال ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء

ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد اس کے متعلق متقدمین کی آراء مختلف ہیں، ایک روایت ہے کہ اس نے اس قول سے توبہ کرلی تھی اور وہ مدینہ میں مرگیا تھا جب انھوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرہ کو کھول کر دیکھا حتیٰ کہ اس کو لوگوں نے دیکھ لیا، اور ان سے کہا گیا کہ گواہ ہو جاؤ۔ اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ حلف اٹھا کر

کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، اور ان کو اس میں بالکل شک نہیں تھا، حضرت جابر سے کہا گیا وہ تو مسلمان ہو چکا تھا، انھوں نے کہا اگرچہ وہ مسلمان ہو چکا ہو، ان سے کہا گیا وہ مدینہ میں تھا اور پھر مکہ گیا، انھوں نے کہا اگرچہ مکہ گیا ہو، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہم نے حرہ کے دن ابن صیاد کو گم کر دیا، اس حدیث سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مر گیا تھا، اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی، امام مسلم نے ان احادیث میں یہ روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر کو قسم کھا کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن صیاد دجال ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا، اور امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن صیاد مسیح دجال ہے، اور امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں لکھا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ وہ دجال نہیں ہے انھوں نے امام مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو حضرت تمیم داری نے جساسہ کے قصہ میں روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ابن صیاد کی صفات دجال کی صفات کے موافق ہوں، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ لوگوں میں دجال کے سب سے زیادہ مشابہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے حالانکہ وہ دجال نہیں ہے، امام بیہقی نے کہا ابن صیاد کا معاملہ ایک فتنہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مبتلا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے محفوظ رکھا اور اس کے شر سے بچایا، حضرت جابر کی حدیث میں حضرت عمر کے قول پر جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سکوت کا ذکر ہے، اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے آپ نے اس کے معاملہ میں توقف کیا ہو، پھر آپ کے پاس یہ بیان آگیا ہو کہ یہ مسیح دجال کا غیر ہے، جیسا کہ حضرت تمیم داری کی حدیث میں اس کی تصریح ہے یہ امام بیہقی کی عبارت ہے اور ان کا مختار یہ ہے کہ ابن صیاد دجال کا غیر ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر کی صحیح روایت یہ ہے کہ یہی دجال ہے واللہ اعلم۔

دعویٰ نبوت کے باوجود ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ابن صیاد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا، اس سوال کے دو جواب ہیں، امام بیہقی وغیرہ نے یہ جواب دیا ہے وہ اس وقت نابالغ تھا، قاضی عیاض نے بھی اسی جواب کو اختیار کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہوا تھا، علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آنے کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا جس میں یہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف جوش نہ دلایا جائے اور ان کو ان کے معاملات پر چھوڑ دیا جائے اور ابن صیاد بھی اس معاہدہ کے تحت داخل تھا۔

ابن صیاد سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے امتحان کی وضاحت

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت دخان کو چھپا کر جو ابن صیاد کا امتحان لیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ خبریں پہنچتی تھیں کہ کاہنوں کے پاس جن غیب کی خبریں لاتے ہیں تو آپ نے حقیقت حال کو ظاہر کرنے کے لیے اور ابن صیاد کے ابطال کو صحابہ پر واضح کرنے کے لیے اس کا امتحان لیا تاکہ صحابہ کرام کو معلوم ہو جائے کہ وہ کاہن اور ساحر ہے اس کے پاس شیطان آتے ہیں اور جو کچھ شیاطین کاہنوں پر القاء کرتے ہیں وہی اس پر القاء کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: فارتقب یوم تاتی

السماء بدخان مبین - اور فرمایا میں نے تمہارے امتحان کے لیے ایک چیز چھپائی ہے بتاؤ وہ کیا ہے اس نے کہا وہ دخ ہے (یہ بھی دخان کی ایک لغت ہے) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دفع ہو" تم اپنی حد سے تجاوز نہیں کرو گے یعنی کاہنوں کی حد سے آگے نہیں بڑھو گے جو کسی مکمل عبارت میں سے شیاطین کے القاء کیے ہوئے کسی ایک کلمہ کو یاد رکھ لیتے ہیں، اس کے برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب میں سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے وہ کامل اور واضح ہوتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ پر کرامات کا الہام ہوتا ہے۔ [1]

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی چھپائی ہوئی آیت میں سے ابن صیاد "دخ" پر کیسے مطلع ہوگیا، علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں یہ دخ کا کلمہ اس کی طرف شیطان نے القاء کیا تھا۔ یا تو اس وجہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے یہ آیت پڑھی، اور اس میں سے کچھ لفظ شیطان نے سن لیے یا اس وجہ سے کہ آسمان پر فرشتے یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس آیت کو چھپائیں گے اور ——— اس میں سے کچھ لفظ شیطان نے سن لیے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو یہ آیت بتلائی تاکہ ان کو معلوم ہو جاتے کہ ابن صیاد یہ آیت نہیں بتا سکے گا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "یوم تاتی السماء بدخان مبین کو چھپایا تھا۔ [2]

ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۲۱۶ میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے، میں اس کو قتل کر دوں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

علامہ اُبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ کا منشاء یہ تھا کہ اگر دجال یہی ہے تو یہ آخیر زمانہ تک رہے گا اور تم اس کے قتل پر قادر نہیں ہو گے اس کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایک نابالغ ہے اور دوسرے یہودیوں سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابن صیاد کی اصلیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واضح نہیں تھی، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم (از خود) غیب کو نہیں جانتے، ماسوا ان امور کے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے اور شاید اللہ تعالیٰ کے علم میں ابن صیاد کے امر کو مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت تھی، اور جس چیز پر ایمان واجب ہے وہ یہ ہے کہ دجال ضرور نکلے گا اور وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور وہ کذاب اور کانا ہوگا۔ جیسا کہ اتنی زیادہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے جن سے علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حدیث نمبر ۲۲۶، میں ہے: ابن صیاد لیٹا ہوا بڑبڑا رہا تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چھپ کر اس کی بڑبڑاہٹ کو سننا چاہا، اس کی ماں نے اس کو خبردار کر دیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا امر واضح ہو جاتا۔

علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یعنی وہ نیند میں بڑبڑا رہا تھا اس سے معلوم ہو جاتا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟ البتہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تین آدمیوں سے (مکلف کرنے کا) قلم اٹھایا گیا ہے ان میں سے ایک سونے والا ہے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، اور اس پر اجماع ہے کہ سونے والے سے نیند میں جو اقوال صادر ہوں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مواخذہ کا معاملہ نہیں ہے کہ یہ اشکال ہو یہاں تو اس کے احوال اور قرائن میں غور کر کے اس کی اصلیت کو معلوم کرنے کا مسئلہ تھا، کیونکہ کسی شخص کی بیداری میں جو افکار ہوتے ہیں انہی کا ظہور بڑبڑاہٹ کی صورت میں نیند میں ہوتا ہے اور شاید نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ انتظار تھا کہ نیند کی حالت میں اس سے ایسی چیز کا ظہور ہوگا جس سے اس کی بیداری کی کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کی اصلیت سے مطلع نہیں فرمایا تھا اور شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام علمی عظمتوں کے باوجود، خدا ہیں نہ عالم الغیب ہیں اور امور غیبیہ میں سے انہی کو جانتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے۔

دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے اہل سنت وجماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے سبب سے بندوں کو امتحان میں مبتلاء کیا ہے اور اس کو چند اشیاء پر قدرت دی ہے، تاکہ اچھوں کو بروں سے ممتاز کر دے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے امر کو باطل کر دے گا، اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کر دیں گے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا، خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ نے دجال کا انکار کیا ہے اور دوسرے معتزلہ میں سے جبائی اور اس کے تابعین نے دجال کے وجود کا اعتراف کیا، البتہ انہوں نے یہ کہا کہ دجال کے ہاتھوں پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے، وہ اس کی شعبدہ بازی ہوگی، کیونکہ اگر یہ حقائق ہوں تو اس سے نبوت پر طعن ہوگا، لیکن یہ ان کا وہم ہے، کیونکہ دجال نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا کہ ان خوارق سے اس کا صادق ہونا لازم آئے، وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس دعویٰ کا وہ خود مکذب ہوگا، کیونکہ اس کی ذات میں نقص اور حدوث کی علامتوں کا ظہور ہوگا اور وہ اپنی ذات سے اس نقص کو دور کرنے سے عاجز ہوگا، کسی مومن کو اس کے دعویٰ کے کذب کے متعلق کوئی شک نہیں ہوگا، اس کی اتباع یا تو کوئی شخص اضطرار کی وجہ سے کرے گا، یا کفر کی وجہ سے یا تقیہ اور اس کے خوف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس سے بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہوگا اور پہلی بار ہی اس کو دیکھ کر بہت سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے اور ان کی عقل کام نہیں کرے گی، وہ تیز آندھی کی طرح سرعت سے زمین پر چلے گا اور جس شخص کی نظر اور بصیرت کام نہیں کرے گی وہی اس کی تصدیق کرے گا۔ [۲]

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۶۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲] '' '' '' '' اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۶۴

بَابُ ذِكْرِ الدَّجَّالِ [۱۰۱۶]

مسیح دجال کا بیان

۷۲۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا وَإِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِئَةٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، سنو مسیح دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی، گویا اس کی آنکھ بجھے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔

۷۲۳۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

۷۲۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب سے خبردار کیا ہے سنو! وہ بلاشبہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اس کی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔

۷۲۳۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر أَيْ كَافِرٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر یعنی کافر لکھا ہوا ہوگا۔

۷۲۳۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عفان حدثنا عبد الوارث عن شعيب بن الحبحاب عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال ممسوح العين مكتوب بين عينيه كافر" ثم تهجاها ك ف ر يقرؤه كل مسلم.

٧٢٣٦ - حدثنا محمد بن عبد الله ابن نمير ومحمد بن العلاء واسحق بن ابراهيم قال اسحق اخبرنا وقال الآخران حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن شقيق عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال اعور العين اليسرى جفال الشعر معه جنة ونار فناره جنة وجنته نار.

٧٢٣٧ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا يزيد بن هارون عن ابي مالك الاشجعي عن ربعي بن حراش عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لانا اعلم بما مع الدجال منه معه نهران يجريان احدهما راي العين ماء ابيض والآخر راي العين نار تاجج فاما ادركن احد فليات النهر الذي يراه نارا وليغمض ثم ليطاطئ راسه فيشرب منه فانه ماء بارد وان الدجال ممسوح العين عليها ظفرة غليظة مكتوب بين عينيه كافر يقرؤه كل مؤمن كاتب وغير كاتب.

٧٢٣٨ - حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا ابي حدثنا شعبة ح وحدثنا محمد بن المثنى (واللفظ له) حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن حراش عن حذيفة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال في الدجال ان معه ماء ونارا فناره ماء بارد

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا پھر آپ نے اس کے ہجے کیے ک ف ر اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی اور بال گھنے ہوں گے، اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی، اس کی دوزخ (حقیقت میں) جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ضرور جانتا ہوں کہ دجال کے ساتھ کیا ہوگا، اس کے ساتھ دو بہتے ہوئے دریا ہوں گے، ایک دیکھنے میں سفید پانی ہوگا۔ دوسرا دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگا، پھر اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا میں جائے جو بھڑکتی ہوئی آگ دکھائی دے، اور اپنی آنکھ بند کرے اور اپنا سر جھکا کر اس سے پیئے بے شک وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور بلاشبہ دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اس پر ایک موٹی پھلی ہوگی، اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، اس کو ہر مومن پڑھے گا خواہ اس کو لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق فرمایا اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور اس کا پانی آگ ہوگا، سو تم خود کو ہلاک نہ کر لینا، حضرت ابو مسعود نے کہا میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

وَمَاؤُهُ نَارٌ فَلَا تَهْلِكُوا قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۷۲۳۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ فَقَالَ لَهُ عُقْبَةُ حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّجَّالِ قَالَ إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ فَقَالَ عُقْبَةُ وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ تَصْدِيقًا لِحُذَيْفَةَ۔

عقبہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں ربعی بن حراش کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، عقبہ نے کہا میں نے حضرت حذیفہ سے کہا آپ نے دجال کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہے وہ بیان کیجئے، انھوں نے کہا دجال نکلے گا، اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، جس کو لوگ آگ خیال کریں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا، تم میں سے جو شخص اس کو دیکھے وہ اس میں کود جائے جس کو وہ آگ سمجھ رہا ہو، کیونکہ وہ ٹھنڈا پاکیزہ اور میٹھا پانی ہوگا، عقبہ نے حضرت حذیفہ کی تصدیق کے لیے کہا میں نے (پہلے بھی) یہ حدیث سنی تھی۔

۷۲۴۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ اجْتَمَعَ حُذَيْفَةُ وَأَبُو مَسْعُودٍ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ إِنَّ مَعَهُ نَهْرًا مِنْ مَاءٍ وَنَهْرًا مِنْ نَارٍ فَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ مَاءٌ وَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ نَارٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَأَرَادَ الْمَاءَ فَلْيَشْرَبْ مِنَ الَّذِي يَرَاهُ أَنَّهُ نَارٌ فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ هٰكَذَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ۔

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابومسعود اکٹھے ہوئے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا دجال کے متعلق سنی ہوئی احادیث کا مجھے ان سے زیادہ علم ہے، اس کے ساتھ ایک پانی کا دریا ہوگا اور ایک آگ کا دریا ہوگا، جس کو تم لوگ یہ سمجھوگے کہ یہ آگ ہے وہ پانی ہوگا اور جس کو تم یہ خیال کروگے یہ پانی ہے وہ آگ ہوگا، سو تم میں سے جو شخص اس کو پائے اور پانی کا ارادہ کرے وہ اس دریا سے پیئے جس کو وہ آگ سمجھ رہا ہے تو اس کو پانی ملے گا، حضرت ابومسعود نے کہا میں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۷۲۴۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَدِيثًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی حدیث بیان نہ کروں جو کسی نبی نے اپنی امت کو بیان نہیں کی، بے شک وہ کانا ہوگا، اور اس کے پاس

مَا حَدَّثَ نَبِيٌّ قَوْمَهُ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ مِثْلُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَإِنِّي أَنْذَرْتُكُمْ بِهِ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوحٌ قَوْمَهُ.

۷۲۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ الطَّائِيُّ قَاضِي حِمْصَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذَلِكَ فِينَا فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللَّهِ فَاثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ

جنت اور دوزخ کی مثل ہو گی اور جس کو وہ جنت کہے گا وہ (حقیقت میں) دوزخ ہو گی، اور میں تم کو اس سے اسی طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

امام مسلم دو سندوں کے ساتھ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا آپ نے اس (کے فتنہ) کو (کبھی) کم اور (کبھی) بہت زیادہ بیان کیا، حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے۔ جب ہم شام کے وقت آپ کے پاس گئے تو آپ ہمارے ان تاثرات کو بھانپ گئے، آپ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صبح آپ نے دجال کا ذکر کیا، آپ نے اس (کے فتنہ) کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا، حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں سے مجھے زیادہ خوف ہے، اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے مقابلہ کروں گا، اور اگر میری غیر موجودگی میں دجال نکلا تو ہر شخص خود مقابلہ کرے گا، اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ اور نگہبان ہے، دجال نوجوان اور گھونگریالے بالوں والا ہو گا، اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہو گی، میں اس کو عبد العزی بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں، تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی (دس) آیتیں پڑھے، بلا شبہ شام اور عراق کے درمیان سے اس کا خروج ہو گا، وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، ہم نے کہا یا رسول اللہ! وہ زمین میں کب تک رہے گا، آپ نے فرمایا: چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کے برابر ہو گا، ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی

كجمعة وسائر أيامه كأيامكم قلنا يا رسول الله
فذلك اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة
يوم قال لا اقدروا له قدره قلنا يا
رسول الله وما إسراعه في الأرض قال كالغيث
استدبرته الريح فيأتي على القوم فيدعوهم
فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر
والأرض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم أطول
ما كانت ذرا وأسبغه ضروعا وأمده
خواصر ثم يأتي القوم فيدعوهم
فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون
ممحلين ليس بأيديهم شيء من أموالهم و
يمر بالخربة فيقول لها أخرجي كنوزك فتتبعه
كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلا
ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه
جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل و
يتهلل وجهه يضحك فبينما هو كذلك إذ
بعث الله المسيح ابن مريم فينزل عند المنارة
البيضاء شرقي دمشق بين مهرودتين
واضعا كفيه على أجنحة ملكين إذا طأطأ رأسه
قطر وإذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ
فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه إلا مات ونفسه
ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه
بباب لد فيقتله ثم يأتي عيسى ابن مريم قوم
قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم و
يحدثهم بدرجاتهم في الجنة فبينما هو كذلك
إذ أوحى الله إلى عيسى إني قد أخرجت عبادا لي
لا يدان لأحد بقتالهم فحرز عبادي إلى الطور
ويبعث الله يأجوج ومأجوج وهم من كل حدب
ينسلون فيمر أوائلهم على بحيرة طبرية

ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے، ہم نے عرض
کیا: یارسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا
اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا، آپ نے
فرمایا نہیں، تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ
کر لینا، ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ زمین پر کس قدر
تیز چلے گا، آپ نے فرمایا اس بارش کی طرح جس کو پیچھے
سے ہوا دھکیل رہی ہو، وہ ایک قوم کے پاس جا کر ان
کو ایمان کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے
اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے، وہ آسمان کو حکم دے گا
تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ
اگائے گی، ان کے چرنے والے جانور شام کو آئیں گے
تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں دراز
ہوں گی، پھر وہ دوسری قوم کے پاس جا کر ان کو دعوت دیگا،
وہ اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے، وہ ان کے پاس سے
لوٹ جائے گا، ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی اور ان
کے پاس —— ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا،
پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گذرے گا اور زمین
سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دو، تو زمین کے خزانے
اس کے پاس ایسے آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے
سرداروں کے پاس جاتی ہیں پھر وہ ایک کڑیل جوان کو بلائے گا
اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، جیسے نشانہ
پر کوئی چیز لگتی ہے، پھر وہ اس کو بلائے گا تو وہ (زندہ ہو
کر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا،
دجال کے اسی معمول کے دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم
کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو
زرد رنگ کے حلّے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر
ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے، جب حضرت عیسیٰ اپنا
سر جھکائیں گے تو پسینہ کے قطرے گریں گے اور جب سر
اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے جس کا فرتک

فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَآءٌ وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ اِلَى الْاَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ اِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَّا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَاْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ۔

بھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا، اور ان کی خوشبو منتہائے نظر تک پہنچے گی، وہ دجال کو تلاش کریں گے حتی کہ باب لُد پر اس کو موجود پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جس کو اللہ تعالٰی نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، ... وہ ان کے چہروں پر دست شفقت پھیریں گے، اور انھیں جنت میں ان کے درجات کی خبر دیں گے۔ ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالٰی حضرت عیسٰی کی طرف وحی فرمائے گا، میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، تم میرے ان بندوں کو طور کی طرف اکٹھا کرو، اور اللہ تعالٰی یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا، اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے، ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبرستان سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی لیں گی، پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گذریں گی تو وہ کہیں گی یہاں

پر کسی وقت پانی تھا، اللہ کے نبی حضرت عیسٰی اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتی کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے سو دینار سے افضل ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسٰی اور ان کے اصحاب دعا کریں گے، تب اللہ تعالٰی یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو صبح کو وہ سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسٰی اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسٰی اور ان کے اصحاب اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالٰی بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا، یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالٰی کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالٰی ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان

ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا، پھر زمین سے کہا جائے گا تم اپنے پھل اُگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ، سو اس دن ان کی ایک جماعت ایک انار کو (سیر ہو کر) کھالے گی، اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی، اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کر لے گی، اور بُرے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔

٧٢٤٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ وَالْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ دَخَلَ حَدِيْثُ أَحَدِهِمَا فِيْ حَدِيْثِ الْآخَرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ مَا ذَكَرْنَا وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا إِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَآءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَآءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ فَإِنِّيْ قَدْ أَنْزَلْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَيْ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں اس جملہ کے بعد "یہاں ایک مرتبہ پانی تھا"، یہ اضافہ ہے پھر وہ خمر کے پہاڑ کے پاس پہنچیں گے، یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے، وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا، اب آسمان والوں کو قتل کریں پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا، ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "میں نے ایسے بندوں کو نازل کیا ہے جن سے لڑنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا"۔

٧٢٤٤ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ وَالسِّيَاقُ لِعَبْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے متعلق بہت طویل حدیث بیان کی، اس حدیث کے اثناء میں آپ نے یہ فرمایا دجال نکلے گا، اور مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہونا اس پر حرام ہوگا، وہ مدینہ کے قریب بعض بنجر زمینوں میں چلا جائے گا، ایک دن اس کے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جو سب لوگوں سے بہتر ہوگا، وہ یہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے متعلق

فِيمَا حَدَّثَنَا قَالَ يَأْتِي وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ فَيَنْتَهِي إِلَى بَعْضِ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ لَهُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ لَا قَالَ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ فِيكَ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ قَالَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ يُقَالُ إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

۷۲۳۵۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

۷۲۳۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ أَهْلِ مَرْوَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَيَقُولُونَ لَهُ أَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُولُ أَعْمِدُ إِلَى هٰذَا الَّذِي خَرَجَ قَالَ فَيَقُولُونَ لَهُ أَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَيَقُولُ مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ فَيَقُولُونَ اقْتُلُوهُ فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوا أَحَدًا دُونَهُ قَالَ فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى الدَّجَّالِ فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِي ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ فَيَقُولُ خُذُوهُ وَشُجُّوهُ فَيُوسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا قَالَ

ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، دجال یہ کہے گا یہ بتاؤ کہ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو کیا تم میرے متعلق شک کرو گے، لوگ کہیں گے نہیں! راوی کہتے ہیں وہ اس کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا جب دجال اس کو زندہ کر دے گا تو وہ شخص کہے گا بخدا مجھے تیرے متعلق جتنی بصیرت اب ہے پہلے کبھی نہیں تھی، راوی کہتے ہیں کہ پھر دجال اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا، تو اس پر قابو نہ پا سکے گا، ابو اسحق نے کہا کہا جاتا ہے وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کا خروج ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہوگا اور دجال کے ہتھیار بند لوگ اس سے ملیں گے، وہ اس سے کہیں گے تمہارا کہاں کا قصد ہے، وہ کہے گا میرا اس شخص کی طرف قصد ہے جس کا خروج ہوا ہے وہ اس سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے، وہ کہے گا ہمارے رب میں کسی قسم کا خفا نہیں ہے، وہ کہیں گے اس کو قتل کر دو، پھر ان کے بعض، بعض سے کہیں گے کیا تمہیں تمہارے رب نے منع نہیں کیا تھا، کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا، پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے، جب اس کو وہ مومن دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا، پھر دجال اس شخص کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا، اس کی پیٹھ اور پیٹ پر بھی ضرب

فَيَقُولُ أَوَمَا تُؤْمِنُ بِي قَالَ فَيَقُولُ أَنْتَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُؤْشَرُ بِالْمِئْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتَّى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ قُمْ فَيَسْتَوِي قَائِمًا قَالَ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ أَتُؤْمِنُ بِي فَيَقُولُ مَا ازْدَدْتُ فِيكَ إِلَّا بَصِيرَةً قَالَ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِي بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيعُ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ فَيَأْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ فَيَحْسِبُ النَّاسُ أَنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

لگائی جائے گی، پھر دجال اس شخص سے کہے گا کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ شخص کہے گا تم مسیح کذاب ہو، پھر اس کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لے کر قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے، پھر دجال اس کے جسم کے دو ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا، کھڑا ہو جا، تو وہ شخص سیدھا کھڑا ہو جائے گا، پھر دجال اس سے کہے گا کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ کہے گا مجھے تو (تیرے دجال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا پھر وہ کہے گا اے لوگو! اب میرے بعد دجال کسی اور کے ساتھ یہ کارروائی نہیں کر سکے گا، دجال اس کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا، (لیکن) اس کے گلے سے لے کر ہنسلی تک (کا جسم) تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کا کوئی حیلہ نہیں پا سکے گا، پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا، لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے، حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہو گا۔

٧٢٤٧ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُ قَالَ وَمَا يُصِيبُكَ مِنْهُ إِنَّهُ لَا يَضُرُّكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ الطَّعَامَ وَالْأَنْهَارَ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق سوال نہیں کیے، آپ نے فرمایا تم کیوں اس کے متعلق فکر مند ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ طعام اور دریا ہوں گے، آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔

٧٢٤٨ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ قَالَ وَمَا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق اتنا نہیں پوچھا جتنا میں نے پوچھا تھا، راوی نے کہا آپ نے کیا پوچھا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے پوچھا تھا لوگ

سُؤَالَكَ قَالَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَعَهُ جِبَالٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ وَنَهَرٌ مِنْ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

۷۲۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حُمَيْدٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ فَقَالَ لِي أَيْ بُنَيَّ۔

۷۲۵۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ يَعْقُوبَ بْنَ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي تُحَدِّثُ بِهِ تَقُولُ إِنَّ السَّاعَةَ تَقُومُ إِلَى كَذَا وَكَذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ أَوْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهُمَا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أُحَدِّثَ أَحَدًا شَيْئًا أَبَدًا إِنَّمَا قُلْتُ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدَ قَلِيلٍ أَمْرًا عَظِيمًا يُحَرَّقُ الْبَيْتُ وَيَكُونُ وَيَكُونُ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ حَتَّى

کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی اور گوشت کے پہاڑ اور پانی کے دریا ہوں گے! آپ نے فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں ذکر کیں، برید کی سند میں یہ لفظ زائد ہیں! اے میرے بیٹے!

حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا یہ کیسی حدیث ہے جو آپ بیان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز کے وقت قیامت قائم ہوگی، انھوں نے کہا سبحان اللہ! یا لا الٰہ الا اللہ یا کوئی اور کلمہ ان کی مثل کہا اور فرمایا میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اب کسی سے کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا، میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ تم لوگ کچھ دنوں کے بعد ایک ایسا بڑا حادثہ دیکھو گے، جو گھر کو جلا دیگا، وہ ہوگا اور ہوگا پھر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میری امت میں دجال کا خروج ہوگا جو چالیس تک ٹھہرے گا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس ماہ فرمایا، یا چالیس سال فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا جو عروہ بن مسعود کے مشابہ ہوں گے، وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے، پھر سات سال تک لوگ اسی طرح (امن سے) رہیں گے کہ کسی دو شخصوں میں لڑائی نہیں ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ایسی ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو روئے زمین کے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان یا خیر ہوگی، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ——

لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهُ قَالَ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهُ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا قَالَ وَاَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ قَالَ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ اَوْ قَالَ يُنْزِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِ الظِّلُّ نُعْمَانُ الشَّاكُّ فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ قَالَ ثُمَّ يُقَالُ اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ قَالَ فَذَاكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پھر دنیا میں بُرے لوگ باقی رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے، وہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں گے نہ بُری بات کو بُرا۔ ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا، اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو؟ وہ ان کو بتوں کی پرستش کا حکم دے گا، وہ اسی (بت پرستی) میں مصروف کار ہوں گے، ان کا رزق اچھا ہوگا اور ان کی زندگی عیش و عشرت سے ہوگی، پھر صور پھونک دیا جائے گا، جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکا لے گا اور دوسری طرف سے اٹھا لے گا۔ جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا، اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اُگ پڑیں گے، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور ان کو کھڑا کرو، ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا دوزخ کے لیے ایک گروہ نکالو، کہا جائے گا کتنے لوگوں کا، کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے، آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن ساق کھولی جائے گی۔

۷۲۵۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ يَعْقُوْبَ بْنَ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اِنَّكَ تَقُوْلُ اِنَّ السَّاعَةَ تَقُوْمُ اِلٰى كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَا اُحَدِّثَكُمْ بِشَيْءٍ اِنَّمَا قُلْتُ اِنَّكُمْ تَرَوْنَ بَعْدَ قَلِيْلٍ اَمْرًا عَظِيْمًا

عروہ بن مسعود بیان کرتے ہیں میں نے سنا ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہہ رہا تھا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں (علامت رونما ہونے) پر قیامت قائم ہوگی حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ میں تم کو کوئی حدیث نہ بیان کروں۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ تم تھوڑی مدت کے بعد ایک بڑا حادثہ دیکھو گے جیسے گھر جل گیا ہو، شعبہ نے یہی یا اس کی مثل کہا حضرت

فَكَانَ حَرِيقَ الْبَيْتِ قَالَ شُعْبَةُ هٰذَا اَوْ نَحْوَهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مَرَّاتٍ وَعَرَضْتُهُ عَلَيْهِ ۔

۷۲۵۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبًا ۔

۷۲۵۳ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ جَلَسَ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ بِالْمَدِينَةِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَسَمِعُوهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنِ الْآيَاتِ أَنَّ أَوَّلَهَا خُرُوجًا الدَّجَّالُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو لَمْ يَقُلْ مَرْوَانُ شَيْئًا قَدْ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ ۔

۷۲۵۴ ۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ تَذَاكَرُوا السَّاعَةَ عِنْدَ مَرْوَانَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میری امت میں دجال کا خروج ہوگا اور حضرت معاذ کی مثل حدیث بیان کی اور اس حدیث میں یہ بیان کیا کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کی روح کو (ہوا) قبض کر لے گی، محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ شعبہ نے مجھے بار بار یہ حدیث سنائی اور میں نے بھی اس کے سامنے پڑھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی حدیث سنی ہے جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے سب سے پہلی علامت کا ظہور یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت دابۃ الارض کا خروج ہوگا، ان میں سے جس کا بھی پہلے ظہور ہو تو اس کے فوراً بعد دوسری کا ظہور ہوگا۔

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مروان بن الحکم کے پاس تین مسلمان بیٹھے ہوئے تھے ان تینوں نے مروان سے سنا وہ علامات قیامت بیان کر رہا تھا، اس نے کہا سب سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا، حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا مروان نے کچھ نہیں کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث یاد رکھی ہے جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے مروان کے سامنے قیامت کا ذکر کیا، حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر انھوں نے حسب سابق حدیث بیان

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِیْثِھِمَا وَلَمْ یَذْکُرْ ضُحًی۔ کی، البتہ اس میں چاشت کے وقت کا ذکر نہیں ہے۔

دجال کی وجہ تسمیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دَجَّال کا لفظ دَجَل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے چھپانا اور ڈھانپ لینا، کذاب کو بھی دجال اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ حق کو باطل کے سبب سے چھپا دیتا ہے، علامہ ثعلب نے کہا دجال ملمع کار کو کہتے ہیں کیونکہ جس تلوار پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو اس کو سیف مدجل کہتے ہیں، علامہ ابن درید نے کہا کیونکہ دجال حق کو باطل کے سبب چھپائے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ روئے زمین کا سفر کرے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ کیونکہ وہ سفر کے ذریعے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے اس کو دجال کہا جائے گا، علامہ قرطبی نے کہا کہ دجال کی وجہ تسمیہ میں دس اقوال ہیں [1]

دجال کی معرفت کے متعلق ضروری امور کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دجال کی بحث میں جن امور کا جاننا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ کیا ابن صیاد دجال تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔ (مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ابن صیاد لغوی معنوں میں دجال تھا لیکن جس دجال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے اور جس کی مخصوص صفات بیان فرمائی ہیں اس کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق یہی خبر دی ہے۔)

۲۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال موجود تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت تمیم داری کی جو روایت بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دجال عہد رسالت میں بھی موجود تھا اور بعض جزائر میں مقید تھا۔

۳۔ دجال کا خروج کب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اس وقت دجال کا ظہور ہوگا۔ (لیکن یہ واقعہ دوبارہ قرب قیامت میں ہوگا۔)

۴۔ دجال کے خروج کا سبب کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابن عمر کی حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کسی چیز پر غضب میں آنے کی وجہ سے اس کا خروج ہوگا۔

۵۔ دجال کا خروج کس جگہ سے ہوگا؟ تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کا خروج مشرق کی جانب سے ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا خروج خراسان سے ہوگا، اس روایت کو امام احمد اور امام حاکم نے حضرت ابوبکر سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا خروج اصفہان سے ہوگا۔

۶۔ دجال کی صفات کیا ہیں؟ تو اس باب کی احادیث میں ہے وہ کانا ہوگا، اور اس کی کانی آنکھ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہوگی۔ اس کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر لکھا ہوا ہوگا، اس کے ساتھ آگ اور پانی کے دریا ہوں گے، وہ ایک

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۱ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

آدمی کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔

۷۔ وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا؟ جب اس کا خروج ہو گا تو پہلے مرحلہ میں وہ ایمان اور صلاح کا دعویٰ کرے گا، پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے بعد الوہیت کا دعویٰ کرے گا، جیسا کہ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال میں کوئی خفا نہیں ہے وہ مشرق کی طرف سے نمودار ہو گا، اور دین کی تبلیغ کرے گا اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کو غلبہ حاصل ہو گا، وہ اسی طرح تبلیغ کرتا ہوا کوفہ پہنچے گا اور اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ لوگوں کو برانگیختہ کرے گا، پھر وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا، تب عقل والے اس سے خبردار ہو کر اس سے الگ ہو جائیں گے، وہ کچھ عرصہ اس دعویٰ پر برقرار رہے گا، پھر کہے گا میں خدا ہوں، پھر اس کی آنکھ ڈھانپ دی جائے گی اور اس کا کان کاٹ دیا جائے گا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دیا جائے گا، اور وہ کسی مسلمان پر مخفی نہیں رہے گا اور مخلوق میں سے جس کے دل میں بھی رائی کے برابر ایمان ہو گا وہ اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [۱]

آیا قرآن مجید میں دجال کا ذکر ہے یا نہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
یہ سوال مشہور ہے کہ دجال کا شر اور اس کا فتنہ بہت بڑا ہے اور ہر نبی نے اس سے اپنی امت کو ڈرایا پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں دجال کا ذکر نہیں ہے؟ اس سوال کے چند جوابات ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں مذکور ذیل آیت میں دجال کا ذکر ہے:

یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا۔ (انعام: ۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی بعض (مخصوص) نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اب ایمان لانے کا فائدہ نہ ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے حالت ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

ان مخصوص نشانیوں میں دجال بھی داخل ہے، کیونکہ امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے فائدہ نہیں ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

۲۔ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں دجال کی طرف اشارہ ہے:

وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته۔ (نساء: ۱۵۹)

اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص مسیح کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔

وانه لعلم للساعة۔ (زخرف: ۶۱)

اور بے شک وہ (حضرت عیسیٰ) ضرور قیامت کی نشانی ہیں۔

اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے، اس لیے ایک ضد کو ذکر کرنے پر اکتفاء کر لی گئی۔

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اور دجال کا لقب بھی مسیح ہو گا، لیکن دجال مسیح ضلالت ہے اور حضرت عیسیٰ مسیح ہدایت ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں دجال کا ذکر تحقیر کی بنا پر ترک کر دیا گیا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا ذکر تو قرآن مجید میں کیا گیا ہے، امام بلقینی نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید میں ان مفسدین کا ذکر کیا گیا ہے جو گزر چکے ہیں، تاکہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کی جائے اور آنے والے مفسدین کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا، لیکن اس جواب پر بھی یاجوج اور ماجوج سے معارضہ ہوتا ہے۔

۴۔ علامہ بغوی نے یہ کہا ہے کہ — دجال کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

لخلق السموٰت والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (مؤمن، ۵۷) یقیناً آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت میں الناس سے مراد دجال ہے اور یہ کل کا اطلاق جز پر ہے، یہ اطلاق اگر کسی قرینہ سے ثابت ہو تو یہ بہت اچھا جواب ہے۔ [1]

دجال کی ہلاکت کا بیان

دجال کے ہاتھ پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے ان کا اس باب کی احادیث میں ذکر ہے، باقی یہ کہ دجال کب ہلاک ہو گا اور اس کو کون ہلاک کرے گا تو مکہ اور مدینہ (زادہما اللہ شرفہما) کے علاوہ تمام روئے زمین پر اس کے ظہور کے بعد اس کو ہلاک کر دیا جائے گا، تمام روئے زمین پر ظہور کے بعد وہ بیت المقدس کا قصد کرے گا، وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔

دجال کی الوہیت باطل کرنے کے لیے اس کے کانے پن کو بیان کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۷۲۳۱ میں ہے، اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، سنو مسیح دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے دعویٰ الوہیت کو رد کرنے کے لیے صرف اس بیان پر اکتفاء کی کہ وہ کانا ہو گا حالانکہ اس کے حادث اور مخلوق ہونے پر اور بھی دلائل موجود تھے، کیونکہ آنکھ کا کانا ہونا ایک ایسا واضح عیب ہے، جس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، کیونکہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کی خلقت ناقص ہوگی، امام مسلم اور امام ترمذی نے بعض روایات میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھے گا، اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ دجال کا ربوبیت کا دعویٰ جھوٹا ہے، کیونکہ دجال الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور لوگ اس کو دیکھ رہے ہوں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو مرنے سے پہلے کوئی نہیں دیکھ سکتا، اس حدیث میں ان لوگوں پر بھی رد ہے جنہوں نے بیداری میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا دعویٰ کیا، اس پر یہ اعتراض نہ ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو شب معراج دیکھا تھا، اس لیے کہ زندگی اور بیداری میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں دنیا کے اندر وہ قوت پیدا فرمائی جو باقی مومنوں کو

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۲-۹۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

آخرت میں عطا فرمائے گا۔ ل

کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال اور اس کے خروج کے وقت کا علم تھا یا نہیں؟

حدیث نمبر ۷۲۴۱ میں ہے میں تم کو دجال سے اسی طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ دجال کا خروج قرب قیامت میں ہو گا تو پھر حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دجال سے ڈرانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کے خروج کا وقت حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے مخفی رکھا گیا تھا، گویا ان انبیاء علیہم السلام کو دجال سے خبردار کیا گیا اور ان کو دجال کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا، اس لیے انبیاء سابقین علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو دجال سے ڈرایا، اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے: "اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے حجت کے ساتھ مقابلہ کروں گا، اور اگر میری غیر موجودگی میں دجال نکلا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرے گا"۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب آپ کو دجال کی علامات اور اس کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا تھا، اس وقت آپ کے نزدیک یہ ممکن تھا کہ دجال کا خروج آپ کے عہد میں ہوتا، پھر بعد میں آپ کو دجال کی علامات اور اس کے خروج کا وقت بتایا گیا تو آپ نے اس کے مطابق اپنی امت کو خبر دی، اس توجیہ سے ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ ۲

خلاصہ یہ ہے کہ ابتداءً نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا تھا، اسی وجہ سے آپ نے ابن صیاد پر دجال کا شبہ ظاہر کیا، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دجال کے خروج کا حتمی وقت اور اس کے خروج کی قطعی علامات بیان کر دیں، چنانچہ آپ نے امت کو بتا دیا کہ قرب قیامت میں دجال کا خروج ہو گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اس کو قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصہ بعد قیامت قائم کر دی جائے گی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمت کے پیش نظر کہ قیامت کا بالکل اچانک آنا ختم نہ ہو دجال کے خروج کا سن نہیں بتایا اور یہ کہنا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خود بھی دجال کے خروج کے وقت کا علم نہیں تھا اور آپ کو آخر وقت تک معلوم نہیں ہوا کہ دجال کا خروج آپ کے زمانہ میں ہو گا یا آپ کے بعد، نہ صرف یہ کہ احادیث اور آثار سے بے خبری کا نتیجہ ہے بلکہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت میں کمی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی اس بحث میں لکھتے ہیں:

دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہو گا، لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا

ل۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۲۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۶، " " " " " "

کہ وہ کب ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا، اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانے میں پیدا ہونے والا ہے۔ [1]

اس بحث کے اخیر میں لکھتے ہیں:

حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو، لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گذر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا ہے؟ [2]

واقعہ یہ ہے کہ اس اندیشہ کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلا دیا تھا کہ دجال کا خروج قرب قیامت میں ہوگا، سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس عبارت میں دجال کے خروج کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی کا جو تاثر دیا ہے، ہم اس سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایہ بڑی بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی ریسرچ اور تحقیق کا سکہ جمانے اور اپنی عالمیت ظاہر کرنے کے لیے کتابوں پر کتابوں کے حوالے دے اور اس تحقیق سے یہ ثابت کرے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا! اس کائنات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہے، مخلوق میں آپ کا علم سب سے زیادہ ہے، زندگی میں وقتی طور پر آپ کو کسی جزئی چیز کا علم نہ ہو یہ ہو سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اخیر وقت تک آپ کو اس چیز کا علم نہ ہوا ہو۔ بلکہ جس چیز کا بھی علم ممکن تھا وصال سے پہلے آپ کو اس کا علم دے دیا گیا تھا!

خروج دجال کے وقت ایک دن کا طویل ہو کر ایک سال کا ہونا

حدیث نمبر ۷۲۴۳ میں ہے: صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوگا؟

آپ نے فرمایا نہیں! تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ تین دن اس مقدار کے برابر لمبے ہوں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کے باقی ایام تمہارے (عام) ایام کی طرح ہوں گے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اس ایک دن میں ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر کے پڑھنا، قاضی عیاض نے کہا یہ حکم صرف اس دن کے ساتھ مخصوص ہے جو صاحب شرع نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے، علماء نے کہا اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو اس دن کی نمازیں ہمارے اجتہاد پر موقوف ہوتیں تو ہم اس دن میں وقت کی علامتوں کے حساب سے صرف پانچ نمازیں پڑھتے، اور اندازہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جب اتنا وقت گذر جاتے جتنا عام دنوں میں فجر اور ظہر کے درمیان وقت ہوتا ہے تو ظہر پڑھ لی جائے اور جب ظہر کے بعد عصر تک کا وقت گذر جائے تو عصر پڑھ لی جائے وعلیٰ ہذا القیاس ایک سال کی نمازیں اس ایک دن میں پڑھ لی جائیں۔ اور جو دن ایک ماہ اور جو دن ایک ہفتہ کے برابر گذرے اس دن میں ایک ماہ اور ایک ہفتہ کی نمازیں اسی قیاس سے پڑھی جائیں۔ [3]

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج اص ۴۸، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۴ء

[2] " " " " رسائل و مسائل ج اص ۵۰-۴۹، " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ اپنی عادت معروفہ کے خلاف کرے گا، اور سورج کی حرکت کو اس کی معمول کی حرکت سے کم کر دے گا، حتیٰ کہ پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا ایک ماہ کے برابر اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اور یہ امر ممکن ہے خصوصاً اس زمانہ میں جب بہ کثرت امور خارقہ کا ظہور ہوگا خصوصاً دجال کے ہاتھوں سے بہت سے کام خلاف عادت رونما ہوں گے، علامہ ابن جوزی نے ابوالحسن بن المنادی سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ ان ایام میں چونکہ بہت مصیبتیں ہوں گی، اس لیے وہ ایام بہت طویل معلوم ہوں گے اس لیے پہلا دن ایک سال کے برابر لگے گا پھر مصیبت کا بار نسبتہً کم محسوس ہوگا اور دوسرا دن ایک ماہ جتنا لگے گا، اور تیسرا دن ایک ہفتہ جتنا لگے گا اور جب لوگ عادی ہو جائیں گے تو باقی ایام عام دنوں کی طرح گذریں گے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ابوالحسن کی یہ تاویل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن میں ایک دن کی نمازیں کافی نہیں ہوں گی بلکہ اس میں ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر کے ایک سال کی نمازیں پڑھنا، اس حدیث کو امام مسلم، امام ترمذی، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی اسانید صحیح ہیں۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملک نے کہا ہے کہ بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلا دن ایک سال کا اس لیے معلوم ہوگا کہ اس دن دجال لعین کے شدائد بہت زیادہ محسوس ہوں گے لیکن یہ قول مردود ہے، بلکہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ پہلے دن کے اجزاء میں سے ہر جز کو اتنا زیادہ کر دے کہ وہ دن خلاف عادت ایک سال کا ہو جائے (ملا علی قاری کہتے ہیں) یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ زمانہ کو مبسوط کر دیا جائے جیسے شب معراج میں رات کے ایک لمحے کو اتنا مبسوط کر دیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی عظیم سیر کر لی، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہر نماز کے وجوب کا سبب اس کا مخصوص وقت ہے، مثلاً طلوع شمس، زوال شمس، غروب شمس اور غروب شفق وغیرہ، اور ان اوقات مخصوصہ کا تحقق اسی وقت ہوگا جب دن اور رات کا حقیقتہً تعدد ہو، اور وہ اس صورت میں مفقود ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں سے یہ معلوم ہو گیا کہ دجال کے ہاتھوں پر بہت سی تلبیسات کا ظہور ہو گا اور بہت امور کو وہ مشابہ کر دے گا اور ملمع کاری کرے گا جن سے ارباب عقول کی عقلیں دھوکا کھا جائیں گی، شیاطین اس کے لیے جعلی جنت اور دوزخ مہیا کر دیں گے اور وہ اپنے دعویٰ کے مطابق لوگوں کو زندہ کرے گا اور مارے گا، بعض لوگوں کو وہ سبزہ کی فراوانی اور پیداوار میں اضافہ سے اور بعض کو خشک سالی اور قحط سے گمراہ کرے گا اور اس کے بہت بڑے جادوگر ہونے میں کوئی خفا نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک اس حدیث کی صرف یہ تاویل ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو مسخر کرے گا اور ان کے دماغوں میں یہ خیال پیدا کرے گا کہ صبح کی روشنی اور شام کے اندھیرے کے بغیر زمانہ ایک حالت پر ٹھہر گیا ہے، اور وہ یہ گمان کریں گے کہ سورج کی روشنی دور نہیں ہو رہی اور رات کی سیاہی نہیں پھیل رہی، اور دن اور رات کے آ جانے کی علامتیں مخفی ہو گئی ہیں سو وہ زمانہ کے اس قدر طول سے حیران ہوں گے، اس لیے ان احوال کے لیے آپ نے امت

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کو انداز سے اور حساب سے پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے دجال کے اس سحر اور تلبیس کو دور کر دے۔ [1]

بَابٌ ۲۱۲ قِصَّةُ الْجَسَّاسَةِ

جساسہ کا بیان

۷۲۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ شَعْبُ هَمْدَانَ أَنَّهُ سَأَلَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ فَقَالَ حَدِّثِينِي حَدِيثًا سَمِعْتِيهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسْنِدِيهِ إِلَى أَحَدٍ غَيْرِهِ فَقَالَتْ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهَا أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ نَكَحْتُ ابْنَ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ مِنْ خِيَارِ شَبَابِ قُرَيْشٍ يَوْمَئِذٍ فَأُصِيبَ فِي أَوَّلِ الْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا تَأَيَّمْتُ خَطَبَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَطَبَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَوْلَاهُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَكُنْتُ قَدْ حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ فَلَمَّا كَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أَمْرِي بِيَدِكَ فَأَنْكِحْنِي مَنْ شِئْتَ فَقَالَ انْتَقِلِي إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ وَأُمُّ شَرِيكٍ امْرَأَةٌ غَنِيَّةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَظِيمَةُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَنْزِلُ عَلَيْهَا الضِّيفَانُ فَقُلْتُ سَأَفْعَلُ

عامر بن شراحیل نے ضحاک بن قیس کی بہن فاطمہ بنت قیس سے سوال کیا جو ابتدائی ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سنی ہو، حضرت فاطمہ نے کہا اگر تم چاہو تو میں ایسی حدیث سنا دیتی ہوں، عامر نے کہا ہاں آپ سنائیں، حضرت فاطمہ نے کہا میرا نکاح ابن المغیرہ سے ہوا تھا جو ان دنوں قریش کے منتخب جوان تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے جہاد میں شہید ہو گئے، جب میں بیوہ ہو گئی تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب کے ساتھ آکر مجھے نکاح کا پیغام دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام زادے حضرت اسامہ بن زید کے ساتھ مجھے نکاح کا پیغام دیا، اور میں یہ حدیث سن چکی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اسامہ سے محبت کرے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اس سلسلہ میں) مجھ سے گفتگو کی تو میں نے کہا میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے آپ جس سے چاہیں میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا تم ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ، ام شریک انصار کی ایک دولت مند خاتون تھیں، وہ خدا کی راہ میں بہت خرچ کرتی تھیں اور ان کے ہاں مہمان آتے رہتے تھے، میں نے کہا میں عنقریب ایسا کروں گی، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ ام شریک کے ہاں بہت مہمان آتے ہیں اور مجھے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

فَقَالَ لَا تَفْعَلِي إِنَّ أُمَّ شَرِيكٍ امْرَأَةٌ كَثِيرَةُ
الضِّيفَانِ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسْقُطَ عَنْكِ خِمَارُكِ
أَوْ يَنْكَشِفَ الثَّوْبُ عَنْ سَاقَيْكِ فَيَرَى الْقَوْمُ مِنْكِ
بَعْضَ مَا تَكْرَهِينَ وَلَكِنِ انْتَقِلِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ
بَنِي فِهْرٍ فِهْرِ قُرَيْشٍ وَهُوَ مِنَ الْبَطْنِ الَّذِي هِيَ
مِنْهُ فَانْتَقَلْتُ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتِي سَمِعْتُ
نِدَاءَ الْمُنَادِي مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُنَادِي الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ
فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكُنْتُ فِي صَفِّ النِّسَاءِ الَّتِي تَلِي ظُهُورَ الْقَوْمِ فَلَمَّا
قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ جَلَسَ
عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ
مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ أَتَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ قَالَ إِنِّي وَاللَّهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ
وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا
فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي
كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ
فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَ
جُذَامَ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَؤُوا
إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتَّى مَغْرِبِ الشَّمْسِ فَجَلَسُوا فِي
أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ
أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ
مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ فَقَالُوا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ فَقَالَتْ
أَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوا وَمَا الْجَسَّاسَةُ قَالَتْ أَيُّهَا
الْقَوْمُ انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ
إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا
فَزِعْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا
سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ

خدشہ ہے کہ کبھی تمہارے سر سے دوپٹہ اتر جائے یا تمہاری
پنڈلی سے چادر ہٹ جائے تو لوگ تمہارے جسم کا وہ حصہ دیکھ
لیں جو تمہیں ناگوار ہو، البتہ تم اپنے عم زاد عبداللہ بن عمرو ابن ام
مکتوم کے ہاں چلی جاؤ، وہ قریش کے خاندان بنو فہر سے تھے
اور اسی خاندان کی فاطمہ بنت قیس تھیں، سو میں ان کے گھر چلی
گئی، جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے منادی کی یہ ندا سنی، "نماز کی جماعت ہونے
والی ہے"، میں مسجد میں گئی اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں عورتوں کی اس صف میں
تھی جو مردوں کی صف سے متصل تھی، جب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا دی تو آپ مسکراتے ہوئے
منبر پر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا
رہے، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو
کیوں اکٹھا کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول
خوب جانتے ہیں! آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو کسی
چیز کی رغبت دلانے یا کسی چیز سے ڈرانے کے لیے
جمع نہیں کیا میں نے تم کو صرف اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم
داری ایک نصرانی شخص تھے، انھوں نے آکر مجھ سے بیعت
کی اور وہ مسلمان ہو گئے، انھوں نے مجھے ایک خبر دی جو اس
خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو مسیح دجال کے سلسلہ میں بیان
کر چکا ہوں، تمیم داری نے مجھے یہ خبر سنائی کہ وہ بنو لخم اور
بنو جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سوار
ہوئے، ایک ماہ تک سمندری موجیں ان کے جہاز کو دھکیلتی
رہیں، پھر ایک دن غروب آفتاب کے وقت وہ ایک جزیرہ
پر پہنچے، یہ سب چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے
اندر داخل ہوئے، وہاں انھیں ایک جانور ملا، جس کے
بال بہت موٹے اور گھنے تھے، بالوں کی زیادتی کی وجہ سے
اس کے منہ اور پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ساتھیوں نے کہا
ارے کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس

رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ
إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ
قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي
فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ قَالُوا نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ
رَكِبْنَا فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَصَادَفْنَا الْبَحْرَ حِينَ
اغْتَلَمَ فَلَعِبَ بِنَا الْمَوْجُ شَهْرًا ثُمَّ أَرْفَأْنَا إِلَى
جَزِيرَتِكَ هٰذِهِ فَجَلَسْنَا فِي أَقْرُبِهَا فَدَخَلْنَا الْجَزِيرَةَ
فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يُدْرٰى
مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ فَقُلْنَا وَيْلَكِ
مَا أَنْتِ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ قُلْنَا وَمَا الْجَسَّاسَةُ
قَالَتِ اعْمِدُوا إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى
خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ سِرَاعًا وَفَزِعْنَا
مِنْهَا وَلَمْ نَأْمَنْ أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً فَقَالَ أَخْبِرُونِي
عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ قُلْنَا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ
قَالَ أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا هَلْ يُثْمِرُ قُلْنَا لَهُ نَعَمْ قَالَ
أَمَا إِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ
بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ قُلْنَا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ
قَالَ هَلْ فِيهَا مَاءٌ قَالُوا هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ قَالَ
أَمَا إِنَّ مَاءَهَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ قَالَ أَخْبِرُونِي
عَنْ عَيْنِ زُغَرَ قَالُوا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ قَالَ
هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ
قُلْنَا لَهُ نَعَمْ هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ
مِنْ مَائِهَا قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ
قَالُوا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ أَقَاتَلَهُ
الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَأَخْبَرْنَاهُ
أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ
قَالَ لَهُمْ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنَّ ذَاكَ
خَيْرٌ لَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي إِنِّي أَنَا
الْمَسِيحُ وَإِنِّي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ

ہوں، انھوں نے کہا کیسا جساسہ ہے، اس نے کہا گرجے
میں اس شخص کے پاس چلو جو تمہاری خبر کا بہت شوق رکھتا ہے،
جب اس نے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم کو یہ ڈر لگا کہ یہ کہیں
جن نہ ہو، پھر ہم جلدی جلدی گئے اور گرجے میں داخل ہوئے
وہاں واقعی ایک بہت بڑا آدمی تھا، ہم نے اتنا بڑا آدمی
اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس کے دونوں ہاتھ گردن
سے بندھے ہوئے تھے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کی
زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا، ہم نے کہا کم بخت تو کون ہے؟
اس نے کہا تم میرا حال جاننے پر تو قادر ہو ہی گئے ہو اب
یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا ہم عرب لوگ ہیں
ہم ایک سمندری جہاز میں سوار ہوئے تھے، اتفاق سے
ان دنوں سمندر بہت جوش میں تھا، ایک ماہ تک سمندری
موجیں ہم کو دھکیلتی رہیں بالآخر ہم تمہارے اس جزیرہ تک
پہنچ گئے، پھر ہم چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر
داخل ہوئے پھر ہمیں بہت موٹے اور گھنے جانوروں والا
ایک جانور ملا، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے منہ اور
پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ہم نے اس سے پوچھا کم بخت تو کون
ہے، اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس) ہوں، ہم نے
پوچھا کیسی جساسہ ہے، اس نے کہا گرجے میں جو شخص
ہے اس کی طرف جاؤ، اس کو تمہاری خبریں معلوم کرنے
کا بہت شوق ہے، ہم جلدی جلدی تمہارے پاس آ گئے
ہم اس جانور سے خوفزدہ تھے، ہمیں اس کے جن ہونے
کا اندیشہ تھا، اس شخص نے ہم سے کہا مجھ کو بیسان
کے نخلستان کی خبر دو، ہم نے پوچھا تم کس بات کی خبر
معلوم کرنا چاہتے ہو، اس نے پوچھا میں یہ پوچھ رہا ہوں،
کہ کیا اس کی کھجوروں میں پھل آ گئے ہیں، ہم نے اس سے
کہا ہاں! اس نے کہا سنو اب عنقریب اس میں پھل نہیں
آئیں گے، اس نے پوچھا مجھے طبرستان کے سمندر کی خبر
دو، ہم نے کہا تم کس بات کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہو، اس

فَأَخْرُجُ فَأَسِيرُ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعُ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً أَوْ وَاحِدًا مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِي عَنْهَا وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَإِنَّهُ أَعْجَبَنِي حَدِيثُ تَمِيمٍ أَنَّهُ وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ وَعَنِ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ قَالَتْ فَحَفِظْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نے پوچھا کیا اس میں پانی ہے انھوں نے کہا اس میں بہت پانی ہے اس نے کہا قریب ہے اس کا پانی خشک ہو جائے گا اس نے کہا تم مجھے زغر کے چشمے کی خبر دو کیا وہاں کے لوگ چشمے کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں ہم نے کہا وہاں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں اس نے پوچھا مجھے امیین کے نبی کے متعلق بتاؤ وہ کیا سب ہیں ہم نے کہا وہ مکہ سے نکلے ہیں اور ان کا یثرب (مدینہ منورہ) میں مقام ہے۔ اس نے پوچھا کیا عربوں نے ان سے جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ ہم نے کہا وہ اپنے قریب کے عربوں پر فتح یاب ہو گئے، اور انھوں نے اس کی اطاعت کر لی اس نے کہا یہ ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس نے کہا ان کے لیے اس کی اطاعت کرنا بہتر تھا، اور میں تم کو اپنے متعلق یہ خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح ہوں! اور عنقریب مجھے خروج کی اجازت دی جائے گی اور میں نکل کر تمام زمین کی سیر کروں گا، اور چالیس دنوں میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی ...... میں جاؤں گا کیونکہ ان دونوں جگہ پر داخل ہونا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے جب بھی میں ان میں سے کسی ایک جگہ جانا چاہوں گا، تو فرشتہ تلوار سونت کر مجھے روکے گا، اور ان کی ہر گھاٹی پر فرشتے پہرہ دے رہے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی منبر پر مار کر فرمایا یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یعنی مدینہ منورہ، سنو کیا میں نے تم کو پہلے ہی سے یہ چیزیں بیان نہیں کی تھیں، لوگوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا مجھے تمیم کی اس خبر سے خوشی ہوئی کیونکہ یہ اس خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو دے چکا ہوں اور مکہ اور مدینہ کی ...... دی ہوئی خبروں کی بھی اس میں تصدیق ہے، سنو! دجال شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے،

________ ، آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا، حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کر رکھا ہے۔

ف: اس جانور کو جساسہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دجال کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔

۷۲۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ أَبُو عُثْمَانَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنِ انْطَلَقَ مِنَ النَّاسِ قَالَتْ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ مِنَ النِّسَاءِ وَهُوَ يَلِي الْمُؤَخَّرَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ بَنِي عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَكِبُوا فِي الْبَحْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَتْ فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْوَى بِمِخْصَرَتِهِ إِلَى الْأَرْضِ وَقَالَ هَذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ۔

شعبی کہتے ہیں ہم حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہمیں تازہ کھجوروں کا تحفہ دیا، ان کو ابن طاب کی کھجوریں کہا جاتا تھا، اور جو کا ستو پلایا، میں نے ان سے پوچھا جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ عدت کہاں گذارے گی، انھوں نے کہا مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے گھر میں عدت گذارنے کی اجازت دی۔ حضرت فاطمہ نے کہا، پھر (عدت کے بعد) لوگوں میں یہ ندا کی گئی کہ نماز کی جماعت کھڑی ہونے والی ہے، میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز کے لیے چل دی، میں عورتوں کی پہلی صف میں تھی جو مردوں کی آخری صف کے پیچھے تھی، میں نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے، آپ نے فرمایا تمیم داری کے عمزاد سمندر کے بحری جہاز میں سوار ہوئے، اس کے بعد پوری حدیث بیان کی، اس میں یہ اضافہ ہے گویا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی ہوں آپ اپنی انگلی کو زمین کی طرف جھکا کر فرما رہے ہیں کہ یہ طیبہ ہے یعنی مدینہ منورہ۔

۷۲۵۷ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ غَيْلَانَ بْنَ جَرِيرٍ يُحَدِّثُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ فَأَخْبَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ سَفِينَتُهُ فَسَقَطَ إِلَى جَزِيرَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا يَلْتَمِسُ الْمَاءَ فَلَقِيَ إِنْسَانًا يَجُرُّ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت تمیم داری آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ سمندر میں سوار ہوئے ان کا جہاز راستہ سے ہٹ گیا، وہ ایک جزیرے میں جا نکلے، وہ اس جزیرے میں پانی ڈھونڈنے گئے وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو اپنے بال کھینچ رہا تھا، پھر پوری حدیث بیان کی، اور اس میں یہ بھی بیان کیا کہ اس شخص نے کہا اگر مجھے نکلنے کی اجازت دی گئی تو میں طیبہ

شَجَرَةٌ فَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَدْ وَطِئْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا غَيْرَ طَيْبَةَ فَأَخْرَجَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ فَحَدَّثَهُمْ قَالَ هَذِهِ طَيْبَةُ وَذَاكَ الدَّجَّالُ۔

کے سوا تمام شہروں میں پھروں گا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت تمیم داری کو لوگوں کے پاس لے گئے اور انھوں نے لوگوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا یہ طیبہ ہے اور وہ دجال ہے۔

۷۲۵۸- حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ حَدَّثَنِي تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ عَلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے، اور فرمایا اے لوگو! مجھے تمیم داری نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کی قوم کے کچھ لوگ سمندر میں جہاز پر سوار ہوئے وہ جہاز حادثہ کا شکار ہو گیا اور وہ جہاز کے تختوں کے ساتھ بہتے ہوئے سمندر میں ایک جزیرے کی طرف جا نکلے۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۷۲۵۹- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو (يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا فَيَنْزِلُ بِالسَّبْخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يَخْرُجُ إِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں دجال جائے گا اور اس کے راستوں میں سے ہر راستہ پر فرشتے صف باندھے ہوئے پہرہ دے رہے ہوں گے، پھر وہ دلدلی زمین میں اترے گا، اور مدینہ تین مرتبہ لرزے گا اور اس سے ہر کافر اور منافق نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔

۷۲۶۰- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَيَأْتِي سَبْخَةَ الْجُرُفِ فَيَضْرِبُ رِوَاقَهُ وَقَالَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ مُنَافِقٍ وَمُنَافِقَةٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے باقی اس میں یہ اضافہ ہے کہ دجال اپنا خیمہ جرف کی شور زمین میں لگائے گا اور تمام منافق مرد اور عورت اس کے پاس چلے جائیں گے۔

ف: اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال پیدا ہو چکا ہے اور وہ کسی جزیرے میں مقید ہے البتہ اس کا خروج اور ظہور قرب قیامت میں ہوگا، رہا یہ کہ آج کی مہذب دنیا کو اس کا پتا نشان نہیں ملا تو یہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے ان احادیث صحیحہ کا انکار کیا جائے، کیونکہ یہ بات قطعی نہیں ہے کہ دنیا کے تمام جزائر کو چھان لیا گیا ہے۔

البتہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو لوگ روئے زمین پر زندہ تھے، سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔

بَابُ ۱۰۱۹ فِی بَقِیَّۃٍ مِنْ اَحَادِیْثِ الدَّجَّالِ!

دجال کے متعلق بقیہ احادیث

۷۲۶۱ - حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِیْ مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَمْزَۃَ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَمِّہٖ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَھُوْدِ اَصْبَھَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَیْھِمُ الطَّیَالِسَۃُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی سبز چادریں اوڑھے ہوئے دجال کی پیروی کریں گے۔

۷۲۶۲ - حَدَّثَنِیْ ھٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ حَدَّثَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِیْ اُمُّ شَرِیْکٍ اَنَّھَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِی الْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِیْکٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیْنَ الْعَرَبُ یَوْمَئِذٍ قَالَ ھُمْ قَلِیْلٌ۔

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا لوگ دجال سے پہاڑوں میں بھاگیں گے، حضرت ام شریک نے کہا، یا رسول اللہ اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ بہت کم ہوں گے۔

۷۲۶۳ - وَحَدَّثَنَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۶۴ - حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْحَضْرَمِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی ابْنَ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ ھِلَالٍ عَنْ رَھْطٍ مِنْھُمْ اَبُو الدَّھْمَاءِ وَاَبُوْ قَتَادَۃَ قَالُوْا کُنَّا نَمُرُّ عَلٰی ھِشَامِ بْنِ عَامِرٍ نَاْتِیْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ فَقَالَ ذَاتَ یَوْمٍ اِنَّکُمْ لَتُجَاوِزُوْنِیْ اِلٰی رِجَالٍ مَا کَانُوْا بِاَحْضَرَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنِّیْ وَلَا اَعْلَمَ بِحَدِیْثِہٖ مِنِّیْ

ابو الدہما اور ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ہم ہشام بن عامر کے پاس سے گذر کر حضرت عمران بن حصین کے پاس جاتے تھے، ایک دن انھوں نے کہا تم مجھے چھوڑ کر ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہو جو مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے نہیں تھے، اور نہ ان کو مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

کوئی مخلوق دجال سے (جسامت میں) بڑی نہیں ہے۔

۷۲۶۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ ثَلَاثَةِ رَهْطٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فِيْهِمْ اَبُوْ قَتَادَةَ قَالُوْا كُنَّا نَمُرُّ عَلٰى هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ اِلٰى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُخْتَارٍ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

تین آدمی جن میں ابوقتادہ بھی تھے، بیان کرتے ہیں کہ ہم ہشام بن عامر کے پاس سے گذر کر حضرت عمران بن حصین کے پاس جاتے تھے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ دجال سے بڑا کوئی معاملہ (فتنہ) نہیں ہے۔

۷۲۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا اَوِ الدُّخَانَ اَوِ الدَّجَّالَ اَوِ الدَّابَّةَ اَوْ خَاصَّةَ اَحَدِكُمْ اَوْ اَمْرَ الْعَامَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، تم میں سے کسی ایک کی موت، یا سب کی موت یعنی قیامت

۷۲۶۷۔ حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ زِيَادِ بْنِ رِيَاحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا الدَّجَّالَ وَالدُّخَانَ وَدَابَّةَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَاَمْرَ الْعَامَّةِ وَخُوَيْصَّةَ اَحَدِكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک اعمال میں سبقت کرو، دجال، دھواں، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، قیامت اور موت۔

۷۲۶۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

بَابُ ۱۰۱۹ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرْجِ

فتنہ کے زمانہ میں عبادت کی فضیلت

۷۲۶۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ رَدَّهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ رَدَّهُ إِلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَدَّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنے کا اجر میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔

۷۲۷۰۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

بَابُ ۱۰۲۰ قُرْبِ السَّاعَةِ

قیامت کا قریب ہونا

۷۲۷۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ (يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت قائم ہوگی جب صرف بُرے لوگ رہ جائیں گے۔

۷۲۷۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى وَهُوَ يَقُولُ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هَكَذَا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انگوٹھے کے قریب والی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرما رہے تھے مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔

۷۲۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اور قیامت

قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ فِي قَصَصِهِ كَفَضْلِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَهُ عَنْ أَنَسٍ أَوْ قَالَهُ قَتَادَةُ۔

کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے جس طرح ایک انگلی دوسری انگلی سے بڑی ہے، راوی کہتے ہیں کہ پتا نہیں یہ جملہ قتادہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے یا از خود روایت کیا ہے۔

۷۲۷۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ وَأَبَا التَّيَّاحِ يُحَدِّثَانِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَنَسًا يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هٰكَذَا وَقَرَنَ شُعْبَةُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى يَحْكِيهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے، شعبہ نے اپنی انگلیوں انگشت شہادت اور وسطی کو ملا کر دکھایا، یہ انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حکایت کی۔

۷۲۷۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی۔

۷۲۷۶ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَمْزَةَ (يَعْنِي الضَّبِّيَّ) وَأَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کی۔

۷۲۷۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَعْبَدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے، آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔

۷۲۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ الْأَعْرَابُ إِذَا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ عَنِ السَّاعَةِ مَتَى السَّاعَةُ فَنَظَرَ إِلَى أَحْدَثِ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ فَقَالَ إِنْ يَعِشْ هٰذَا لَمْ يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اعراب جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ان میں سے کسی کم عمر کی طرف دیکھ کر فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے تمہاری قیامت آجائے گی۔ (یعنی تمہاری موت آجائے گی)۔

قَامَتْ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ۔

۷۲۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ وَعِنْدَهُ غُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَعِشْ هَذَا الْغُلَامُ فَعَسَى أَنْ لَا يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا قیامت کب قائم ہو گی؟ اس کے پاس انصار کا ایک لڑکا بیٹھا تھا جس کا نام محمد تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو شاید یہ بڑھاپے کو نہ پہنچے اور (تمہاری) قیامت آ جائے۔

۷۲۸۰۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُنَيْهَةً ثُمَّ نَظَرَ إِلَى غُلَامٍ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ فَقَالَ إِنْ عُمِّرَ هَذَا لَمْ يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ قَالَ قَالَ أَنَسٌ ذَاكَ الْغُلَامُ مِنْ أَتْرَابِي يَوْمَئِذٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا قیامت کب قائم ہو گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ازد شنوءہ کے ایک لڑکے کو دیکھا پھر آپ نے فرمایا اگر یہ لڑکا عمر پا گیا تو یہ بوڑھا نہیں ہو گا حتی کہ تمہاری قیامت ہو جائے گی، حضرت انس نے کہا یہ لڑکا ان دنوں میرے ہم عمروں میں سے تھا۔

۷۲۸۱۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ غُلَامٌ لِلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَكَانَ مِنْ أَقْرَانِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يُؤَخَّرْ هَذَا فَلَنْ يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ایک لڑکا گزرا جو میرا ہم عمر تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو یہ ہرگز بوڑھا نہیں ہو گا حتی کہ قیامت آ جائے گی۔ (یعنی ان لوگوں کی موت آ جائے گی)۔

۷۲۸۲۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرَّجُلُ يَحْلُبُ اللِّقْحَةَ فَمَا يَصِلُ الْإِنَاءُ إِلَى فِيهِ حَتَّى تَقُومَ وَالرَّجُلَانِ يَتَبَايَعَانِ الثَّوْبَ فَمَا يَتَبَايَعَانِهِ حَتَّى تَقُومَ وَالرَّجُلُ يَلِطُ فِي حَوْضِهِ فَمَا يَصْدُرُ حَتَّى تَقُومَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم ہو گی اور کوئی شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہو گا، ابھی وہ دودھ اس کے برتن تک نہیں پہنچے گا کہ قیامت آ جائے گی اور دو شخص کپڑوں کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید و فروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت آ جائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر رہا ہو گا اور اس کے ہٹنے سے پہلے

قیامت آجائے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض روایات میں ہے اگر یہ (لڑکا) زندہ رہا تو یہ بڑھاپے کو نہیں پہنچے گا کہ تم پر قیامت آجائے گی۔ اور اسی مضمون کی دیگر روایات ہیں، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ تمام روایات ایک معنی پر محمول ہیں اور "تم پر قیامت آجائے گی" کا معنی ہے تم پر موت آجائے گی اور مطلب یہ ہے کہ اس صدی کے لوگ مر جائیں گے یا یہ مخاطبین مر جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو یہ علم ہو کہ یہ لڑکا بڑھاپے تک نہیں پہنچے گا نہ اس کی عمر زیادہ ہو گی اور آپ نے اس وقت قیامت آنے کو اس کے بڑھاپے پر معلق کیا ہے اور یہ تعلیق المحال بالمحال کے قبیل سے ہے۔ [1]

باب ۱۰۲ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ

دو بار صور پھونکنے کے درمیان وقفہ کا بیان

۷۲۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالُوا أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ قَالُوا أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا، لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ چالیس دن؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس ماہ؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس سال، انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، حضرت ابوہریرہ نے کہا ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی، اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

۷۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دم کی ہڈی کے سرے کے سوا ابن آدم کی ہر چیز کو مٹی کھا لے گی، اسی سے انسان پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر بنایا جائے گا۔

۷۲۸۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْاِنْسَانِ عَظْمًا لَا تَاْكُلُهُ الْاَرْضُ اَبَدًا فِيْهِ يُرَكَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوْا اَيُّ عَظْمٍ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجْبُ الذَّنَبِ۔

جسم میں ایک ہڈی ہے جس کو مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے۔

ف: صلب کے نیچے ایک لطیف ہڈی ہے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں، انسان کے جسم میں سب سے پہلے اس کو بنایا جاتا ہے، پھر اسی پر باقی جسم کو بنایا جاتا ہے اس باب کی احادیث میں ہے کہ دم کی ہڈی کے سر کے سوا ابن آدم کی ہر چیز کو مٹی کھا جاتی ہے، اس عموم سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں، کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے (سنن ابوداؤد ج اص ۱۵۰، مطبوعہ لاہور) اسی طرح شہداء بھی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الزھد والرقاق

رقاق کا لغوی معنی

رقاق، رِقۃ کی جمع ہے، رِقت کا معنی ہے نرمی۔
علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:
رقت، شدت اور قسوت کی ضد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اھل الیمن ارق قلوبا۔ اہل یمن کے دل بہت نرم ہیں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
ان ابا بکر رجل رقیق۔[1] حضرت ابوبکر نرم دل شخص ہیں۔
علامہ زبیدی لکھتے ہیں:
رقت کا معنی ہے رحمت، کہا جاتا ہے: رق لہ قلبہ "فلاں شخص کے لیے اس کا دل نرم ہو گیا۔ حدیث میں ہے:
اغتنموا الدعاء عند الرقۃ فانھا رحمۃ۔ رِقت کے وقت دعا کرنے کو غنیمت سمجھو، کیونکہ یہ رحمت ہے۔
حسن بصری نے کہا:
من رق لوالدیہ القی اللہ علیہ محبتہ۔ جس شخص کا اپنے ماں باپ کے لیے دل نرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی محبت ڈال دیتا ہے۔
رقت کا معنی حیا کرنا بھی ہے، کہا جاتا ہے رق وجھہ استحیاء" فلاں کا چہرہ شرمسار ہو گیا۔ رقت کا معنی دِقت بھی ہے۔
حضرت عثمان نے کہا:
اللھم کبرت سنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملوم۔ اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی اور میری ہڈی باریک ہو گئی ہے مجھے اپنے پاس بلا لے درآں حالیکہ میں سخت ہوں نہ ملامت کیا ہوا۔
رقت قلب بھی اسی سے ماخوذ ہے۔[2]

---

[1] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ
[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۶ ص ۳۵۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

رقاق کا مصداق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث کا عنوان رقاق ہے، کیونکہ ان احادیث سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اہل لغت نے کہا ہے کہ رقت، غلظ کی ضد ہے اور اس کا معنی رحمت ہے، اور جب رقت زیادہ ہو تو اس کو حیا۔ کہتے ہیں امام راغب نے کہا ہے کہ رقت جب جسم کی صفت ہو تو اس کی ضد صفاقت ہے کہتے ہیں ثوب رقیق اور ثوب صفیق اور جب رقت نفس کی صفت ہو تو اس کی ضد قسوت ہے، کہتے ہیں رقیق القلب اور قاسی القلب۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ رقاق سے مراد وہ کلمات ہیں جن کو سن کر دل رقیق ہوتا ہے اور دنیا سے زہد اور بے رغبتی پیدا ہوتی ہے، اس باب کا عنوان رقاق اس لیے ہے کہ اس باب میں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کو سن کر رقت اور رحمت پیدا ہوتی ہے۔ [2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

رقاق سے مراد وہ کلمات ہیں جو دل میں تاثیر کرتے ہیں اور ان کو سن کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے [3]

زہد کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

زھید کا معنی ہے: تھوڑی چیز۔ زاہد کا معنی ہے جو تھوڑی چیز سے راضی ہو اور زیادہ سے بے رغبتی کرے، قرآن مجید میں ہے:

وکانوا فیہ من الزاھدین (یوسف ۲۰) [4] اور وہ یوسف میں (پہلے ہی) بے رغبت تھے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

زہد، رغبت کی ضد ہے، جب اس کا صلہ فی اور عن ہو تو اس کا معنی ترک کرنا اور اعراض کرنا ہے، زہری سے دنیا میں زہد کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جو شخص حلال چیزوں پر شکر ادا کرنے سے قاصر نہ ہو، اور حرام کو ترک کرنے سے عاجز نہ ہو وہ زاہد ہے، بعض ائمہ سے منقول ہے جو شخص رزق حلال میں سے بہ قدر کفایت لے اور زائد کو اللہ کے لیے چھوڑ دے وہ زاہد ہے۔ [5]

زہد کا اصطلاحی معنی

امام غزالی لکھتے ہیں:

والزھد عبارۃ عن ترک المباحات التی انسان کا اپنی مرغوب اور مباح چیزوں کا ترک کر دینا زہد

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۳۰۔ ۲۲۹ مطبوعہ ادارہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۳۴۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[4] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۱۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[5] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ھی حفظ النفس ولا یبعد ان یقدر علی ترک بعض المباحات دون بعض والمقتصر علی ترک المحظورات لا یسمی زاھدا وان کان قد زھد فی المحظور وانصرف عنہ ولکن العادۃ تخصص ھذا الاسم بترک المباحات فاذا الزھد عبارۃ عن رغبتہ عن الدنیا عدولا الی الاخرۃ او عن غیر اللہ تعالٰی عدولا الی اللہ تعالٰی وھی الدرجۃ العلیٰ۔ ؎۱

ہے، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض مباح چیزوں کو ترک کر دینا زہد ہے اور صرف حرام چیزوں کو ترک کرنا زہد نہیں ہے، ہر چند کہ وہ حرام چیزوں کا زاہد ہے، لیکن عرف میں زہد کا لفظ مباح چیزوں کے ترک کے ساتھ مخصوص ہے سو دنیا سے اعراض کر کے آخرت کی طرف رغبت کرنا زہد ہے، یا غیر اللہ سے اعراض کر کے اللہ کی طرف راغب ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا سب سے بلند درجہ ہے۔

زہد کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا۔ (کھف: ۷)

بے شک جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے زینت بنایا تاکہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں سے کون سب سے بہتر کام کرنے والا ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ابن ابی حاتم نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا یہ معنی ہے "تاکہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں سے کون دنیا کی زینت میں زہد کرنے والا ہے" اور حسن بصری سے مروی ہے کہ ان میں سے کون دنیا کو زیادہ ترک کرنے والا ہے۔ ؎۲

ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ط ورزق ربک خیر وابقی۔ (طٰہٰ: ۱۳۱)

اور آپ حیات دنیا کی ان زینتوں اور آرائشوں کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو (عارضی) منفعت کے لیے دے رکھی ہیں تاکہ اس میں ہم ان کو آزمائیں، اور آپ کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ دنیا کی زینتوں کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں، اور یہ بعینہٖ زہد کا حکم ہے۔

زہد کے متعلق احادیث

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ نے حضرت زید بن ثابت سے عمدہ سند کے ساتھ اور امام ترمذی نے حضرت انس سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے

؎۱۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۱۹ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

؎۲۔ علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اصبح وهمه الدنيا شتت الله عليه امره وفرق عليه ضيعته وجعل فقره بين عينيه ولم ياته من الدنيا الا ما كتب له ومن اصبح وهمه الآخرة جمع الله له همه وحفظ عليه ضيعته وجعل غناه في قلبه واتته الدنيا وهي راغمة۔

دنیا کی فکر میں صبح کی، اللہ تعالیٰ اس کو پریشان حال رکھے گا، اور اس کے اہل وعیال کو متفرق کر دے گا، اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقروفاقہ کر دے گا اور اس کو اتنی ہی دنیا ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں ہے اور جس شخص نے آخرت کی فکر میں صبح کی اللہ تعالیٰ اس کو مطمئن رکھے گا اور اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے گا اور اس کے دل کو مستغنی کر دے گا، اور اس کے پاس دنیا دھتکاری ہوئی آئے گی۔

امام ابن النجار نے بھی اس حدیث کو کچھ لفظی تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ اور امام طبرانی، امام ابن سعد، امام ابو نعیم نے حلیہ میں، امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابو خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رايتم الرجل قد اعطى زهدا في الدنيا وقلة منطق فاقتربوا منه فانه يلقى الحكمة۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کو دنیا میں زہد اور کم گوئی دی گئی ہو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اس شخص کو حکمت دی گئی ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے اور بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو حکمت دی جاتی ہے اس کو خیر کثیر دی جاتی ہے۔

امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور امام حاکم نے حضرت سہل بن سعد سے اور امام حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد ما في ايدي الناس يحبك الناس۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

امام غزالی فرماتے ہیں، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کو اللہ کی محبت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کا سب سے بلند درجہ ہوتا ہے لہٰذا دنیا میں زہد اور بے رغبتی کرنا سب سے افضل مقام ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دنیا سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کے بغض کو دعوت دینا ہے۔

امام بزار نے حضرت انس سے سند ضعیف کے ساتھ اور امام طبرانی نے حضرت حارثہ بن مالک انصاری سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا:

قال حارثة لرسول الله صلى الله عليه وسلم انا مومن حقًّا قال وما حقيقة ايمانك قال عزفت نفسي عن الدنيا فاستوى عندي حجرها وذهبها وكاني بالجنة

حضرت حارثہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں برحق مومن ہوں، آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے کہا میں نے دنیا سے اپنے نفس کو ہٹا لیا، اب میرے نزدیک دنیا کا پتھر اور سونا برابر ہے،

والنار وکانی بعرش ربی بارزا فقال صلی اللہ علیہ وسلم عرفت فالزم عبد نور اللہ قلبہ بالایمان۔

(یعنی اس زہد کے نتیجہ میں) میں نے جنت، دوزخ اور عرش الٰہی کا صاف مشاہدہ کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے واقعی ایمان کو پہچان لیا، (اس زہد پر) جمے رہو، یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے روشن کردیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کی وجہ سے حضرت حارثہ کو حقیقت ایمان کے ساتھ واصل قرار دیا اور ان کی یہ تعریف کی کہ یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے روشن کر دیا۔

خطیب اور ابن عساکر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:-

لما قدم علیہ بعض الوفود قالوا انا مؤمنون قال وما علامۃ ایمانکم قد کروا الصبر عند البلاء والشکر عند الرخاء والرضاء بمواقع القضاء وترک الشماتۃ بالمصیبۃ اذا نزلت بالاعداء فقال علیہ الصلوۃ والسلام ان کنتم کذلک فلا تجمعوا مالا تاکلون ولا تبنوا مالا تسکنون ولا تنافسوا فیما عنہ ترحلون۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض وفود آئے اور یہ کہا کہ ہم مومن ہیں، آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ انھوں نے کہا ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں، راحت کے وقت شکر کرتے ہیں، تقدیر پر راضی رہتے ہیں، ہمارے دشمنوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو ہم خوش نہیں ہوتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو تو تم جو چیز نہیں کھاتے اس کو جمع نہ کرو، جس جگہ نہیں رہتے وہاں مکان نہ بناؤ، اور جن چیزوں کو تم نے چھوڑ جانا ہے ان میں رغبت نہ کرو۔

امام غزالی فرماتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کو ایمان کا تکملہ قرار دیا ہے۔

زہد کے درجات

امام غزالی لکھتے ہیں کہ زہد کے تین درجات ہیں:

(۱)۔ ایک شخص کے دل میں دنیا کی خواہش ہو لیکن وہ مجاہدہ اور کوشش کر کے دنیا کو ترک کر دے، اس کو متزہد کہتے ہیں۔

(۲)۔ ایک شخص اپنی رغبت سے دنیا کو ترک کر دے بایں طور کہ وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو حقیر جانے۔

(۳)۔ ایک شخص زہد میں بھی زہد کرے، یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

باب ۱۰۲۲

۷۲۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۲۸ - ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔

۷۲۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَهُ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هَذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوا مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ قَالَ أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ قَالُوا وَاللهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيهِ لِأَنَّهُ أَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ فَوَاللهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عالیہ کے کسی حصے سے آتے ہوئے بازار سے گذرے، آپ کے دونوں طرف لوگ تھے، آپ ایک چھوٹے کان والے مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس سے گذرے آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کوئی اس کو ایک درہم کے بدلے میں لینا پسند کرے گا، صحابہ نے کہا ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کریں گے۔ ہم اس کا کیا کریں گے آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے؟ صحابہ نے کہا، بخدا اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا ایک کان چھوٹا ہے، تو اب تو یہ مردہ ہے! آپ نے فرمایا جس طرح یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

۷۲۸۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ السَّامِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِيَانِ الثَّقَفِيَّ) عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ فَلَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ هَذَا السَّكَكُ بِهِ عَيْبًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، البتہ ثقفی کی روایت میں یہ ہے کہ اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان کا چھوٹا ہونا اس میں عیب تھا۔

۷۲۸۹۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ۔

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت الھٰکم التکاثر کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تیرا مال صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔

۷۲۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَقَالَا

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، اس کے بعد حسب

جَمِيْعًا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هَمَّامٍ.

سابق روایت ہے۔

۷۲۹۱ - حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِيْ مَالِيْ اِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ مَا اَكَلَ فَاَفْنٰى اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰى اَوْ اَعْطٰى فَاقْتَنٰى وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال اس کے لیے تو اس کے مال سے صرف تین چیزیں ہیں جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، جو پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا جو کسی کو دے کر (آخرت کا) ذخیرہ کر لیا۔ اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

۷۲۹۲ - وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو لوٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے، اس کے اہل، مال اور عمل ساتھ جاتے ہیں، اہل اور مال لوٹ آتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

۷۲۹۴ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيْبِيَّ) اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيْفُ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

عمرو بن عوف حلیف بنی عامر جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین میں وہاں سے جزیہ لینے کے لیے بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے خود صلح کی تھی، اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر بنایا تھا، حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے، جب انصار نے حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ۔

ابو عبیدہ کے آنے کی خبر سنی، تو وہ صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے، آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں، صحابہ نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تم خوش ہو، بخدا مجھ کو تم پر فقر کا خوف نہیں ہے، لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ ہو جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ ہو گئی تھی، پھر تم ان کی طرح دنیا میں رغبت کرو گے اور یہ دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔

۷۲۹۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِ يُوْنُسَ وَمِثْلِ حَدِيْثِهٖ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ صَالِحٍ وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا اَلْهَتْهُمْ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حسب سابق روایت کیا، البتہ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ دنیا تم کو بھی اس طرح غافل کر دے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو غافل کیا تھا۔

۷۲۹۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ رَبَاحٍ (هُوَ اَبُوْ فِرَاسٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ) حَدَّثَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب روم اور فارس فتح ہو جائیں گے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اللہ کے حکم کے مطابق کہیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اس کے سوا ہوگا، تم رغبت کرو گے، پھر حسد کرو گے

قَالَ إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ فَارِسُ وَالرُّومُ أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللّٰهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ تَتَنَافَسُونَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُونَ ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُونَ فِي مَسَاكِينِ الْمُهَاجِرِينَ فَتَجْعَلُونَ بَعْضَهُمْ عَلٰى رِقَابِ بَعْضٍ ۔

پھر دشمنی کرو گے پھر بغض رکھو گے یا اس کی مثل پھر تم مہاجرین کے گھروں میں جاؤ گے اور بعض کو بعض کی گردنوں پر سوار کر دو گے ۔

۷۲۹۷ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف دیکھتا ہے جس کو اس پر مال اور شکل وصورت میں فضیلت حاصل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے سے کم درجہ والے کی طرف دیکھے جس پر اس کو فضیلت حاصل ہو۔

۷۲۹۸ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ سَوَاءً ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۷۲۹۹ ۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا إِلٰى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَلَيْكُمْ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھو اور جو تم سے زیادہ حیثیت کا ہے اس کی طرف نہ دیکھو، کیونکہ یہ عمل اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو، ابو معاویہ نے "تم پر نعمتوں کہا"۔

۷۳۰۰ ۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنو اسرائیل میں تین آدمی تھے، برص والا، گنجا اور اندھا پس

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَى فَأَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ أَوْ قَالَ الْبَقَرُ شَكَّ إِسْحَقُ إِلَّا أَنَّ الْأَبْرَصَ أَوِ الْأَقْرَعَ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِبِلُ وَقَالَ الْآخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعَرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي هَذَا الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعَرًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرَ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هَذَانِ وَوَلَّدَ هَذَا قَالَ فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِي سَفَرِي فَقَالَ الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ لَهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللهُ فَقَالَ

اللہ تعالٰی نے ان کی آزمائش کا ارادہ کیا تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ برص والے کے پاس گیا، اور اس سے کہا تم کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا حسین رنگ اور حسین جلد اور مجھ سے برص کے یہ داغ دُور ہو جائیں جن کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس سے وہ داغ دُور کر دیے، اور اس کو حسین رنگ اور حسین جلد دے دی گئی، پھر اس سے پوچھا تم کو کون سا مال زیادہ پسند ہے، اس نے کہا اونٹ یا اس نے کہا گائے، اس میں اسحٰق (راوی) کو شک ہے، مگر یہ کہ برص والے اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے کہا تھا گائے، راوی نے کہا پھر اس کو دس ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور دعا دی کہ اللہ تعالٰی تم کو ان اونٹنیوں میں برکت دے، پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا تم کو کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے، اس نے کہا حسین بال اور اللہ تعالٰی مجھ سے یہ گنج دُور کر دے، جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، پھر فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس سے گنج دُور کر دیا اور اس کو حسین بال دے دیے، پھر اس سے پوچھا کہ کون سا مال تم کو زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا گائے، سو اس کو گابھن گائے دے دی گئی پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تم کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے، اس نے کہا یہ کہ اللہ تعالٰی میری بینائی کو لوٹا دے، جس سے میں لوگوں کو دیکھوں، پھر فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالٰی نے اس کی بینائی لوٹا دی، پھر اس سے پوچھا کہ کون سا مال تم کو زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں تو اس کو بچہ دینے والی بکری دے دی گئی، پھر ان دونوں نے اور اس نے بچے دیے تو ایک کے لیے اونٹوں کی وادی ہو گئی اور دوسرے کے لیے گایوں کی وادی ہو گئی اور تیسرے کے لیے بکریوں کی وادی ہو گئی پھر وہ فرشتہ برص والے شخص کے پاس اسی کی شکل وصورت

إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَى هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَعْمٰى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ شَيْئًا أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رُضِيَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ۔

میں گیا اور کہا وہ ایک مسکین شخص ہے اور کہا اس سفر میں میرا تمام مال اسباب ختم ہو گیا اور اب اللہ کی مدد کے سوا میرا گھر پہنچنا مشکل ہے، جس ذات نے تجھ کو حسین رنگ اور حسین جلد دی اور اونٹوں پر مشتمل مال دیا، میں اسی کے نام سے تجھ سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جو اس سفر میں میرے کام آئے، برص والے نے کہا میرے حقوق بہت زیادہ ہیں، فرشتے نے کہا میں تو تم کو پہچانتا ہوں کیا تم وہ برص زدہ فقیر نہیں ہو جس سے لوگ نفرت کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ مال دیا، اس شخص نے کہا یہ مال تو مجھے اپنے بڑوں سے پشت در پشت حاصل ہوا ہے، فرشتے نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو پھر پہلی حالت کی طرف لوٹا دے، پھر وہ فرشتہ اسی کی شکل و صورت میں اس گنجے شخص کے پاس گیا، پھر اس سے اسی طرح سوال کیا جس طرح برص والے شخص سے سوال کیا گیا تھا، گنجے نے بھی اسی طرح جواب دیا جس طرح برص والے نے جواب دیا تھا، فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اسی پہلے حال کی طرف لوٹا دے پھر فرشتہ اسی کی شکل و صورت میں اندھے کے پاس گیا اور اس سے کہا میں ایک مسکین شخص اور مسافر ہوں، اس سفر میں میرے تمام مالی وسائل ختم ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی اور تیری مدد کے بغیر میں اب گھر نہیں پہنچ سکتا، جس ذات نے تیری بینائی لوٹائی ہے میں اس ذات کے نام سے تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کی وجہ سے میں اس سفر میں پہنچ سکوں، اندھے شخص نے کہا میں ایک اندھا آدمی تھا، اللہ تعالیٰ نے میری بصارت لوٹا دی تم جو چاہو لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو، بخدا آج تم اللہ کے نام پر جس چیز کو بھی لوگے میں تم کو اس سے منع نہیں کروں گا، اس نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، تم لوگوں کی صرف آزمائش کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا اور تمہارے دو ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

۷۳۰۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبَّاسُ بْنُ

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص

عَبْدِ الْعَظِيْمِ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحٰقَ) قَالَ عَبَّاسٌ حَدَّثَنَا
وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا بُكَيْرُ
بْنُ مِسْمَارٍ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدُ بْنُ
أَبِيْ وَقَّاصٍ فِيْ إِبِلِهِ فَجَاءَهُ ابْنُهُ عُمَرُ فَلَمَّا رَآهُ
سَعْدٌ قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ
فَنَزَلَ فَقَالَ لَهُ أَنَزَلْتَ فِيْ إِبِلِكَ وَغَنَمِكَ وَتَرَكْتَ
النَّاسَ يَتَنَازَعُوْنَ الْمُلْكَ بَيْنَهُمْ فَضَرَبَ سَعْدٌ
فِيْ صَدْرِهِ فَقَالَ اسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ
التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ۔

۷۳۰۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ
حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ
عَنْ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ وَابْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ
عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ
وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَوَّلُ رَجُلٍ مِّنَ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ نَأْكُلُهُ إِلَّا وَرَقُ
الْحُبْلَةِ وَهٰذَا السَّمُرُ حَتّٰى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا
تَضَعُ الشَّاةُ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُوْ أَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى
الدِّيْنِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِيْ وَلَمْ يَقُلِ
ابْنُ نُمَيْرٍ إِذًا۔

۷۳۰۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ
عَنْ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ
حَتّٰى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الْعَنْزُ مَا
يَخْلِطُهُ بِشَيْءٍ۔

۷۳۰۴۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ
خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ

رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کے پاس تھے کہ ان کے بیٹے عمر
آئے، جب حضرت سعد نے عمر کو دیکھا تو کہا میں اس سوار
کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، جب وہ اترے تو انہوں
نے حضرت سعد سے کہا آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے
پاس رہتے ہیں اور آپ نے لوگوں کو سلطنت میں جھگڑے
کے لیے چھوڑ دیا ہے، حضرت سعد نے ان کے سینہ پر
ہاتھ مار کر کہا خاموش رہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اس
بندے سے محبت رکھتا ہے جو متقی ہو، مستغنی ہو اور
گوشہ نشین ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں عرب میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے
اللہ کی راہ میں تیر چلایا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ جہاد کرتے تھے اور انگور کی بیل کے پتوں اور
اس ببول کے درخت کے سوا ہمارے لیے اور کوئی کھانے
کی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بکری کی مینگنیوں
کی طرح قضاء حاجت کرتا تھا، اب یہ بنو اسد کے لوگ مجھے
دین سکھاتے ہیں، اگر فی الواقع ایسا ہے تو میں تو ناکام
رہا اور میرے اعمال برباد ہو گئے۔ ابن نمیر نے اذاً کا
لفظ نہیں کہا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔
اس میں ہے کہ ہم سے ایک شخص بکرے کی مینگنی کی طرح قضاء
حاجت کرتا تھا اس میں کوئی چیز ملی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔

خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں
حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثنا کرنے کے بعد کہا دنیا نے اپنے اختتام کی خبر

غَزْوَانَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَّوَلَّتْ حَذَّآءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ فَاِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَّوَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَّلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَّهُوَ كَظِيْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِىْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِىْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ وَاِنِّىْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِىْ نَفْسِىْ عَظِيْمًا وَّعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْرًا وَاِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَنَاسَخَتْ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُ عَاقِبَتِهَا مُلْكًا فَسَتَخْبُرُوْنَ وَتُجَرِّبُوْنَ الْاُمَرَآءَ بَعْدَنَا۔

دے دی ہے اور بہت جلد پیٹھ موڑنے والی ہے، اور اب دنیا صرف اتنی رہ گئی جتنا برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے اور اب تم دنیا سے اس جہان کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال ہوگا، سو تم اپنے ساتھ بہترین ماحضر لے کر منتقل ہو، کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو جہنم کے کنارے سے گرایا جائے گا وہ ستر سال تک اس کی گہرائی میں گرتا رہے گا پھر بھی اس کی تہہ کو نہیں پا سکے گا، اور خدا کی قسم جہنم بھر جائے گی، اور بے شک ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے لے کر دوسرے پٹ تک چالیس سال کی مسافت ہے اور جنت میں ضرور ایک ایسا دن آئے گا جب وہ لوگوں کے رش سے بھری ہوئی ہوگی، اور تم کو معلوم ہے کہ میں ان سات صحابہ میں سے ساتواں تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ ہماری باچھیں چھِل گئیں، مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اپنے اور حضرت سعد بن مالک کے درمیان اس کے دو حصے کیے، نصف چادر کا میں نے تہبند بنایا اور نصف کا حضرت سعد بن مالک نے، اور آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، اور میں اس چیز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں خود کو بڑا سمجھوں حالانکہ میں اللہ کے نزدیک چھوٹا ہوں، اور بے شک خلافت نبوت ختم ہوگئی اور آخر میں ہر خلافت ملوکیت سے بدل گئی اور تم ہمارے بعد آنے والے حاکموں کا حال بھی دیکھ لوگے اور تم کو ان کا تجربہ بھی ہو جائے گا۔

۷۳۰۵ - وَحَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيْطٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَقَدْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ قَالَ خَطَبَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ شَيْبَانَ۔

خالد بن عمیر نے زمانہ جاہلیت پایا تھا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا، وہ اس وقت بصرہ کے امیر تھے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۷۳۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ يَقُولُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَعَامُنَا إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا.

حضرت عتبہ بن غزوان بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ساتواں تھا، اور انگور کی بیل کے پتوں کے سوا ہمارے پاس کھانے کی اور کوئی چیز نہیں تھی حتیٰ کہ اس سے ہماری باچھیں چھل گئی تھیں۔

۷۳۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيرَةِ لَيْسَتْ فِي سَحَابَةٍ قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِي سَحَابَةٍ قَالُوا لَا قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ إِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا قَالَ فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُولُ أَيْ فُلْ أَلَمْ أُكْرِمْكَ وَأُسَوِّدْكَ وَأُزَوِّجْكَ وَأُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْإِبِلَ وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُولُ بَلَى قَالَ فَيَقُولُ أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ فَإِنِّي أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِيَ فَيَقُولُ أَيْ فُلْ أَلَمْ أُكْرِمْكَ وَأُسَوِّدْكَ وَأُزَوِّجْكَ وَأُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْإِبِلَ وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُولُ بَلَى أَيْ رَبِّ فَيَقُولُ أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ فَإِنِّي أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُولُ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ آمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِي بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَيَقُولُ هٰهُنَا إِذًا قَالَ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ الْآنَ نَبْعَثُ شَاهِدَنَا عَلَيْكَ وَيَتَفَكَّرُ فِي نَفْسِهِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْهَدُ عَلَيَّ فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ وَيُقَالُ لِفَخِذِهِ وَلَحْمِهِ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا چودھویں رات کو جب بادل نہ ہوں تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تکلیف تم کو سورج یا چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی، کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ بندہ کہے گا کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی، کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی، کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ شخص کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے

عِظَامِهٖ اَنْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَ عِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَ ذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَّفْسِهٖ وَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَ ذٰلِكَ الَّذِیْ يَسْخَطُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

تیسرے بندے کو بلا کر اس سے اسی طرح فرمائے گا، وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابھی پتا چل جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا میرے خلاف کون گواہی دے گا! پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بولو! پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کا بیان کریں گی، اور یہ اس لیے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات میں اس کے خلاف حجت ہو، یہ وہ منافق ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا۔

٧٣٠٨۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ اَبِی النَّضْرِ حَدَّثَنِیْ اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ عَنْ فُضَيْلٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ اَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُّخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّیْ لَا اُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِیْ اِلَّا شَاهِدًا مِّنِّیْ قَالَ فَيَقُوْلُ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ فَيُقَالُ لِاَرْكَانِهٖ انْطِقِیْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ قَالَ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ہنس پڑے، آپ نے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، آپ نے فرمایا مجھے بندے کی اپنے رب سے بات پر ہنسی آئی ہے، بندہ کہے گا اے میرے رب! کیا آپ نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ وہ فرمائے گا کیوں نہیں! بندہ کہے گا میں اپنے خلاف اپنے سوا اور کسی کی گواہی جائز قرار نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہے، یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہو گی، آپ نے فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بولو! پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کا بیان کریں گے، پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا، پھر وہ (اعضاء سے) کہے گا، دور ہو، دفع ہو، میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

۷۳۰۹ - حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آل محمد کا رزق بہ قدر کفایت کر دے۔

۷۳۱۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِیْ رِوَايَةِ عَمْرٍو اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آل محمد کا رزق بہ قدر کفایت کر دے، اور عمرو کی روایت میں ہے اے اللہ رزق دے۔

۷۳۱۱ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ ذَكَرَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ كَفَافًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں کفافاً کا لفظ ہے۔

۷۳۱۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ جب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل مدینہ میں آئی انھوں نے کبھی تین دن متواتر سیر ہو کر گندم کا کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

۷۳۱۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ بُرٍّ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین دن سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اللہ کے پاس چلے گئے۔

۷۳۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی نہیں کھائی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

يُحَدِّثُ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۷۳۱۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی تین دن سے زیادہ گندم کی روٹی نہیں کھائی۔

۷۳۱۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَتْ عَآئِشَةُ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ ثَلَاثًا حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اللہ کے پاس چلے گئے۔

۷۳۱۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ اِلَّا وَاَحَدُهُمَا تَمْرٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی دو دن گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی، دو دنوں میں سے ایک دن کھجور کھاتے تھے۔

۷۳۱۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ وَيَحْيَى بْنُ يَمَانٍ حَدَّثَنَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنْ كُنَّا اٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَآءُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا یہ حال تھا کہ ہم ایک ماہ تک ٹھیرے رہتے تھے اور آگ نہیں جلاتے تھے ہم صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

۷۳۱۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِنْ كُنَّا لَنَمْكُثُ وَلَمْ يَذْكُرْ اٰلَ مُحَمَّدٍ وَزَادَ اَبُوْ كُرَيْبٍ فِیْ حَدِيْثِهٖ عَنِ ابْنِ نُمَيْرٍ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَنَا اللُّحَيْمُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے کہ (کبھی) گوشت آجاتا تھا۔

۷۳۲۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور میرے برتن میں کسی

أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِي رَفِّي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ۔

ذی روح کے کھانے کے لیے صرف تھوڑے سے جو تھے، میں کافی دن تک وہ جو کھاتی رہی ایک دن میں نے ان کو ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

۷۳۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ وَاللّٰهِ يَا ابْنَ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوقِدَ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ قَالَ قُلْتُ يَا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعَيِّشُكُمْ قَالَتِ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ فَكَانُوا يُرْسِلُونَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِينَاهُ۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بخدا اے میرے بھانجے! خدا کی قسم، ہم چاند دیکھتے، پھر دوسرے ماہ چاند دیکھتے، پھر تیسرا چاند دیکھتے اور ان دو مہینوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی، میں نے کہا اے خالہ جان! پھر آپ کیا کھاتی تھیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کھجور اور پانی! البتہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا، ان کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا دودھ بھیجتا اور آپ ہمیں دودھ پلا دیتے تھے۔

۷۳۲۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَزَيْتٍ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کبھی ایک دن میں دو بار روٹی اور زیتون کے تیل سے سیر نہیں ہوئے۔

۷۳۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَكِّيُّ الْعَطَّارُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَجَبِيُّ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ شَبِعَ النَّاسُ مِنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور صحابہ اس وقت تک پانی اور کھجور سے ہی سیر ہوتے تھے۔

مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ التَّمْرِ وَالْمَآءِ.

۷۳۲۴ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ الْمَآءِ وَالتَّمْرِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور ہم پانی اور کھجور سے سیر ہوتے تھے۔

۷۳۲۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْاَشْجَعِیُّ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِیْ حَدِيْثِهِمَا عَنْ سُفْيَانَ وَمَا شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی، اس میں ہے ہم پانی اور کھجور کو بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔

۷۳۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِيَانِ الْفَزَارِیَّ) عَنْ يَزِيْدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّادٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ مَا اَشْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَهٗ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِّنْ خُبْزِ حِنْطَةٍ حَتّٰی فَارَقَ الدُّنْيَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' ابن عباد نے کہا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے اہل کو متواتر تین دن گندم کی روٹی نہیں کھلائی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

۷۳۲۷ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُشِيْرُ بِاِصْبَعِهٖ مِرَارًا يَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ مَا شَبِعَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِّنْ خُبْزِ حِنْطَةٍ حَتّٰی فَارَقَ الدُّنْيَا.

ابوحازم کہتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا حضرت ابوہریرہ انگلی سے اشارہ کر کے کہتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے اہل کو متواتر تین دن گندم کی روٹی نہیں کھلائی، حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

۷۳۲۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ اَلَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَّشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ کیا تم اپنی خواہش کے مطابق کھاتے اور پیتے نہیں ہو؟ اور بے شک میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کے لیے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ. وَقُتَيْبَةُ لَمْ يَذْكُرْ بِهِ،

کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں۔

۷۳۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمُلَائِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ وَمَا تَرْضَوْنَ دُونَ أَلْوَانِ التَّمْرِ وَالزُّبْدِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں ہے کہ تم طرح طرح کی کھجوروں اور مکھن کے بغیر راضی نہیں ہوتے۔

۷۳۳۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ يَخْطُبُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ دَقَلًا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ.

حضرت عمر نے یہ ذکر کیا کہ لوگوں نے کس قدر دنیا حاصل کر لی ہے! اور میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سارا دن بھوکے رہتے تھے۔ اور آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کے لیے کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں۔

۷۳۳۱- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَلَسْنَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ أَلَكَ امْرَأَةٌ تَأْوِي إِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ أَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ قَالَ فَإِنَّ لِي خَادِمًا قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوكِ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَجَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالُوا يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّا وَاللهِ مَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَلَا دَابَّةٍ وَلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ إِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ إِلَيْنَا فَأَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللهُ لَكُمْ وَإِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا أَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَإِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فُقَرَاءَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبد اللہ نے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے ساتھ تم رہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پوچھا کیا تمہارے پاس مکان ہے؟ اس نے کہا ہاں، کہا پھر تم اغنیاء میں سے ہو؟ اس نے کہا میرے پاس تو خادم بھی ہے، کہا پھر تو تم بادشاہوں میں سے ہو، ابو عبد الرحمان کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو کے پاس تھا، ان کے پاس تین شخص آئے انھوں نے کہا اے ابو محمد! بہ خدا ہمیں کوئی چیز میسر نہیں ہے، خرچ، سواری نہ سامان، حضرت عبد اللہ نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم پسند کرو تو ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں وہ سب دیں گے جو اللہ تم کو میسر کرے گا، اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارا معاملہ سلطان سے کہیں اور اگر تم چاہو تو صبر کرلو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں

الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا قَالُوْا فَاِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْأَلُ شَيْئًا

اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے تو انھوں نے کہا ہم صبر کرتے ہیں اور کسی چیز کا سوال نہیں کرتے۔

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

حدیث نمبر ۲۸۶، میں ہے: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔
علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اس کو سخت اور مشکل عبادات کا مکلف کیا جاتا ہے اور جب وہ مر جاتا ہے تو وہ اس مشقت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اور کافر کے لیے جو بھی عیش اور آرام ہے وہ دنیا میں ہے اور آخرت میں اس کے لیے دائمی عذاب ہوگا۔ سراج الملوک میں مذکور ہے کہ ایک پریشان حال بد وضع یہودی نے لباس فاخرہ میں ملبوس ایک عالم کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے، تو اب ذرا اپنا حال اور میرا حال دیکھو، اس عالم نے جواب دیا کہ جب میں مر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھ کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا جو اس نے میرے لیے تیار کر رکھا ہے تو تب مجھے محسوس ہوگا کہ یہ دنیا میرے لیے قید خانہ تھی، اور جب تم کو موت کے بعد دائمی عذاب ملے گا تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا جنت تھی۔ [۱]

خلافت کا ملوکیت سے بدل جانا

حدیث نمبر ۳۰۴، میں ہے: آخر میں ہر خلافت ملوکیت سے بدل گئی۔
علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے:
یعنی نبوت کے زمانہ میں حق کو قائم کیا جاتا ہے، دنیا سے بے رغبتی کی جاتی ہے اور آخرت کی طرف رغبت کی جاتی ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد حال متغیر ہو گیا، اور معاملہ بالکل الٹ گیا، اور قرون اولیٰ میں ہونے والی نیکیاں بتدریج کم ہوتی گئیں اور برائیوں میں اضافہ ہوتا گیا اسی کو حدیث میں "تناسخ نبوت" سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس حدیث کی تائید اس حدیث میں ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی نبی بھیجا اس کے حواری اور اصحاب تھے جو اس کے طریقہ پر چلتے تھے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئے جو اپنے قول پر عمل نہیں کرتے تھے۔ [۲]

فقر اور غنا

حدیث نمبر ۳۰۹، سے لے کر حدیث نمبر ۳۳۰، تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زہد کے متعلق احادیث ہیں اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ فقر اور غنا میں کیا افضل ہے، قوت کا معنی ہے اتنی غذا جس سے بدن میں رمق حیات قائم رہے، اور کفاف کا معنی ہے اتنا مال جس کی وجہ سے انسان کو کسی سے سوال نہ کرنا پڑے، بعض علماء نے کہا کہ کفاف افضل ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کفاف کی دعا کی ہے اور جس کی آپ نے دعا کی ہے وہی

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج، ص ۲۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[۲] اکمال اکمال المعلم ج، ص ۲۸۹،

افضل اور ارجح ہے، نیز کفاف، فقرا اور غنار کے درمیان حالت متوسطہ ہے اور بہترین حالت، حالت متوسطہ ہوتی ہے نیز کفاف کی حالت میں انسان فقر اور غنا دونوں کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ [۱]

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ بعض علماء نے کہا فقر افضل ہے، بعض نے کہا غنا افضل ہے، بعض نے کہا کفاف افضل ہے، بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا۔ اسی طرح بعض علماء نے کہا فقیر صابر افضل ہے، اور بعض نے کہا غنی شاکر افضل ہے، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غنی شاکر افضل ہے نہ فقیر صابر افضل ہے، افضل فقیر شاکر ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

شقیق بن ابراہیم بلخی بھیس بدل کر عبداللہ بن مبارک کے پاس گئے، عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا بلخ سے، پوچھا بلخ میں شقیق بن ابراہیم کو جانتے ہو؟ کہا ہاں! پوچھا شقیق اور ان کے اصحاب کا کیا طریقہ ہے؟ کہا جب انہیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو اللہ کا شکر کرتے ہیں، عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ تو ہمارے ہاں کے کتوں کا طریقہ ہے! شقیق بن ابراہیم نے پوچھا پھر کس طرح ہونا چاہیے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا کاملین کا طریقہ یہ ہے کہ جب انہیں نہیں ملتا تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ [۲]

اگر ہم کاملین کے اس مقام کو حاصل نہ کر سکیں تو کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ جو چیز ہماری ضرورت سے زائد ہو اس کو جمع کرنے کے بجائے ہم اسے دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیں، امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ گھر والوں نے ایک بکری ذبح کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا اس کا صرف ایک شانہ باقی ہے، آپ نے فرمایا اس شانے کے علاوہ باقی سب باقی ہے۔ [۳] یعنی جو اپنے لیے رکھ لیا وہ فانی ہے اور جو خدا کی راہ میں دے دیا وہ باقی ہے۔

فقر اور غنا کی بحث میں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ نہ مطلقاً فقر مذموم ہے نہ غنار اور نہ مطلقاً فقر مستحسن ہے نہ غنا، وہ مادی فقر جو انسان کے ہاتھ میں کاسہ گدائی تھما دے، اور وہ فقر جو انسان کو خدا اور رسول سے باغی کر دے وہ فقر مذموم ہے اور وہ فقر جو افتقار الی اللہ کا مترادف ہو، جس فقر کی وجہ سے انسان دنیا اور زینت دنیا سے مستغنی ہو وہ فقر مستحسن ہے، جو فقر لینین اور ماؤزے تنگ کا راستہ دکھائے وہ مذموم ہے اور جو فقر بلال، عمار بن یاسر اور صہیب رومی کا راستہ دکھائے وہ مستحسن ہے۔ اسی طرح جو غنا مادی دولت کا خوگر کر دے، جس غنار کی وجہ سے انسان خدا اور رسول کو بھول جائے وہ غنا مذموم ہے اور جس غنار کے سبب انسان لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے مستغنی ہو اور اس غنار کی وجہ سے وہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ادا کرے وہ غنا مستحسن ہے، جو غنا انسان کو قارون بنا دے وہ مذموم ہے اور جو غنا انسان کو عثمان بنا دے وہ مستحسن ہے۔

۱۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۱۶۹، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

فقراء کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جانے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق

حدیث نمبر ۳۳۱ میں ہے:

فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں، صحیح مسلم کی اس حدیث میں یہ ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے، اور جامع ترمذی میں ہے کہ فقراء مہاجرین پانچ سو سال پہلے جائیں گے، نیز جامع ترمذی میں یہ حدیث بھی ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جائیں گے اور یہ نصف دن ہے، نیز جامع ترمذی میں ہے فقراء مسلمین اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں جائیں گے اور وہ پانچ سو سال ہیں، اب ان احادیث میں دو اختلاف ہیں، ایک جگہ فقراء مہاجرین کا ذکر ہے اور دوسری جگہ فقراء یا فقراء مسلمین کا ذکر ہے اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ایک جگہ چالیس سال کا ذکر ہے اور دوسری جگہ پانچ سو سال کا ذکر ہے۔ جس حدیث میں فقراء کا ذکر ہے اس کو فقراء مسلمین پر محمول کر دیا جائے گا کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے۔ اب فقراء مہاجرین اور فقراء مسلمین ان دو میں تعارض رہے گا اس میں یہ تطبیق ہوگی کہ ہر دور کے فقراء اپنے دور کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے، عہد رسالت کے فقراء، فقراء مہاجرین تھے، ان کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا، اور عمومی طور پر فقراء مسلمین کا ذکر کیا گیا۔ اور دوسرا اختلاف جو مدت کا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اغنیاء دو قسم کے ہیں نیکی میں سبقت کرنے والے اور اس کے غیر پہلی قسم سے فقراء چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور دوسری قسم سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے کیونکہ فقراء اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ جنت میں پہلے جانے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ فقراء جنت میں پہلے جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان قیامت میں شفاعت کے لیے کھڑے ہوئے ہوں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کون ہو سکتا ہے حالانکہ فقراء مہاجرین آپ سے پہلے جنت میں جائیں گے، قاضی عیاض کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں کوئی نص نہیں ہے کہ فقراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں جائیں گے، بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہیں کھلے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء کے ساتھ جنت میں جائیں اور شفاعت کے لیے پھر واپس آ جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ جنت کے باہر جنت کے ساتے میں کھڑے ہوں اور جب آپ شفاعت سے فارغ ہو جائیں تو پہلے آپ جنت میں داخل ہوں پھر یہ لوگ جنت میں جائیں، علاوہ ازیں شفاعت کے قبول ہونے سے جو خوشی ہوگی اور اس سے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے جو لذت ملے گی ان نعمتوں کے برابر کیا چیز ہو سکتی ہے۔[1]

بَابُ ۱۰۲۳ النَّهْيِ عَنِ الدُّخُولِ عَلَىٰ اَهْلِ الْحِجْرِ اِلَّا مَنْ يَّدْخُلُ بَاكِيًا
ثمود کے گھروں سے روئے بغیر گذرنے کی ممانعت

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج، ص ۲۹۴-۲۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۳۳۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا: ان عذاب دیے ہوئے لوگوں پر روئے بغیر داخل نہ ہونا، اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان پر داخل نہ ہونا کہیں تم کو بھی ان کی مثل عذاب نہ پہنچے۔

۷۳۳۳ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَهُوَ يَذْكُرُ الْحِجْرَ مَسَاكِنَ ثَمُودَ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ مَرَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحِجْرِ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ حَذَرًا أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ ثُمَّ زَجَرَ فَأَسْرَعَ حَتَّى خَلَّفَهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر (قوم ثمود) کے گھروں کے پاس سے گذرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے ان کے پاس سے روئے بغیر نہ گذرنا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آئے جو انھیں آیا تھا، پھر آپ نے اپنی سواری کو ڈانٹ کر جلدی بھگایا حتیٰ کہ حجر پیچھے رہ گیا۔

۷۳۳۴ - حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَقَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحِجْرِ أَرْضِ ثَمُودَ فَاسْتَقَوْا مِنْ آبَارِهَا وَعَجَنُوا بِهِ الْعَجِينَ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُهَرِيقُوا مَا اسْتَقَوْا وَيَعْلِفُوا الْإِبِلَ الْعَجِينَ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر قوم ثمود کی سرزمین پر گئے، وہاں کے کنووں کے پینے کے لیے پانی لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس پانی کو پھینکنے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دیا جائے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کنوئیں سے پانی لیں جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی آتی تھی۔

۷۳۳۵ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے انھوں نے وہاں سے پانی لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا۔

وَاعْتَبِرُوْا بِہٖ۔

حجر کے تاریخی اور جغرافیائی حالات

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:
علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے موقع پر اصحاب حجر کے مکانوں کے پاس سے گذرے تھے، ان کے ملک کا نام حجر تھا جو مدینہ کے شمال کی طرف واقع ہے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، یہ لوگ دنیاوی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر و تجبر کی نمائش کے لیے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان مکان بناتے تھے، گویا کبھی یہاں سے جانا ہی نہیں، ان کا خیال تھا کہ ایسی مضبوط اور مستحکم عمارتوں پر کوئی آفت کب آسکتی ہے، پھر ایک دن اچانک ان پر عذاب آگیا اور مال و دولت، مستحکم عمارات اور دوسرے اسباب اور وسائل میں سے کوئی چیز بھی ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہ کرسکی۔ [1]

قرآن مجید میں ہے:

ولقد کذب اصحٰب الحجر المرسلین ○ و اٰتینھم اٰیٰتنا فکانوا عنھا معرضین ○ وکانوا ینحتون من الجبال بیوتا اٰمنین ○ فاخذتھم الصیحۃ مصبحین ○ فما اغنٰی عنھم ما کانوا یکسبون ○

(حجر: ۸۴-۸۰)

اور بے شک (وادی) حجر کے لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی، اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے اعراض کرتے رہے، اور وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے، درآں حالیکہ وہ بے خوف تھے، تو ان کو ایک صبح ایک خوفناک آواز نے پکڑ لیا تو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی۔

قوم ثمود کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے موسوم ہے، یہ قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ اس کے کھنڈر مدینہ کے شمال مغرب میں موجودہ شہر العلاء سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں، مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام عام شاہراہ پر ملتا ہے، اور قافلے اس وادی سے ہو کر گذرتے ہیں مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کوئی شخص یہاں پر قیام نہیں کرتا، آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ حج کو جاتے ہوئے یہاں پہنچا تھا وہ لکھتا ہے کہ "یہاں سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قوم ثمود کی عمارتیں موجود ہیں جو انھوں نے چٹانوں کو تراش تراش کر بنائی تھیں، ان کے نقش و نگار اس وقت تک ایسے تازہ ہیں جیسے آج بنائے گئے ہوں، ان مکانات میں اب بھی گلی سڑی ہوئی ہڈیاں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔
شاہ سعود کے زمانہ میں حجاز ریلوے پر ایک اسٹیشن پڑتا تھا جسے مدائن صالح کہتے تھے یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانہ میں حجر کہلاتا تھا، اب تک وہاں ہزاروں ایکڑ کے رقبہ میں وہ سنگین عمارتیں موجود ہیں جن کو ثمود کے لوگوں نے پہاڑ میں تراش تراش کر بنایا تھا، اس ویران شہر کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی وقت اس شہر کی آبادی چار پانچ لاکھ سے کم نہ ہوگی، نزول قرآن کے زمانہ میں حجاز کے تجارتی قافلے ان آثار قدیمہ کے درمیان سے گذرا کرتے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے موقع پر جب ادھر سے گذرے تو آپ نے مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے، ایک جگہ آپ نے ایک کنویں کی نشان دہی کر کے بتایا یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی، اور

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۹۴، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

مسلمانوں کو ہدایت کی کہ صرف اسی کنویں سے پانی پینا باقی کنووں کا پانی نہ پینا، ایک پہاڑی درے کو دکھا کر آپ نے بتایا کہ اسی درے سے وہ اونٹنی پانی پینے کے لیے آتی تھی وہ مقام آج بھی فج الناقہ کے نام سے مشہور ہے۔ ان کھنڈرات سے جو مسلمان گذر رہے تھے ان کو جمع کر کے آپ نے فرمایا یہ اس قوم کا علاقہ ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا سو یہاں سے روتے ہوئے جلدی گذر جاؤ۔

ایک انگریز محقق J. Schleifer نے لکھا ہے:۔

الحجر جنوبی عرب کا ایک شہر ہے جو تیماء کے جنوب میں وادی القری سے ایک دن کی مسافت پر واقع تھا، یہ قدیم زمانہ کا وہی تجارتی شہر ہے جس کا بطلیموس اور پلینی Pliny کے Hegra کے نام سے ذکر کیا ہے، یہ شہر اب موجود نہیں۔ موجودہ زمانے میں اس نام کا اطلاق بدوی اس سپاٹ وادی پر کرتے ہیں جو مبرک الناقہ (مزحم) اور بیر الغنم کے درمیان کئی میل تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی زرخیز زمین میں بہت سے کنویں ہیں، جہاں بدوی بڑی تعداد میں اپنے گلوں سمیت آکر خیمہ زن ہوتے ہیں، الحجر سے دو سڑکیں مکے کی طرف جاتی ہیں، ایک تو نجد کی سڑک جس سے آج کل حاجی گذرتے ہیں اور دوسری شاہراہ مرو، جس سے قدیم زمانے میں زائرین مکے جایا کرتے تھے۔ الحجر کے مغرب میں ایک پہاڑ ہے جو ریت کے پتھر کی پانچ منفرد چٹانوں پر مشتمل ہے، جنھیں اثالث (جنھیں Doughty: Arabia Deserta، میں اسے ہر جگہ Ethlib لکھا گیا ہے) کہتے ہیں اور جن پر بہت ہی خوش وضع یادگاریں تراش کر بنائی گئی ہیں (ان میں قصر البنت، بیت الشیخ، بیت الحربیات، محل المجلس اور دیوان شامل ہیں، جو پرندوں اور جانوروں کی متعدد تراشی ہوئی اشکال اور بہت سے کتبوں سے مزین ہیں)۔ چارلس ڈاؤٹی (Ch. M. Doughty) یورپ کا سب سے پہلا باشندہ تھا جس نے ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء میں الحجر کی سیاحت کی اور ان چٹانوں کا اور ان پر تراشی ہوئی عمارتوں کا بغور مشاہدہ کیا۔ اس نے پتا چلایا کہ یہ عمارتیں (باستثنائے دیوان) مقبرے (یعنی خاندانی مدفن) ہیں جن میں طاق اور انسانی اجسام کے بقیات موجود ہیں۔ مکے جانے والے زائرین ایک دن کے لیے جبل اثالث پر قیام کرتے اور نماز ادا کرتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں کچھ بے دین اور متکبر لوگ موسوم بہ ثمود آباد تھے۔ جن کے متعلق قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ وہ چٹانوں کو کاٹ کر وہاں اپنے مسکن بناتے تھے۔ ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے اللہ تعالٰی نے ان کے ایک ہم قوم صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر ان کے پاس بھیجا اور اونٹنی کو بطور نشان پیش کیا کہ اگر اسے نقصان پہنچایا گیا تو عذاب نازل ہو گا) لیکن جب ان لوگوں نے اپنی بت پرستی جاری رکھی اور اس اونٹنی کو مار ڈالا، حالانکہ حضرت صالح ان سے اسے ضرر نہ پہنچانے کے لیے کہتے رہے، تو اللہ تعالٰی نے ان پر ایک زلزلہ نازل کیا جس سے وہ نیست و نابود ہو گئے۔ الحجر کے ریتلے پتھر کی چٹانوں کو مع ان یادگاروں کے جو ان کے اندر تراش کر بنائی گئی ہیں صالح کے نام پر "مدائن صالح" یعنی "صالح کے شہر" بھی کہا جاتا ہے۔ عرب کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو الحجر میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام یہاں اپنی والدہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سیرت نبوی میں بھی الحجر کا ذکر آتا ہے۔ جب ۹ ہجری / ۶۳۱ء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو الحجر میں سے آپ کا گذر ہوا، صحابہ نے چاہا کہ یہاں آرام کر کے یہاں کے کنوؤں پر اپنے آپ کو تازہ دم کر لیں، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ ایسی جگہ ٹھہریں جہاں قہر الٰہی نازل ہو چکا تھا۔ زمانہ حال میں امیر سعود یہاں ایک شہر

بسانا چاہتا تھا لیکن ایک ایسے مقام پر جو منجانب اللہ مورد لعنت وعذاب ہو چکا تھا از سر نو ایک شہر آباد کرنے پر علمائے دین کے شدید اعتراضات کی وجہ سے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ ڈاؤٹی کے بعد سے ملک الاشیا۔ Arabia کے ایک سیاح Huber نے دوبار الحجر کی سیاحت کی ہے۔ ایک مرتبہ ۱۸۷۹ء میں اور دوسری دفعہ Euting کے ہمراہ ۱۸۸۴ء میں۔ ؎

بَابُ ۱۰۲۴ الْإِحْسَانِ إِلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَالْيَتِيمِ

بیوہ، مسکین اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت

۷۳۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ اور مسکین کے لیے محنت کرنے والا، مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا وہ نماز میں اس قیام کرنے والے کی مثل ہے جو تھکتا نہ ہو، اور اس روزہ دار کی طرح جو افطار نہ کرے۔ (یعنی مسلسل روزے رکھے۔)

۷۳۳۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْغَيْثِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کی پرورش کرنے والا، خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے، راوی نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو انگلیوں کو ملا کر جو مثال دی ہے وہ یا تو مجاورت اور قرب منازل کو بتلانے کے لیے ہے یا دونوں درجوں کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے ہے ایک روایت میں ہے کہ راوی مالک نے یہ اشارہ کر کے بتایا تھا، ایک روایت میں یہ مدرج ہے اور کسی کی طرف منسوب نہیں ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ فرمایا تھا۔

بَابُ ۱۰۲۵ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

مسجد بنانے کی فضیلت

۷۳۳۸ - حَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي

عبید اللہ خولانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو توڑ

؎ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۹۴۳-۹۴۵، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۱ھ

عَمْرٌو (وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ الْخَوْلَانِيَّ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ وَفِي رِوَايَةِ هَارُونَ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

کر بنایا تو لوگوں نے اس پر طرح طرح کی باتیں کیں، اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگوں نے بہت باتیں بنائی ہیں اور بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالے اس کے لیے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا، اور ہارون کی روایت میں ہے اللہ تعالے اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

۷۳۳۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى كِلَاهُمَا عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذٰلِكَ وَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ۔

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا اور انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ مسجد کو اس کی اصل حالت پر رہنے دیا جائے، تب حضرت عثمان نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالے اس کے لیے جنت میں اس کی مثل بنائے گا۔

۷۳۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ ہے اللہ تعالے اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اللہ تعالے اس کی مثل جنت میں بنائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں اس کے لیے گھر بنایا جائے گا، باقی اس کی صفت کیسی ہوگی تو جنت کی نعمتیں ایسی ہوں گی جن کو کسی نے پہلے دیکھا نہ سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا، اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کے گھر کو جنت میں دوسرے گھروں پر ایسی فضیلت حاصل ہوگی جیسے دنیا میں مسجد کو دوسرے گھروں پر فضیلت ہے۔

مسجد کی فضیلت کے متعلق احادیث

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ينادی بعضها بعضا يا جارة هل مربك عبد صالح صلی عليك او ذكر الله فان قالت نعم رات لها بذلك فضلا وصالح المزی ضعيف ۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر صبح اور شام کو زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو ندا کرتے ہیں اے پڑوسی! کیا تمہارے پاس سے کوئی نیک بندہ گذرا جس نے تم پر نماز پڑھی یا اللہ کا ذکر کیا، اگر وہ کہے ہاں! تو زمین کے اس ٹکڑے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابن عباس قال المساجد بيوت الله فی الارض تضئ لاهل السماء كما تضئ نجوم السماء لاهل الارض رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله موثقون ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہیں، جن سے آسمان والوں کو اس طرح روشنی حاصل ہوتی ہے، جس طرح آسمان کے ستاروں سے زمین والوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من تطهر فی بيته ثم مشی الی بيت من بيوت الله ليقضی فريضة من فرائض الله كانت خطواته احدهما تحط خطيئة والاخری ترفع درجة ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں چلا گیا تاکہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ہر ایک قدم سے ایک گناہ مٹے گا اور دوسرے سے ایک درجہ بلند ہوگا۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم من غدا او راح الی المسجد اعد الله له فی الجنة نزلا كلما غدا او راح اخرجاه فی الصحيح من حديث يزيد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی صبح یا شام کو مسجد میں گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر صبح اور شام کو اس کے لیے جنت میں مہمانی تیار کرے گا، امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۳ ص ۶۴، دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ

بن ھارون [1]

کہ اپنی صحیح میں حضرت یزید بن ہارون سے روایت کیا ہے۔

عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال بشر المشائين في ظلم الليالي الى المساجد بالنور التام يوم القيامة [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ رات کے اندھیروں میں مساجد کی طرف جاتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے مکمل نور کی بشارت دے دیں۔

مسجد تعمیر کرنے کے متعلق احادیث

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن بشر بن حيان قال جاء واثلة بن الاسقع ونحن نبني مسجدنا قال فوقف علينا فسلم ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من بنى مسجدا فصلى فيه بنى الله عزوجل له في الجنة افضل منه رواه احمد والطبراني في الكبير [3]

بشر بن حیان کہتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد بنا رہے تھے اسی اثناء میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور ہمیں سلام کرنے کے بعد کہا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس آدمی نے مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل (گھر) بنائے گا، اس حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنى بيتا يعبد الله فيه من مال حلال بنى الله له بيتا في الجنة من در وياقوت رواه الطبراني في الاوسط والبزار وفيه سليمان بن داؤد اليمامي وهو ضعيف [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے حلال مال سے ایک گھر بنایا اللہ تعالیٰ اس کے لیے موتیوں اور یاقوت سے ایک گھر بنائے گا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سلیمان بن داؤد راوی ضعیف ہے۔

عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من بنى لله مسجدا لا يريد به رياء ولا سمعة بنى الله له بيتا في الجنة

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اور اس سے دکھانے اور سنانے کا ارادہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ اس

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] ” ” ” ” ، شعب الایمان ج ۳ ص ۷۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] ” ” ” ” ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸، ” ” ”

رواہ الطبرانی فی الاوسط [1]

کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا صغیرا کان او کبیرا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ رواہ الترمذی۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے لیے کوئی مسجد بنائی (چھوٹی ہو یا بڑی)، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن معاذ من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ومن علق فیہ قندیلا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یطفی ذلک القندیل ومن بسط فیہ حصیرا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یتقطع ذلک الحصیر ومن اخرج منہ قذاۃ کان لہ کفلان من الاجر رواہ ابو الفرج فی کتاب العلل [3]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا اور جس نے مسجد میں قندیل لٹکائی تو جب تک وہ قندیل جلتی رہے گی ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے، اور جس شخص نے مسجد میں چٹائی بچھائی تو جب تک وہ چٹائی سالم رہے گی ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے، اور جو آدمی مسجد سے کوئی تنکا نکالے گا اس کو دو اجر ملتے رہیں گے۔

مسجد کو مزین کرنے کا شرعی حکم

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وامر عمر ببناء المسجد وقال اکن الناس من المطر وایاک ان تحمر او تصفر فتفتن الناس وقال انس یتباھون بھا ثم لا یعمرونھا الا قلیلا وقال ابن عباس لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری۔ [4]

حضرت عمر نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور کہا لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو، اور مسجد میں سرخ یا زرد رنگ کرنے سے احتراز کرو کہیں لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، حضرت انس نے کہا تم مسجدوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کرو گے، پھر ان کو بہت کم آباد کرو گے، حضرت ابن عباس نے کہا تم ضرور مسجدوں کو اس طرح مزین کرو گے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے معبدوں کو مزین کیا تھا۔

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " " " ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۲، " " " " "

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام ابن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس کے ساتھ گئے تو صبح کی نماز کے وقت ہمارا ایک مسجد سے گذر ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! تو بعض لوگوں نے کہا ہم دوسری مسجدوں میں جائیں گے تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو بہت کم آباد کریں گے، اور امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ مسجد بنانے میں ایک دوسرے پر فخر نہیں کریں گے قیامت قائم نہیں ہوگی۔ امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مساجد کو بلند اور مضبوط بناؤں، علامہ طیبی نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ مساجد کو مزخرف کرنے کے لیے مجھے ان کو مضبوط بنانے کا حکم نہیں دیا گیا، زخرفہ کا معنی کسی چیز کو باطل سے مزین کرنا، اور یہاں مراد یہ ہے کہ مساجد کو سونے سے مزین کرنا جیسے یہود اور نصاریٰ نے اپنے اپنے گرجوں کو مزین کر لیا۔ محی السنہ نے کہا اب تم بھی ریا کاری کے لیے مساجد بناتے ہو اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لیے مساجد کی تزئین کرتے ہو، ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا اور مسجد کی تزئین اور آرائش کرنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض فقہاء نے جو یہ کہا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور مال وقف سے مسجد کی تزئین کرنا جائز نہیں ہے، اور جو شخص مال وقف سے مسجد کی تزئین کرے گا اسے اس کا تاوان دینا ہوگا خواہ وہ مسجد کا متولی ہو یا کوئی اور، میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے مسجد کی تزئین اور آرائش کرے تو یہ پھر بھی مکروہ ہے کیونکہ نمازی کی توجہ اس زینت میں مشغول ہوگی اور یہ اپنے مال کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا بھی ہے۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان عبد اللہ اخبرہ ان المسجد کان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبنیا باللبن وسقفہ بالجرید وعمدہ خشب النخل فلم یزد فیہ ابو بکر شیئا و زاد فیہ عمر وبناہ علی بنیانہ فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللبن و الجرید و اعاد عمدہ خشبا ثم غیرہ عثمان فزاد فیہ زیادۃ کثیرۃ و بنی جدارہ بالحجارۃ المنقوشۃ والقصۃ وجعل عمدہ من حجارۃ منقوشۃ وسقفہ بالساج [2]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد (نبوی) اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اسی نہج پر اضافہ کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہ بنی ہوئی تھی، اینٹوں اور شاخوں سے اس کو بنایا اور درخت کے تنوں سے ستون بنائے، پھر حضرت عثمان

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۶ - ۲۰۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ ھ

نے اس میں تبدیلی کی اور بہت اضافہ کیا انھوں نے نقشین پتھروں اور چونے سے اس کی دیواریں بنائیں اور نقشین پتھروں سے ہی اس کے ستون بنائے اور ساگوان کی لکڑی سے اس کی چھت بنائی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مساجد کی تعمیر میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیے اور فخر اور ریاکاری کے خدشہ سے ان کی تعمیر میں مبالغہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کثرت فتوحات اور مال و دولت کی فراوانی کے باوجود، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنائی ہوئی مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وسائل کی اور بھی زیادہ فراوانی تھی، اس کے باوجود انھوں نے صرف اتنا کیا کہ نقشین پتھروں اور چونے سے دیواریں بنائیں اور ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی، انھوں نے مسجد بنانے میں سادگی سے اسی وجہ سے کام لیا کہ ان کو علم تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں تزخرف اور زیب و زینت ناپسند ہے اور تاکہ بعد کے لوگ میانہ روی، کفایت شعاری اور زہد میں ان کی پیروی کریں، سب سے پہلے جس شخص نے مسجد کو مزین کیا وہ ولید بن عبدالملک بن مروان تھا، یہ اواخر صحابہ کا دور تھا اور اکثر علماء نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا، ابن المنیر نے کہا ہے کہ اب جب کہ لوگ اپنے گھروں کو مضبوط اور زیب و زینت سے بناتے ہیں تو مستحب یہ ہے کہ مساجد کو بھی خوب صورتی اور زینت سے بنایا جائے تاکہ لوگوں کی نظروں میں مساجد کی وقعت کم نہ ہو، بعض علماء (علامہ ابن حجر) نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر بیت المال سے صرف نہ کیا جائے اور مساجد کی تنظیم کے قصد سے مساجد کو مزین اور مضبوط بنایا جائے تو اس کی رخصت ہے (علامہ عینی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور جن بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے۔ [1]

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

لاباس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب والصرف الى الفقراء افضل كذا فى السراجيه - وعليه الفتوى كذا فى المضمرات وهكذا فى المحيط - واما التجصيص فحسن لانه احكام للبناء كذا فى الاختيار شرح المختار - وكره بعض مشائخنا النقوش على المحراب وحائط القبلة لان ذلك يشغل قلب المصلى وذكر الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالىٰ فى شرح

مسجد کو چونے، ساگوان اور سونے کے پانی سے منقش کرنا جائز ہے، اور فقراء پر خرچ کرنا زیادہ افضل ہے اسی طرح سراجیہ میں مذکور ہے، مضمرات میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح محیط میں ہے۔ البتہ چونا کرنا مستحسن ہے کیونکہ اس سے دیواریں مضبوط ہوتی ہیں، اختیار شرح المختار میں اسی طرح لکھا ہے، ہمارے بعض مشائخ نے محراب اور قبلہ کی دیوار میں نقش و نگار بنانے کو مکروہ لکھا ہے، کیونکہ اس سے نمازی کی توجہ بٹتی ہے، فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ نے السیر الکبیر کی شرح میں لکھا ہے

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۴، ۲۰۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

السیر الکبیر ان نقش الحیطان مکروہ قل او کثر فاما نقش السقف فالقلیل یرخص فیہ والکثیر مکروہ ھکذا فی المحیط۔ واذا جعل البیاض فوق السواد او بالعکس للنقش لا باس بہ اذا فعلہ من مال نفسہ ولا یستحسن من مال الوقف لانہ تضییع کذا فی الاختیار شرح المختار۔ [1]

کہ مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار بنانا مکروہ ہیں، کم ہوں یا زیادہ، البتہ چھت پر نقش و نگار بنانے کی اجازت ہے بہ شرطیکہ کم ہوں، اور زیادہ مکروہ ہیں اسی طرح محیط میں ہے نقش و نگار بنانے کے لیے اگر سفید پر سیاہ نقش بنائیں یا اس کے برعکس کریں تو جائز ہے، بہ شرطیکہ اپنے ذاتی مال سے بنائے جائیں اور مال وقف سے نقش و نگار بنانا مناسب نہیں ہے، کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے، اسی طرح شرح المختار میں ہے۔

علامہ شامی نے بھی الدر المختار، البحر الرائق اور الہندیہ کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔ [2]

ملا علی قاری نے بھی مسجد کے مزین کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ [3]

احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء احناف کی تصریحات کے مطابق مساجد کی زیب و زینت منع ہے، تاہم جن حدود و قیود کے تحت مساجد کو خوب صورت اور پُر وقار بنانے کی اجازت ہے، ان کی روشنی میں کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے مساجد کی تعظیم کے جذبہ سے مسجد کو خوب صورت اور عالیشان بنائے تو یہ امر مستحسن ہے، کیونکہ اس زمانہ میں جب لوگ اپنے بنگلوں اور کوٹھیوں کو انتہائی حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر زیادہ لائق ہے کہ اس کو اپنے مکانوں سے زیادہ حسین بنایا جائے، لیکن اس کو اپنی شہرت اور بڑائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور نہ اس پر اظہار فخر کیا جائے اور نہ اس پر مال وقف سے خرچ کیا جائے اور دیوار قبلہ اور محراب کو مزین کرنے سے گریز کیا جائے۔

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

مسجد میں مشرک کے دخول کے متعلق کئی مذاہب ہیں، فقہاء احناف کے نزدیک مسجد میں مشرک کا دخول مطلقاً جائز ہے، امام مالک کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام میں مشرک کا داخلہ منع ہے اور باقی مساجد میں جائز ہے۔ [4]

امام شافعی کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

یا ایھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔ (توبہ: ۲۸)

اے ایمان والو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۲۰۶۔ ۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے، اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مفہوم مخالف سے امام مالک کا قول باطل ہے، یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے نہ منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی، اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ [1]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: عام مساجد اور مسجد حرام میں کفار کے دخول کے متعلق پانچ اقوال ہیں:

اہل مدینہ (مالکیہ) نے کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام ہے، عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فی بیوت اذن الله ان ترفع و یذکر فیها اسمه۔ (نور: ۳۶)

اللہ کے ان گھروں میں، جنھیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے، اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے: "ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے،" اور کافر ان نجاستوں سے خالی نہیں ہے (اور نہ) وہ استنجا کرتا ہے نہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس (توبہ: ۲۸) مشرکین نجس ہیں، اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے، کیونکہ منع کرنے کی علت "نجاست" ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین کے حق میں عام ہے اور اس میں صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا گیا ہے، اور دوسری مساجد میں کفار کا داخل ہونا منع نہیں ہے، اسی لیے یہودیوں اور نصرانیوں کا تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، قاضی ابن العربی نے کہا اللہ تعالیٰ نے مساجد میں ان کے دخول کی ممانعت کی علت شرک اور نجاست بیان کی ہے " انما المشرکون نجس " لہٰذا شرک اور نجاست کے ساتھ کسی کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک مشرک قیدی ثمامہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں باندھ دیا تھا اور ہرچند کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن ہمارے علماء نے اس کے چند جوابات دیے ہیں:

۱۔ ثمامہ کا یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ثمامہ مسلمان ہو جائیں گے اسی لیے آپ نے ان کو باندھنے کا حکم دیا۔

۳۔ یہ ایک خاص جزئی واقعہ ہے اور ہم نے جو دلائل ذکر کیے وہ قواعد کلیہ ہیں، اور یہ جزئی واقعہ ان کی کلیت توڑنے کی صلاحیت

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۱۹-۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۰ھ

نہیں رکھتا۔ (یعنی اس کو حضور کی یا ثمامہ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔)

۴۔ آپ نے ثمامہ کو مسجد میں اس لیے باندھا تھا کہ وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کی جماعت کا حسن دیکھ لیں، اور مسجد میں ان کے بیٹھنے کے آداب کا مشاہدہ کر لیں اور مسلمانوں کے طریقہ سے مانوس ہو کر مسلمان ہو جائیں اور ایسا ہی ہو گیا۔

۵۔ اس وقت ان کو باندھنے کے لیے مسجد کے علاوہ اور کوئی جگہ میسر نہیں تھی۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے اور مسجد حرام میں صرف مشرکین اور بت پرستوں کو داخل ہونے سے منع کیا جائے گا، ہم نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان سے یہ قول بالکلیہ مردود ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمیوں کا تمام مساجد میں بلاضرورت داخل ہونا بھی جائز ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ عام مساجد میں ذمیوں کا ضرورت کی بناء پر دخول جائز ہے اور مسجد حرام میں ضرورت کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا تمام حرم قبلہ اور مسجد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام (بنی اسرائیل: ۱) "وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (مقدس) بندے کو رات کے ایک قلیل وقت میں مسجد حرام سے لے گیا" حالانکہ آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے معراج کرائی گئی تھی، اس لیے کافروں کو پورے حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ نے یہ کہا ہے کہ ذمی اور مسلمان کے کافر غلام کے سوا کسی مشرک کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مسجد کے قریب کوئی مشرک نہ جائے، ہاں غلام یا لونڈی کا کسی ضرورت سے جانا جائز ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔[۱]

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کفار کو جمیع مساجد اور حرم میں داخل ہونے سے منع کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز، قتادہ اور مزنی کا بھی یہی قول ہے۔[۲]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور طاہر بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان مشرکوں کو مسجد حرام سے دور رکھیں جو بہ اعتبار دین کے نجس ہیں اور اس آیت کے نزول کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، یہ آیت ۹ ہجری میں نازل ہوئی، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کو بھیجا کہ وہ مشرکین میں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ بیت اللہ کا ننگا طواف کرے گا۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے: مشرکین نجس

[۱] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۰۶-۱۰۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[۲] علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۳ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ ہوں ماسوا غلام یا اہل الذمہ کے، اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری مسجد میں کوئی مشرک نہ داخل ہو ماسوا ذمیوں اور ان کے خادموں کے، اور امام اوزاعی نے روایت کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے یہ حکم لکھا کہ یہود اور نصاریٰ کو مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہونے سے منع کرو، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "انما المشرکون نجس" کی پیروی کی، عطا نے کہا کہ حرم پورا مسجد ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے: اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے" اور یہ آیت کریمہ مشرک کی نجاست پر دلالت کرتی ہے، باقی جمہور کا موقف یہ ہے کہ مشرک کا بدن اور اس کی ذات نجس نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا طعام حلال کر دیا ہے، اور بعض ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا مسلک یہ ہے کہ ان کا بدن نجس ہے، ابن جریر نے حسن بصری سے روایت کیا ہے جو ان سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔ (توبہ: ۲۸) — مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

اور غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا۔ اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے، کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ابوسفیان حالت شرک میں مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوتے (اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ تم کس ارادہ سے آئے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔

اور دوسری روایت ہے کہ کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ حضرت عمر کے پاس گئے۔ ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا، حضرت عمر نے کہا اس کے لکھنے والے کو بلاؤ تاکہ وہ اس کو پڑھ کر سنائے، حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے، اس اثر میں یہ دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام کے درمیان مشہور و معروف اور مقرر ہے، نیز جنابت، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شرک کا حدث بطریق اولیٰ مانع ہوگا۔ [2]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علمائے احناف کا نظریہ

قرآن مجید میں ہے:

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۲ - ۳۸۱، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۸۷ - ۲۸۶، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

یا ایھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا ۚ وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء ؕ ان اللہ علیم حکیم. (توبہ: ۲۸)

اے ایمان والو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب مشرک ناپاک ہیں، تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہو گا اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی اور مسجد میں بھی داخل نہیں ہو سکتا، البتہ ذمی کسی ضرورت کی بناء پر مسجد میں جا سکتا ہے، مثلاً کسی مقدمہ کی پیروی کے لیے حاکم کے پاس مسجد میں جا سکتا ہے، اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ ذمی کے لیے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور اس آیت کے دو محمل ہیں اول یہ کہ یہ آیت غیر ذمی مشرکین کے لیے ہے جو کہ مشرکین عرب ہیں، ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ذمی نہیں ہو سکتے ان کے لیے صرف دو راستے ہیں، اسلام یا تلوار! دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابوبکر نے حج کیا تو اس سال حضور نے حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، پھر اس کے اگلے سال جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا، اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: "تو اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا" اور تنگ دستی کا خوف اس وجہ سے ہو سکتا تھا کہ حج کے موسم میں بہ کثرت لوگ حج کے لیے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ مشرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اس معنی کی مزید تائید اس بات سے ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے گا خواہ وہ افعال مسجد میں نہ کیے جاتے ہوں، اور ذمیوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا، نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لیے جانے میں متحقق ہو سکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان زمانہ کفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وہ (غیر ذمی مشرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔"

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس (آٹھ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت

نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابوبکر صدیق امیر حج بن کر گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی، اور ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لیے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے، اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے، اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن یثیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کے لیے داخل نہیں ہوگا کیونکہ حضرت علی سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کے لیے حرم میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے"۔ اس حدیث میں آپ نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کے لیے اجازت نہیں دی، اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کسی نے بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کے لیے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورہ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے:

عن جابر بن عبد اللہ یقول فی قولہ تعالٰی (انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام) الا ان یکون عبدا او واحدا من اھل الذمۃ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اس آیت "مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جا سکتا ہے۔

یہ روایت حضرت جابر سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔[۱]

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے: "اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا"، اور تنگ دستی کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جائے، کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا۔ اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔[۲]

۱۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل کتاب کا مساجد میں داخل ہونا جائز اور غیر اہل کتاب (یعنی بت پرست مشرک) کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجدنا ھذا بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل العھد وخدمھم[۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ ذمی اور ان کے خادم داخل ہو سکتے ہیں۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا: زہری سے منقول ہے کہ ابوسفیان بن حرب صلح کے لیے مسجد میں داخل ہوتے تھے اور اس وقت وہ کافر تھے، البتہ یہ مسجد حرام میں ناجائز ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام (توبہ: ۲۸)

مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

جب قریش مکہ نے خود عہد شکنی کی اور ان کو یہ خوف ہوا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف جنگ کریں گے تو تجدید عہد کے لیے ابوسفیان مدینہ منورہ گئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے، یہ ہمارے امام مالک کے خلاف دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مشرک کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، نیز جب ثقیف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا آپ سے عرض کیا گیا وہ تو نجس ہیں، آپ نے فرمایا زمین پر ان کی کوئی نجاست نہیں لگے گی، امام شافعی نے زہری کی (مذکور الصدر) حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا مشرکین کو صرف مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا، البتہ ہمارے نزدیک مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا نہ دوسری مساجد سے اور اس حکم میں حربی اور ذمی دونوں برابر ہے اور اس آیت کا یہ جواب ہے کہ مشرکین جس طرح زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے ان کو اس طرح مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے اور یہ جو فرمایا کہ وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اس کا مطلب ہے کہ وہ مسجد حرام کی تعمیر، دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کے قریب نہ جائیں اور ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام کی تعمیر، نگہداشت اور اس کا انتظام کسی حال میں کفار کے لیے جائز نہیں ہے اور انھیں اس پر قدرت دینا جائز نہیں ہے۔[۲]

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے، امام مالک اس کو مطلقاً مکروہ کہتے ہیں، اور امام محمد، امام شافعی اور امام احمد مسجد حرام میں داخل ہونے کو مکروہ کہتے ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں نہی تکوینی ہے تکلیفی نہیں ہے اور فقہاء احناف نے مشرکین کے مسجد سے گذرنے کو جائز کہا ہے خواہ وہ جنبی ہوں، اور لا یقربوا کا معنی ہے کہ اس سال کے بعد مشرکین برہنہ ہو

۱ے علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۲ے شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۹۸-۹۷، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

کہ حج یا عمرہ نہ کریں، امام بخاری، اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس صورت کے مطابق یہ اعلان کیا کہ اس سال (۹ ہجری) کے بعد کوئی مشرک حج کرے اور نہ ننگا طواف کرے۔ [۱]

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام شافعی وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ لایقربوا المسجد الحرام "مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تکوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا فعل پیدا نہیں کرے گا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو، اور اس نہی کو تکوینی اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ [۲]

مسجد میں سُترہ کی بحث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی صالح السمان قال رایت اباسعید الخدری فی یوم جمعة یصلی الی شیء یسترہ من الناس فاراد شاب من بنی ابی معیط ان یجتاز بین یدیہ فدفع ابو سعید فی صدرہ فنظر الشاب فلم یجد مساغا الا بین یدیہ فعاد یجتاز فدفعہ ابو سعید اشد من الاولی فنال من ابی سعید ثم دخل علی مروان فشکا الیہ ما لقی من ابی سعید و دخل ابو سعید خلفہ علی مروان فقال مالک ولابن اخیک یا اباسعید قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلی احدکم الی شیء یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان۔ [۳]

ابوصالح سمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جمعہ کے دن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہے تھے، بنو ابو معیط کے ایک جوان نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا تو حضرت ابوسعید خدری نے اس کے سینہ پر مار کر روکا، اس جوان نے دیکھا تو اسے ان کے آگے سے گذرنے کی اور کوئی جگہ نظر نہیں آئی وہ دوبارہ گذرنے کے لیے لوٹا، حضرت ابوسعید نے اس کو پہلے کی بہ نسبت زیادہ زور سے دھکا دیا، اس جوان کو حضرت ابوسعید پر غصہ آیا اس نے مروان کے پاس جا کر حضرت ابوسعید کی شکایت کی، حضرت ابوسعید بھی اس کے پیچھے مروان کے پاس چلے گئے، مروان نے کہا: اے ابوسعید آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا مناقشہ ہوا، حضرت ابوسعید نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے اور پھر کوئی اس کے آگے سے گذرنا چاہے تو وہ اس کو دفع کرے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

---

[۱] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار ج ۵ ص ۳۳۱ - ۳۴۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۲] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۴۱ - ۳۴۰، 〃 〃 〃

[۳] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

عن ابی جهيم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو يعلم المار بين يدى المصلى ماذا عليه لكان ان يقف اربعين خيرا له من ان يمر بين يديه قال ابو النضر لا ادری اقال اربعين يوما او شهرا او سنة۔ [1]

حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے چالیس تک ٹھہرنا نمازی کے آگے سے گذرنے سے بہتر ہو۔ ابوالنضر نے کہا مجھے معلوم نہیں چالیس دن کہا یا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی کے آگے سترہ قائم کرنے کے متعلق تین قول ہیں: (۱) امام احمد نے کہا سترہ قائم کرنا واجب ہے کیونکہ امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ بغیر سترہ قائم کیے نماز نہ پڑھو، اور کسی کو اپنے سامنے سے گذرنے نہ دو۔ (۲) امام شافعی اور امام ابوحنیفہ، امام مالک نے کہا سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔ (۳) امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ سترہ کو ترک کرنا مستحب ہے۔ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اصل میں سترہ مستحب ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

سترہ کا حکم

۱۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سترہ مستحب ہے اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے۔

(۲) نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان کا مختار یہ ہے کہ نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ دو یا تین صفوں کی مقدار سے گذرنا مکروہ ہے، ایک قول تین ذراع کا ہے (ایک ذراع تقریباً نصف میٹر کے برابر ہے) ایک قول پانچ ذراع کا ہے اور ایک قول چالیس ذراع کا ہے، امام شافعی اور امام احمد کا قول تین ذراع کا ہے، امام مالک نے کوئی حد معین نہیں کی لیکن اتنی جگہ ہو جس میں نمازی رکوع اور سجود کر رہا ہو اور وہ گذرنے والے کو دفع کرنے پر قادر ہو۔

(۳)۔ جو شخص صحرا میں نماز پڑھے اس کے لیے بھی سترہ قائم کرنا مستحب ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز رکھے اگر اسے کوئی چیز نہ ملے تو اپنی لاٹھی گاڑ لے اور اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گذرے تو اس کو ضرر نہیں ہوگا۔ امام ابن حبان، امام ابن مدینی اور امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، قاضی عیاض، سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن امیہ اور امام شافعی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، علامہ نووی نے کہا اس میں ضعف اور اضطراب ہے، امام بیہقی نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) سترہ کی مقدار

سترہ کی مقدار کم از کم ایک ذراع تقریباً نصف میٹر ہونی چاہیے، کیونکہ امام نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سترہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا پالان کے پچھلے ڈنڈے کے برابر ہو۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

(۵)۔ موٹائی میں سترہ کم از کم ایک انگلی کے برابر ہو تاکہ دیکھنے والے کو دور سے نظر آجائے۔

(۶)۔ نمازی سترہ کے قریب کھڑا ہو، امام بخاری نے حضرت سہل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے اور نمازی کے درمیان ایک بکری کے گذرنے کی جگہ ہوتی تھی، علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ بکری کے گذرنے کی جگہ کا اعتبار اس وقت ہے جب نمازی کھڑا ہو اور حضرت بلال نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی تو رکوع اور سجود کے وقت آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا، اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے لیکن سترہ اور نمازی میں اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی رکوع اور سجود کر سکے اور اپنے سامنے سے گذرنے والے کو دفع کر سکے، امام شافعی، امام احمد اور علماء نے کہا ہے کہ تین ذراع کا فاصلہ ہو، امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل اپنے اور سترہ کے درمیان چھ ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے۔

(۷)۔ سترہ اپنی دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے، کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں بھووں کے سامنے کرتے اور اس کا قصد نہیں کرتے تھے۔

(۸)۔ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے، امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صفوں کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گذرا پھر میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہوگیا اور کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔

(۹)۔ ہمارے فقہاء نے یہ ذکر کیا ہے کہ سترہ کے نصب کرنے کا اعتبار ہے، سترہ کو زمین پر ڈالنے اور خط کھینچنے کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ مقصود آڑ ہے وہ سترہ کو ڈالنے اور خط کھینچنے سے حاصل نہیں ہوتی، شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ جب زمین نرم ہو تو سترہ کو نصب کر دیا جائے اور جب زمین سخت ہو اور سترہ کو نصب کرنا ممکن نہ ہو تو سترہ کو زمین پر رکھ دیا جائے کیونکہ جس طرح سترہ کو نصب کرنے کی روایت ہے اس کو رکھنے کی بھی روایت ہے لیکن اس کو طولاً رکھا جائے، عرضاً نہ رکھا جائے اور خط نہ کھینچا جائے کیونکہ خط کھینچنا اور نہ کھینچنا برابر ہے کیونکہ وہ دیکھنے والے کو دور سے نظر نہیں آتا، امام شافعی نے کہا اگر نصب کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو طولاً خط کھینچ دے، بعض متاخرین نے اس قول پر عمل کیا ہے، محیط میں ہے یہ قول غلط ہے، قرافی نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ خط باطل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے، علامہ اشہب (مالکی) نے اس کو جائز کہا ہے، سعید بن جبیر، امام اوزاعی اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، لیکن بعد میں امام شافعی نے خط سے منع کیا، اور حضرت ابوہریرہ کی جس روایت میں خط کھینچنے کا ذکر ہے اس کے متعلق عبدالحق نے کہا ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن حزم نے محلی میں کہا خط کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ اگر سترہ مغصوبہ ہو تو یہ ہمارے نزدیک معتبر ہے اور امام احمد کے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص غصب شدہ کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔

(۱۱)۔ نمازی کے لیے اپنے سامنے سے گذرنے والے کا کیا حکم ہے؟ علامہ نووی نے کہا حضور نے جو فرمایا ہے" اس

کو دفع کرے" یہ امر مستحب اور مؤکد ہے اور میرے علم میں کسی فقیہ نے اس کو واجب نہیں کہا، میں کہتا ہوں کہ اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس کو واجب کہا ہے، علامہ نووی اس اختلاف پر مطلع نہیں ہوئے یا انہوں نے اس اختلاف کو شمار کے قابل نہیں سمجھا، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جب نمازی سترہ قائم کر کے نماز پڑھے تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ گذرنے والے کو دفع کرے، لیکن جب وہ بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو اب اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اب جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں دوسرے کے لیے چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے اس کے لیے منع کرنے کا حق صرف سترہ قائم کرنے کی صورت میں ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

(۱۲) نمازی گذرنے والے کو دفع کرنے کے لیے چل کر نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اس کو منع کرے، کیونکہ نماز میں چلنے کا ضرر منع کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے، اور جب گذرنے والا اس کی دسترس سے دور ہو تو اشارہ کر کے یا سبحان اللہ کہہ کر اس کو منع کرے، امام الحرمین نے کہا اس کے سینہ پر طاقت سے مار کر اشارہ کرے، علامہ رویانی نے کہا اس کو شدت سے بہ اصرار روکے خواہ اس کو قتل کرنا پڑے، امام مالک اور احمد نے کہا اس کو اتنی شدت سے نہ روکے جس سے نماز ٹوٹ جائے، بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو ٹانگ سے روکے۔

(۱۳) حدیث میں ہے اگر وہ روکنے سے نہ رکے تو اس سے قتال کرے، قاضی عیاض مالکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ نمازی پر ہتھیاروں سے قتال کرنا لازم نہیں ہے، اور نہ اتنی شدت سے روکے جس سے گذرنے والا ہلاک ہو جائے، اور اگر اس کے روکنے سے بالفرض گذرنے والا ہلاک ہو گیا تو اس پر بالاتفاق قصاص نہیں ہے، اور اس کی دیت کے متعلق دو قول ہیں، حدیث میں جو ہے اس سے قتال کرے جمہور کے نزدیک اس کا معنی ہے اس کو زبردستی روکے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اس حدیث سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرنا بہت سخت مکروہ ہے۔ [1]

اگر کوئی شخص کسی کھلی جگہ میں یا مسجد میں سترہ قائم کیے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو بظاہر احادیث میں اس کے سامنے سے گذرنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کو مشقت سے بچانے اور ان کے لیے آسانی پیدا کرنے کی خاطر مذاہب اربعہ کے فقہاء نے بعض حدود و قیود کے ساتھ کچھ فاصلہ سے اس نمازی کے آگے سے گذرنے کی اجازت دی ہے، اب ہم اس مسئلہ کے متعلق فقہاء اربعہ کی آراء پیش کر رہے ہیں:

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

ثم الارجح ما لابن العربي من ان المصلي سواء صلى لسترة ام لا لا يستحق زيادة على مقدار ما يحتاجه لقيامه وركوعه وسجوده والمار بين يديه فيما يستحقه وله مندوحة۔ [2]

علامہ ابن العربی نے جو کہا ہے وہ زیادہ راجح ہے کہ نمازی سترہ قائم کرے یا نہ کرے، وہ اپنے قیام رکوع اور سجود کی جگہ کی مقدار سے زیادہ کا مستحق نہیں ہے اور اس کے سامنے سے گذرنے والا اس وقت گنہ گار ہو گا، جب وہ گنجائش کے باوجود اس جگہ سے گذرے گا۔

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۲-۲۹۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ دسوقی مالکی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اعلم انه اختلف فی حریم المصلی الذی یمنع المرور فیه قال ابن هلال کان ابن عرفة یقول هو ما لا یشوش علیه المرور فیه ویحده بنحو عشرین ذراعا ویؤخذ ذلک من تحدید مالک حریم البئر بما لا یضر تلک البئر بحفر بئر اخری ثم اختار ما لابن العربی من ان حریم المصلی مقدار ما یحتاجه لقیامه ورکوعه وسجوده وقیل انه رمیة الحجر او السهم او المضاربة بالسیف اقوال۔[1]

نمازی کا وہ حرم (حد) جس میں گذرنا منع ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے، علامہ ابن عرفہ نے کہا جتنی مقدار کے بعد سے گذرنے پر نمازی کو تشویش نہ ہو، اور اس کی حد بیس ذراع (دس گز) ہے اور اس کا ماخذ وہ مقدار ہے جو امام مالک نے ایک کنوئیں کے آگے دوسرا کنواں کھودنے کے لیے مقرر کی ہے تاکہ اس کنوئیں کو نقصان نہ پہنچے، پھر مصنف نے علامہ ابن العربی کے قول کو اختیار کیا کہ نمازی کا حرم اتنی مقدار ہے جتنی جگہ کی اس کو اپنے قیام، رکوع اور سجود کے لیے ضرورت ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ اتنی جگہ ہے جتنی دور پتھر جاتا ہے یا تیر جاتا ہے یا جتنی جگہ تک تلوار جاتی ہے، کئی اقوال ہیں۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ولو لم یکن سترة او کانت وتباعد منها فالاصح: انه لیس له الدفع لتقصیره قلت ولا یحرم حینئذ المرور بین یدیه لکن الاولی ترکه والله اعلم. قال امام الحرمین: والنهی عن المرور والامر بالدفع اذا وجد المار سبیلا سواه فان لم یجد وازدحم الناس فلا نهی عن المرور، ولا یشرع الدفع وتابع الغزالی امام الحرمین علی هذا وهو مشکل فقی الحدیث الصحیح فی البخاری خلافه واکثر کتب الاصحاب ساکتة عن تقیید المنع بما اذا وجد سواه سبیلا۔[2]

اور اگر نمازی نے سترہ قائم نہ کیا ہو، یا سترہ تو قائم کیا ہو لیکن وہ اس سے دور کھڑا ہو تو اب اس کے لیے گذرنے والے کو دفع کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ تقصیر اس کی جانب سے ہے، میں کہتا ہوں کہ اب اس نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے، لیکن پھر بھی نہ گذرنا اولیٰ ہے، واللہ اعلم، امام الحرمین نے کہا ہے کہ نمازی کے آگے گذرنے کی ممانعت اور گذرنے والے کو دفع کرنے کا حکم اس وقت ہے جب گذرنے والے کے لیے اس جگہ کے سوا اور کوئی گنجائش ہو اور اگر گنجائش نہ ہو اور رش زیادہ ہو تو گذرنے کی ممانعت ہے نہ دفع کرنے کا حکم ہے، اس مسئلہ میں امام غزالی نے بھی امام الحرمین کی رائے کی موافقت کی ہے لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث (یہ حدیث ہم نے اس بحث میں سب سے پہلے

[1] علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ،

ذکر کی ہے) اس کے خلاف ہے، اور اکثر فقہاء نے ممانعت کے ساتھ اس قید کو لگانے سے سکوت کیا ہے، یعنی یہ نہیں کہا کہ نمازی کے سامنے سے گذرنا اس وقت منع ہے جب گذرنے والے کے لیے نمازی کے سامنے سے گذرنے کے علاوہ کوئی راستہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ میں سے امام غزالی اور امام الحرمین کی رائے یہ ہے کہ جب رش ہو اور کوئی راستہ نہ ہو تو نمازی کے آگے سے گذرنا منع نہیں ہے اور علامہ نووی کے نزدیک بھی جب نمازی نے سترہ قائم نہ کیا ہو یا سترہ نمازی سے بہت دور ہو تو نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ اور اکثر فقہاء شافعیہ نے اگرچہ قید نہیں لگائی مگر اس کے خلاف بھی نہیں لکھا۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

والتحريم مقيد بما اذا لم يقصر المصلى بصلوته في المكان وان كان وقف بقارعة الطريق فلا حرمة بل ولا كراهة كما قاله في الكفاية اخذا من كلامهم وبما اذا لم يجد المار فرجة امامه والا فلا حرمة بل له خرق الصفوف والمرور بينها ليسد الفرجة كما قاله في الروضة۔ ۱؎

نمازی کے آگے سے گذرنے کی تحریم اس وقت ہے جب نمازی نے نماز کی جگہ میں تقصیر نہ کی ہو اگر وہ عام راستہ پر نماز پڑھ رہا ہو، تو اس وقت اس کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی تو کجا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے، جیسا کہ کفایہ میں فقہاء کی عبارات سے مستنبط کر کے لکھا ہے اور جب گذرنے والے کے لیے اور کوئی گنجائش نہ ہو اور اس کے سامنے گذرنے کی جگہ نہ ہو، تب بھی ممانعت نہیں ہے بلکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر پہلی صف میں خالی جگہ ہو تو وہ دوسری صف سے گذر کر پہلی صف میں جا سکتا ہے تاکہ خالی جگہ پر ہو۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اس مسئلہ میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الحنابلة وان لم يتخذ سترة حرم المرور في مسافة بقدر ثلاثة اذرع من قدمه۔ ۲؎

فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ اگر نمازی سترہ قائم نہ کرے تو نمازی کے قدم سے لے کر تین ذراع (ڈیڑھ گز) تک گذرنا مکروہ ہے۔

۱؎ علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲؎ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ڈاکٹر زحیلی نے یہ عبارت مغنی ج ۲ ص ۲۴۵-۲۳۹ اور کشاف القناع ج ۱ ص ۴۳۹ کے حوالے سے نقل کی ہے، مگر مجھے مغنی ابن قدامہ اور کشاف القناع میں سترہ کی پوری بحث میں یہ عبارت نہیں ملی! واللہ اعلم۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں۔

وحد المرور بين يديه غير منصوص في الكتاب وقيل الى موضع سجوده وقيل بقدر الصفين واصح ما قيل فيه ان المصلي لو صلى بخشوع فالى الموضع الذي يقع بصره على المار يكره المرور بين يديه وفيما وراء ذلك لا يكره۔ [1]

نمازی کے آگے سے گذرنے کی حد کتاب (کافی یعنی کتب ظاہر الروایۃ کا متن) میں منصوص نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ سجدہ کی جگہ تک حد ہے، ایک قول یہ ہے کہ دو صفوں کی مقدار تک حد ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اگر نمازی خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو جس جگہ تک گذرنے والے پر اس کی نظر پڑے اس جگہ تک گذرنا مکروہ ہے اور اس کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے:
اگر کوئی شخص نمازی کی سجدہ گاہ کے آگے سے گذرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور گذرنے والا گنہ گار ہوگا، نمازی کے آگے جس جگہ سے گذرنا مکروہ ہے اس کی حد میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ جگہ نمازی کے قدم سے لے کر اس کی سجدہ گاہ تک ہے، (تبیین الحقائق)۔ ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ جب کسی نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گذرنے والا دکھائی نہ دے تو اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور یہی صحیح ہے (خلاصہ) یہ زیادہ صحیح ہے (بدائع صنائع) یہ صحت اور صواب کے مشابہ ہے۔ (نہایہ)۔ یہ صحرا کا حکم ہے اور اگر نمازی مسجد میں ہو اور نمازی اور گذرنے والے کے درمیان انسان یا ستون کی طرح کوئی حائل ہو تو گذرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر نمازی اور گذرنے والے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو اور مسجد چھوٹی ہو تو جس جگہ سے بھی گذرے گا مکروہ ہوگا، اور بڑی مسجد صحرا کی طرح ہے۔ (کافی)۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی [3]، علامہ جلال الدین خوارزمی [4]، علامہ ابو سعود [5]، ملا مسکین [6]

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۱۰۴، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
[3] علامہ بدر الدین محمود احمد بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۱ ص ۸۸۰، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد
[4] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[5] علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابو سعود علی ملا مسکین ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ
[6] علامہ معین الدین الھروی ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

علامہ شرنبلالی[1]، علامہ شبلی[2]، علامہ حصکفی[3]، علامہ شامی[4] اور علامہ قہستانی[5] سب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسجد صغیر میں نمازی کے آگے سے مطلقاً گذرنا مکروہ ہے اور مسجد کبیر صحراء کی طرح ہے، یعنی جب نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گذرنے والا دکھائی نہ دے تو مسجد کبیر میں اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔

اب یہ بات تحقیق طلب ہے کہ مسجد صغیر اور مسجد کبیر کا مصداق کون سی مسجدیں ہیں، سو اس میں بھی اختلاف ہے، علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهو المختار كما اشار اليه فى الجواهر[6]

مسجد صغیر ساٹھ ذراع — (تیس انگریزی گز) سے کم ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چالیس ذراع (بیس انگریزی گز) کی ہوتی ہے، جیسا کہ جواہر میں اس طرف اشارہ ہے۔

ملاسکین[7] اور علامہ شامی[8] نے بھی مسجد صغیر کی اسی تعریف کو اختیار کیا ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے فقہاء نے مسجد کبیر مسجد جامع کو اور مسجد صغیر اس مسجد کو قرار دیا ہے جس میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وقال التمرتاشى والاصح انه كان بحال لو صلى صلوة خاشع بصره ولا يقع على المار لا يكره وهذا اذا كان فى الصحراء وفى الجامع الذى له حكم الصحراء اما فى المسجد فالحد هو المسجد الا ان يكون بينه وبين المار اسطوانة وغيرها —

علامہ تمرتاشی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) اور اس کی نظر گذرنے والے پر نہ پڑے تو اس جگہ سے گذرنا مکروہ نہیں ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب نمازی صحراء میں یا جامع مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو جو صحراء کے حکم میں ہے، لیکن جب وہ عام مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو

۱۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

۲۔ علامہ شہاب الدین احمد شبلی، حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۳۔ علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۵۔ علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ

۶۔ 〃 〃 〃 ، جامع الرموز ج ۱ ص ۹۰، 〃 〃 〃 〃

۷۔ علامہ معین الدین الہروی ملاسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

۸۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

ایضاً 〃 〃 ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

وقال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر وان مر عن بعد فی المسجد الجامع فقد قیل بانہ یکرہ والاصح انہ لا یکرہ۔ [1]

تو پھر حد وہ مسجد ہے، الا یہ کہ نمازی اور گذرنے والے کے درمیان ستون وغیرہ ہو۔ فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے اگر کوئی شخص جامع مسجد میں دور سے گذرا تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

علامہ جلال الدین خوارزمی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہی ہے کہ مسجد کبیر جامع مسجد کو قرار دیا جائے کیونکہ ہمارے عرف میں بڑی مسجد اسی کو قرار دیا جاتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو اور جس مسجد میں صرف پانچ وقتوں کی نماز ہوتی ہے، اور جمعہ نہیں ہوتا اس کو ہمارے عرف میں مسجد صغیر قرار دیا جاتا ہے، اس لحاظ سے جب جامع مسجد میں کوئی شخص نمازی کے سامنے سے دو صفوں کے فاصلہ سے گذرے تو اگر نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو تو اس کو گذرنے والا نظر نہیں آئے گا، اس لیے جامع مسجد میں دو صفوں کے فاصلہ کے بعد اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گذرے تو یہ مکروہ نہیں ہوگا اور بعض فقہاء نے دو صفوں کا فاصلہ بھی لکھا ہے۔ علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

واختلف فی الموضع الذی یکرہ المرور فیہ منھم من قدرہ بثلثۃ اذرع ومنھم بخمسۃ ومنھم باربعین ومنھم بموضع سجودہ ومنھم بمقدار الصفین او ثلاثۃ۔ [3]

نمازی کے سامنے جتنے فاصلہ سے گذرنا مکروہ ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا تین ذراع (ڈیڑھ گز) بعض نے پانچ ذراع کہا، بعض نے چالیس ذراع کہا بعض نے سجدہ کی جگہ کہا، بعض نے کہا دو صف اور بعض نے تین صف کی مقدار کہا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحراء اور مسجد کا فرق کیے بغیر نمازی کے آگے سے گذرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی، ہمارے فقہاء نے امت کی سہولت اور دین میں یسر کی خاطر اس مسئلہ میں اجتہاد کیا اور مسلمانوں کی آسانی کے لیے مذکور الصدر آراء تلاش کیں، ہم نے ان احادیث میں غور کیا تو ہم نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے سے اس کی نماز میں خلل ہوگا اور اس کی توجہ بٹے گی اس لیے فقہاء کرام نے یہ کہا کہ جب کوئی شخص اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گذرے کہ اگر نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو تو اس کو گذرنے والا نظر نہ آئے تو اس کا گذرنا مکروہ نہیں ہے، اور اس مسئلہ میں صحراء، مسجد کبیر یا مسجد صغیر کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اس لیے ہر جگہ نمازی کے آگے سے گذرنے کا یہی حکم ہونا چاہیے لیکن چونکہ مسجد صغیر کی بہ نسبت مسجد کبیر اور صحراء یا میدان یا کسی بھی کھلی جگہ میں لوگوں کے زیادہ دشواری میں مبتلاء ہونے کا خدشہ ہے اس لیے فقہاء کرام نے یسر کی اس رعایت کو وہاں لاگو کیا ہے جہاں یسر کی واقعی

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۸۸۰، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] 〃 〃 ، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۴،

ضرورت ہے اور مسجد صغیر جہاں نمازیوں کا زیادہ رش نہیں ہوتا وہاں اس حکم کو اپنی اصل پر برقرار رکھا ہے۔

اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ فقہاء نے مسجد کبیر کی دو تعریفیں کی ہیں لیکن میرے نزدیک علامہ تمرتاشی اور فخر الاسلام علامہ بزدوی کی تعریف زیادہ واضح اور عرف کے مطابق ہے جس کا علامہ عینی اور علامہ خوارزمی نے ذکر کیا ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو وہ مسجد کبیر ہے اور دو صفوں کے بعد خشوع سے نماز پڑھنے والے کو گذرنے والا دکھائی نہیں دیتا اس لیے جامع مسجد میں دو صفوں کے بعد نمازی کے آگے سے گذرنا جائز ہے تاہم دو صفوں کی مقدار حتمی اور قطعی حد نہیں ہے نمازیوں کی تعداد کے گھٹنے کے اعتبار سے یہ مقدار کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔

ہمارے فقہاء نے مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے بغیر سترہ کے گذرنے کی جو اجازت دی ہے اس کا منشاء یہ روایات ہیں:

علامہ ابن قدامہ بیان کرتے ہیں:

روی کثیر بن کثیر بن المطلب عن ابیہ عن جدہ المطلب قال: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حیال الحجر والناس یمرون بین یدیہ. رواہ الخلال باسنادہ. وروی الاثرم باسنادہ عن المطلب: قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من سعیہ جاء حتی یحاذی الرکن بینہ وبین السقیفۃ فصلی رکعتین فی حاشیۃ المطاف ولیس بینہ وبین الطواف احد وقال ابن ابی عمار: رایت ابن الزبیر جاء یصلی والطواف بینہ وبین القبلۃ تمر المرأۃ بین یدیہ فینتظرھا حتی تمر ثم یضع جبھتہ فی موضع قدمھا رواہ حنبل فی کتاب المناسک[1]

کثیر بن کثیر بن المطلب اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کے بالمقابل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور لوگ آپ کے سامنے سے گذر رہے تھے، اس حدیث کو خلال نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اثرم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مطلب نے کہا میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعی سے فارغ ہوئے تو حجر اسود اور رکن کے بالمقابل کھڑے ہو گئے اور آپ نے مطاف کے ایک کنارے پر دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی، اور ابن ابی عمار نے کہا میں نے حضرت ابن الزبیر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے اور قبلہ کے درمیان لوگ طواف کر رہے تھے، عورت ان کے سامنے سے گذرتی وہ اس کا انتظار کرتے حتی کہ وہ گذر جاتی، پھر وہ اپنی پیشانی اس کے پیروں کی جگہ رکھتے، اس کو حنبل نے کتاب المناسک میں روایت کیا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں فقہاء اسلام نے مسلمانوں کی دشواری اور مشکلات کے پیش نظر دین میں یسر اور آسانی پیدا

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کرنے کے لیے کھلی جگہ اور مسجد کبیر میں بعض حدود و قیود کے ساتھ بغیر سترہ کے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے کی اجازت دی ہے۔ تاہم بڑی حیرت کی بات ہے کہ بعض علماء نے اس رعایت کو صرف خوارزم کی مسجد اور جامع قدس کے ساتھ محدود کر دیا ہے اور ان کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد کو (بہ شمول مسجد حرام اور مسجد نبوی) کو مسجد صغیر قرار دیا ہے اور ان تمام مساجد میں نمازی کے آگے سے گذرنے کی اجازت نہیں دی اور تمام مسلمانوں کو عسر میں مبتلاء کیا ہے، لکھتے ہیں: ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں۔ (انتہی)

یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے کہ کسی زمانہ میں خوارزم میں کوئی مسجد سولہ ہزار ستونوں پر بنی ہوئی تھی، میں نے خوارزم کی تاریخ کو پڑھا اس میں ایسی عجوبہ روزگار مسجد کا ذکر نہیں ہے، خوارزم کی سب سے اہم عمارت محمد امین متوفی ۱۸۵۵ء کے دور کی یادگار "نیلا مینار" ہے جو ۱۶۰ فٹ سے زیادہ بلند ہے نیز سولہ ہزار ستونوں پر کسی عمارت کا بنا دینا بھی عقلاً مستبعد اور عادتاً محال ہے اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اگر یہ بات مان لی جائے کہ مسجد خوارزم اور مسجد قدس، مسجد کبیر ہیں اور دنیا کی باقی تمام مساجد صغیر ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ فقہاء نے اجتہاد کر کے نمازی کے آگے سے گذرنے کا جو حل پیش کیا ہے وہ صرف ان دو مسجدوں کے لیے ہے اور باقی دنیا کے مسلمان اس اجتہاد کے ثمرہ اور یسر سے محروم ہیں اور وہ بہ دستور مشکلات اور دشواری میں مبتلاء رہیں گے۔ فیا للعجب!

نمازی کے آگے سے گذرنے کے معاملہ میں چونکہ اکثر مسلمان تشویش میں مبتلاء رہتے ہیں اور مذاہب اربعہ کے فقہاء اور خصوصاً فقہاء احناف نے اس مسئلہ کا جو حل پیش کیا ہے وہ اکثر اور بیشتر علماء کی دسترس سے باہر ہے اس لیے میں نے عام مسلمانوں اور علماء کی سہولت کی خاطر اس مسئلہ کے حل کو تفصیل سے پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)۔

مسجد میں سوال کرنے والے کو دینے کی تحقیق

شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی اور جلد خامس میں ہم نے مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق اختصار سے لکھا تھا، مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی اس کو ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا جائز ہے بعض فقہاء نے مسجد میں سائل کے دینے کو مکروہ کہا ہے اور بعض فقہاء نے یہ قید لگائی ہے کہ اگر سائل نمازیوں کی گردنیں نہ پھلانگے ان کے آگے سے نہ گذرے اور بلا ضرورت اور گڑگڑا کر سوال نہ کرے تو اس سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے، ہمارے نزدیک یہی قول مختار ہے، کیونکہ یہ قول قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور اس میں سوال کرنے والے اور دینے والے دونوں کے لیے آسانی ہے۔

پہلے ہم اس مسئلہ کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات پیش کریں گے اس کے بعد احادیث کو ذکر کریں گے اور پھر فقہاء کے اقوال بیان کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر قرآن مجید اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی عبارات سے استدلال

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ (مائدہ: ۵۵)

تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے، اور ایمان والے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ (صدقہ) دیتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان سائلا سال فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعطہ احد شیئا وکان علی فی الصلوٰۃ فی الرکوع وفی یمینہ خاتم فاشار الی السائل بیدہ حتی اخذہ قال الکیا الطبری وھذا یدل علی ان العمل القلیل لا یبطل الصلوٰۃ۔[1]

ایک سائل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا، اس کو کسی شخص نے نہیں دیا، اس وقت حضرت علی نماز کی حالت رکوع میں تھے اور آپ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی تھی، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے وہ انگوٹھی اس کو دے دی، اور سائل نے اس کو لے لیا، علامہ الکیا طبری نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عمل قلیل نماز کو باطل نہیں کرتا۔

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روی عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ الظھر فسال سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سالت فی مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فما اعطانی احد شیئا وعلی علیہ السلام کان راکعا فاوما الیہ بخنصرہ الیمنی وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم بمرآی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، ایک شخص نے مسجد میں سوال کیا، اس کو کسی نے نہیں دیا، سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ کہا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا اور مجھ کو کسی نے کچھ نہیں دیا، حضرت علی علیہ السلام اس وقت نماز کی حالت رکوع میں تھے انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف اشارہ کیا جس میں انگوٹھی تھی، سائل نے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی لے لی، ——— نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ رہے تھے، آپ نے حضرت علی کے لیے کلمات ثناء فرمائے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے بہ کثرت حوالوں سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔[3]

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۲۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۲ ص ۲۹۲ - ۲۹۳، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

عليه وسلم الى المسجد والناس يصلون بين راكع وساجد وقائم وقاعد واذا مسكين يسئل، فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اعطاك احد شيئا قال نعم قال لمن قال ذٰلك الرجل القائم قال على اى حال اعطاكه قال وهو راكع قال وذٰلك على بن ابى طالب قال فكبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذٰلك۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے کچھ رکوع میں تھے اور کچھ سجدے میں، کچھ قیام میں اور کچھ قعدہ میں، اس وقت ایک مسکین سوال کر رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا تم کو کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: کس نے؟ اس نے کہا اس شخص نے جو قیام میں ہے، فرمایا کس حالت میں دیا ہے، کہا رکوع کی حالت میں، یہ حضرت علی بن ابی طالب تھے، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر!

علامہ خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

اخرجها الحاكم وابن مردوية وغيرهما عن ابن عباس رضى الله عنهما باسناد متصل قال اقبل ابن سلام ونفر من قومه امنوا بالنبى صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله ان منازلنا بعيدة وليس لنا مجلس ولا متحدث دون هذا المجلس وان قومنا لما راونا امنا بالله ورسوله وصدقناه رفضونا وآلوا على انفسهم ان لا يجالسونا ولا يناكحونا ولا يكلمونا فشق ذٰلك علينا فقال لهم النبى صلى الله عليه وسلم انما وليكم الله ورسوله ثم ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج الى المسجد والناس بين قائم وراكع فبصر بسائل فقال هل اعطاك احد شيئا فقال نعم خاتم من فضة فقال من اعطاكه فقال ذاك القائم واومأ بيده الى على رضى الله عنه فقال النبى صلى الله عليه وسلم على اى حال اعطاك فقال وهو راكع فكبر النبى صلى الله عليه وسلم ثم تلا هذه الاية۔ [2]

امام حاکم اور امام ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن سلام اور ان کی قوم کے چند لوگ اسلام لے آئے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں اور اس مجلس کے سوا ہماری اور کوئی مجلس نہیں ہے، اور جب ہماری قوم یہ دیکھے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں تو وہ ہم کو چھوڑ دیں گے، اور وہ ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، بات کرنا اور نکاح کرنا ترک کر دیں گے اور یہ چیز ہم پر دشوار ہوگی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے وہاں لوگ نماز کے قیام اور رکوع میں تھے، پھر آپ نے ایک سائل کو دیکھا، آپ نے فرمایا تم کو کسی نے کچھ دیا، اس نے کہا ہاں، ایک چاندی کی انگوٹھی، آپ نے فرمایا وہ کس نے دی ہے؟ اس نے کہا اس نمازی نے، اور حضرت علی کی طرف اشارہ کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس حال میں دی تھی؟ اس نے کہا رکوع میں دی تھی، آپ نے اللہ اکبر کہا اور پھر اس آیت کی تلاوت کی۔

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۹۸ - ۵۹۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۳ ص ۲۵۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۳ھ

علامہ آلوسی حنفی نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ نسفی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والأیۃ تدل علی جواز الصدقۃ فی الصلوٰۃ وعلی ان الفعل القلیل لا یفسد الصلوٰۃ۔ [2]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں صدقہ کرنا جائز ہے اور عمل قلیل مفسد نماز نہیں ہوتا۔

مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر احادیث سے استدلال

امام ابو داؤد سند جید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل فیکم احد اطعم الیوم مسکینًا فقال ابو بکر دخلت المسجد فاذا انا بسائل یسال فوجدت کسرۃ خبز فی ید عبد الرحمٰن فاخذتھا منہ فدفعتھا الیہ۔ [3]

حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک سائل سوال کر رہا تھا میں نے عبد الرحمان کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا میں نے اس سے وہ ٹکڑا لے کر اس سائل کو دے دیا۔

امام حاکم نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کر کے لکھا ہے:

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ [4]

یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ [5]

بعض علماء نے لکھا ہے کہ دخلت سے مراد ارادہ دخول ہے یعنی میں مسجد میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے ایک سائل ملا اور ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ سے ارادہ قیام مراد ہے، پس اس تقدیر پر یہ واقعہ مسجد کا نہ ہوا اور استدلال صحیح نہ ہوا۔

مصنف کہتا ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ میں تو ارادہ کے حذف پر یہ قرینہ ہے کہ نماز میں قیام بغیر وضو کے جائز نہیں ہے اس لیے اس آیت کا معنی ہے "جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضو کرو" کیونکہ یہ معنی صحیح نہیں ہے کہ "جب تم نماز میں قیام کرو تو وضو کرو"۔ اور جب اس حدیث میں ارادہ کو محذوف مانے بغیر معنی صحیح ہے اور شرعاً درست ہے تو پھر بلا دلیل اور بلا قرینہ مجاز بالحذف کا کیا جواز ہے؟ یہ تو مرزائیوں والا استدلال ہے کہ جب لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ میں لا نفی کمال کے لیے ہے تو پھر لا نبی بعدی میں بھی لا نفی کمال کے لیے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۵۰۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۲، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[5] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۴۱۲، " " "

ہے! علاوہ ازیں علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سوال کرنے والے پر صدقہ کرنا مستحب ہے۔

مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق فقہاء احناف کے نظریات

علامہ ابراہیم حلبی حنفی لکھتے ہیں:

وعلم مما تقدم حرمة السوال فی المسجد لانہ کنشدان الضالة والبیع ونحوہ وکراھة الاعطاء لانہ یحمل السوال وقیل لا اذا لم یتخط الناس ولم یمر بین یدی مصل والاول احوط۔[1]

گذشتہ عبارت سے یہ معلوم ہوگیا کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ گم شدہ چیز اور بیع کے لیے آواز لگانے کی مثل ہے اور اس کو دینا بھی مکروہ ہے کیونکہ دینا سوال پر برانگیختہ کرتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ سوال کرنا مکروہ نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گذرے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ اور پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی نے مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق فقہاء احناف کے دو قول ذکر کیے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ سائل کو دینا مکروہ ہے، بہار شریعت میں اسی قول اختیار کر کے سائل کے دینے کو منع لکھا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور نمازیوں کے آگے سے نہ گذرے تو اس کو دینا بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ یہ قول قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے آسانی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دین آسان ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

یکرہ اعطاء السائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن مواھب الرحمان لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوٰة فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوٰة وھم راکعون۔[2]

مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے، ہاں اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو پھر قول مختار کے مطابق وہ مکروہ نہیں ہے، اسی طرح "اختیار" اور "مواہب الرحمان" میں مذکور ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل کی "جو لوگ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

علامہ ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قال فی الاختیار فان کان یمر بین یدی المصلین ویتخطی رقاب الناس یکرہ لانہ

"اختیار" میں یہ مذکور ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے سامنے سے گذرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے

[1] - علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ ھ، غنیۃ المستملی ص ۶۱۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
[2] - علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۶۰۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ ھ

اعانة على اذى الناس حتى قيل هذا فلس لايكفره سبعون فلسا اھ قال ط فالكراهة للتخطي الذي يلزمه غالبا الايذاء و اذا كانت هنالك فرجة يمرمنها لا تخطي فلا كراهة كما يؤخذ من مفهومه ۔[1]

تو اس کو دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ لوگوں کو ایذاء دینے پر معاونت ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس طرح ایک پیسہ دینے کا کفارہ ستر پیسے نہیں ہو سکتے، علامہ طحطاوی نے کہا ہے کہ یہ کراہت نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی وجہ سے ہے جس کو ایذاء لازم ہے، اور جب وہاں گذرنے کے لیے کشادہ جگہ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے، جیسا کہ اس عبارت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید، احادیث اور فقہاء کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ مسجد میں سائل کو دینا جائز ہے، ہاں اگر وہ نمازیوں کی گردنیں پھلانگے یا نمازیوں کے آگے سے گذرے تو پھر اس سائل کو نہیں دینا چاہیے، کیونکہ یہ ایذاء مسلمین پر معاونت ہے۔
اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی بیان کر دیا جائے کہ سائل کے لیے سوال کرنے کے جواز کا کیا معیار ہے؟ اور اسلام میں سائل کے سوال کے لیے کس حد تک گنجائش رکھی گئی ہے۔

سوال کرنے کے جواز کا معیار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يزال الرجل يسأل الناس حتى ياتي يوم القيامة وليس في وجهه مزعة لحم[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سأل الناس اموالهم تكثرا فانما يسأل جمرا فليستقل او ليستكثر[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے ان کے مالوں کا سوال کرتا ہے وہ دراصل) انگاروں کا سوال کر رہا ہے، خواہ کم کرے یا زیادہ۔

علامہ ابن بزاز کردری احکام مسجد کے بیان میں لکھتے ہیں:

المتصدق على مسكين يا كلون اسرافا

جو مسکین کھانے میں فضول خرچ کرتے ہوں اور

۱ے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، استنبول ۱۳۲۷ھ
۲ے امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۳ے صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳، " " " "

ویسئلون الحافا ماجور فیہ الا اذا علم واحدًا بعینہ انہ بھذہ الصفۃ۔[1]

گڑگڑا کر مانگتے ہوں، ان کو دینے سے بھی اجر ملے گا، لیکن اگر کسی معین شخص کے متعلق معلوم ہو کہ وہ فضول خرچی کرتا ہے اور گڑگڑا کر مانگتا ہے تو پھر اس کو دینے سے اجر نہیں ہوگا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

(ولا یحل ان یسال) شیئا من القوت (من لہ قوت یومہ) بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم (ولو سال للکسوۃ) اولاشتغالہ عن الکسب بالجھاد او طلب العلم (جاز) لو محتاجا۔[2]

جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک ہو، خواہ وہ خوراک بالفعل موجود ہو یا اس میں اس کو کما کر حاصل کرنے کی استعداد ہو بایں طور کہ وہ تندرست اور کمانے والا ہو، اس کے لیے خوراک کا سوال کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کو دینے والا اس کے حال کو جانتا ہو تو وہ گنہ گار ہوگا، کیونکہ وہ ایک حرام کام کی مدد کر رہا ہے، اور اگر وہ ضرورت مند ہو اور کپڑوں کا سوال کرے یا جہاد یا طلب علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے خوراک کا سوال کرے اور وہ ضرورت مند بھی ہو تو یہ سوال جائز ہے اور اس کو دینا بھی جائز ہے۔

علامہ شامی اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ اکمل نے شرح مشارق میں لکھا ہے کہ جس شخص کو معلوم ہو کہ سائل تندرست اور کمانے والا ہے تو اس کو دینا گناہ ہے، کیونکہ یہ حرام پر معاونت ہے، البتہ اگر وہ اس کو ہبہ کر دے تو جائز ہے، کیونکہ غنی کو ہبہ اور ہدیہ کرنا جائز ہے لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ غنی وہ شخص ہوتا ہے جو مالک نصاب ہو اور اس کو دینا ہدیہ ہے لیکن جس شخص کے پاس صرف ایک دن کی بہ قدر کفایت خوراک ہو یا وہ بھی نہ ہو لیکن تندرست اور کمانے والا ہو تو اس کو دینا ہدیہ نہیں، صدقہ ہی ہوتا ہے صاحب البحر الرائق نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ ایسے شخص کو اگر سوال سے پہلے ابتداءً دے دیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور حرام پر معاونت نہیں ہے، لیکن علامہ مقدسی نے یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو دینے سے اس کو مانگنے کی عادت پڑ جائے گی اور اگر اس کو نہ دیا جائے تو ہو سکتا ہے وہ مانگنے سے باز آجائے اور توبہ کرلے۔[3]

سائل کو دینے کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص تندرست ہو، کمانے کے لائق ہو اور پیشہ ور گداگری کرتا ہو اس کو کھانا بالکل نہ دیا جائے نہ مانگنے سے پہلے نہ مانگنے کے بعد، تاکہ اس کی حوصلہ شکنی ہو، اور وہ جائز طریقہ سے کسب معاش کرے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس

---

[1] علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۵۸۔ ۳۵۷، مطبوعہ مصر

[2] علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۹۵۔ ۹۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۹۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کے متعلق حتمی طور پر علم ہو کہ وہ تندرست اور کمانے کے لائق ہے، اور جب یہ علم نہ ہو تو کسی مسلمان سائل کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے سوال کو جائز صورت پر محمول کیا جائے مثلاً یہ کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑوں کے لیے سوال کر رہا ہو، اپنے بیوی بچوں کے علاج یا کسی اور شدید ضرورت کی وجہ سے سوال کر رہا ہو یا وہ طالب علم یا مسافر ہو اور جن لوگوں کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ ضرورت مند ہیں اور بے روزگار ہیں، یا ان کی آمدنی ان کی خوراک، لباس، رہائش، علاج اور تعلیم کے لیے کافی نہیں ہے تو ان کی سوال کے بغیر از خود مدد کرنی چاہیے اور جو لوگ مسجد میں آ کر سوال کرتے ہیں ان کے متعلق اکثر و بیشتر علم نہیں ہوتا کہ ان کا کیا حال ہے سو اگر وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گذریں اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں تو ان مسلمان سائلوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے سوال کو جائز صورت پر محمول کرنا چاہیے اور حتی الوسع ان کی امداد کرنی چاہیے۔

دار الاسلام میں غیر اسلامی معابد کے احکام

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

دار الاسلام میں یہود و نصاریٰ کے نئے معابد (گرجا وغیرہ) بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اسلام میں خصی ہونے کی اجازت ہے نہ گرجا بنانے کی، اور اگر یہود و نصاریٰ کے پرانے معابد منہدم ہو جائیں تو ان کو دوبارہ بنایا جائے گا، کیونکہ عمارات ہمیشہ باقی نہیں رہتیں، اور جب امام نے ان عمارات کو برقرار رکھا تو ان کو دوبارہ تعمیر کرنے کا بھی عہد کیا۔ یہود و نصاریٰ کے نئے معابد بنانے کی ممانعت شہروں میں ہے دیہات میں نہیں ہے، کیونکہ شہروں میں اسلامی شعائر کا رواج ہوتا ہے، اس لیے وہاں اسلام کے خلاف کسی چیز کے اظہار کی اجازت نہیں دی جائے گی، ایک قول یہ ہے کہ ہمارے ممالک میں دیہات میں بھی نئے معابد بنانے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ دیہاتوں میں بھی بعض اسلامی شعائر ہوتے ہیں، صاحب مذہب سے کوفہ کے دیہات میں اجازت منقول ہے۔ کیونکہ اس میں ذمیوں کی اکثریت ہے، اور سرزمین عرب میں شہروں اور دیہاتوں دونوں میں معابد بنانے سے منع کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرزمین عرب میں دو دین جمع نہیں ہوں گے۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر تین قسم کے ہیں:

(۱)۔ جن شہروں کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی، مثلاً کوفہ، بصرہ، بغداد اور واسط وغیرہ، ان میں یہود و نصاریٰ کے نئے معابد کو بنانا بالکل جائز نہیں ہے، اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے، ان شہروں میں غیر مسلموں کو شراب پینے، خنزیر کھانے اور ناقوس بجانے کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۲)۔ جن شہروں کو مسلمانوں نے جہاد کے ذریعہ فتح کیا ان میں بھی نئے غیر اسلامی معابد کو بنانے کی بالکل اجازت نہیں ہے، اور جو معابد پہلے سے بنے ہوئے ہوں، ان کے متعلق امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ان کو منہدم کرنا واجب ہے، ہمارے نزدیک ان کے پرانے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، البتہ غیر مسلموں کو ان میں سکونت رکھنے کی اجازت دی جائے گی اور عبادت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، امام شافعی اور امام احمد کا بھی دوسرا قول یہی ہے، کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے بکثرت شہر فتح کیے اور انھوں نے غیر اسلامی معابد کو منہدم نہیں کیا اور اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو یہ منقول ہوتا

[1] ۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۶۰۰، مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی

(۲)۔ جو شہر مسلمانوں نے صلح کے ذریعہ فتح کیے، ان کی تفصیل یہ ہے کہ اگر صلح کی شرط ہو کہ زمین ان کی رہے گی اور وہ ہم کو خراج ادا کریں گے تو ان کے لیے اپنے نئے معابد بنانا بھی جائز ہے اور اگر صلح کی شرط یہ ہو کہ ملک ہمارا ہو گا اور وہ جزیہ ادا کریں گے تو معابد کا حکم شرائط صلح کے مطابق ہو گا، اگر یہ شرط رکھی گئی کہ وہ نئے معابد بنا سکتے ہیں تو ان کو بنانے سے منع نہیں کیا جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ شرط نہ رکھی جائے اور اگر مطلقاً صلح ہوئی ہے تو نیا معبد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور پرانے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، اور ان کو علی الاعلان ناقوس بجانے، شراب پینے، اور خنزیر کھانے سے منع کیا جائے گا، اس پر اجماع ہے، اور اگر وہ اپنے گھروں میں ناقوس بجائیں تو اس کی اجازت دی جائے گی۔

امام محمد نے یہ کہا ہے کہ غیر مسلموں کو زنا اور دوسرے فواحش جو ان کے دین میں حرام ہوں، اسی طرح گانے بجانے اور آلات موسیقی کے استعمال کرنے کی شہروں میں اجازت ہو گی نہ دیہاتوں میں، اور جو آلات موسیقی کو توڑ دے گا وہ ضامن نہیں ہو گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جزیرہ عرب کے علاوہ دار اسلام میں جو غیر اسلامی معابد اب موجود ہیں، ان میں سے کسی کو منہدم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اگر یہ شہر پرانے ہیں تو صحابہ اور تابعین نے ان شہروں کو فتح کرنے کے بعد باوجود علم کے ان کو باقی رکھا، اور اگر ان شہروں کو جہاد کے ذریعہ فتح کیا گیا ہے تب بھی ان کے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، انھیں ان میں سکونت کی اجازت ہو گی اور عبادت کی اجازت نہیں ہو گی اور اگر صلح کے ذریعہ ان شہروں کو فتح کیا گیا تو ان کو ان معابد میں عبادت کی اجازت ہو گی لیکن اعلانیہ اظہار کی اجازت نہیں ہو گی۔ [۱]

بَابُ ۲۶ فَضْلِ الْاِنْفَاقِ عَلَى الْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کی فضیلت

۷۳۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهٗ فِيْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص نے جنگل میں بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، وہ بادل چل پڑا اور اس نے بجری والی زمین پر پانی برسایا، وہاں کے نالوں میں سے ایک نالہ بھر گیا، وہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا، وہاں ایک شخص باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی کو ادھر ادھر کر رہا تھا اس شخص نے باغ والے سے پوچھا اے اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا، اس شخص نے پوچھا: اے اللہ کے بندے!

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۰۰۔ ۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هَذَا مَاؤُهُ يَقُولُ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ أَمَّا إِذْ قُلْتَ هَذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ۔

تم نے میرا نام کیوں پوچھا تھا؟ اس نے کہا جس بادل سے اس باغ میں پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے یہ آواز سنی تھی: فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، اس نے تمہارا نام لیا تھا، تم اس باغ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اب جب تم نے یہ بتایا ہے تو سنو! میں اس باغ کی پیداوار پر نظر رکھتا ہوں اس میں سے ایک تہائی کو میں صدقہ کرتا ہوں، ایک تہائی میں، میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور باقی ایک تہائی کو میں اس باغ میں لگا دیتا ہوں۔

۷۳۴۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَأَجْعَلُ ثُلُثَهُ فِي الْمَسَاكِينِ وَالسَّائِلِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے، میں ایک تہائی مسکینوں، سائلوں اور مسافروں پر خرچ کر دیتا ہوں۔

صدقہ کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وانفقوا من ما رزقنكم من قبل ان يأتي احدكم الموت فيقول رب لولا اخرتني الى اجل قريب فاصدق واكن من الصلحين ۔ (منافقين: ١٠)

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور پھر وہ کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے کچھ دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں سے ہو جاتا۔

ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما واسيرا ۝ انما نطعمكم لوجه الله لا نريد منكم جزاء ولا شكورا ۝ انا نخاف من ربنا يوما عبوسا قمطريرا ۝ فوقهم الله شر ذلك اليوم ولقهم نضرة وسرورا ۝

(دهر: ١١-٨)

(اللہ کے مقرب بندے) اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور ان سے یہ کہتے ہیں کہ) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو نہایت ترش، بہت سخت ہے۔ تو اللہ انہیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیگا اور ان کو تازگی اور فرحت بخشے گا۔

ومثل الذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله وتثبيتا من انفسهم كمثل

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ

جنة بربوة اصابها وابل فاتت اکلها ضعفین فان لم یصبها وابل فطل واللہ بما تعملون بصیر ٥
(البقرہ : ۲۶۵)

کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور اس پر موسلادھار بارش ہوئی ہو تو وہ باغ دگنے پھل لائے گا، اور اگر اس کو موسلادھار بارش نہ پہنچے تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ٥ (بقرہ : ۲۶۱)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں، اور اللہ جس کے لیے چاہے دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا، بہت علم والا ہے۔

یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمید ٥
(بقرہ : ۲۶۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور ردی چیزوں کے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو، جن کو تم خود نہیں لیتے الا یہ کہ تم نے آنکھیں بند کر لی ہوں اور جان لو کہ اللہ بہت بے نیاز ہے، بے حد تعریف کیا ہوا۔

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر ٥ (بقرہ : ۲۷۱)

اگر تم ظاہر کر کے خیرات دو تو وہ کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم فقراء کو مخفی طریقہ سے دو تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور (ایسا کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو گھٹا دے گا، اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

صدقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدقة تسد سبعین بابا من السوء رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ حماد بن شعیب وھو ضعیف[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔ اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اس کی سند میں حماد بن شعیب ضعیف راوی ہے۔

عن عبد اللہ بن جعفر قال وسمعت

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

[1] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الصدقۃ تطفئ غضب الرب رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ اصرم بن حوشب وھو ضعیف ۔[1]

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں اصرم بن حوشب ضعیف راوی ہے۔

عن رافع بن مکیث وکان ممن شھد الحدیبیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حسن الملکۃ نماء وسوء الخلق شؤم والبر زیادۃ فی العمر والصدقۃ تقی میتۃ السوء رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ رجل لم یسم ۔[2]

حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یہ حدیبیہ میں حاضر تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی ملکیت بڑھوتری ہے، بد خلقی نحوست (بے برکتی) ہے، نیکی عمر میں زیادتی ہے، اور صدقہ بری موت سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی کا نام مذکور نہیں ہے۔

عن عمرو بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صدقۃ المسلم تزید فی العمر وتمنع میتۃ السوء ویذھب اللہ بھا الکبر والفقر والفخر رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ کثیر بن عبد اللہ المزنی وھو ضعیف ۔[3]

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا صدقہ کرنا عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ صدقہ کے سبب سے تکبر، فقر اور فخر کو دور کرتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کثیر بن عبد اللہ ضعیف راوی ہے۔

عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الصدقۃ لتطفئ عن اھلھا حر القبور وانما یستظل المومن یوم القیامۃ فی ظل صدقتہ رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ ابن لھیعۃ وفیہ کلام ۔[4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرنے والے کی قبر کی گرمی کو صدقہ دور کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن صرف اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جس پر اعتراض ہے۔

وعن ابن عمر قال لما انزلت ھذہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰، " " " "

۳۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰، " " " "

۴۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰، " " " "

الآیة (مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب زد امتی فنزلت (من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرة) قال رب زد امتی فنزلت (انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ عیسی بن المسیب ۔[1]

یہ آیت نازل ہوئی "جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے، جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشہ میں سات سو دانے ہیں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میری امت کے اجر میں اضافہ فرما "تب یہ آیت نازل ہوئی اور کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے اللہ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر دے گا، آپ نے فرمایا: اے اللہ میری امت کے اجر میں اضافہ فرما، تب یہ آیت نازل ہوئی: "صبر کرنے والے کو ان کا اجر بے حساب ہی دیا جائے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عیسی بن میسب ہے۔

عن عبد اللہ بن جعفر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صدقة السر تطفیٔ غضب الرب رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط وفیہ اصرم بن حوشب وھو ضعیف ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چھپا کر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصدقة عن ظھر غنی وابدا بمن تعول والید العلیا خیر من الید السفلی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح ۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی ہوتے ہوئے صدقہ کرنا بہترین صدقہ ہے، اپنے عیال داروں پر صدقہ کی ابتداء کرو اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن قتادة بن سعد ان رجلا قال یا رسول اللہ ای الصلوٰة افضل قال طول القنوت قال ای الصدقة افضل قال جھد مقل قال ای

حضرت قتادہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں طویل قیام ہو، اس نے کہا کون سا صدقہ افضل

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] 〃 〃 〃 ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۵، 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۶، 〃 〃 〃 〃

المؤمنین اکمل ایمانا قال احسنھم خلقا رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ سوید ابوحاتم وفیہ کلام۔ [1]

ہے؟ آپ نے فرمایا جو صدقہ تنگ دست اپنی کمائی سے دے اس نے کہا مومنین میں سے کس کا ایمان اکمل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں سوید پر اعتراض کیا گیا ہے۔

عن الحکم بن عمیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الاعمال الی اللہ عز وجل من اطعم مسکینا من جوع اودفع عنہ مغرما اوکشف عنہ کربا رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ سلیمان بن سلمۃ الخبائری وھو ضعیف [2]

حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے جو کسی بھوکے مسکین کو کھلائے یا اس کا قرض اتار دے یا اس کی کسی مصیبت کو دور کر دے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں سلیمان بن سلمہ خبائری ضعیف راوی ہے۔

عن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول السخی قریب من اللہ بعید من النار قریب من الجنۃ والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار والجاھل السخی احب الی اللہ من العابد البخیل۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سخی اللہ کے قریب ہے، دوزخ سے دور ہے اور جنت کے قریب ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور دوزخ کے قریب ہے، اور جاہل سخی اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل معروف صدقۃ ومن المعروف ان تلقی اخاک بوجہ طلق وان تفرغ من دلوک فی انائہ۔ [4]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے، اور یہ بھی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ بشاش چہرے کے ساتھ ملاقات کرو اور تم اپنے برتن میں سے کچھ اس کے برتن میں ڈالو۔

صدقہ اور زکوٰۃ کے اسرار و رموز اور فقہی احکام کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ تَحْرِيْمِ الرِّيَآءِ

ریاکاری کی حرمت

1۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

2۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳، ص ۱۱۶، " " " "

3۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۷ " " " "

4۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۶ " " " "

٧٣٤٣- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں شریک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے کسی عمل میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کیا میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

٧٣٤٤- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُمَيْعٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ رَاءَى رَاءَى اللّٰهُ بِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ذلت لوگوں کو سنائے گا، اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔

٧٣٤٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْعَلَقِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ.

حضرت جندب علقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو سنائے گا اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔

٧٣٤٦- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْمُلَائِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا غَيْرَهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے اس کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا جو کہتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

٧٣٤٧- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَعِيدٌ أَظُنُّهُ قَالَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ.

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جیسا کہ ثوری کی حدیث میں ہے۔

۷۳۴۸۔ وَحَدَّثَنَاہُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الصَّدُوقُ الْأَمِينُ الْوَلِيدُ بْنُ حَرْبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

ریاکاری کے متعلق قرآن مجید کی آیات

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن الشیطان لہ قرینا فساء قرینا۔ (نساء: ۳۸)

اور (ان لوگوں کے لیے بھی ذلت کا عذاب ہے،) جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا ساتھی شیطان ہو جاتے تو وہ کیا ہی برا ساتھی ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الاخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ (بقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (طعن کی) اذیت سے ضائع نہ کرو جس طرح وہ شخص (اپنے صدقات کو ضائع کرتا ہے) جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مال کو خرچ کرتا ہے، اور اللہ پر ایمان لاتا ہے نہ قیامت پر تو اس کی مثال اس چکنے پتھر کی طرح ہے، جس پر کچھ (مٹی) ہو پھر اس پر موسلادھار بارش ہوئی، جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا، وہ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قادر نہیں ہوں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔ (انفال: ۴۷)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنے کارنامے) دکھلاتے ہوئے نکلے، اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے، اور اللہ ان کے سب کاموں کو محیط ہے۔

واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا۔ (نساء: ۱۴۲)

اور (منافقین) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں، محض لوگوں کو دکھانے کے لیے اور وہ بہت کم ہی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

فویل للمصلین ٥ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ٥ الذین ھم یراءون ٥ و یمنعون الماعون ٥ (ماعون: ۷-۴)

ان نمازیوں کے لیے عذاب ہے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی معمولی سی کوئی چیز (بھی کوئی مانگے تو) نہیں دیتے۔

ریاکاری کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ان عقبة بن مسلم حدثه ان شفيا الاصبحى حدثه انه دخل المدينة فاذا هو برجل قد اجتمع عليه الناس فقال من هذا؟ فقالوا ابو هريرة فدنوت منه حتى قعدت بين يديه وهو يحدث الناس فلما سكت وخلا قلت له اسئلك بحق وبحق لما حدثتني حديثا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم عقلته وعلمته فقال ابو هريرة افعل لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عقلته وعلمته ثم نشغ ابو هريرة نشغة فمكثنا قليلا ثم افاق فقال لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذا البيت ما معنا احد غيرى وغيره ثم نشغ ابو هريرة نشغة شديدة فمكث قليلا ثم افاق ومسح وجهه وقال افعل لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم انا وهو فى هذا البيت ما معنا احد غيرى وغيره ثم نشغ ابو هريرة نشغة شديدة ثم مال خارا على وجهه فاسندته طويلا ثم افاق فقال ثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى اذا كان يوم القيمة ينزل الى العباد ليقضى بينهم وكل امة جاثية فاول من يدعو به رجل جمع القران ورجل قتل فى سبيل الله ورجل كثير المال فيقول الله للقارى الم اعلمك ما انزلت على رسولى قال بلى يارب قال فماذا عملت فيما علمت قال كنت اقوم به اناء الليل واناء النهار فيقول الله له كذبت

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ شفی اصبحی نے ان کو بتایا کہ وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک آدمی کے گرد کچھ لوگ جمع ہیں انھوں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں" انھوں نے کہا میں ان کے قریب ہو گیا یہاں تک کہ ان کے بالکل سامنے بیٹھ گیا آپ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے جب خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے تو میں نے عرض کیا: "میں آپ سے بحق فلاں فلاں عرض کرتا ہوں کہ مجھے کوئی حدیث سنائیں، جسے آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا سمجھا اور جان لیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اچھا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا سمجھا اور جانا پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک آپ بے ہوش ہو گئے ہم نے تھوڑی دیر انتظار کی پھر آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر مجھ سے بیان فرمایا ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا آدمی یہاں نہ تھا، پھر آپ سسکیاں لینے لگے، یہاں تک کہ زیادہ دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا تو منہ پونچھا اور فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس مقام پر بیان فرمایا یہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل جھک گئے، میں نے کافی دیر تک آپ کو سہارا دیا پھر جب ہوش آیا تو فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے، تمام اُمتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی، سب سے پہلے تین آدمیوں کو بلایا جائے گا (۱) جس نے قرآن یاد کیا ہوگا (۲) جو اللہ تعالےٰ کے راستے میں قتل کیا گیا ہوگا (۳) اور زیادہ مالدار شخص۔ اللہ تعالےٰ اس قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تمہیں وہ کلام نہ

وتقول الملائكة له كذبت ويقول الله له بل اردت ان يقال فلان قارئ فقد قيل ذلك ويؤتى بصاحب المال فيقول الله له الم ادعك تحتاج الى احد قال بلى يا رب قال فماذا عملت فيما اتيتك قال كنت اصل الرحم واتصدق فيقول الله له كذبت وتقول الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان جواد وقد قيل ذلك ويؤتى بالذى قتل فى سبيل الله فيقول الله له فيماذا قتلت فيقول امرت بالجهاد فى سبيلك فقاتلت حتى قتلت فيقول الله له كذبت وتقول له الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان جرئ فقد قيل ذلك ثم ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم على ركبتى فقال يا ابا هريرة اولئك الثلاثة اول خلق الله تسعر بهم النار يوم القيامة [1]

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعوذوا بالله من جب الحزن قالوا يا رسول الله وما جب الحزن قال واد فى جهنم يتعوذ منه جهنم كل يوم مائة مرة قيل يا رسول الله

سکھایا تھا جسے میں نے اپنے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اتارا" وہ عرض کرے گا "ہاں یا رب" اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا "میں رات دن اس کی تلاوت کرتا رہا"۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا" فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں قاری ہے، پس تجھے کہا گیا، دولت مند کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے میں نے (مال میں اتنی) وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا" وہ عرض کرے گا "ہاں یا رب" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تو نے میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتا تھا اور خیرات کرتا تھا"۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ مزید فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے سو ایسا کہا جا چکا پھر شہید کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس لیے قتل ہوا؟ وہ کہے گا تُو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا تھا پس میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "تو نے جھوٹ کہا" فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں فلاں بڑا بہادر ہے پس یہ بات کہی گئی"۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے زانو پر مارتے ہوئے فرمایا" اے ابوہریرہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے ان ہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غم کے کنوئیں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو" صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے"؟ آپ نے فرمایا "جہنم میں ایک وادی ہے جس سے (خود) جہنم بھی دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ عرض کیا گیا "یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہو گا؟

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۴ - ۳۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ومن يدخله قال القراء المراؤن باعمالهم هٰذا حديث غريب [1]

عن ابی هريرة قال قال رجل يارسول الله الرجل يعمل العمل فيسره فاذا اطلع عليه اعجبه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم له اجران اجر السر واجر العلانية هذا حديث غريب وقد روى الاعمش وغيره عن حبيب بن ابی ثابت عن ابی صالح عن النبی صلى الله عليه وسلم مرسلا وقد فسر بعض اهل العلم هذا الحديث اذا اطلع عليه فاعجبه انما معناه ان يعجبه ثناء الناس عليه بالخير لقول النبی صلى الله عليه وسلم انتم شهداء الله فی الارض فيعجبه ثناء الناس عليه هذا فاما اذا اعجبه ليعلم الناس منه الخير ويكرم ويعظم على ذلك فهذا رياء وقال بعض اهل العلم اذا اطلع عليه فاعجبه رجاء ان يعمل بعمله فتكون له مثل اجورهم فهذا له مذهب ايضاً [2]

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال الله عزوجل انا اغنی الشركاء عن الشرك فمن عمل لی عملا اشرك فيه غيری فانا منه بریء وهو للذی اشرك [3]

آپ نے فرمایا ریاکاری سے قرآن پڑھنے والے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! ایک آدمی کوئی عمل (پوشیدہ) کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے پھر جب وہ عمل لوگوں میں مشہور ہوتا ہے تو دوبارہ خوش ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دو اجر ہیں چھپ کر عمل کرنے کا ثواب اور علانیہ عمل کرنے کا ثواب۔ یہ حدیث غریب ہے، اعمش وغیرہ نے اسے بواسطہ حبیب ابن ابی ثابت اور ابوصالح، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کیا ہے بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اعلان پر اس کی خوشی سے مراد لوگوں کا اس کی اچھائی بیان کرنا ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو" لہٰذا وہ لوگوں کی تعریف سے اس مقصد کے تحت خوش ہوتا ہے اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ لوگوں کو اس کی نیکی کا پتا چل جائے تاکہ وہ اس وجہ سے عزت واحترام کریں تو یہ ریاء ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اگر لوگوں کی اطلاع پر وہ اس لیے خوش ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی ایسا عمل کریں تو اسے بھی ان کی مثل ثواب ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں شریک سے مستغنی ہوں، جس شخص نے میرے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو شریک کیا، میں اس عمل سے بیزار ہوں، یہ عمل اس کے لیے ہے جس کے لیے شرک کیا گیا ہے۔

۱۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ 〃 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۳۴۴، 〃 〃

۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن ابی سعد بن ابی فضالۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جمع اللہ الاولین والآخرین یوم القیٰمۃ لیوم لاریب فیہ نادیٰ منادٍ من کان اشرک فی عمل عملہ للہ فلیطلب ثوابہ من عند غیر اللہ فان اللہ اغنی الشرکاء عن الشرک۔[1]

حضرت ابو سعد بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالےٰ اولین اور آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے تو ایک ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا: جس شخص نے اللہ کے لیے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا تھا تو وہ اس کا ثواب بھی غیر اللہ سے طلب کرے، کیونکہ اللہ تعالےٰ شریک سے مستغنی ہے۔

عن ابی سعید قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتذاکر المسیح الدجال فقال الا اخبرکم بما ھو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال قال قلنا بلی فقال الشرک الخفی ان یقوم الرجل یصلی فیزین صلوٰتہ من نظر رجل۔[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے حق میں مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے، ہم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے، ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور کسی شخص کے دیکھنے کی وجہ سے وہ نماز کو زیادہ اچھی طرح پڑھتا ہے۔

عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخوف ما اتخوف علی امتی الاشراک باللہ اما انی لست اقول یعبدون شمسا ولا قمرا ولا وثنا ولکن اعمالا لغیر اللہ وشھوۃ خفیۃ۔[3]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کا ہے لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سورج، چاند یا بتوں کی عبادت کریں گے لیکن یہ اللہ کے غیر کے لیے عمل کریں گے اور ان کی مخفی خواہشات ہوں گی۔

عن الجارود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب الدنیا بعمل الآخرۃ طمس وجھہ ومحق ذکرہ واثبت اسمہ فی النار رواہ الطبرانی۔[4]

حضرت جارود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عمل آخرت کے بدلہ میں دنیا کو طلب کیا اس کا چہرہ تاریک کر دیا جاتے گا اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا اور دوزخ میں اس کا نام ثبت کر دیا جائے گا۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] 〃 〃 〃 ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، 〃 〃
[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابی هریرة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تزین بعمل الاٰخرة وھو لا یریدھا ولا یطلبھا لعن فی السمٰوٰت والارض رواہ الطبرانی [1]

عن عدی بن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤمر یوم القیامة بناس من الناس الی الجنة حتی اذا دنوا منھا واستنشقوا ریحھا ونظروا الی قصورھا وما اعد اللہ لاھلھا فیھا نودوا ان اصرفوا عنھا لا نصیب لھم فیھا فیرجعون بحسرة ما رجع الاولون بمثلھا فیقولون ربنا لو ادخلتنا النار قبل ان تریننا ما اریتنا من ثوابک وما اعددت فیھا لاولیائک کان اھون علینا قال ذاک اردت بکم کنتم اذا خلوتم بارزتمونی بالعظائم واذا لقیتم الناس لقیتموھم مخبتین تراؤون الناس بخلاف ما تعطونی من قلوبکم ھبتم الناس ولم تھابونی اجللتم الناس ولم تجلونی وترکتم للناس ولم تترکوا لی فالیوم اذیقکم الیم العذاب مع ما حرمتکم من الثواب رواہ الطبرانی فی الکبیر [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جو شخص آخرت کے عمل کو مزین کرے، حالانکہ وہ آخرت کا ارادہ کرتا ہو نہ اس کو طلب کرتا ہو اس پر آسمانوں اور زمین میں لعنت کی جاتی ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو جنت کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا جب وہ لوگ جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبوؤں کو سونگھ لیں گے اور اس کے محلوں کو اور جنتیوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی گئی ہیں ان کو دیکھ لیں گے تو ندا کی جائے گی ان کو جنت سے ہٹا دو، ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے وہ اتنی حسرت سے جنت سے لوٹیں گے کہ پہلے ایسی حسرت سے کوئی نہیں لوٹا تھا، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اگر تو ہم کو جنت دکھانے اور اپنے ثواب کو دکھانے، اور تو نے اپنے دوستوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں ان کو ہمیں دکھانے سے پہلے دوزخ میں داخل کر دیتا تو یہ ہمارے لیے بہت آسان ہوتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہارے ساتھ یہی ارادہ کیا تھا، تم جب خلوت میں ہوتے تھے تو میرے سامنے بڑے بڑے گناہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے تو انتہائی تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ ملتے، تم لوگوں کو اس کے خلاف دکھاتے جو تمہارے دلوں میں میرے لیے خیال تھا تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم لوگوں کو بزرگ سمجھتے تھے مجھے بڑا نہیں جانتے تھے، تم نے لوگوں کی خاطر (برے کام) ترک کیے اور میری خاطر نہیں کیے، آج میں تم کو ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب چکھاؤں گا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، " " " "

ریاکاری کے درجات

امام غزالی لکھتے ہیں:

شیطان متعدد اور مختلف اسباب سے انسان کے دل میں ریاکاری پیدا کرتا ہے ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک نمازی اخلاص کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، اور نماز کے دوران کوئی شخص آجاتا ہے تو شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اچھی طرح نماز پڑھو تاکہ دیکھنے والا تم کو تعظیم کی نظر سے دیکھے اور تمہاری بُرائی اور غیبت نہ کرے، اور نمازی اس وسوسہ میں آکر زیادہ خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، یہ ریا ظاہر ہے اور یہ ریا کا پہلا درجہ ہے۔

ریا کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ نمازی شیطان کے اس وسوسہ میں نہ آئے اور حسب سابق نماز پڑھتا رہے، اب شیطان خیر کے بہانے سے اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تم لوگوں کے مقتداء اور پیشوا ہو تم جو کام کروگے لوگ اس میں تمہاری اقتداء کریں گے اور تم کو ان کے اعمال کا ثواب ملے گا اگر تم نے اچھی طرح زیادہ خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تو لوگ تمہاری اتباع میں خضوع اور خشوع سے نماز پڑھیں گے اور تم کو اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے اپنی عادت کے مطابق نماز پڑھی تو لوگ بھی اسی طرح نماز پڑھیں گے اور اس کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا، یہ درجہ پہلے درجہ کی بہ نسبت زیادہ باریک ہے جو لوگ شیطان کے پہلے وسوسہ میں نہیں آتے وہ اس وسوسہ میں آجاتے ہیں اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے، یہ درست ہے کہ اگر مقتداء نے زیادہ خشوع ظاہر کیا اور اس کے متبعین نے اس پر عمل کیا تو اس کا ثواب اس مقتداء کو ملے گا لیکن اس مقتداء سے اس پر باز پرس ہوگی کہ تم میں جو چیز نہیں تھی اس کو تم نے کیوں ظاہر کیا، اور اس کو عذاب ہوگا۔

ریا کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی شیطان کے اس وسوسہ سے آگاہ ہو جاتے اور وہ خلوت اور جلوت میں ایک طرح نماز پڑھے، اور وہ یہ کوشش کرے کہ وہ تنہائی میں بھی اسی طرح نماز پڑھے جس طرح جلوت میں پڑھتا ہے اور وہ اپنے نفس اور خدا سے اس بات میں حیاء کرے کہ وہ لوگوں کے سامنے تو بہت خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے اور تنہائی میں عامیانہ نماز پڑھے تو یہ صورت بھی ایک دقیق قسم کا ریا ہے، کیونکہ اس نے خلوت میں اس نیت سے اچھی نماز پڑھی تاکہ جلوت میں بھی اس طرح نماز ادا ہو تو خلوت اور جلوت دونوں میں اس کی نظر مخلوق کی طرف رہی اور اخلاص اس وقت ہوتا ۔ جب اس کی نظر میں انسانوں اور جانوروں دونوں کا دیکھنا یکساں ہوتا۔

ریا کا چوتھا درجہ نہایت خفی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے نماز پڑھ رہا ہو، اور شیطان اس کو یہ نہ کہہ سکے کہ ان لوگوں کو دکھانے کے لیے خشوع کرو، کیونکہ شیطان کو معلوم ہے کہ وہ اس فریب میں نہیں آئے گا، اس لیے شیطان اس سے یہ کہتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں کھڑا ہے تو اس کی عظمت اور جلال میں غور و فکر کر، اور اس بات سے حیاء کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے غفلت کے حال میں دیکھے اور اس خیال کے آنے کے بعد وہ نہایت خشوع سے نماز پڑھنے لگتا ہے، حالانکہ یہ خیال محض مکر و فریب ہے کیونکہ اگر واقعی وہ اللہ کے اجلال کے لیے خشوع سے نماز پڑھتا تو تنہائی میں بھی اسی طرح پڑھتا، اخلاص یہ ہے کہ کسی انسان کے آنے کے بعد اس کے دل میں خشوع کا کوئی خیال اسی طرح نہ آئے جس طرح کسی جانور کے آنے کے بعد اس کے دل میں خیال نہیں آتا۔

شیطان ہر وقت لوگوں کی تاک میں لگا رہتا ہے اور انسان کے ہر کام میں ریا داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے، حتیٰ کہ آنکھوں میں سرمہ لگانا، مونچھیں کم کرانا، جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا، یہ سب امور مخصوص اوقات اور ایام میں سنت ہیں، لیکن چونکہ مخلوق کو ان کاموں کے دیکھنے کے ساتھ نسبت ہے اور انسان کو ان کاموں میں رغبت ہے اس لیے ان میں حظ نفس بھی ہے، اس لیے شیطان ان افعال کی طرف بلاتا ہے کہ یہ کام سنت ہیں ان کو ترک نہیں کرنا چاہیے حالانکہ ان کاموں میں خفیہ

شہوات موجود ہیں، اسی طرح جب انسان کے دل میں اعتکاف کا ارادہ ہو تو شیطان اس کو کسی بڑی اور خوب صورت مسجد کی طرف متوجہ کرتا ہے جس میں زیادہ لوگ نماز پڑھتے ہوں اور جو مسجد چھوٹی ہو اور زیب و زینت سے خالی ہو اس کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا اور ان تمام امور میں خفیہ طریقہ سے ریا داخل ہے۔ لہ

بَابُ ۱۰۲۸ حِفْظِ اللِّسَانِ

زبان کی حفاظت

۷۳۴۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ) عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يَنْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے دوزخ میں اتنی دور چلا جاتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔

۷۳۵۰- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهَا يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ ایک ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی سنگینی کا اس کو پتا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنی دور جا گرتا ہے جتنا مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے۔

بعض اوقات انسان سوچے سمجھے بغیر کوئی بات کہہ دیتا ہے مثلاً حاکموں کی خوشامد میں کوئی بات کہہ دی، کسی کے متعلق کوئی تہمت لگا دی کوئی کلمہ کفر یہ کہہ دیا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو انسان اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کلمہ خیر کہے یا خاموش رہے اور جب بھی انسان کوئی بات کہنا چاہے تو پہلے غور کرے پھر اگر اس بات کے کہنے میں کوئی مصلحت ہو تو وہ بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ ٢ه

بَابُ ۱۰۲۹ عُقُوبَةِ مَنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَفْعَلُهُ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَفْعَلُهُ

دوسروں کو نصیحت کرنے اور خود عمل نہ کرنے کا عذاب

۷۳۵۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے کہا گیا کہ

لہ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ، احیاء علوم الدین علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۵۹ - ۵۸، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

٢ه۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَ يَحْيٰى وَإِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُوْنَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قِيلَ لَهُ أَلَا تَدْخُلُ عَلٰى عُثْمَانَ فَتُكَلِّمَهُ فَقَالَ أَتَرَوْنَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسْمِعُكُمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَلَّمْتُهُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ مَا دُوْنَ أَنْ أَفْتَتِحَ أَمْرًا لَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ وَلَا أَقُوْلُ لِأَحَدٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ أَمِيْرًا إِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ فَيَدُوْرُ بِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرَّحٰى فَيَجْتَمِعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ يَا فُلَانُ مَا لَكَ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُوْلُ بَلٰى قَدْ كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَأَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ۔

آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ حضرت اسامہ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے ان سے گفتگو نہیں کی اگر میں تم کو نہ سناؤں کہ میں ان سے باتیں کر چکا ہوں، خدا کی قسم میں نے اپنے اور ان کے متعلق جو باتیں کرنی تھیں وہ کر چکا ہوں، اور میں نہیں چاہتا کہ وہ بات کھولوں جس کا کھولنے والا میں ہی پہلا شخص ہوں، اور میں اپنے کسی حاکم کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ وہ سب لوگوں سے بہتر ہے جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں نکل پڑیں گی وہ ان آنتوں کے ساتھ اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، پھر دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں شخص! کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے وہ شخص کہے گا کیوں نہیں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔

۷۳۵۲ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَدْخُلَ عَلٰى عُثْمَانَ فَتُكَلِّمَهُ فِيمَا يَصْنَعُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهِ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ہم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے کہا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے بات کیوں نہیں کرتے، اس کے بعد مثل سابق ہے۔

مداہنت کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ کلام کرنا چاہیے اور ان کو تنہائی میں نصیحت اور تبلیغ کرنی چاہیے اور لوگوں کو جو ان سے شکایات ہوں وہ بھی ان تک خلوت میں پہنچانی چاہئیں تاکہ وہ ان کا ازالہ کریں، یہ حکم اس وقت ہے کہ جب تنہائی میں ان تک رسائی ممکن ہو ورنہ علی الاعلان اظہار حق کرنا چاہیے تاکہ اصل حق ضائع نہ ہو اور مداہنت نہیں کرنی چاہیے۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان النعمان بن بشیر یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل المدھن فی حدود اللہ والواقع فیھا مثل قوم استھموا سفینۃ فصار بعضھم فی اسفلھا وصار بعضھم فی اعلاھا فکان الذین فی اسفلھا یمرون بالماء علی الذین اعلاھا فتاذوا بہ فاخذ فاسا فجعل ینقر اسفل السفینۃ فاتوہ فقالوا مالک قال تاذیتم بی ولا بد لی من الماء فان اخذوا علی یدیہ انجوہ ونجوا انفسھم وان ترکوہ اھلکوہ واھلکوا انفسھم [1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں مداہنت کرنے اور اللہ کی حدود کا ارتکاب کرنے والوں کی مثال یہ ہے کہ بحری جہاز میں قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ لوگ بالائی منزل میں بیٹھے ہوں اور کچھ نچلی منزل میں، نچلی منزل والے پانی کے لیے بالائی منزل میں جاتے ہوں جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہو، تب نچلی منزل والوں نے ایک کلہاڑی لے کر جہاز کے نچلے حصہ کو توڑنا شروع کیا (تاکہ سمندر سے پانی لے لیں) پھر بالائی منزل والوں نے توڑنے والے سے کہا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا تم کو ہمارے پانی لینے سے تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں پانی کی ضرورت ہے، اب اگر انھوں نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تو وہ اس کو بھی بچالیں گے اور خود کو بھی اور اگر انھوں نے اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا تو وہ اس کو بھی ہلاک کر دیں گے اور خود کو بھی۔

اس حدیث کو امام ترمذی [2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

مداہنت کا لغوی معنی

علامہ زبیدی مداہنت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مداہنت کا معنی ہے "اظہار خلاف ما یظھر" ـــــــ دل میں جو بات چھپائی ہے اس کے خلاف بیان کرنا" قرآن مجید میں ہے:

ودوا لو تدھن فیدھنون۔ (قلم: ۹)

انھوں نے یہی چاہا کہ (دین کے معاملہ میں) آپ ان سے "بے جا نرمی" اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔

ابوالہیثم نے کہا کہ مداہنت کا معنی ہے قول میں نرمی اور کلام میں کسی کی موافقت کرنا، ہمارے شیخ نے کہا اصل میں مداہنت کسی چیز کو تیل لگا کر حسی طور پر نرم کرنا ہے، بعد میں اس کا استعمال معنوی نرمی میں ہوا، اس کا مجازاً استعمال بطور تحقیر کیا جاتا ہے، کیونکہ جو شخص اپنے دین یا اپنی رائے میں متصلب نہیں ہوتا وہ اس میں مداہنت کرتا ہے اور اب مداہنت کا لفظ اسی معنی میں حقیقت عرفیہ ہے اور مداراۃ کا معنی کلام میں مطلقاً نرمی کرنا ہے۔ [4]

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۳، ۲۷۰، ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۰۵، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو المحاباة فی غیر حق وهو الذی یرائی ویضیع الحقوق ولا یغیر المنکر والمداهن هو التارك للامر بالمعروف [1]

کسی کی ناحق طرف داری کرنا مداہنت ہے، جو شخص نیکی کا حکم دے نہ برائی کو مٹائے حقوق کو ضائع کرے اور دکھاوا کرے وہ مداہن ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و مداہنت آں بود کہ منکرے بیند و تغییر ندہد و نہی نکند با وجود قدرت بر آں بہ جہت شرم یا بے حمیتی دین یا جانب داری کے و رشوت گرفتن۔ [2]

مداہنت یہ ہے کہ کوئی شخص برائی دیکھے اور اس کو نہ مٹائے، اور قدرت کے باوجود شرم کے سبب، دینی بے غیرتی اور بے حمیتی سے، رشوت لے کر یا کسی کی جانب داری کے سبب اس سے منع نہ کرے۔

مدارات کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور حسن معاشرت کے ساتھ پیش آنا مدارات ہے (صحاح جوہری) لوگوں کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ پیش آنا (شدت اور غلظت نہ کرنا) بھی مدارات ہے، حدیث میں ہے: انتہائی عقل مندی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد لوگوں کے ساتھ مدارات کرے، یعنی ان کے ساتھ حسن صحبت، نرمی اور ملائمت کے ساتھ رہے تاکہ وہ اس سے متنفر نہ ہوں۔ [3]

مداہنت اور مدارات کا اصطلاحی فرق

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والفرق بین المداهنة المنهیة والمداراة المامورة ان المداهنة فی الشریعة ان یری منکرا و یقدر علی دفعه ولم یدفعه حفظا لجانب مرتکبه او جانب غیره لخوف او طمع او لاستحیاء منه او قلة مبالاة فی الدین والمداراة موافقته بترك حظ نفسه وحق یتعلق بماله و عرضه فیسکت عنه دفعا للشر و وقوع الضرر منه و مجمله ان المداهنة انما تکون فی الباطل مع الاعداء والمداراة فی امر حق

مداہنت ممنوع ہے اور مدارات مطلوب ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ مداہنت کا شرعی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص برائی کو دیکھے اور وہ اس کو روکنے پر قادر بھی ہو لیکن برائی کرنے والے یا کسی اور کی جانب داری کی وجہ سے یا خوف کے سبب یا طمع کی وجہ سے یا دینی بے حمیتی کی وجہ سے اس برائی کو نہ روکے، اور مدارات یہ ہے کہ اپنی جان یا مال یا عزت کے تحفظ کی خاطر اور متوقع شر اور ضرر سے بچنے کے لیے خاموش رہے، خلاصہ یہ ہے کہ کسی باطل کام میں بے دینوں کی حمایت کرنا مداہنت ہے اور دین ذرون

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۴، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[3] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

مع الاحیاء [۱]

کے حق کے تحفظ کی خاطر نرمی کرنا مدارات ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وفرق میان مدارات و مداہنت چنان کند کہ مدارات آنچہ بجہت حفظ دین و نگاہ داشت از تشویش وقت و دفع ظلم ظالمان بسازند و مداہنت آنچہ برائے حفظ نفس وطلب دنیا وجلب منافع از مردم وبے باکی در دین بکنند۔[۲]

مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ دین کی حفاظت اور ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لیے جو نرمی کی جائے وہ مدارات ہے اور ذاتی منفعت، طلب دنیا اور لوگوں سے فوائد حاصل کرنے کے لیے دین کے معاملہ میں جو نرمی کی جائے وہ مداہنت ہے۔

کافروں سے موالات کی ممانعت

کافروں سے ہر قسم کی موالات (دوستی اور محبت) خواہ صورۃً ہو یا حقیقتہً ناجائز اور حرام ہے، قرآن مجید میں ہے:

یایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق۔ (ممتحنۃ: ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

اس سورۃ کی آیات حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی تھیں جنھوں نے کفار مکہ کے ساتھ ظاہری اور صوری دوستی قائم رکھنے کے لیے خط و کتابت کی تھی (اس خط کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سادس میں فضائل صحابہ کے بیان میں گذر چکی ہے۔) ان آیات سے کفار کے ساتھ صوری موالات بھی حرام ہو گئی اور حقیقی موالات کی حرمت کے متعلق یہ آیات ہیں:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم (حشر: ۲۲)

جو اللہ پر، اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انھیں اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے، یا ان کے بھائی ہوں یا قریبی رشتہ دار۔

غیر مرتد کافروں کے ساتھ مجرد معاملت کی اجازت

غیر مرتد کافروں کے ساتھ بغیر الفت و محبت کے محض معاملہ کرنا جائز ہے (واضح رہے کہ گمراہ اور بے دین فرقے مرتد نہیں ہیں، کیونکہ مرتد کی اولاد مرتد نہیں ہوتی ورنہ تمام دنیا کے کافروں کا مرتد ہونا لازم آئے گا، کیونکہ ابتداء میں ان

---

[۱] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ
[۲] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

تمام کافروں کے آباؤ اجداد مسلمان تھے اور اسلام کو ترک کر کے کسی اور دین میں داخل ہوئے تھے۔) مجرد معاملہ کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ ہر وہ کام کرنا جائز ہے جس سے کفر کی مدد اور اسلام کو ضرر نہ ہو اور وہ کام فی نفسہٖ گناہ نہ ہو، اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۝ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ج ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون۔

(ممتحنۃ: ۹-۸)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تمہیں ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں صرف انہی لوگوں کے ساتھ دوستی سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین میں جنگ کی اور تمہیں، تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط واولئک ھم المفلحون (آل عمران: ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیں، وہ اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔ یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ (حج: ۴۱)

اگر ہم ان لوگوں کو زمین پر سلطنت عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ (توبہ: ۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

(آل عمران: ۱۱۰)

جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان میں بہترین امت ہو، تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون۔ (مائدہ: ۶۳)

ان کے درویش اور پادری (پیر اور علماء) ان کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے، بے شک وہ بہت بُرے کام کر رہے ہیں۔

....

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام حمیدی، امام ترمذی، امام ابویعلیٰ، امام ابن جریر، امام ابن حبان اور امام دارقطنی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: تم لوگ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہو:

لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ جب تم ہدایت پر ہو تو تم کو کسی کی گمراہی سے ضرر نہیں ہوگا۔

اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو قوم گناہوں میں مبتلاء ہو اور اس قوم میں ایسے لوگ ہوں جو ان کو گناہوں سے روکنے پر قادر ہوں اور وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ عنقریب ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔

امام بزار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ تم پر تم میں سے برے لوگ مسلط کر دیے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی، امام ترمذی کی روایت میں ہے: ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اللہ سے دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا: جب تُو نے برائی کو دیکھا تو اس کو روکنے سے تجھ کو کس چیز نے منع کیا تھا، اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو حجت کی تلقین کر دے گا تو وہ کہے گا: مجھے تجھ سے امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام احمد نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستوں پر بیٹھنے سے احتراز کرو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جگہیں تو ہماری مجالس ہیں ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، اس کے سوا ہمارے لیے اور کوئی چارہ نہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم نے ضرور راستوں پر بیٹھنا ہے تو راستے کا حق ادا کرو، صحابہ نے پوچھا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دُور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن ابی الدنیا، امام ابن المنذر، امام ابن السنی، امام طبرانی، امام ابن شاہین، امام عسکری، امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی تمام باتیں اس کے لیے باعث ضرر ہیں اور موجب نفع نہیں ہیں ماسوا نیکی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔ سفیان نے کہا اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذالک ابتغاء مرضات اللہ فسوف

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے ماسوا اس کے جو صدقہ کرنے کا حکم دے، یا کسی نیکی کا حکم دے، یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے اور جو اللہ کی

نؤتیہ اجرا عظیما۔ (نساء: ۱۱۴) خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے گا تو ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم امام کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور اس کو برائی سے روکا اور حاکم نے اس کو قتل کر دیا۔[1]

آیا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے خود نیک ہونا ضروری ہے؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے علماء نے تین شرطیں ذکر کی ہیں، اول مکلف ہونا، ثانی ایمان، ثالث عدل یعنی اس کا نیک ہونا۔ بعض علماء نے چوتھی شرط بھی ذکر کی ہے وہ امام کی طرف سے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اجازت ہو، لیکن امام غزالی اور دیگر محققین نے اس شرط کو مسترد کر دیا ہے، باقی رہی تیسری شرط یعنی نیکی کا حکم دینے کے لیے خود نیک ہونے کی شرط تو اس کے متعلق بھی علماء نے کافی بحث کی ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے امر بالمعروف کے لیے عدالت کو شرط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ فاسق کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز نہیں ہے، انھوں نے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے:

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ (بقرہ: ۴۴) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

یایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۰ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ (صف: ۳-۲) اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، اللہ کو سخت ناراض کرنے والی یہ بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

عدالت کی شرط پر ان احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امام احمد، امام ابو یعلیٰ، امام طبرانی اور امام ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا، میں نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نیکی نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو برائی سے روکتے تھے اور خود برے کام کرتے تھے۔

اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں مالک بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی اپنے آپ کو نصیحت کرو، اگر تم نے خود نصیحت پر عمل کر لیا تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو، ورنہ مجھ سے حیا کرو۔

عدالت کی شرط پر قیاس سے بھی استدلال کیا گیا ہے کیونکہ غیر کا ہدایت حاصل کرنا خود ہدایت یافتہ ہونے کی فرع ہے اور غیر کو مستقیم کرنا خود مستقیم ہونے کی فرع ہے اور غیر کی اصلاح خود صالح ہونے کی فرع ہے تو جو شخص خود نیک نہ ہو وہ

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۱۲-۶ ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

دوسرے کو کب نیک کر سکتا ہے۔

یہ مذکورہ دلائل بہ اعتماد ظاہر ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ فاسق بھی امر بالمعروف کر سکتا ہے، کیونکہ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا امر بالمعروف کے لیے تمام گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے؟ اگر یہ شرط لگائی جائے تو ایک تو یہ اجماع کے خلاف ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام بھی معصوم نہیں تھے چہ جائیکہ بعد کے لوگ! اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص تبلیغ کر سکتا ہے نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے، حالانکہ قرآن مجید اور احادیث میں امت مسلمہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مکلف کیا گیا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ امر بالمعروف کے لیے کبیرہ گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور مرتکب کبیرہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ جو شخص ریشم کا لباس پہنے ہوئے ہو اس کے لیے زنا اور شراب نوشی سے روکنا جائز نہیں ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا ریشم پہننے والے کے لیے کفار کے خلاف جہاد کرنا اور ان کو کفر سے روکنا جائز ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ نہیں تو یہ اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ اسلام کے ہر دور میں نیک اور بد لوگ لشکر اسلام میں شامل ہو کر کفار کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں اگر وہ کہیں کہ ہاں یہ جائز ہے تو پھر ثابت ہو گیا کہ مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ اسلام کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ جائز ہو تو لازم آئے گا کہ ایک شخص کسی ایسی عورت سے زنا بالجبر کر رہا ہو جس نے اپنا منہ چھپایا ہوا ہو، دوران زنا وہ عورت خود اپنا منہ کھول دے اور وہ شخص اس سے کہے تو نے غیر محرم کے سامنے چہرہ کیوں کھولا ہے؟ زنا کرانے میں تو تو مجبور تھی چہرہ دکھانے میں تو تو مجبور نہیں تھی! تو یہ ایسی تبلیغ ہے جس کو ہر عقل مند برا سمجھے گا اور اس سے نفرت کرے گا! اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات حق بالطبع برا لگتا ہے اور باطل بالطبع اچھا لگتا ہے اور اتباع دلیل کی، کی جاتی ہے وہمی اور خیالی نفرت کی نہیں کی جاتی، اس حال میں اس عورت کو منہ چھپانے کا حکم دینا کیا حرام ہے؟ ظاہر ہے یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نامحرم کے سامنے منہ کھولنا معصیت ہے اور معصیت سے روکنا حق ہے۔ باقی رہا یہ کہ طبیعت اس حکم سے متنفر ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص زیادہ اہم چیز (زنا سے اجتناب) کو ترک کر کے کم درجہ کی اہم چیز میں مشغول ہو گیا جیسے طبیعت ان کاموں سے متنفر ہوتی ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ سود کھاتا ہو اور کسی غصب شدہ چیز کو کھانے سے احتراز کرے، یا جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہو اور وہ غیبت سے احتراز کرے اور اس طبعی تنفر سے یہ لازم نہیں آتا کہ غصب شدہ طعام کھانا حرام نہ ہو یا غیبت کو ترک کرنا واجب نہ ہو۔[1]

امام رازی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مکلف کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک معصیت کو ترک کرنا، دوسرا، غیر کو معصیت سے منع کرنا، اور ایک حکم پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے حکم پر بھی عمل نہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے کہ "تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو" اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ مطلقاً اپنے آپ کو بھلانے یعنی خود عمل نہ کرنے سے منع کیا ہے، دوسرا محمل یہ ہے کہ جس وقت وہ خود عمل نہ کر رہا ہو اس وقت دوسروں کو اس کا حکم دینے سے منع کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کا پہلا محمل مراد ہے نہ کہ دوسرا۔[2]

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۱۷-۱۴ ملخصاً مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہمارے نزدیک ان آیات اور احادیث کا منشاء یہ ہے کہ انسان کا نیکی پر عمل نہ کرنا اور برائی سے اجتناب نہ کرنا، عقلاً برا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا موجب ہے لیکن اس وقت یہ زیادہ برا ہے اور زیادہ غضب اور عذاب کا موجب ہے جب وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے رہا ہو اور ان کو برائی سے روک رہا ہو تو جو چیز قبیح ہے اور غضب اور عذاب کا موجب ہے وہ خود عمل نہ کرنا ہے نہ کہ دوسروں کو عمل کی تبلیغ کرنا کسی دنیاوی طمع کی بناء پر برائی سے نہ روکنا مداہنت ہے اور کسی دینی منفعت کی وجہ سے خاموش رہنا مدارات ہے اور کفار سے موالات (دوستی رکھنا) رکھنا حرام ہے اور ان سے مجرد معاملہ کرنا جائز ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ هَتْكِ الْإِنْسَانِ سِتْرَ نَفْسِهِ — اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت

۷۳۵۳- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ قَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَاةٌ إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْإِجْهَارِ أَنْ يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ قَدْ سَتَرَهُ رَبُّهُ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ قَدْ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ فَيَبِيتُ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ قَالَ زُهَيْرٌ وَإِنَّ مِنَ الْهِجَارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: علی الاعلان گناہ کرنے والوں کے سوا میری امت کا ہر فرد بخش دیا جائے گا، اور علی الاعلان گناہوں میں اس کا بھی شمار ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی گناہ کرے اور صبح اس حال میں کرے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھا ہوا تھا اور وہ کسی سے یہ کہے: "اے فلاں شخص میں نے گذشتہ رات کو یہ یہ کام کیا ہے! حالانکہ اس کے رب نے اس پر ستر کیا تھا، اور اس نے صبح ہوتے ہی اللہ کے رکھے ہوئے پردہ کو چاک کر دیا۔ زہیر نے کہا: ان من الھجار۔

اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت سے متعلق دیگر احادیث

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی قتادة الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی معافی الا المجاھرون قیل یارسول اللہ ومن المجاھرون قال الذی یعمل العمل باللیل فیسترہ ربہ عزوجل ثم یصبح فیقول یا فلان عملت البارحۃ کذا وکذا فیکشف ستر اللہ عزوجل عنہ۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط۔

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہرین کے سوا میری امت کا ہر فرد بخشا جائے گا، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! مجاہرین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص رات کو کوئی عمل کرے اور اس کا رب عزوجل اس کا پردہ رکھے پھر صبح کو وہ شخص کہے: اے فلاں شخص! میں نے رات کو یہ کام کیا تھا، پھر اللہ عزوجل اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی

وفیہ عون بن عمارۃ وھو ضعیف[1]

سند میں عون بن عمارہ ایک ضعیف راوی ہے۔

عن ابی موسٰی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا فعیرہ بہ یوم القیامۃ رواہ البزار والطبرانی وفیہ عمرو بن سعید وھو ضعیف[2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جس بندے پر پردہ رکھا اس کو قیامت کے دن رسوا نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن علقمۃ المزنی عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا الا ستر اللہ علیہ فی الاخرۃ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3]

حضرت علقمہ مزنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کے جس گناہ پر دنیا میں پردہ رکھتا ہے، اس پر آخرت میں بھی پردہ رکھتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن صفوان بن محرز ان رجلا سال ابن عمر کیف سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی النجوی قال یدنو احدکم من ربہ حتی یضع کنفہ علیہ فیقول عملت کذا وکذا مرتین فیقول نعم ویقول عملت کذا وکذا فیقول نعم فیقررہ ثم یقول انی سترت علیک فی الدنیا وانا اغفرھا لک الیوم[4]

حضرت صفوان بن محرز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نجویٰ (سرگوشی) کے متعلق کیا سنا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا تم میں سے کسی ایک کے اس کا رب قریب ہوگا حتیٰ کہ اس پر اپنا بازو رکھ دے گا، پھر دو بار فرمائے گا تم نے یہ یہ کام کیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں، پھر فرمائے گا تم نے یہ یہ کام کیا تھا وہ کہے گا ہاں! اس سے اقرار کرائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تمہارا پردہ رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں!

بَابُ تَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَکَرَاهَةِ التَّثَاؤُبِ

چھینک لینے والے کو جواب دینا

۷۳۵۴ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (وَهُوَ ابْنُ غِیَاثٍ) عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَطَسَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَشَمَّتَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ نے ایک آدمی کی چھینک کا جواب دیا (یعنی یرحمک اللہ فرمایا) اور دوسرے آدمی کی چھینک کا جواب نہ دیا۔ آپ نے جس

1۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

2۔ " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲،

3۔ " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲،

4۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

أحدهما ولم يشمت الآخر فقال الذي لم يشمته عطس فلان فشمته وعطست أنا فلم تشمتني قال إن هذا حمد الله وإنك لم تحمد الله.

کی چھینک کا جواب نہیں دیا تھا اس نے کہا، فلاں کو چھینک آئی تو آپ نے اس کی چھینک کا جواب دیا، اور مجھے چھینک آئی اور آپ نے میری چھینک کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا! اس نے الحمد للہ کہا تھا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔

۷۳۵۵۔ وحدثنا أبو كريب حدثنا أبو خالد (يعني الأحمر) عن سليمان التيمي عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۳۵۶۔ حدثني زهير بن حرب ومحمد بن عبد الله بن نمير (واللفظ لزهير) قالا حدثنا القاسم بن مالك عن عاصم بن كليب عن أبي بردة قال دخلت على أبي موسى وهو في بيت بنت الفضل بن عباس فعطست فلم يشمتني وعطست فشمتها فرجعت إلى أمي فأخبرتها فلما جاءها قالت عطس عندك ابني فلم تشمته وعطست فشمتها فقال إن ابنك عطس فلم يحمد الله فلم أشمته وعطست فحمدت الله فشمتها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمتوه فإن لم يحمد الله فلا تشمتوه.

حضرت ابوبردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت فضل بن عباس کی بیٹی کے گھر تھے، مجھے چھینک آئی تو انھوں نے جواب نہیں دیا اور جب حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی تو اس کو انھوں نے جواب دیا، حضرت ابوبردہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، جب حضرت ابوموسیٰ میری والدہ کے پاس آئے تو انھوں نے ان سے کہا میرے بیٹے کو تمہارے سامنے چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب نہیں دیا اور حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب دیا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا تمہارے بیٹے کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو میں نے اس کو جواب نہیں دیا، اور حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو میں نے اس کی چھینک کا جواب دیا، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب مت دو۔

۷۳۵۷۔ حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا وكيع حدثنا عكرمة بن عمار عن إياس بن سلمة بن الأكوع عن أبيه ح وحدثنا إسحق بن إبراهيم (واللفظ له) حدثنا أبو النضر هاشم بن القاسم حدثنا عكرمة بن عمار حدثني

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا یرحمک اللہ، پھر جب دوسری بار اس کو چھینک آئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو زکام ہے۔

إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ ثُمَّ عَطَسَ أُخْرَى فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ مَزْكُومٌ.

۷۳۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی شیطان کی طرف سے ہے، تم میں سے جب کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ اس کو جہاں تک روک سکے اس کو روکے۔

۷۳۵۹ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنًا لِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فِيهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو روکے، کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۷۳۶۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.

حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے ہاتھ سے روکے، کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۷۳۶۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے تو وہ حتی المقدور اس کو روکے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے۔

۷۳۶۲ - حَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ وَعَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے۔

بِمِثْلِ حَدِيْثِ بِشْرٍ وَّعَبْدِ الْعَزِيْزِ۔

چھینک کے متعلق احکام میں مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ چھینک کا جواب دینا مشروع ہے[1] اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا نہیں، اہل ظاہر (غیر مقلدین) اور ابن مریم مالکی نے کہا ہے جو بھی چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہتے ہوئے سنے اس پر جواب دینا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ مسلمان جو چھینک لینے والے کو (الحمد للہ کہتے ہوئے) سنے اس پر جواب دینا واجب ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، امام شافعی ان کے اصحاب اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہ سنت اور مستحب ہے واجب نہیں ہے اور وہ اس حدیث کو ندب اور ادب پر محمول کرتے ہیں جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ سات دن میں غسل کرے، قاضی نے کہا چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے اور اس کے جواب کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں مختلف آثار ہیں، ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے۔ علامہ ابن جریر نے کہا اس کو ان تمام کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اسے الحمد للہ کہنے کا حکم ہے اور جواب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ یرحمنا اللہ وایاکم "اللہ ہم پر اور تم پر رحم کرے" کہے اور جواب دینے والے کو پھر چھینک لینے والا کیا کہے اس میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یهدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے "اللہ تم کو ہدایت دے اور تم کو عافیت سے رکھے" ایک قول یہ ہے کہ یغفر اللہ لنا ولکم کہے "اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے" امام مالک اور شافعی نے کہا اس کو دونوں کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔

اگر کسی شخص کو بار بار چھینکیں آئیں تو امام مالک نے کہا تین بار جواب دینے کے بعد خاموش ہو جائے، نیز حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب چھینک لینے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے، اس لیے جب کوئی شخص الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہنے کا اس لیے حکم دیا ہے کیونکہ چھینک کے سبب دماغ سے جو بخارات نکلتے ہیں ان سے انسان کو فرحت حاصل ہوتی ہے تو اس نعمت پر اس کو شکر ادا کرنے کا حکم ہے[1]۔

چھینک کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے طریقہ کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

تشمیت باب تفعیل سے ہے، اور تفعیل کا ایک خاصہ ہے سلب ماخذ، جلدت البعیر کا معنی ہے میں نے اونٹ کی کھال اتار دی، اسی نہج پر تشمیت کا معنی ہے، دشمنوں کی شماتت (کسی کی مصیبت پر خوش ہونا) کو زائل کرنا، اس لیے چھینک لینے والے کو جواب میں جو دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں ان کو تشمیت کہتے ہیں۔

علامہ ابن بطال اور بعض دوسرے علماء نے ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ چھینک لینے والا صرف الحمد للہ کہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے، کیونکہ امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح تعلیم دی ہے امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳ - ۴۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے، کیونکہ امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے اس کی روایت کی ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے چھینک کے بعد یہ کہا الحمد للہ رب العالمین علی کل حال اس شخص کی ڈاڑھ اور کان میں کبھی درد نہیں ہو گا، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن یہ بات قیاس سے نہیں کہی جاسکتی اس لیے یہ حکماً مرفوع ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حمد کے ساتھ جس قدر کلمات ثناء کا اضافہ کر لیا جائے وہ مستحسن ہے، کیونکہ طبری نے ایک معتبر سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یرحمک اللہ اور ایک دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: "الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ" تو آپ نے فرمایا اس کو اس شخص پر انیس درجہ فضیلت ہے۔ ۱

جن لوگوں کو چھینک کا جواب دینا ممنوع ہے

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے، ان میں سے ایک چھینک لینے والے کو جواب دینا ہے۔ حدیث شریف میں امر کا لفظ بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح اس باب کی دوسری احادیث بھی بظاہر چھینک کے جواب کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، ابن المزین مالکی اور بعض اہل ظاہر بھی وجوب کے قائل ہیں اور بعض لوگوں نے کہا یہ فرض عین ہے، اور مذاہب اربعہ کے جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ جواب دے دیں تو باقی بعض سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور عبدالوہاب اور بعض مالکی علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ مستحب ہے۔

چھینک کا جواب دینے سے حسب ذیل لوگ مستثنیٰ ہیں:

(۱)۔ جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہیں دیا جائے گا، کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب مت دو۔

(۲)۔ کافر کو چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا، امام ابو داؤد نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہود چھینک لیتے تاکہ آپ ان کے لیے یرحمک اللہ فرمائیں، لیکن آپ یہ فرماتے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم "اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔"

(۳)۔ جس شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکیں لے اس کو بھی جواب نہیں دیا جائے گا، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک، دو اور تین بار چھینک کا جواب دو،

ل۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اس کے بعد بھی اگر چھینک آئے تو اس شخص کو زکام ہے۔

(۴)۔ جو شخص چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے مکروہ سمجھنے کی وجہ سے سنت کو کیسے ترک کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چھینک کا جواب اس کے لیے سنت ہے جو اس کو پسند کرتا ہو اور جو اس کو مکروہ سمجھتا ہو اس کے لیے یہ سنت نہیں ہے، یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے، علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جس شخص کو سلام کرنے سے ضرر کا خوف ہو یا جس کو چھینک کا جواب دینے سے ضرر کا خدشہ ہو اس کو سلام کرے نہ چھینک کا جواب دے۔
(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ سلاطین مصر کے پاس جو لوگ جاتے تھے وہاں کو اسی وجہ سے سلام نہیں کرتے تھے۔

(۵)۔ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۶)۔ مجامعت کے وقت اور بیت الخلاء میں اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کو مؤخر کر دے، پھر اگر بعد میں کوئی اس سے الحمد للہ سنے تو وہ جواب دے سکتا ہے۔ [1]

چھینک کے جواب کا بیان

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ کہے الحمد للہ، اور اس کا (دینی) بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ اور جب یہ یرحمک اللہ کہے تو وہ کہے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم "اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے"

علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم کا یہی مذہب ہے انھوں نے کہا جواب میں صرف یرحمک اللہ کہے اور علامہ طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوں کہے یرحمنا اللہ وایاکم ویغفر اللہ لنا ولکم" اللہ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے اور ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ [2]

جمائی کا بیان

اس باب کی حدیث نمبر ۷۳۰۵ میں ہے: جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اس کو حتی المقدور روکے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمائی کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ وہ شیطان کی طاری کی ہوئی سستی سے آتی ہے، یا شیطان اس سے خوش ہوتا ہے، صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھینک سے فرحت حاصل ہوتی ہے اور بدن ہلکا پھلکا ہوتا ہے اور اس کے برعکس جمائی اس وقت آتی ہے، جب بدن بوجھل ہو، اعصاب ڈھیلے پڑ جائیں اور طبیعت سستی کی طرف مائل ہو اور اس کی شیطان کی طرف اضافت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ شہوات کی دعوت دیتا ہے اور جمائی کو روکنے

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ″ ″ ″ ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۷-۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ جمائی کے اسباب کو روکا جائے اور جمائی کا سبب زیادہ کھانا اور بکثرت آرام کرنا ہے اور جب جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لیا جائے تاکہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہونے اور اس پر ہنسنے سے باز رہے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ جمائی کا منشاء پیٹ بھر کر کھانا، نفس کا بوجھل ہونا اور حواس کا مکدر ہونا ہے اس سے غفلت، سستی اور فہم میں کمی پیدا ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جمائی کو ناپسند کرتا ہے، اور چھینک دماغ کی خفت، فضلات کے خروج، روح کی صفائی اور حواس کی تقویت کا سبب ہے اس وجہ سے یہ اللہ کو پسند اور شیطان کو ناپسند ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی، جمائی کے بعد تھوکنے کا حکم ہے تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی چیزیں اور اس کے اثرات نکل جائیں۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کوئی شخص جمائی لے تو اس کو حتی الوسع روکے کیونکہ جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آتی ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے، اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے تو وہ اس کو حتی الوسع روکے رکھے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے، ہمارے شیخ علامہ زین الدین نے کہا ہے کہ یہ حکم صرف نماز کی حالت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ شیطان کا اہم مقصد نمازی کی نماز میں خلل ڈالنا ہے، علامہ ابن العربی نے کہا کہ ہر حال میں جمائی کو روکنا چاہیے اور حدیث میں نماز کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کیونکہ شیطان کو دور کرنے کے لیے یہ سب سے افضل حال ہے، نیز جمائی لیتے وقت انسان اعتدال سے نکل جاتا ہے اور اس کی شکل متغیر ہو جاتی ہے، اور صحیح مسلم میں جو ذکر ہے کہ شیطان داخل ہوتا ہے اس سے حقیقت بھی مراد ہو سکتی ہے اور شیطان ہر چند کہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے لیکن جب تک انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ اس پر قادر نہیں ہوتا اور جب انسان جمائی لیتا ہے تو اس وقت وہ ذکر الٰہی نہیں کرتا، اس وقت شیطان اس میں حقیقۃً داخل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں دخول سے مجازاً شیطان کا قادر ہونا مراد ہو۔ [3]

باب ۱۰۳۲ فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ — احادیث متفرقہ

۷۳۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے اور آدم کو اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۰۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِّنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔

سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے (یعنی مٹی سے)۔

۷۳۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ وَلَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَارَ أَلَا تَرَوْنَهَا إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْهُ وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْهُ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ كَعْبًا فَقَالَ آنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ذٰلِكَ مِرَارًا قُلْتُ أَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ قَالَ إِسْحٰقُ فِيْ رِوَايَتِهِ لَا نَدْرِيْ مَا فَعَلَتْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں ہے اور میرا یہی گمان ہے کہ وہ (مسخ شدہ) چوہے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب چوہوں کے سامنے اونٹوں کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو نہیں پیتے، اور جب ان کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو پی لیتے ہیں، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت کعب سے بیان کی، انھوں نے کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے، میں نے کہا ہاں، جب انھوں نے بار بار یہ سوال کیا تو میں نے کہا کیا میں تورات پڑھ رہا ہوں! اسحق کی روایت میں ہے ہم (از خود) نہیں جانتے وہ گروہ کہاں گیا۔

۷۳۶۵۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ الْفَارَةُ مَسْخٌ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّهُ يُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهَا لَبَنُ الْغَنَمِ فَتَشْرَبُهُ وَيُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهَا لَبَنُ الْإِبِلِ فَلَا تَذُوْقُهُ فَقَالَ لَهُ كَعْبٌ أَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفَأُنْزِلَتْ عَلَيَّ التَّوْرَاةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چوہا مسخ ہوا ہے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو یہ پی لیتا ہے اور اس کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جائے تو یہ اس کو نہیں پیتا، کعب نے ان سے کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تھی؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا تو کیا مجھ پر تورات نازل ہوئی تھی۔

۷۳۶۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

۷۳۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا کہ یہ

بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حدیث حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۷۳۶۸ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ (وَاللَّفْظُ لِشَيْبَانَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی شان پر خوشی کرنی چاہیے اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مقام اس کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں، اگر وہ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرے تو اس کو اجر ملتا ہے اور اگر وہ مصیبت آنے پر صبر کرے تب بھی اس کو اجر ملتا ہے۔

حدیث نمبر ۷۳۶۳، میں ہے: ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں پہلے ہم نور کا معنی بیان کریں گے، پھر ملائکہ کی ماہیت کی تحقیق کریں گے۔

نور کے معنی کی تحقیق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

النور الضوء المنتشر الذی یعین علی الابصار وذلک ضربان دنیوی واخروی، فالدنیوی ضربان ضرب معقول بعین البصیرۃ وھو ما انتشر من الامور الالٰھیۃ کنور العقل ونور القرآن ومحسوس بعین البصر وھو ما انتشر من الاجسام النیرۃ کالقمرین والنجوم والنیرات فمن النور الالٰھی قولہ تعالٰی (قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین) ومن المحسوس الذی بعین البصر (ھو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا) ومن النور الاخروی

نور اس پھیلی ہوئی روشنی کو کہتے ہیں جو دیکھنے میں مدد دیتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں، دنیوی اور اخروی، دنیاوی نور کی بھی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے، جس کا بصیرت کی آنکھ سے ادراک ہوتا ہے، یہ وہ امور الٰہیہ ہیں جو پھیلے ہوتے ہیں، جیسے عقل کا نور اور قرآن کا نور، قرآن میں ہے: قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا ظاہری آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے اور یہ اجسام منورہ سے پھیلی ہوئی روشنی ہے، جیسے سورج، چاند، ستارے اور دیگر روشنی دینے والے اجسام کی روشنی، قرآن مجید میں ہے: ھو الذی جعل

قولہ: (یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم) [1]

الشمس ضیاء والقمر نورا[1] اور آخرت کے نور کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم "ان کے اعمال کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔"

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

نور کا معنی ضوء (روشنی) ہے، خواہ کسی قسم کی روشنی ہو یا چمک ہو، زمخشری نے کہا ہے کہ ضیاء میں نور کی بہ نسبت زیادہ وضوح ہے، قرآن مجید میں ہے "اللہ تعالیٰ نے سورج کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا" علامہ قاری نے حواشی تلویح میں یہ تحقیق کی ہے کہ ضیاء ذاتی ہے اور نور عرضی ہے اور صاحب قاموس نے بصائر میں یہ بیان کیا ہے کہ نور کی دو قسمیں ہیں دنیاوی اور اخروی، دنیاوی نور کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کا بصیرت کی آنکھ سے ادراک ہوتا ہے یہ وہ انوار الٰہیہ ہیں جو پھیلے ہوتے ہیں جیسے عقل کا نور اور قرآن کا نور، اور دوسری قسم وہ ہے جس کا ظاہری آنکھ سے ادراک ہوتا ہے، اور یہ اجسام منورہ سے پھیلی ہوئی روشنی ہے، جیسے سورج، چاند اور ستاروں سے پھیلی ہوئی روشنی، اور اخروی نور کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ان کے اعمال کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔ [2]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا و بواسطتھا سائر المبصرات۔ [3]

نور وہ کیفیت ہے جس کا آنکھ سب سے پہلے ادراک کرتی ہے اور اس کیفیت کے واسطے سے باقی دکھائی دینے والی چیزوں کا ادراک کرتی ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ھو الظاھر الذی بہ کل ظھور، فالظاھر فی نفسہ المظھر لغیرہ یسمی نورا۔ [4]

نور وہ ظاہر ہے جس کی وجہ سے ہر چیز کا ظہور ہے، پس جو چیز خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کر دے وہ نور ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کا بیان

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والملک اصلہ مألک بتقدیم الھمزۃ من الالوک وھی الرسالۃ ثم قلبت وقدمت

ملک کی اصل مألک ہے، یہ الوک سے ماخوذ ہے، جس کا معنی رسالت (پیغام پہنچانا) ہے، پھر اس

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۰۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ
[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۵۸۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ
[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۰۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ
[4] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۲۴، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

اللام فقیل ملاك .[1]

میں قلب کر کے لام کو الف پر مقدم کیا گیا، اور ملاک کہا گیا۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

اصلہ مألك من الالوك الرسالة ثم قدمت الھمزۃ .[2]

اس کی اصل مألک ہے، یہ الوک سے ماخوذ ہے جس کا معنی رسالت ہے، پھر ہمزہ کو مقدم کیا گیا۔

امام رازی لکھتے ہیں:

انھا اجسام لطیفۃ ھوائیۃ تقدر علی التشکل باشکال مختلفۃ مسکنھا السموٰت وھذا قول اکثر المسلمین .[3]

ملائکہ کا جسم لطیف اور مجرد ہے وہ مختلف شکلوں کو اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ان کا مسکن آسمان ہیں اور یہ اکثر مسلمانوں کا قول ہے۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

ملائکہ اصل میں ملاک کی جمع ہے اور یہ الوکۃ سے ماخوذ ہے، الوکت کا معنی رسالت ہے، کیونکہ ملائکہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان واسطہ ہیں، پس وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے رسول ہیں، یا بمنزلہ رسول ہیں، ان کی حقیقت میں لوگوں کا اختلاف ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ موجود اور قائم بالذات ہیں، اکثر مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا جسم لطیف ہوتا ہے اور یہ مختلف شکلوں کو اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان کو مختلف شکلوں میں دیکھا ہے، اور نصاریٰ کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ یہ نیک انسانوں کے بدن سے الگ ہوجانے والی روحیں ہیں، اور حکماء کا یہ گمان ہے کہ یہ جواہر مجردہ ہیں جن کی حقیقت نفوس ناطقہ کی حقیقت کے مخالف ہے، ان کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو اللہ سبحانہٗ کی معرفت میں مستغرق رہتی ہے اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یسبحون اللیل والنھار لا یفترون۔

وہ رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

یہ ملأ اعلیٰ اور ملائکہ مقربین ہیں، اور ایک قسم وہ ہے جو قضاء و قدر کے مطابق نظام عالم کو جاری رکھنے کی تدبیر کرتی ہے، یہ اللہ کے احکام سے روگردانی نہیں کرتے، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں، یہ "المدبرات امراً" کے مصداق ہیں، ان میں سے بعض فرشتے آسمان سے متعلق ہیں اور بعض زمین سے۔[4]

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

اکثر مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ ملائکہ اجسام نورانیہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہوائیہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰ ص ۳۹۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۳۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۱۲۰-۱۱۹، مطبوعہ دار صادر بیروت

اذن سے متعدد اور مختلف شکلوں کے اختیار کرنے پر قادر ہیں (الی قولہ) اور ہمارے نزدیک ملائکہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ملائکہ ہیں جو ہر وقت اللہ سبحانہ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے ، دن اور رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس سے تھکتے نہیں یہ ملاء اعلیٰ اور ملائکہ مقربین ہیں ، اور دوسری قسم وہ ملائکہ ہیں جو قضاء و قدر کے مطابق آسمانی احکام کو زمین پر نافذ کرنے کی تدبیر کرتے ہیں یہ " المدبرات امر" کا مصداق ہیں ، ان میں بعض فرشتے آسمانی ہیں اور بعض زمینی ، اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا ، حدیث میں ہے کہ آسمان پر کوئی قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے مگر کوئی فرشتہ اس جگہ پر سجدے میں ہے اور کوئی رکوع میں ، یہ فرشتے شکل و صورت اور جسامت میں مختلف ہوتے ہیں ان کو ان کی اصل صورت میں ماسوا ارباب نفوس قدسیہ کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا ، بعض اوقات یہ بیک وقت متعدد بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں ، حالانکہ یہ اپنی اصل شکل میں اپنی جگہ موجود ہوتے ہیں ، حتیٰ کہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں حاضر ہوتے تھے اسی وقت میں وہ سدرۃ المنتہیٰ میں بھی موجود ہوتے تھے اور اولیاء کاملین بھی اسی طرح بیک وقت متعدد جگہ دکھائی دیتے ہیں ، ہر چند کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے ، لیکن میں اس پر ایمان لانے والوں میں سے ہوں ۔ [1]

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں :

ملائکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سر مو تجاوز نہیں کرتے ، اس کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ، وہ مذکر اور مؤنث نہیں ہوتے ، بت پرستوں نے جو کہا تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں یہ محال اور باطل ہے اور ان کی شان میں افراط ہے ، جس طرح یہودیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ فرشتوں میں سے یکے بعد دیگرے ایک فرشتہ کفر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو مسخ کر دیتا ہے ، یہ ان کی شان میں تفریط ہے ، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا شیطان نے کفر نہیں کیا تھا اور وہ بھی فرشتہ تھا ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ابلیس کے سوا ہر ہر فرشتہ نے سجدہ کیا ، " اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی نص صریح ہے کہ " ابلیس جن تھا اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی " اور اس کو ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم تغلیباً دیا گیا تھا ، کیونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اور ہاروت اور ماروت کے متعلق زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ فرشتے تھے ، ان سے کوئی کفر سرزد ہوا تھا نہ گناہ کبیرہ (اس سلسلہ میں جو روایات مشہور ہیں وہ باطل ہیں ۔) ان کو جو عذاب ہوا تھا وہ بطریقہ عتاب تھا جس طرح انبیاء کو زلت اور سہو پر عتاب ہوتا ہے (علامہ تفتازانی کا یہ قول صحیح نہیں ہے ، کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر عتاب ، ان پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی ایک نوع ہے اس کو عذاب کی مثال میں پیش کرنا باطل ہے ، نیز ہاروت اور ماروت کے متعلق عذاب کا قول کرنا بھی باطل ہے ، کیونکہ عذاب ان سے معصیت کے صدور پر متفرع ہے جو معصیت کے صدور کا قائل ہے وہ عذاب کا بھی قائل ہے اور جو معصیت کے صدور کا منکر ہے وہ عذاب کا بھی منکر ہے ۔ سعیدی غفرلہٗ) ہاروت اور ماروت لوگوں کو وعظ کرتے تھے ان کو سحر کی تعلیم دیتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہتے تھے کہ ہم آزمائش اور امتحان کے لیے ہیں تم کفر نہ کرو ، اور سحر کی تعلیم کفر نہیں ہے کفر اس کے اعتقاد اور عمل میں ہے ۔ [2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ ، روح المعانی ج ۱ ص ۲۱۹ ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ ، شرح عقائد نسفی ص ۱۴۳ ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ افغانستان

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

ملائکہ کی حقیقت میں علماء کا اختلاف ہے، اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ملائکہ اجسام لطیفہ نورانیہ ہیں، حکماء نے یہ کہا کہ وہ جواہر مجردہ ہیں، ملائکہ کے جسم ہونے پر ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، اور زمین سے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام ان کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ فرشتے وہ روحیں ہیں جو نیک لوگوں کے بدنوں سے نکل جاتی ہیں، ایک اہم مسئلہ فرشتہ، جن اور شیطان کا فرق ہے، صحیح یہ ہے کہ فرشتہ ایک شریف نوع ہے جس کو خیر اور طاعت پر پیدا کیا گیا ہے اور جن کی نوع اس کے خلاف ہے ان میں خیر بھی ہے اور شر بھی، اور شر زیادہ ہے، اور شیطان ہر خبیث اور سرکش جن کو کہتے ہیں، نیز جن مذکر اور مؤنث ہوتے ہیں، ان کی نسل چلتی ہے وہ مکلف ہیں اور بنو آدم کی طرح وعد اور وعید کا مخاطب ہیں، یہ باعتبار عوارض کے فرق ہے اور باعتبار مادہ کے یہ فرق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جن کو آگ کے شعلہ سے اور آدم کو اس سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی مٹی سے۔ صحیح مسلم) نور سے مراد مادۂ نورانیہ ہے جو آگ کی بہ نسبت زیادہ لطیف اور اشرف ہے، قاضی بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ بعض فرشتوں کو بھی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ کی اس روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ نور سے مراد وہ آگ ہے جو لطیف اور صاف ہو، علامہ جلال الدین سیوطی نے اس تاویل کا سخت رد کیا ہے اور کہا یہ معرفت حدیث کی قلت اور فلسفہ میں مستغرق ہونے کا نتیجہ ہے۔[1]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

الملک جسم لطیف نورانی یتشکل باشکال مختلفۃ۔[2]

فرشتہ ایک لطیف نورانی جسم ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔

انسان، جن اور ملائکہ میں جوہر ذات کے اعتبار سے کون افضل ہے؟

اس حدیث میں ہے: اور آدم کو اس سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی مٹی سے)۔

ہر چند کہ بنو آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا لیکن اس سے یہ سمجھ لینا صحیح نہیں ہے کہ ملائکہ افضل ہیں اور بنو آدم مفضول ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام بشر اور جزء آدم ہیں اور اللہ کے محبوب سید آدم و بنو آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی اور بشر ہیں، اگر بشر اور آدمی میں فضیلت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کبھی آدمی اور بشر نہ بناتا، آدمیت اور بشریت کی فضیلت اور افتخار کے لیے صرف یہی امر کافی ہے کہ اللہ کے محبوب آدمی اور بشر ہیں، قرآن مجید میں ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا جب اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ (توبہ، ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آئے۔

---

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۶۰-۲۵۹، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[2] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، التعریفات ص ۱۰۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۰۶ھ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا کی:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم - (البقرۃ: ۱۲۹)

اے ہمارے رب اور ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے۔

بنو آدم کی تکریم بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولقد کرمنا بنی ادم وحملنھم فی البر والبحر ورزقنھم من الطیبت وفضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

(بنی اسرائیل: ۷۰)

اور بے شک ہم نے بنو آدم کو بزرگی عطا فرمائی، اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور پاکیزہ چیزوں سے ان کو رزق دیا اور ہم نے ان کو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے بہت زیادہ پر فضیلت دی۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بنو آدم کی تکریم میں یہ امور داخل ہیں، ان کو مستقیم القامت بنایا، حسین صورت دی، ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا، ان کو کھانے پینے اور لباس کی وہ نعمتیں دیں جو کسی اور جاندار کو نہیں دیں، انسان اپنے ہاتھوں سے کھاتا ہے اور باقی جاندار منہ سے کھاتے ہیں، ضحاک نے کہا انسان کو نطق اور تمیز عطا کی، محمد بن کعب نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو آدم سے مبعوث کیا، بعض نے کہا مردوں کو ڈاڑھی سے اور عورتوں کو چوٹی سے مزین کیا، محمد بن جریر طبری نے کہا انسان کے لیے تمام مخلوق کو مسخر کر دیا، بعض نے کہا انسان کو بولنا اور لکھنا سکھایا، بعض نے کہا فہم اور تمیز سے نوازا، لیکن صحیح اور معتمد بات یہ ہے کہ انسان کی تکریم اور تفضیل عقل کی وجہ سے ہے جو مکلف کیے جانے کا سبب ہے، اسی عقل سے انسان کو اللہ کی معرفت ہوتی ہے اور اس کو اللہ کے کلام کی فہم حاصل ہوتی ہے، اور وہ اللہ کے رسول کی تصدیق کرتا ہے اور اخروی نعمتوں کا مستحق قرار پاتا ہے البتہ جب انسان کی عقل ان نعمتوں تک پہنچنے کے لیے ناکافی تھی تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا۔ [1]

ہر مرکب کی چار علتیں ہوتی ہیں، علت مادی، علت صوری، علت فاعلی اور علت غائی، یہ ٹھیک ہے کہ فرشتوں کا مادہ نور ہے اور جنوں کا مادہ نار ہے اور انسان کا مادہ مٹی ہے اور نور اور نار مٹی سے افضل ہیں، لیکن انسان علت صوری کے اعتبار سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

(تین: ۴)

بے شک ہم نے انسان کو سب سے حسین صورت میں پیدا کیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۹۴-۲۹۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

نوٹ:۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف صورت کی اضافت تشریفاً ہے۔

علت فاعلی کے اعتبار سے بھی انسان سب سے افضل ہے، کیونکہ یوں تو ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے لیکن انسان کو پیدا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف کی ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی۔ (ص: ۷۵)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے ابلیس تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اور علت غائی کے اعتبار سے بھی انسان تمام مخلوق سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت اور نیابت کے لیے پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے:

واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ (بقرہ: ۳۰)

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بیشک میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ علت مادی کے اعتبار سے جن اور ملائکہ انسان سے افضل ہیں، اور علت صوری اور علت فاعلی اور علت غائی کے اعتبار سے انسان نہ صرف جن اور ملائکہ بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے۔

علامہ اقبال کا ایک شعر ہے:

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے ــ یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

یعنی انسان کے لیے فرشتوں کا مظہر ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں کیونکہ فرشتوں کا سردار حضرت جبرائیل نوع انسان (حضرات انبیاء علیہم السلام) کا خادم ہے، اس لیے اے انسان تو ملائکہ کا مظہر نہ بن بلکہ رب ملائکہ کا مظہر بن!

اجر و ثواب کے اعتبار سے تو انسان ملائکہ سے بہر حال افضل ہے لیکن جوہر ذات کے اعتبار سے ان میں کون افضل ہے اس میں کسی جانب قطعیت نہیں ہے۔

انسان اور فرشتہ میں کسی کی افضلیت پر قطعیت نہیں ہے

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۹، ۴۶۳، ۴۳۴، ۳۲۳، ۳۱۵، ۲۵۱، ۲۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں اور جنوں کے مقابلہ میں انسان کے اوپر اپنی خصوصی نعمتوں کا شمار کیا ہے، لہٰذا اس آیت میں باقی جاندار اور جنات مفضول ہیں اور انسان افضل ہے اور ملائکہ ان کثیر مفضولین سے خارج ہیں، اس آیت میں ان کے ذکر سے تعرض نہیں کیا گیا، ______ بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ ملائکہ افضل ہوں اور اس کے برعکس ہونے کا بھی احتمال ہے، اور ان میں مساوات ہونے کا بھی احتمال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کسی جانب قطعیت نہیں ہے۔[1]

امام رازی شافعی اس بحث میں لکھتے ہیں:

یہاں پر یہ بحث باقی ہے کہ فرشتہ افضل ہے یا بشر؟ یعنی وہ جوہر بسیط جو محض قوت عقلیہ قدسیہ کے ساتھ متصف ہے وہ افضل ہے یا بشر افضل ہے جو ان دونوں قوتوں کا جامع ہے؟ یہ ایک اور بحث ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت (بنواسرائیل: ۷۰) میں یہ نہیں فرمایا: "و فضلناھم علی الکل" "ہم نے بنوآدم کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے"، بلکہ یہ فرمایا ہے: و فضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنواسرائیل: ۷۰) "اور ہم نے ان کو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق میں بہت زیادہ پر فضیلت دی ہے"۔ اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ بعض ایسی مخلوق بھی ہے جس پر انسان کو فضیلت نہیں دی گئی، اور جو لوگ اس قسم کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ فرشتے ہیں، پھر یہ لازم آئے گا کہ انسان فرشتوں سے افضل نہیں ہے بلکہ فرشتے انسان سے افضل ہیں، اور یہ حضرت ابن عباس کا مذہب ہے اور واحدی نے بسیط میں روایت کیا ہے کہ زجاج کا بھی یہی مختار ہے، یہ کلام دو بحثوں پر مشتمل ہے ایک یہ کہ انبیاء علیہم السلام افضل ہیں یا ملائکہ؟ اس پر بحث گذر چکی ہے (معتزلہ ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں اور اہل سنت انبیاء علیہم السلام کی افضلیت کے قائل ہیں۔) دوسری بحث یہ ہے کہ عام ملائکہ اور عام مومنین میں سے کون افضل ہے؟ بعض علماء نے کہا کہ مومنین ملائکہ سے افضل ہیں اور ان کا استدلال اس روایت سے ہے: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ نے عرض کیا: اے ہمارے رب! تو نے بنوآدم کو دنیا دی ہے جس میں وہ کھاتے ہیں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ہم کو یہ نعمت نہیں دی، تو ہم کو آخرت میں یہ نعمت عطا فرما دے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اس کی ذریت کو میں ان کے مساوی نہیں کروں گا جن کو میں نے کن سے پیدا کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ملائکہ سے زیادہ مکرم ہے جو اس کے پاس ہیں، اس حدیث کو علامہ واحدی نے بسیط میں روایت کیا ہے، اور جو کہتے ہیں کہ فرشتہ انسان سے علی الاطلاق افضل ہے، وہ سورۂ بنواسرائیل کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں مفہوم مخالف اور دلیل خطاب سے استدلال ہے کیونکہ دلیل کی تقریر اس طرح ہے: کثیر کی ذکر میں تخصیص کرنا اس کو مستلزم ہے کہ قلیل اس کی ضد ہے، یعنی جب انسان کثیر سے افضل ہے تو باقی قلیل (یعنی ملائکہ) انسان سے افضل ہیں، اور یہ دلیل خطاب سے استدلال ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔[2]

علامہ آلوسی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۹۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۲۲۔۳۲۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

تفضیل کا مسئلہ اہل سنت، اور جو ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں، ان کے درمیان مختلف فیہ ہے، حضرت ابن عباس کا یہی مذہب ہے اور یہی زجاج کا مختار ہے، اور بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ رسل بشر مطلقاً افضل ہیں، پھر رسل ملائکہ عوام بشر اور عوام ملائکہ سے افضل ہیں، پھر عوام ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصحاب اور اکثر شافعیہ اور اشعریہ کا یہی مسلک ہے، بعض نے یہ کہا کہ نوع انسان میں سے جو کاملین ہیں وہ افضل ہیں خواہ نبی ہوں یا ولی، بعض نے کہا ملائکہ کروبین مطلق افضل ہیں، بعض نے کہا رسل بشر پھر کاملین بشر افضل ہیں پھر عوام ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں۔

یہ امام رازی اور امام غزالی کا مسلک ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اہل سنت بشر کو فرشتہ سے افضل قرار دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں کسی جانب بھی قطعی دلیل نہیں ہے۔ [۱]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

(ذھبنا معشر الاشعریۃ والحنفیۃ (الی ان الانقیاء من بنی آدم کالرسل وغیرھم افضل من الملائکۃ خواصھم) ای خواص البشر (کالانبیاء رسلا کانوا وغیرھم (افضل من خواصھم) ای خواص الملائکۃ کجبرائیل ومیکائیل (وعوامھم) ای عوام البشر (کالصلحاء من عوامھم) [۲]

ہمارا یعنی اشاعرہ اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ بنو آدم کے نیک انسان خواہ نبی ہوں یا ولی، ملائکہ سے مطلقاً افضل ہیں خواص بشر خواہ رسول ہوں یا نبی، خواص ملائکہ مثلاً حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل سے افضل ہیں اور عوام بشر مثلاً نیک مسلمان، عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۃ البشر سے افضل ہیں اور عامۃ البشر عامۃ الملائکہ سے افضل ہیں، رسل ملائکہ کی عامۃ البشر سے افضلیت بالاجماع ہے بلکہ بالبداہۃ ہے اور رسل بشر کی رسل ملائکہ پر اور عامۃ البشر کی عامۃ الملائکہ پر فضیلت کی متعدد دلیلیں ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم اور تکریم کے لیے سجدہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

قال ارءیتک ھذا الذی کرمت علی (بنی اسرائیل: ۶۲)

(شیطان نے) کہا بھلا اس کو دیکھ تو سہی جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟

قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ (ص: ۷۶)

(شیطان نے) کہا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھ کو آگ سے بنایا اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا۔

اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے نہ کہ اس کے برعکس۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعلم آدم الاسماء کلھا "اللہ نے حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دے دی تو ہر اہل زبان اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہ سمجھتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قصد حضرت آدم کو فرشتوں پر فضیلت دینا ہے

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲۰ - ۱۱۵ ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۲] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسائرہ مع المسامرہ، ص ۱۹۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان

اور ان کے علم کی زیادتی کو بیان کرنا ہے تاکہ ان کی تعظیم و تکریم کا استحقاق ظاہر ہو۔ (یہ دونوں دلیلیں انبیاء علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت کو بیان کرتی ہیں اور عوام بشر (نیک مسلمان) کی ملائکہ پر فضیلت کا بیان اس آیت میں ہے:)

۳- ان اللّٰه اصطفیٰ اٰدم ونوحا واٰل ابراھیم واٰل عمران علی العٰلمین۔ (اٰل عمران، ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

اور تمام جہانوں میں ملائکہ بھی داخل ہیں، اس آیت کے عموم سے رسل ملائکہ کی عوام بشر پر فضیلت کو اجماع کے سبب سے مستثنیٰ کر لیا گیا ہے، اور باقی افراد میں اس آیت کا عموم معتبر ہے (اس آیت کا ظاہری معنی یہ ہے: آل ابراہیم اور آل عمران خواہ وہ رسول ہوں یا نہ ہوں تمام ملائکہ سے افضل ہیں، خواہ وہ ملائکہ رسول ہوں یا نہ ہوں، لیکن حضرت ابراہیم اور حضرت عمران کی اولاد میں سے عامہ بشر کی رسل ملائکہ سے افضل ہونا چونکہ اجماع کے خلاف ہے اس لیے ان کو اس آیت کے عموم سے خاص کر لیا گیا ہے، اور باقی افراد میں یہ حکم ثابت رہے گا یعنی رسل بشر کی رسل ملائکہ پر فضیلت اور عامہ بشر کی عامہ ملائکہ پر فضیلت ثابت رہے گی۔ (نبراس ص ۵۹۸) اور یہ امر مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس کے ثبوت کے لیے دلائل ظنیہ کافی ہیں۔ [1]

حدیث نمبر ۷۳۶۳ میں ملائکہ، جن اور انسان کا مادہ خلقت بیان کیا گیا تھا، جن کے متعلق ہم اس جلد میں اس سے پہلے باب نمبر ۱۰۳ میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں، اس لیے یہاں ہم نے ملائکہ کے مادہ خلقت سے بحث کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ نفس مادہ کے اعتبار سے جن اور ملائکہ انسان سے افضل ہیں، لیکن صورت، غایت اور فاعل کے اعتبار سے انسان ہر مخلوق سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور وجاہت کے لحاظ سے رسل بشر مطلقاً افضل ہیں، اور رسل ملائکہ، عام بشر اور عام ملائکہ سے افضل ہیں اور عام بشر (یعنی مومنین صالحین) عام ملائکہ سے افضل ہیں لیکن یہ مسئلہ بہر حال ظنی ہے۔

باب ۱۰۳۳: النَّهْيِ عَنِ الْمَدْحِ إِذَا كَانَ فِيْهِ إِفْرَاطٌ وَخِيْفَ مِنْهُ فِتْنَةٌ عَلَى الْمَمْدُوْحِ

کسی کی اتنی زیادہ تعریف کرنے کی ممانعت جس سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا خدشہ ہو۔

۷۳۶۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ مَدَحَ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ وَلَا أُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے کسی کی تعریف کی، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی، یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص نے اپنے صاحب کی لامحالہ تعریف کرنی ہو، تو یوں کہو کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور اس کو حقیقت میں اللہ ہی جاننے والا ہے، اور میں کسی کو اللہ کے نزدیک

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ افغانستان

أَحَدًا أَحْسِبُهُ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَاكَ كَذَا وَكَذَا۔

سراہا ہوا نہیں کہتا، خواہ وہ اس کے متعلق اسی طرح جانتا ہو۔

۷۳۷۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ قَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنْ رَجُلٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْهُ فِي كَذَا وَكَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا يَقُولُ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا إِنْ كَانَ يُرَى أَنَّهُ كَذَلِكَ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا، ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص فلاں فلاں چیز میں اس سے افضل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی، یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص نے خواہ مخواہ اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہو تو یہ کہے میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے خواہ وہ اس کو اسی طرح سمجھتا ہو اور وہ یہ نہ کہے کہ وہ اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

۷۳۷۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا فَقَالَ رَجُلٌ مَا مِنْ رَجُلٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ان روایتوں میں یہ نہیں ہے کہ اس شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہے۔

۷۳۷۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي الْمِدْحَةِ فَقَالَ لَقَدْ أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی کی بہت مبالغہ کے ساتھ تعریف کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا تم نے اس کو ہلاک کر دیا، یا فرمایا تم نے اس شخص کی پیٹھ کاٹ دی۔

۷۳۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ

حضرت ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہو کر امراء میں سے کسی امیر کی تعریف کر رہا تھا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس پر مٹی ڈالنے لگے، اور کہا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ

عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قَامَ رَجُلٌ يُثْنِي عَلَى أَمِيْرٍ مِنَ الْأُمَرَآءِ فَجَعَلَ الْمِقْدَادُ يَحْثِي عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَحْثِيَ فِي وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ۔

علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیں۔

۷۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَجَعَلَ يَحْثُوْ فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَآءَ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِي وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا تھا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے تھے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے، حضرت عثمان نے فرمایا: تم کیا کر رہے ہو؟ حضرت مقداد نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔

۷۳۷۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْأَشْجَعِيُّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنِ الْمِقْدَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۷۳۷۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا صَخْرٌ (يَعْنِي ابْنَ جُوَيْرِيَةَ) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي فِي الْمَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَذَبَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيْلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهٗ إِلَى الْأَكْبَرِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، مجھے دو آدمیوں نے کھینچا، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے چھوٹے شخص کو مسواک دی، مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دو، پھر میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔

کسی کے منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث و آثار

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن طارق بن شہاب قال قال عبد اللہ ان الرجل لیخرج ومعہ دینہ فیرجع وما معہ شیء منہ یاتی الرجل لایملک لہ ولا لنفسہ ضرا ولا نفعا فیقسم لہ باللہ لانت وانت فیرجع ما حل من حاجتہ بشیء وقد اسخط اللہ علیہ رواہ الطبرانی باسانید ورجال احدھا رجال الصحیح۔ [۱]

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا ایک شخص باہر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے اور جب لوٹ کر آتا ہے تو اس کے پاس بالکل دین نہیں ہوتا، وہ ایک ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو اس کے لیے اور خود اپنے لیے کسی نفع کا مالک ہوتا ہے نہ نقصان کا اور وہ اس کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تم ایسے ہو اور ایسے ہو! پھر وہ ایسے حال میں لوٹتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کئی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور ایک سند کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا رایتم المداحین فاحثوا فی وجوھھم التراب رواہ الطبرانی واحد اسنادیہ حسن۔ [۲]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی دو سندوں میں سے ایک سند حسن ہے۔

کسی کے منہ پر تعریف کرنے کے جواز کے متعلق احادیث و آثار

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما احد اغیر من اللہ وذلک انہ حرم الفواحش وما احد احب الیہ المدحۃ من اللہ وذلک لانہ مدح نفسہ ولا احد احب اللہ العذر من اللہ وذلک انہ اعتذر الی خلقہ ولا احد احب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا، اور اللہ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اللہ سے زیادہ کسی کو عذر کو قبول کرنا پسند نہیں ہے اسی وجہ سے وہ اپنی مخلوق کا

[۱] - حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲] - ” ” مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۸ ، ”

الیہ الحمد من اللہ وذلک انہ حمد نفسہ رواہ الطبرانی وفیہ عبد اللہ بن حماد بن نمیر ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔[1]

عذر قبول کرتا ہے، اور اللہ سے زیادہ کسی کو حمد پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی حمد کی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبد اللہ بن حماد کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن خلاد بن السائب قال دخلت علی اسامۃ بن زید فمدحنی فی وجھی وقال انہ حملنی علی ان امدحک فی وجھک انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مدح المؤمن فی وجھہ ربا الایمان فی قلبہ رواہ الطبرانی وفیہ ابن لھیعۃ، وبقیۃ رجالہ وثقوا۔[2]

خلاد بن سائب کہتے ہیں کہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انھوں نے میری میرے منہ پر تعریف کی اور کہا کہ میرے لیے تمہارے منہ پر تمہاری تعریف کرنے کا باعث یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کے دل میں اس کا ایمان بڑھتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بعض صحابہ کرام کے منہ پر تعریف فرمائی ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل ابوبکر اخذ بطرف ثوبہ حتی ابدی عن رکبتیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انی کان بینی و بین ابن الخطاب شیء فاسرعت الیہ ثم ندمت فسألتہ ان یغفرلی فابی علی فاقبلت الیک فقال یغفر اللہ لک یا ابا بکر ثلثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فسال اثم ابوبکر قالوا لا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتمعر

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس وقت حضرت ابوبکر ایک کپڑا اوڑھے ہوئے آرہے تھے جو ان کے گھٹنوں سے ہٹا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ساتھی کسی سے ناراض ہوا ہے! حضرت ابوبکر نے سلام کیا اور عرض کیا میرے اور ابن الخطاب کے درمیان کچھ مناقشہ ہو گیا، میں نادم ہو کر جلد ان کے پاس گیا اور ان سے معافی کا سوال کیا، انھوں نے مجھ سے انکار کیا، تو میں آپ کے پاس آیا، آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف کرے! ادھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور پوچھا کیا وہاں ابوبکر ہیں! گھر والوں نے کہا نہیں! پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ″ ″ ″ ″ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۹، ″ ″ ″

حتی اشفق ابو بکر فجثا علی رکبتیہ فقال یا رسول اللہ! واللہ انا کنت اظلم مرتین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین فما اوذی بعدھا۔ ۱؎

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو رہا تھا حتی کہ حضرت ابو بکر ڈر گئے، حضرت ابو بکر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنے لگے: یا رسول اللہ! بخدا میں زیادہ ظلم کرنے والا تھا، یہ دو بار کہا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تم نے مجھے جھٹلایا اور ابو بکر نے تصدیق کی اور اپنی جان اور مال سے میری غمخواری کی، کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر چھوڑنے والے ہو؟ یہ آپ نے دو بار فرمایا، اس کے بعد حضرت ابو بکر کو ایذاء نہیں دی گئی۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کے منہ پر ان کی تعریف کی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من انفق زوجین من شیء من الاشیاء فی سبیل اللہ دعی من ابواب یعنی الجنۃ یا عَبْدَ اللہ ھذا خیر فمن کان من اھل الصلوٰۃ دعی من باب الصلوٰۃ ومن کان من اھل الجھاد دعی من باب الجھاد ومن کان من اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الصیام باب الریان فقال ابو بکر ما علی ھذا الذی یدعی من تلک الابواب من ضرورۃ وقال ھل یدعی منھا کلھا احد یا رسول اللہ فقال نعم وارجوا ان تکون منھم یا ابا بکر۔ ۲؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کے بھی دو جوڑے خرچ کیے اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے، سو جو شخص نمازیوں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو شخص صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الصیام، باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابو بکر نے کہا کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے بلائے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یا رسول اللہ! کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور مجھے امید ہے اے ابو بکر تم انہی لوگوں میں سے ہو گے۔!

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳؎

۱؎ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶-۵۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲؎ " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۱،

۳؎ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۸-۵۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ سبحانہ خیر عبداً بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ فبکی ابوبکر فقلت فی نفسی ما یبکی ھذا الشیخ ان یکن اللہ خیر عبداً بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ عزوجل فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو العبد وکان ابوبکر اعلمنا فقال یا ابا بکر لا تبک ان امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر لو کنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابا بکر ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔ [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے، اس کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے، حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے، حضرت ابوسعید کہتے ہیں میں نے دل میں سوچا: اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور اس نے جو اللہ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا تو اس بوڑھے کو کیا چیز رلاتی ہے، لیکن آپ کے اس ارشاد میں بندے سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ عالم تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! مت روؤ! بے شک اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں، اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت قائم رہے گی، اور ابوبکر کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے، باقی نہ رکھا جائے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین ذکر فی الازار ما ذکر قال ابوبکر یا رسول اللہ! ان ازاری یسقط من احد شقیہ قال انک لست منھم۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے کی وعید سنائی (کہ جس نے تکبر سے چادر لٹکائی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا) حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! میری چادر ایک جانب

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶، ۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۶ - ۵۲۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے تنگ جاتی ہے، آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو!

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار هذا حدیث حسن غریب صحیح [1]

حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: تم میرے حوض کے بھی صاحب ہو اور غار کے بھی صاحب ہو!

ان تمام احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کے منہ پر ان کی تعریف کی ہے، اور حضرت عمر نے بھی سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت کے وقت حضرت ابو بکر کے منہ پر ان کی تعریف کی، امام بخاری حضرت عائشہ کی ایک طویل روایت میں ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا:

فقال عمر بل نبایعک انت فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2]

حضرت عمر نے کہا نہیں! بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے منہ پر بھی ان کی تعریف کی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایتنی دخلت الجنة فاذا انا بالرمیصا امرأة ابی طلحة و سمعت خشفة فقلت من هذا قال هذا بلال و رایت قصرا بفنائه جاریة فقلت لمن هذا فقال لعمر بن الخطاب فاردت ان ادخله فانظر الیه فذکرت غیرتک فقال عمر بابی و امی یارسول اللہ! علیک اغار۔ [3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا تو میں ابو طلحہ کی بیوی رمیصا کے پاس تھا، اور میں نے ایک آہٹ سنی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ بلال ہیں، پھر میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ کہا عمر بن الخطاب کا، میں نے ارادہ کیا کہ میں اندر جا کر اس محل کو دیکھوں تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے سامنے بھی ان کی تعریف فرمائی، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] 〃　〃　، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰، 〃　〃　، 〃

عن عبد الرحمٰن بن خباب قال شهدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یحث علی جیش العسرۃ فقام عثمان بن عفان فقال یارسول اللہ علی مائۃ بعیر باحلاسھا و اقتابھا فی سبیل اللہ ثم حض علی الجیش فقام عثمان فقال یارسول اللہ علی مائتا بعیر باحلاسھا و اقتابھا فی سبیل اللہ ثم حض علی الجیش فقام عثمان فقال علی ثلثمائۃ بعیر باحلاسھا و اقتابھا فی سبیل اللہ فانا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علی المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ۔[1]

حضرت عبد الرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر کی مدد کے لیے ترغیب دے رہے تھے، حضرت عثمان بن عفان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کاٹھیوں اور گدّوں کے ساتھ سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، آپ نے پھر لشکر کی مدد پر برانگیختہ کیا، پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! کاٹھیوں اور گدّوں کے ساتھ دو سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کی مدد کی ترغیب دی پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! کاٹھیوں اور گدّوں کے ساتھ تین سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ منبر سے اترتے ہوئے فرما رہے تھے آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا، آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدًا وابو بکر و عمر و عثمان فرجف بھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق و شھیدان ھذا حدیث حسن صحیح۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان احد (پہاڑ) پر چڑھے، وہ ہلنے لگا، آپ نے فرمایا: اے احد ساکن ہو جا! تجھ پر صرف نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔

اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی ان کی تعریف کی ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۰ " "

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۵ ، " "

اس حدیث کو امام بخاری[1] اور امام مسلم[2] نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک۔[4]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے اس مسجد میں جنابت کے ساتھ آنا جائز نہیں ہے۔

عن علی قال لقد عھد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النبی الامی انہ لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا۔

منہ پر تعریف کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل

صحیح مسلم کے زیر بحث باب میں امام مسلم نے ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے، جبکہ معجم طبرانی میں ایسی روایات ہیں جن میں کسی کے سامنے تعریف کرنے کی اجازت ہے اور صحاح ستہ میں بکثرت ایسی روایات ہیں جن میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کے سامنے ان کی تعریف کی ہے، اس لیے علماء کرام نے ان احادیث میں یہ تطبیق دی ہے کہ اگر کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے اس کے فتنہ میں مبتلاء ہونے کا خدشہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف نہ کی جائے اور اگر یہ خدشہ نہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف جائز ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس باب میں وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے منہ پر تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے، صحیح بخاری صحیح مسلم اور بکثرت کتب حدیث میں ایسی روایات بھی ہیں جن میں منہ پر تعریف کی گئی ہے، ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ کسی کی بے جا تعریف کرنا یا تعریف میں مبالغہ کرنا یا دنیاوی طمع کی وجہ سے تعریف کرنا یا جس شخص کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ
[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۵،
[5] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۵

وہ تعریف سن کر اکڑ جائے گا یا تکبر میں مبتلا ہو جائے گا، اس کے منہ پر تعریف کرنا منع ہے، اور جس شخص کے کمال تقویٰ اور عقل میں پختگی کی وجہ سے یہ خدشہ نہ ہو اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ بے جا تعریف نہ ہو اور دنیاوی طمع کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ اگر کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تعریف کی جائے یا کسی شخص میں کسی نیک خصلت کے حصول یا اس کی زیادتی کے لیے یا اس کو اس نیک خصلت پر برقرار رکھنے کے لیے یا اس نیک خصلت کی اقتداء کے لیے اس کے منہ پر تعریف کی جائے تو یہ تعریف کرنا مستحب ہے۔ [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ممانعت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرے گا جو اس میں نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اپنے متعلق ان اوصاف کا یقین کرلے اور ان اوصاف پر اعتماد کر کے وہ شخص اپنے اعمال صالحہ کم کر دے اور نیکی کی جدوجہد کرنا چھوڑ دے (مثلاً ایک شخص کسی سے کہے میں نے تم کو خواب میں بارگاہ رسالت میں دیکھا ہے، اور تمہارے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے یا کہے کہ میں نے حضور سے یہ سنا ہے کہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ جنتی ہو گا، یا جو تمہارے وعظ میں شریک ہو گا وہ جنتی ہو گا۔ العیاذ باللہ) اس لیے جس حدیث میں یہ ہے کہ "تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو" اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو اور جس شخص نے ان اوصاف کے ساتھ تعریف کی جو ممدوح میں موجود ہوں جو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض صحابہ نے اپنے اشعار اور خطاب میں آپ کی تعریف کی اور آپ نے ان کے منہ میں مٹی نہیں ڈالی، علامہ ابن بطال کا کلام ختم ہوا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت عثمان کے سامنے ان کی تعریف کی تو حضرت مقداد نے اس کے منہ پر کنکر یاں پھینکیں اور مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا، اس حدیث کا دوسرا محمل یہ ہے کہ منہ پر مٹی ڈالنے کا مطلب ہے اس کو ناکام اور نامراد کرنا یعنی جھوٹی تعریف کرنے والے کی غرض اور مقصد کو پورا نہ کرو، تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس سے کہو تمہارے منہ میں مٹی، چوتھی توجیہ یہ ہے کہ ممدوح اور موصوف اس جھوٹی تعریف سے دھوکا نہ کھائے اور تعریف کرنے والے سے کہے تم غلط کہہ رہے ہو میں ایسا نہیں ہوں، اور یہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنا ہے، پانچویں توجیہ یہ ہے کہ وہ شخص جس مقصد اور غرض سے تعریف کر رہا ہے اس کا وہ مقصد پورا کر کے اس کا منہ بند کر دیا جائے اور اس کو روانہ کر دیا جائے، مثلاً کوئی شخص کسی سے کچھ رقم مانگنے کے لیے اس کی بے جا تعریف کر رہا ہے تو وہ اس کو وہ رقم دے کر کہے یہ رقم لو اور جاؤ! اور یہ اس کے منہ کو بند کرنا ہے جو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے مترادف ہے، علامہ بیضاوی اور علامہ طیبی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ مدح کی آفت یہ ہے کہ مدح کرنے والا کبھی جھوٹ بولتا ہے اور کبھی اپنی مدح سے ممدوح کو مزید برائی میں مبتلا کرتا ہے، خصوصاً جب وہ فاسق یا ظالم کی مدح کرے، امام ابو یعلی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب فاسق کی مدح کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور کبھی وہ ایسی تعریف کرتا ہے جو اس کے نزدیک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

متحقق نہیں ہوتی، اور جس شخص کی مدح کی جائے وہ اس خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ وہ اترانے لگے یا تکبر کرے یا تعریف کی شہرت پر اعتماد کر کے عمل میں کمی کر دے، اگر تعریف ان قباحتوں سے خالی ہو تو پھر اس میں حرج نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات تعریف مستحب ہوتی ہے، ابن عیینہ نے کہا جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہو اس کو کسی کی تعریف سے ضرر نہیں ہوتا اور بعض سلف نے کہا جب کسی کے منہ پر تعریف کی جائے تو وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جن کو یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی تعریف کی وجہ سے میری پکڑ نہ کر اور مجھے ان کے گمان سے بہتر بنا دے۔ [1]

بَابُ التَّثَبُّتِ فِي الْحَدِيثِ وَحُكْمِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ ۱۳۳

حدیث کو محفوظ رکھنے اور علم کی باتوں کو لکھنے کا حکم

۷۳۷۷ - حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ وَيَقُوْلُ اسْمَعِيْ يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ اسْمَعِيْ يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ وَعَائِشَةُ تُصَلِّيْ فَلَمَّا قَضَتْ صَلٰوتَهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى هٰذَا وَمَقَالَتِهِ اٰنِفًا إِنَّمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سن اے حجرے والی! سن اے حجرے والی! اس وقت حضرت عائشہ نماز پڑھ رہی تھیں، جب وہ نماز پڑھ چکیں تو انھوں نے عروہ سے کہا کیا تم نے ابھی ابوہریرہ کا کلام سنا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتے تھے تو اگر کوئی ان کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

۷۳۷۸ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوْا عَنِّيْ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ قَالَ هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ قَالَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حدیث نہ لکھو، جس نے قرآن مجید کے علاوہ میری کوئی حدیث لکھی وہ اس کو مٹا دے، میری حدیث بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

علم کی باتوں کو لکھنے کے متعلق فقہاء اور محدثین کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سلف صالحین میں سے صحابہ اور تابعین کا علم کے لکھنے میں بہت اختلاف ہے، اور ان میں سے اکثر نے اس کو جائز کہا ہے، پھر بعد میں اس کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا، اور اختلاف ختم ہو گیا، اور اس مسئلہ میں ممانعت کے متعلق جو حدیث ہے اس کی توجیہ میں بھی مختلف اقوال

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۷۸-۴۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) - لکھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے حافظہ پر اعتماد ہو اور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے لکھ لیا تو پھر اس کا لکھنے پر اعتماد رہے گا، اور جس شخص کو اپنے حافظہ پر اعتماد نہ ہو اس کے لیے لکھنا جائز ہے، جیسے صحیح بخاری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" ابوشاہ کے لیے لکھ دو" اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس صحیفہ میں دیت اور قیدیوں کے احکام لکھے ہوئے تھے، اور عمرو بن حزم کی حدیث ہے، جس میں فرائض، سنن اور دیات کے احکام تھے، اور کتاب الصدقہ کی حدیث ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تو ان کو زکاۃ کے احکام لکھ کر دیے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا، اور ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں۔

(۲) - ان مذکور الصدر احادیث کی وجہ سے لکھنے کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور ممانعت اس وقت تھی جب یہ اندیشہ تھا کہ حدیث قرآن سے مختلط ہو جائے گی اور جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو لکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

(۳) - ایک صحیفہ میں قرآن اور حدیث کو ملا کر لکھنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ اس اختلاط سے پڑھنے والے پر قرآن اور حدیث میں اشتباہ نہ ہو۔ [۱]

لکھنے کے ثبوت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وربك الاكرم ۝ الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان مالم یعلم ۝ (علق ، ۵-۳)

آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا، انسان کو وہ سب سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

نٓ والقلم وما یسطرون ۔ (قلم ، ۱)

نٓ قلم کی قسم، اور ان (فرشتوں) کی جو لکھتے ہیں

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاكتبوه ط ولیكتب بینكم كاتب بالعدل ص ولا یاب كاتب ان یكتب كما علمه الله فلیكتب ج ولیملل الذی علیه الحق ولیتق الله ربه ولا یبخس منه شیئا ط فان كان الذی علیه الحق سفیها او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل هو فلیملل ولیه بالعدل ط واستشهدوا شهیدین من رجالكم ج فان لم یكونا

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو، اور کسی لکھنے والے کو تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھنا چاہیے، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسا کہ اللہ نے اس کو (لکھنا) سکھایا ہے سو اس کو چاہیے کہ وہ لکھ دے، جس شخص پر کوئی حق لازم ہے۔ (مثلاً قرض) وہ لکھوائے اور وہ اللہ سے ڈرے اور اس میں سے کچھ کم نہ کرے، پھر جس شخص پر حق لازم ہے اگر وہ کم عقل، یا کمزور ہے یا وہ لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو اس کا ولی (سرپرست) انصاف سے لکھوائے، اور تم اپنے

[۱] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رجلین فرجل وامراتٰن ممن ترضون من الشھداء ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخرٰی ط ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا ط ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ط ذٰلکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ وادنٰی الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا ط واشھدوا اذا تبایعتم ص ولا یضار کاتب ولا شھید ط وان تفعلوا فانہ فسوق بکم ط واتقوا اللہ ط ویعلمکم اللہ ط واللہ بکل شیء علیم ○ وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھن مقبوضۃ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ ط ولا تکتموا الشھادۃ ط ومن یکتمھا فانہ اٰثم قلبہ ط واللہ بما تعملون علیم ○

(البقرۃ: ۲۸۲ - ۲۸۳)

مردوں میں سے دو گواہ بنا لو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لو جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، اور کوئی معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو اس کی مدت تک لکھنے میں تنگ نہ ہو، اللہ کے نزدیک اس میں تمہارے لیے پورا انصاف ہے اور یہ گواہی کو زیادہ درست رکھنے والا ہے، اور یہ تمہارے شک کو زائل کرنے کے زیادہ قریب ہے ہاں جب تم آپس میں دست بدست بیع کر رہے ہو تو اس صورت میں تمہارے نہ لکھنے کا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور جب تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو، اور کسی لکھنے والے اور گواہ کو ضرر نہ دیا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے (ضرر دو گے) تو یہ تمہارا گناہ ہو گا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اور اگر تم سفر میں ہو اور تم لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضہ میں دیا ہوا رہن ہو پھر اگر تم میں ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب جانتا ہے۔

ان آیات میں لکھنے کا عام حکم دیا گیا ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔

مذاہب اربعہ کے مفسرین کے نزدیک لکھنے کا شرعی حکم

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

عطاء، ابن جریج، نخعی اور محمد بن جریر طبری کا مذہب یہ ہے کہ ادھار خرید و فروخت کو لکھنا اور اس پر گواہ بنانا واجب ہے، اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ یہ امر استحباب پر محمول ہے اور جمہور فقہاء مجتہدین کا یہی مذہب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کے تمام شہروں میں جمہور مسلمان بغیر گواہ بنائے اور بغیر لکھے مدت معینہ کے ادھار پر بیع و شراء کرتے ہیں اور یہ اس پر اجماع ہے کہ یہ واجب نہیں ہے، اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ یہ ابتداء میں واجب تھا اور جب یہ آیت نازل ہوئی: فان امن بعضکم بعضاً (الآیۃ) "پھر اگر تم میں ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے" تو یہ حکم منسوخ ہو گیا، حسن، شعبی اور حکم بن عیینہ کا یہی مذہب ہے۔[1]

[1] - امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ بیع ہو یا قرض اس کے معاملہ کو فریقین پر لکھنا اس آیت سے فرض کر دیا گیا ہے تاکہ انسان بھول نہ جائے یا انکار نہ کر سکے، یہ علامہ طبری کا مختار ہے، ابن جریج نے کہا جو قرض لے وہ لکھ لے اور جو بیع کرے وہ گواہ بنا لے، شعبی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حکم پہلے واجب تھا اور فان امن بعضکم بعضا سے اس کا وجوب ختم ہو گیا، ابن جریج کی بھی یہی رائے ہے اور جمہور کے نزدیک لکھنے کا یہ حکم مستحب ہے تاکہ لوگوں کے مال محفوظ رہیں اور شک واقع نہ ہو، اگر مقروض متقی ہے تو اس کو لکھنے سے ضرر نہیں ہو گا اور اگر وہ متقی نہیں ہے تو اس کی تحریر اس کے خلاف حجت ہو گی اور حقدار کا حق محفوظ رہے گا۔[1]

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بندوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جو معاملہ کسی مدت معینہ کے لیے ہو اس کو لکھ لینا چاہیے تاکہ اس کی جملہ شرائط منضبط ہو جائیں —— اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ان پڑھ امت ہیں، لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں" تو اس حدیث میں اور قرآن مجید میں مذکور لکھنے کے حکم میں کس طرح مطابقت ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین بہ حیثیت دین لکھے جانے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ کا حفظ کرنا سہل اور آسان ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتیں بھی لوگوں کو حفظ ہیں، قرآن مجید میں جن چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ لوگوں کے درمیان واقع ہونے والے جزوی واقعات ہیں، ان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا حکم دیا تاکہ بعد میں اس کی توثیق ہو سکے یہ حکم واجب نہیں ہے۔[2]

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ مدت معینہ کے قرضوں کو لکھنا اور ان پر گواہ بنانا اس آیت میں فاکتبوہ الخ سے واجب ہوا پھر فان امن بعضکم بعضا الخ سے یہ وجوب منسوخ ہو گیا، حضرت ابو سعید خدری، شعبی اور حسن بصری کا یہی مسلک ہے اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہ آیت محکمہ ہے، یہ منسوخ نہیں ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا بخدا آیت مداینۃ محکمہ ہے اس میں سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہوئی۔

تمام شہروں کے فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں لکھنے، گواہ بنانے اور رہن رکھنے کا حکم ہے اور یہ حکم مستحب ہے اور اس میں ہماری مصلحت اور فائدہ اور دین اور دنیا میں احتیاط برتنے کی رہنمائی ہے اور اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔[3]

خلاصہ یہ ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک قرض اور مدت معینہ کے معاملات اور معاہدات کو لکھنا واجب ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے اس حکم سے دین میں لکھنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، اور یہ واضح رہے کہ قرض کا لین دین اور خرید و فروخت حوائج کے لیے بھی مشروع ہے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر مروج اور معمول ہے

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۸۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ ھ

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ ھ

[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۲ - ۴۸۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ ھ

لہٰذا خواتین کے لیے بھی قرض اور مدت معینہ کے معاملات کو لکھنا مستحب قرار پایا۔ اس بحث کے اخیر میں ہم ان شاء اللہ خواتین کے لکھنے پڑھنے کے جواز پر مزید دلائل پیش کریں گے۔

لکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی رضی اللہ عنہ هل عندکم کتاب قال لا الا کتاب اللہ او فهم اعطیہ رجل مسلم او ما فی هذہ الصحیفۃ قال قلت وما فی هذہ الصحیفۃ قال العقل و فکاک الاسیر ولا یقتل مسلم بکافر۔ [1]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی لکھی ہوئی چیز ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! صرف کتاب اللہ ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان مرد کو دی گئی ہے یا جو اس صحیفہ میں ہے، میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا دیت کے احکام ہیں، قیدیوں کو چھڑانے کے اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

عن وهب بن منبہ عن اخیہ قال سمعت ابا هریرۃ یقول ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب [2]

وہب بن منبہ کے بھائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سوا کسی کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث نہیں ہیں، کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیء اسمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنهتنی قریش وقالوا اتکتب کل شیء تسمعہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضا فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاومأ باصبعہ الی فیہ فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر سنی ہوئی حدیث کو لکھ لیتا تھا تاکہ میں اس کو یاد کر لوں، مجھے قریش نے منع کیا اور کہا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر سنی ہوئی بات کو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشر ہیں خوشی اور ناخوشی دونوں حالتوں میں کلام کرتے ہیں، پھر میں لکھنے سے رک گیا، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لکھا کرو، خدا کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اس منہ سے حق

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، " " ، "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸ ـ ۱۵۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن رافع بن خدیج قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال تحدثوا ولیتبوأ من کذب علی متعمدا مقعدہ من جہنم قلت یارسول اللہ انا نسمع منك اشیاء فنکتبہا قال اکتبوا ولا حرج رواہ الطبرانی فی الکبیر [1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو صحابہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ سے بہت سی چیزیں سنتے ہیں آیا ہم ان کو لکھ لیا کریں؟ آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو، کوئی حرج نہیں ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیدوا العلم قلت وما تقییدہ قال الکتابۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کو قید کرلو، میں نے پوچھا علم کس سے قید ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا لکھنے سے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

عن انس قال شکا رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سوء الحفظ فقال استعن بیمینك رواہ الطبرانی فی الاوسط [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

عن ثمامۃ قال قال لنا انس قیدوا العلم بالکتابۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح [4]

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا علم کو تحریر سے مقید کرلو، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال کان عند

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲، " " " " " "

[3] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲، " " " " " "

[4] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲، " " " " " "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا معھم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنھمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا فقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منہ عندنا فی کتاب رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ [1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے کچھ اصحاب بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھا اور میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے جب صحابہ جانے لگے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرتے ہیں جب کہ آپ نے حضور کا ارشاد سن لیا ہے اور آپ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں منہمک رہتے ہیں، انھوں نے کہا اے ہمارے بھتیجے، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے ہیں وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہوتا ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن عبد الرحمان بن یزید بن جابر ان عمر بن الخطاب کتب الی معاذ بن جبل بکتاب فاجابہ معاذ بن جبل فکان کتابہ الیہ من معاذ بن جبل الی عمر بن الخطاب [2]

عبد الرحمان بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت معاذ بن جبل کی طرف ایک مکتوب لکھا اور حضرت معاذ نے اس مکتوب کا جواب لکھا، اس میں یہ لکھا تھا کہ یہ معاذ بن جبل سے عمر بن الخطاب کی طرف ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام حاکم کی مستدرک اور امام دارمی کی مسند کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن عمر قال: قیدوا العلم بالکتاب [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علم کو تحریر سے مقید کرلو۔

علامہ علی متقی امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن الشعبی قال: کتب ابو موسی الی عمر: انہ یاتینا من قبلک کتب لیس لھا تاریخ فارخ فاستشار عمر فی ذلک فقال بعضھم ارخ لمبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عمر کی طرف لکھا: ہمارے پاس آپ کے مکاتیب آتے ہیں جن پر تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی، آپ تاریخ لکھا کریں، حضرت عمر نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا، بعض نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۰۹، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " "، کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۰۹ " " "

وقال بعضهم لوفاته فقال عمر: لا بل نؤرخ لمهاجره فان مهاجره فرق بين الحق والباطل۔ [1]

کی بعثت سے تاریخ (سن) کی ابتداء کریں، بعض نے کہا آپ کی وفات سے، حضرت عمر نے فرمایا نہیں! بلکہ ہم آپ کی ہجرت سے تاریخ کی ابتداء کریں گے، کیونکہ آپ کی ہجرت ہی حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن شیبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن الشعبي قال: اول ما كتب النبي صلى الله عليه وسلم كتب باسمك اللهم فلما نزلت (بسم الله مجرها و مرسٰها) كتب بسم الله فلما نزلت (انه من سليمان وانه بسم الله الرحمٰن الرحيم) كتب بسم الله الرحمٰن الرحيم [2]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے باسمک اللھم لکھا، اور جب بسم اللہ مجرھا و مرسٰھا نازل ہوئی تو آپ نے بسم اللہ لکھا، اور جب انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال كتب النبي صلى الله عليه وسلم او اراد ان يكتب فقيل له انهم لا يقرؤن كتابا الا مختوما فاتخذ خاتما من فضة نقشه محمد رسول الله [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھا یا لکھنے کا ارادہ کیا، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ مُہر کے بغیر مکتوب کو نہیں پڑھتے تو آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن النجار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من حق الولد على والده ان يعلمه الكتابة وان يحسن اسمه وان يزوجه اذا بلغ۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو لکھنا سکھائے اور اس کا اچھا نام رکھے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے۔

اس حدیث میں ولد کا لفظ ہے جو بیٹے اور بیٹی دونوں کو شامل ہے اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کو بھی لکھنا سکھانا جائز ہے بلکہ بیٹیوں کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو لکھنا سکھائے، اور ولد کے لفظ کو مذکر کے ساتھ خاص کرنا فقہی اور علمی اصطلاحات سے بے خبری ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ص ۳۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ″ ″ ″ ، کنز العمال ج ۱۰ص ۳۱۱، ″ ″ ″

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ص ۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ص ۴۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

عن ابن عباس قال کان ناس من الاسراء یوم بدر لم یکن لھم فداء فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فداءھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابۃ رواہ احمد [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن کچھ قیدیوں کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ وہ انصار کی اولاد کو لکھنا سکھائیں۔

تعلیم نسواں کے متعلق خصوصی احادیث

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا: باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ "کسی شخص کا اپنی باندی اور اہلیہ کو تعلیم دینا" اور اس باب کے تحت حسب ذیل حدیث نقل کرتے ہیں:

عن ابی بردۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ لھم اجران رجل من اھل الکتاب اٰمن بنبیہ واٰمن بمحمد والعبد المملوک اذا ادی حق اللہ وحق موالیہ ورجل کانت عندہ امۃ یطأھا فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران [2]

ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کے لیے دو اجر ہیں (۱) اہل کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لایا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا (۲) وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالک کا حق ادا کرے (۳) اور وہ شخص جس کے پاس باندی ہو جس سے وہ مقاربت کرتا ہو وہ اس کو اچھے طریقہ سے ادب سکھائے اور اچھے طریقہ سے تعلیم دے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی خوارزمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن مسعود من کانت لہ ابنۃ فادبھا واحسن ادبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا کانت لہ منعۃ وسترا من النار [3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص اپنی بیٹی کو اچھا ادب سکھائے اور اچھی تعلیم دے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہوگی۔

ان حدیثوں میں خواتین کو تعلیم دینے کی ترغیب دی گئی ہے اور تعلیم کا ایک ذریعہ قلم اور تحریر ہے، قرآن مجید میں ہے:

وربک الاکرم ہ الذی علم بالقلم ہ علم الانسان ما لم یعلم ہ (علق: ۵-۳)

آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۵۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔ [1]

اور جب قلم اور تحریر تعلیم کا ایک اہم ذریعہ ہے اور خواتین کو تعلیم دینا باعث اجر ہے تو خواتین کو لکھنا سکھانا بھی باعث اجر ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ط (بقرہ: ۲۸۲)	اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو۔

حضرت صدر الافاضل اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون (مقروض) کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ [2]

خرید و فروخت اور قرض کا لین دین عورتوں میں بھی مشروع ہے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر رائج ہے اس لیے عورتیں جب آپس میں یا مردوں کے ساتھ خرید و فروخت یا قرض کا لین دین کریں تو ان کے لیے بھی اس معاملہ کو لکھنا مستحب ہے اور جب عورتوں کے لیے لکھنا مستحب ہوا تو لکھنا سیکھنا بھی مستحب قرار پایا۔ نیز اسی آیت میں ہے:

ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ج	اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ نے اس کو (لکھنا) سکھایا ہے سو اس کو چاہیے کہ وہ لکھ دے۔

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا ہے تغیر و تبدیل دیانت و امانت کے ساتھ لکھے، یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے، اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے، اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمان کی حاجت برآری اور نعمت علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر "لا یضار کاتب" سے منسوخ ہوئی۔ [3]

اگر کوئی مسلمان خاتون دوسری خاتون سے یہ کہے کہ میرا فلاں معاملہ یا فلاں معاہدہ لکھ دو تو بعض فقہاء کی تصریح کے مطابق اس پر لکھنا فرض ہے اور جمہور کے نزدیک اس خاتون کا لکھنا مستحب ہے، خلاصہ یہ ہے کہ لکھنے کا یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔

اول الذکر صحیح بخاری کی حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۹۵۶، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

[2] " " " " " " ، خزائن العرفان ص ۷۶، " " "

[3] " " " " " " ، خزائن العرفان ص ۷۶، " " "

ان التادیب والتعلیم یوجبان الاجر فی الاجنبی والاولاد وجمیع الناس فلم یکن مختصا بالاماء فلم یبق الاعتبار الا فی الجھتین وھما العتق والتزوج فان قلت اذا کان المعتبر امرین فما فائدۃ ذکر الامرین الاخرین قلت لان التادیب والتعلیم اکمل للاجر اذا تزوج المرأۃ المودبۃ المعلمۃ اکثر برکۃ واقرب الی ان تعین زوجھا علی دینہ۔ [1]

اجنبیوں، اولاد اور تمام لوگوں کو ادب سکھانا اور تعلیم دینا موجب اجر ہے، اس لیے یہ امر باندیوں کے ساتھ مختص نہیں ہے، اس لیے اب اجر میں اضافہ صرف دو وجہوں سے ہوگا، وہ ہے باندی کو آزاد کرنا، اور اس سے شادی کرنا، اگر یہ اعتراض ہو کہ اگر اجر میں اضافہ کا سبب صرف یہ دو امر ہیں، تو پھر حدیث میں باندی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کا کیوں ذکر کیا گیا ہے؛ اس کا جواب یہ ہے کہ باندی کو ادب سکھانا اور تعلیم دینا اجر کو کامل کرتا ہے کیونکہ جو خاتون ادب سے آراستہ ہو اور تعلیم یافتہ ہو اس سے شادی کرنا زیادہ برکت کا موجب ہے اور خاوند کے دین میں اس کی مدد کرنے کے زیادہ قریب ہے۔

بالخصوص تعلیم کتابت نسواں کے متعلق حدیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن الشفاء بنت عبد اللہ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا عند حفصۃ فقال الا تعلمین ھذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیھا الکتابۃ۔ [2]

حضرت شفا بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے پاس تھی، آپ نے فرمایا کیا تم ان کو پھوڑے کا دم نہیں سکھاؤ گی جس طرح تم نے ان کو کتابت کی تعلیم دی ہے۔

نوٹ:۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں:

اس حدیث کو امام احمد[3]، اور امام بیہقی[4] اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

امام حاکم اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔ [6]

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۲، مطبوعہ مکتب علمی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۳۴۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۵۷-۵۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[6] المستدرک ج ۴ ص ۵۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

صحیح ہے۔

تعلیم کتابت نسواں کے جواز پر فقہاء اسلام کی تصریحات

مذاہب اربعہ کے علماء، فقہاء اور محدثین نے خواتین کو لکھنا سکھانے کے جواز کی تصریح کی ہے

علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی، حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں:

وفیہ دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابۃ [1]

اس حدیث میں عورتوں کے لکھنا سکھانے کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

و فی الحدیث دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابۃ [2]

اس حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

واعلم انہ یجوز کتابۃ القرآن فی الحریر وتحلیتہ بہ ویمتنع کتابۃ العلم والسنۃ فیہ بالنسبۃ للرجل ویتفق علی الجواز بالنسبۃ للنساء [3]

قرآن مجید کو ریشم میں لکھنا جائز ہے اور اس کو ریشم سے مزین کرنا بھی جائز ہے اور حدیث اور علم کو مردوں کے لیے ریشم پر لکھنا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لکھنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

ملا علی قاری حنفی، حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلم النساء الکتابۃ غیر مکروہ [4]

علامہ خطابی نے کہا ہے اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کا لکھنا سیکھنا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وازیں حدیث معلوم شود کہ تعلیم کتابت مر نساء را مکروہ نیست۔ [5]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں:

ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذھب اوالفضۃ اومن دواۃ کذلک [6]

مرد اور عورت دونوں کے لیے سونے یا چاندی کے قلم اور سونے یا چاندی کی دوات سے لکھنا مکروہ ہے۔

1۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ مطبعہ عامر عثمانیہ مصر، ۱۳۰۳ھ

2۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، زادالمعاد علی ہامش الزرقانی ج ۶ ص ۳۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

3۔ شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

4۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۳۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

5۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، شرح سفر السعادۃ ص ۱۸۴، مطبوعہ مطبع منشی نول الکشور لکھنؤ، ۱۹۰۳ء

6۔ شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ، تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یکتب بالقلم المتخذ من الذھب والفضۃ او من دواۃ کذلک ویستوی فیہ الذکر والانثیٰ کذا فی السراجیۃ[1]

سونے یا چاندی کے بنے ہوئے قلم یا دوات سے لکھنا مکروہ ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ سراجیہ۔

اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مرد اور خواتین سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور جنس کے قلم اور دوات سے لکھیں تو پھر ان کا لکھنا مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ کتب فقہ کی عبارات میں مفہوم مخالف بالاتفاق معتبر ہوتا ہے۔

علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

علم کتابت دوسرے عالی علموں کی طرح نہایت ہی عظیم الشان اور خادم کتاب وسنت علم ہے، دین اور دنیا کے مفادات اور ضروریات اس سے وابستہ ہیں تو اس علم کی تعلیم بھی دوسرے علوم کی طرح جائز و مستحسن بلکہ ضروری ہے، جس کا ثبوت ان تمام آیات واحادیث مبارکہ متکاثرہ سے واضح ہے جن سے ہر نافع علم کی تعلیم کا جواز امس وشمس کی طرح واضح ہے بلکہ بالخصوص علم کتابت علی الاطلاق بھی ثابت ومستفاد ہے۔ قرآن کریم میں ہے: اقرا وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ (ترجمہ) "پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (الی قولہ) اور کئی آیات بھی ہیں جن سے فضیلت کتابت ثابت ہے، بہر حال علم کتابت اللہ رب العالمین کا بہت بڑا انعام واحسان ہے، جس کی عظمت ان آیات سے واضح ہے، اور افراد انسان کا نصف بلکہ نصف سے بھی زائد عورتیں ہیں تو قرآن کریم سے عورتوں کے لیے بھی علم کتابت کا انعام ہونا ثابت ہو گیا وللہ تعالیٰ الحمد والمنۃ[2]

دنیائے اسلام کی نامور لکھنے والی خواتین

عہد رسالت سے لے کر آج تک اسلام کے ہر دور میں مسلم خواتین لکھتی رہی ہیں اور صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے تعامل سے بھی خواتین کا لکھنا ثابت ہے، ہم سطور ذیل میں اسلام کی چند نامور خواتین کا ذکر کر رہے ہیں جنھوں نے اپنی کتابت سے اسلام کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔

(۱)۔ حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا۔ سنن ابوداؤد کے حوالے سے یہ بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو کتابت سکھانے کا حکم دیا۔

(۲)۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا۔ سنن ابوداؤد کے حوالہ سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ کاتبہ تھیں۔

(۳)۔ حضرت عائشہ بنت طلحہ قرشیہ تابعیہ۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں، حضرت عائشہ ان سے خطوں کے جواب لکھواتی تھیں۔ گویا یہ حضرت عائشہ کی سکریٹری تھیں۔

امام بخاری نے ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن اس کے تحت وہ روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ بنت طلحۃ قالت قلت لعائشۃ

حضرت عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۳۴، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۷۴۔ ۴۷۱ ملخصاً، کمبائن پرنٹرز لاہور

وانا فی حجرھا وکان الناس یاتونھا من کل مصر فکان الشیوخ یتنابونی لمکانی منھا وکان الشباب یتاخونی فیھدون الی ویکتبون الی من الامصار فاقول لعائشۃ: یا خالۃ ھذا کتاب فلان وھدیتہ فتقول لی عائشۃ: ای بنیۃ فاجبہ واثبہ، فان لم یکن عندک ثواب اعطیتک فقالت: فتعطینی [1]

عائشہ کی حفاظت میں تھی، ان کے پاس ہر شہر سے لوگ آتے تھے، بوڑھے لوگ حضرت عائشہ کی وجہ سے میرے پاس لگاتار آتے تھے، اور نوجوان میرے بھائی بن گئے تھے، وہ مجھے ہدیہ دیتے تھے، اور مختلف شہروں سے مجھے خط لکھتے تھے، میں حضرت عائشہ سے کہتی اے خالہ! یہ فلاں کا خط اور اس کا ہدیہ ہے، حضرت عائشہ فرماتیں اے بیٹی! خط کا جواب دو، اور ہدیے کے بدلہ ہدیہ دو، اور اگر تمہارے پاس ہدیہ کا بدلہ نہ ہو تو میں تم کو دوں گی پھر حضرت عائشہ مجھے عطا فرماتیں۔

(۴) شھدہ بنت ابی نصر: یہ عراق کی فاضلہ خاتون تھیں اور کاتبہ بھی تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

وفی سنۃ اربع وسبعین وخمس ماۃ توفیت مسندۃ العراق شھدۃ بنت ابی نصر احمد بن الفرج الکاتبۃ العابدۃ الصالحۃ الدینوریۃ الاصل البغدادیۃ المولد والوفاۃ کانت من اھل کتبۃ الخط الجید وسمع علیھا خلق کثیر۔ [2]

۵۷۴ھ میں عراق کی بہت بڑی عالمہ خاتون شھدہ بنت ابی نصر فوت ہو گئیں یہ کاتبہ تھیں اور نیک اور عبادت گذار تھیں، دینور کی رہنے والی تھیں ان کی ولادت اور وفات بغداد میں ہوئی، یہ بہت خوش خط لکھتی تھیں، ان سے بہت لوگوں نے علم حاصل کیا۔

(۵) خدیجہ بنت المفتی محمد بن محمود: یہ عالمہ فاضلہ محدثہ اور کاتبہ تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

وفی سنۃ تسع وتسعین وست ماۃ توفیت خدیجۃ بنت یوسف (وخدیجۃ) بنت المفتی محمد بن محمود ام محمد، روت عن ابن الزبیدی وتکنی امۃ العز، روت عن طائفۃ وقرأت غیر مقدمۃ فی النحو وجودت الخط علی جماعۃ وحجت وتوفیت فی رجب وکانت عالمۃ فاضلۃ رحمھا اللہ تعالی۔ [3]

۶۹۹ھ میں خدیجہ بنت یوسف فوت ہوئیں اور خدیجہ بنت المفتی محمد بن محمود ام محمد فوت ہوئیں، یہ ابن الزبیدی سے حدیث روایت کرتی تھیں ان کی کنیت امۃ العز تھی، انہوں نے ایک جماعت سے حدیث روایت کی اور نحو کے مقدمہ کے علاوہ بھی پڑھا، انہوں نے ایک جماعت سے خوش نویسی سیکھی، حج کیا اور رجب میں وفات ہوئی، یہ عالمہ فاضلہ تھیں، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبعہ اثریہ سانگلہ ہل

[2] امام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۳ ص ۴۰۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] " " " " " ، مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۲۳۱، " "

(۶) ۔ **شہدہ بنت الصاحب:** یہ عالمہ فاضلہ، محدثہ اور کاتبہ تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

فی سنۃ تسع وسبعمائۃ ماتت بحلب المعمرۃ شہدۃ بنت الصاحب کمال الدین عمر بن العدیم العقیلی ولدت یوم عاشوراء لها حضور واجازۃ من جماعۃ من الشیوخ وکانت تکتب وتحفظ اشیاء وتتزھد وتعبد وذکر الذھبی انہ سمع منہا۔[۱]

۷۰۹ھ میں حلب میں معمرہ شہدہ بنت الصاحب کمال الدین عمر بن عدیم عقیلی فوت ہوگئیں، یہ عاشورہ کے دن پیدا ہوئی تھیں، انھوں نے شیوخ کی ایک جماعت سے سماع کیا، یہ کاتبہ تھیں اور بہت سے علوم کی حافظہ تھیں، اور عابدہ زاہدہ تھیں، علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بھی ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

(۷) ۔ **فاطمہ بنت علاؤ الدین سمرقندی:** یہ عالمہ فاضلہ مفتیہ اور کاتبہ تھیں (یہ چھٹی صدی ہجری کی ہیں)

علامہ شامی البدائع والصنائع کے تعارف کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ھذا الکتاب جلیل الشان لم ار لہ نظیرا فی کتبنا وھو للامام ابی بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی شرح بہ تحفۃ الفقہاء لشیخہ علاؤ الدین السمرقندی فلما عرضہ علیہ زوجہ ابنتہ فاطمہ بعد ما خطبھا الملوک من ابیھا فامتنع وکانت الفتوی تخرج من دارھم وعلیھا خطھا وخط ابیھا وخط زوجھا۔[۲]

یہ عظیم الشان کتاب ہے میں نے کتب احناف میں اس کی نظیر نہیں دیکھی، اس کتاب کے مصنف امام ابوبکر بن مسعود کاسانی نے اس کتاب میں اپنے استاذ شیخ علاؤ الدین سمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہاء کی شرح کی ہے، جب انھوں نے یہ کتاب اپنے شیخ پر پیش کی تو انھوں نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا، حالانکہ اس سے پہلے بادشاہوں نے ان کے نکاح کا پیغام دیا تھا، مگر شیخ سمرقندی نے منظور نہیں کیا تھا، اس زمانہ میں ان کے گھر سے فتویٰ نکلتا تھا جس پر فاطمہ کے ان کے والد کے اور ان کے شوہر کے دستخط ہوتے تھے۔

(۸) ۔ **خدیجہ بنت محمد بن احمد ابورجاء:** یہ خاتون بھی بہت اچھی عربی جانتی تھیں اور کاتبہ تھیں۔

ساتویں صدی کے عظیم حنفی محدث علامہ عبد القادر لکھتے ہیں:

محمد بن احمد ابو رجاء القاضی الجوزجانی قاضی نیشا بور ان لہ ابنۃ سماھا خدیجۃ عاشت اکثر من مائۃ سنۃ وکانت تحسن العربیۃ والکتابۃ وماتت سنۃ اثنتین وسبعین وثلاث مائۃ۔[۳]

نیشاپور کے قاضی محمد بن احمد البورجاء کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام خدیجہ تھا وہ سو سال سے زیادہ زندہ رہیں وہ عربی کی بہت اچھی عالمہ تھیں، اور بہت اچھی کاتب تھیں یہ تین سو بہتر (۳۷۲ھ) میں فوت ہوئیں۔

---

[۱] ۔ امام عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۲۰۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[۲] ۔ علامہ سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۳] ۔ علامہ محمد عبد القادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶ھ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۷، ۳۰۰، مطبوعہ مطبع میر محمد کراچی

(۹) ۔ فاطمہ بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین: انھوں نے اپنے والد سے علم فقہ حاصل کیا یہ بہت اچھی کاتبہ تھیں۔

علامہ عبدالقادر محدث لکھتے ہیں:

فاطمہ بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین صاحب البدائع فی اصول الفقہ و مجمع البحرین فی الفقہ و فاطمہ ھذہ تفقہت علی ابیھا واخذت عنہ مجمع البحرین فی الفقہ رایتہ بخطھا وھو تعلیق حسن رحمھا اللہ تعالیٰ [1]

اصول فقہ میں بدائع کے مصنف علامہ احمد بن علی امام مظفر الدین کی صاحبزادی فاطمہ، انھوں نے اپنے والد سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ اور انھوں نے اس فقہ میں مجمع البحرین کو پڑھا، میں نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حاشیہ دیکھا ہے جو بہت اچھا ہے۔

(۱۰) ۔ ست الوزراء بنت محمد بن عبدالکریم: یہ عالمہ، فقیہہ، قاریہ اور کاتبہ تھیں۔

ست الوزراء بنت علامہ مفتی المسلمین عماد الدین محمد بن عبدالکریم بن عثمان عرف بابن السماع تقدم مولدھا فی سنۃ تسع وخمسین وست مائۃ کتبت قرات القرآن وحفظت شیئا کثیرا من فقہ ابی حنیفۃ وتفقھت علی والدھا ماتت فی شوال سنۃ ست وثلاثین وسبع مائۃ [2]

علامہ مفتی المسلمین عماد الدین محمد بن عبدالکریم بن عثمان جو ابن السماع کے نام سے معروف تھے، ان کی بیٹی ست الوزراء تھیں، یہ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئیں، یہ کاتبہ تھیں، قرآن مجید کی قاریہ اور امام ابوحنیفہ کے اکثر مسائل فقہیہ کی حافظہ تھیں، انھوں نے اپنے والد سے فقہ پڑھی، اور ۷۳۶ھ شوال میں فوت ہوئیں۔

یہ اسلام کی دس نامور عالمہ خواتین ہیں جو کاتبہ تھیں، نیز بلادِ ماوراء النہر (دریائے آمو کے پار کی اسلامی ریاستیں جو کچھ عرصہ پہلے روسی ترکستان میں تھیں اور اب آزاد ہو گئی ہیں مثلاً تاتارستان، آذربائیجان، ترکمانستان، تاجکستان اور ازبکستان وغیرہ) میں جب علوم شرعیہ کا رواج تھا اور احکام اسلامیہ نافذ تھے تو جس علمی گھرانے سے فتویٰ نکلتا تھا اس فتویٰ پر صاحب خانہ اور اس کے گھر کی تمام خواتین کے دستخط ہوتے تھے۔

علامہ عبدالقادر محدث لکھتے ہیں:

ھذا کتاب اذکر فیہ من وقع لی من العلماء النساء من اصحابنا (الی قولہ) وقد بلغنا عن بلاد ماوراء النھر وغیرھا من البلاد ان فی الغالب لا یخرج فتوی من بیت الا وعلیھا خط صاحب البیت وابنتہ وامرأتہ او اختہ [3]

اس کتاب میں میں ان خواتین کا ذکر کروں گا جو عالمہ تھیں، اور ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ ماوراء النہر کی ریاستوں اور دیگر اسلامی ریاستوں میں عموماً جس گھر سے فتویٰ صادر ہوتا تھا اس فتویٰ پر صاحب خانہ کے دستخط ہوتے تھے اور اس کی بیٹی کے، اس کی اہلیہ کے یا اس کی بہن کے دستخط ہوتے تھے۔

---

[1] ۔ علامہ محمد عبدالقادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶ھ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۸ - ۲۷۷، مطبوعہ مطبع میر محمد کراچی

[2] ۔ " " " " " ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۷،

[3] ۔ " " " " " ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۷،

علامہ عبد القادر محدث ۶۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور یہ اپنے دور یا اس سے متصل زمانہ کا حال بیان کر رہے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری تک خواتین میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج تھا، اور بالخصوص علماء کی خواتین دینی علوم حاصل کرتی تھیں اور فتاوی صادر کرتی تھیں۔

مانعین تعلیم کتابت نسواں کی روایات پر بحث و نظر

جو علماء خواتین کو لکھنا سکھانے کو نا جائز کہتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو علی الحافظ انبأ محمد بن محمد بن سلیمان ثنا عبد الوھاب بن الضحاک ثنا شعیب بن اسحاق عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ یعنی النساء وعلموھن المغزل وسورۃ النور ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔[1]

از ابو علی حافظ از محمد بن محمد بن سلیمان از عبد الوہاب بن ضحاک از شعیب بن اسحاق از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالا خانوں پر نہ ٹھہراؤ، اور نہ ان کو کتابت سکھاؤ اور ان کو سوت کاتنا اور سورۂ نور سکھاؤ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا۔

امام حاکم کا اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دینا صحیح نہیں ہے[3]۔ ائمہ رجال نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں ایک کذاب راوی ہے عبد الوہاب بن ضحاک!

علامہ ذہبی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

قلت بل موضوع وآفتہ عبد الوھاب قال ابو حاتم کذاب۔[2]

میں کہتا ہوں کہ بلکہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا سبب عبد الوہاب ہے، امام ابو حاتم نے کہا یہ کذاب راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، عبد الوہاب بن ضحاک کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد نے کہا میں نے اس کو دیکھا یہ حدیثیں وضع کرتا تھا، امام نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے متروک ہے، امام عقیلی، امام دار قطنی، امام بیہقی نے کہا یہ متروک ہے، حافظ صالح بن محمد نے کہا یہ منکر الحدیث ہے اور اس کی حدیثیں جھوٹی ہیں، محمد بن عوف نے کہا اس نے بکثرت احادیث موضوعہ بیان کی ہیں، اسماعیل بن عیاش نے کہا اس کی احادیث باطل

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے شاگرد امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے اور علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے ان کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے کتابت نسواں کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے (فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۳، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی مصر) گر یہ استاذ اور شاگرد دونوں کا تسامح ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند میں عبد الوہاب بن ضحاک کذاب راوی ہے۔

ہیں، امام ابن حبان نے کہا اس سے استدلال جائز نہیں، حاکم اور ابو نعیم نے کہا اس نے احادیث موضوعہ روایت کی ہیں۔[1]
علامہ ابن جوزی اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیہ عن ابن عباس و عائشۃ: فاما حدیث ابن عباس فانبانا ابو القاسم بن السمرقندی انبانا اسماعیل بن مسعدۃ انبانا حمزۃ بن یوسف انبانا ابو احمد بن عدی حدثنا جعفر بن سہل حدثنا جعفر بن نصر حدثنا حفص حدثنا عن مجاھد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاتعلموا نساءکم الکتابۃ، ولا تسکنوھن الغرف العلالی وقال: "خیر لھو المؤمن السباحۃ وخیر لھو المراۃ لمغزل"

ھذا حدیث لایصح. قال ابن حبان: جعفر بن حفص کان یحدث عن الثقات بما لم یحدثوا بہ و قال ابن عدی: یحدث عن الثقات بالبواطیل ولہ احادیث موضوعات علیھم.

اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے، حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے: از ابو القاسم بن سمرقندی، از اسماعیل بن مسعدۃ از حمزہ بن یوسف از ابو احمد بن عدی از جعفر بن سہل از جعفر بن نصر از حفص از مجاہد از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: آپ نے فرمایا اپنی عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ اور نہ ان کو بلند منزلوں پر رہنے دو، اور فرمایا مومن کا بہترین کھیل تیرنا ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا ہے۔

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، امام ابن حبان نے کہا جعفر بن حفص ثقہ لوگوں سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انھوں نے بیان نہیں کیں، امام ابن عدی نے کہا یہ ثقہ لوگوں سے باطل چیزیں روایت کرتا ہے، اور ان کی طرف موضوع احادیث منسوب کرتا ہے۔

واما حدیث عائشۃ فانبانا ابو منصور البزاز انبانا ابو بکر احمد بن علی ابن ثابت انبانا محمد بن عمر النرسی انبانا محمد بن عبد اللہ بن ابراھیم حدثنا یحیی بن زکریا بن یوسف الدقاق حدثنا محمد بن ابراھیم ابو عبد اللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحاق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لاتسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور"

ھذا الحدیث لایصح وقد ذکرہ ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری فی صحیحہ والعجب کیف خفی علیہ امرہ قال ابو حاتم بن حبان: کان محمد بن ابراھیم

اور حدیث عائشہ یہ ہے: از ابو منصور بزاز از ابو بکر احمد بن علی بن ثابت از محمد بن عمر بن عبد اللہ بن ابراہیم از یحییٰ بن زکریا بن یزید دقاق از محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ شامی از شعیب بن اسحاق دمشقی از ہشام بن عروہ از عروہ از عائشہ وہ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں میں نہ رہنے دو اور نہ ان کو کتابت سکھاؤ، ان کو سوت کاتنا سکھاؤ اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔

یہ حدیث صحیح نہیں ہے حالانکہ امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری نے اس کا اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، تعجب ہے ان پر یہ بات کیسے پوشیدہ رہی، امام ابو حاتم بن حبان نے کہا محمد بن ابراہیم شامی، شامیوں کی طرف موضوع احادیث منسوب کرتا تھا، اس سے بغیر اعتبار کے احادیث

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۴۸-۴۴۷، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ

الشامی یضع الحدیث علی الشامیین لایحل الروایۃ عنہ الاعلی الاعتبار روی احادیث لااصول لھا من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحل الاحتجاج بہ ۔[۱]

روایت کرنا جائز نہیں ہے، اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کوئی اصل نہیں ہے اور اس کی احادیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے امام حاکم کی اس روایت پر جو بحث کی ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اس وضاع (محمد بن ابراہیم شامی) کی سند سے اس حدیث کو نہیں روایت کیا کہ ان پر تعجب کیا جائے، بلکہ انھوں نے اس کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں عبدالوہاب بن ضحاک ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے، امام بیہقی نے اس سند کو ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ سند منکر ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اطراف میں اس سند کو ذکر کرنے کے بعد کہا عبدالوہاب متروک ہے، محمد بن ابراہیم نے اس کی متابعت کی ہے اور امام ابن حبان نے کہا ہے کہ محمد بن ابراہیم وضاع ہے، اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مجاہد سے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی کتاب میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، اس سند میں جعفر بن نصر ہے، یہ ثقہ راویوں کی طرف باطل چیزیں منسوب کرتا ہے۔[۲]

خواتین کو لکھنا سکھانے سے منع کرنے کی بعض عبارات پر علماء کا تبصرہ

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے علماء، فقہاء اور محدثین نے خواتین کو لکھنا سکھانا جائز لکھا ہے، مستند علماء میں سے اس مسئلہ میں ہمارے سامنے صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری کا اختلاف ہے، اگرچہ ان بزرگوں نے اس مسئلہ میں کوئی شدید نوعیت کا اختلاف نہیں کیا؛ تاہم ہمارا خیال ہے کہ ان کے سامنے قرآن مجید اور احادیث کے دلائل اور فقہاء اربعہ کی نصوص نہیں تھیں اور نہ ممانعت کی حدیث کا موضوع ہونا ان کے پیش نظر تھا، ورنہ یہ دونوں بزرگ بہت متین ذہین اور فطرت سلیمہ کے حامل تھے، اور ہمارے دل میں ان بزرگوں کا بہت احترام ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علامہ خطابی (مالکی) نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ متقدمین کے لیے یہ جائز ہو نہ کہ متاخرین کے لیے، کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں میں فساد ہے، پھر میں نے دیکھا کہ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ حکم حضرت حفصہ کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی متعدد خصوصیات ہیں، قرآن مجید میں ہے:

یانساء النبی لستن کاحد من النساء۔ اے نبی کی ازواج تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔

اور جس حدیث میں لکھنا سکھانے سے منع کیا گیا ہے وہ عام عورتوں پر محمول ہے۔[۳]

۱۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، کتاب الموضوعات ج ۲ ص ۲۶۹۔ ۲۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعۃ ص ۲۰۷۔ ۲۰۶، مطبوعہ مطبعۃ علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ

۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

الجواب میں کہتا ہوں کہ جس حدیث میں خواتین کو لکھنا سکھانے سے منع کیا گیا ہے وہ خارج از بحث ہے کیونکہ وہ موضوع روایت ہے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ لکھنا سکھانے کا یہ حکم متقدمین کے لیے ہو چونکہ یہ احتمال بلا دلیل ہے اس لیے یہ بھی خارج از بحث ہے۔ کسی چیز کا ناجائز ہونا تو دور کی بات ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح ممانعت کے بغیر اس کا مکروہ تنزیہی ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بدلھا من دلیل خاص۔[1]

مستحب کے ترک سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں آتا، کیونکہ کراہت کے ثبوت کے لیے خصوصی دلیل ضروری ہے۔

علامہ شامی نے بھی یہی لکھا ہے۔[2]

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ لکھنا سکھانا حضرت حفصہ کی خصوصیت تھی یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان الخصوصیۃ لا تثبت الا بدلیل والاصل عدمہ۔[3]

بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی اور اصل خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔

باقی رہا اس زمانہ میں عورتوں کے فساد کی وجہ سے لکھنا سکھانا منع ہو جاتے، اس پر ان شاء اللہ عنقریب ہم مفصل بحث کریں گے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

دوسری حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت ہے۔ اور اس حدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث ممانعت سے پہلے کی ہو، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج بعض احکام اور فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں اور لکھنے سے منع کرنا عام عورتوں پر محمول ہے کیونکہ فتنہ وہیں متصور ہے ازواج مطہرات میں متصور نہیں ہے۔[4]

پہلی بات تو یہ ہے کہ شیخ دہلوی کو تعلیم کتابت کی ممانعت پر جزم نہیں ہے وہ احتمالات پر گفتگو کر رہے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث کا موضوع ہونا ان کے سامنے نہیں تھا اس لیے وہ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ شرح سفر السعادت میں وہ تعلیم کتابت نسواں کو بلا کراہت جائز لکھ چکے ہیں اور وہی صحیح ہے۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۸ ص ۳۶۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۴۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[4] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۱۳، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

مانعین تعلیم کتابت نسواں کے عقلی شبہات پر بحث و نظر

خواتین کی تعلیم کے منکرین کہتے ہیں کہ اگر عورتوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تو وہ پھر اپنے آشناؤں کو خط لکھیں گی اور اپنے عاشقوں کے خطوط پڑھیں گی اور ان کا جواب لکھیں گی، اور اس طرح تعلیم نسواں کی وجہ سے فحاشی اور بے راہ روی پھیلے گی۔!

علامہ نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر فساد النسوان سے صرف تعلیم کتابت ہی کیوں ناجائز ہے بلکہ لباس اور زیورات وغیرہ بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے چاہئیں کیونکہ ان کو بھی بسا اوقات ناجائز کاموں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے بلکہ برقع بھی عورتوں کے لیے جائز نہ ہوتا ہو، کیونکہ اس کو بھی ناجائز آمدورفت اور ناجائز ملاقاتوں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور یوں ہی بکثرت ایسی چیزیں ہیں کہ ناجائز طور پر استعمال کی جارہی ہیں (مانعین اور منکرین نے اس پر غور نہیں کیا کہ معاشقہ اور بے راہ روی پھیلانے کا سب سے قوی سبب تو ٹیلی فون ہے جو آج کل ہر خوش حال گھر میں لگا ہوا ہے اور مانعین کے گھروں میں بھی ٹیلی فون ہوتے ہیں اور ٹیلی فون کے ذریعہ عورتیں اپنے آشناؤں سے فوری رابطہ کر سکتی ہیں ان کا پیغام وصول کر سکتی ہیں اور ان کے پیغام کا فوراً جواب دے سکتی ہیں تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ گھروں میں ٹیلی فون لگوانا بھی ناجائز اور حرام ہے! کیونکہ خط و کتابت کی بہ نسبت ٹیلی فون پیغام رسانی کا بہت تیز اور سریع ذریعہ ہے! سعیدی غفرلہ) مگر جائز لباس اور زیورات کا استعمال جائز ہے اور برقع اوڑھنا بھی یقیناً جائز ہے (اسی طرح ٹیلی فون بھی جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) جبکہ اس کو ناجائز طور پر استعمال نہ کیا جائے، تو ثابت ہوا کہ ناجائز استعمال ہی ناجائز ہے اور اصل کتابت اور تعلیم کتابت جائز ہے۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ناجائز کتابت صرف عورتوں میں ہی نہیں بلکہ کئی مرد بھی ناجائز خط و کتابت کرتے ہیں بلکہ مکاتبہ ہوتا ہی طرفین سے ہے تو مردوں کے لیے بھی تعلیم کتابت ناجائز ہوتی کہ وہی علت فساد النسوان فی ھذا الزمان مردوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ فساد الرجال فی ھذا الزمان بڑا واضح امر ہے۔[1]

تعلیم نسواں کے جواز اور استحسان پر عقلی دلائل اور حرف آخر

مانعین اور منکرین تعلیم نے تعلیم نسواں کا صرف تاریک پہلو سامنے رکھا اور اس کا روشن پہلو نہیں دیکھا آج کل اس مہنگائی، مصروفیت اور مشینی دور میں لوگ روزگار کے حصول اور ملازمت کے سلسلے میں دوسرے شہروں اور دوسرے ملکوں میں چلے جاتے ہیں اور ان کی بیویاں اپنے وطن میں ہوتی ہیں، اور عورتوں کو اپنی ضروریات اور اپنے حالات سے اپنے شوہر کو مطلع کرنا ہوتا ہے، اور بعض ایسی باتیں لکھنی ہوتی ہیں جن کا کسی اجنبی مرد سے لکھوانا شرم و حیا یا مصلحت کے خلاف ہوتا ہے، مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کو بتانا چاہتی ہے کہ اس کا حمل ٹھہر گیا ہے یا حمل ساقط ہو گیا ہے، یا اس کا حیض جاری نہیں ہو رہا یا وہ حیض و نفاس کے سلسلہ میں کسی بیماری کا شکار ہو گئی یا طویل جدائی کی وجہ سے اس کے جنسی تقاضے کی طلب بہت شدید ہو گئی ہے، اب اگر اس کو لکھنا نہیں آتا اور وہ کسی مرد سے یہ باتیں لکھوائے تو کیا یہ شرم و حیاء کے خلاف نہیں ہے؟ پھر بتائیے کہ آیا خواتین کو لکھنا سکھانا شرم و حیا کے خلاف ہے یا لکھنا نہ سکھانا شرم و حیا کے خلاف ہے؟ نیز بیوی اور شوہر کے درمیان خاندانی مصلحتوں اور کاروبار کی ضرورتوں کی وجہ

---

[1] علامہ محمد نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۴۸۵ - ۴۸۴، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور

سے کچھ راز کی باتیں ہوتی ہیں جن پر دوسروں کا مطلع ہونا ان کے لیے ضرر اور نقصان کا موجب ہوتا ہے، اگر خواتین کا لکھنا پڑھنا غیر مشروع ہوتا اور وہ یہ خطوط دوسروں سے لکھواتیں یا پڑھواتیں تو وہ بہت سنگین خطرات سے دوچار ہو جاتیں!

بعض اوقات جوانی میں کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا ہے یا اس کو طلاق دے دیتا ہے اس کو عقد ثانی کے لیے کوئی رشتہ نہیں ملتا اور خاندان میں اس کا کوئی کفیل نہیں ہوتا اگر وہ پڑھی لکھی خاتون ہو تو وہ پردے کی حدود و قیود کے ساتھ کوئی باعزت ملازمت کر سکتی ہے جس سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکتی ہے اور اگر وہ اَن پڑھ ہو تو اس کے لیے باعزت طریقہ سے اپنی کفالت کرنا بہت مشکل، کٹھن اور اجیرن ہو جائے گا!

یہ اور اس جیسے اور بہت سے مصائب اور مسائل ہیں جن کے حل کے لیے تعلیم نسواں کی ضرورت ہے اور اسلام دین فطرت ہے، دین یسر ہے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قدم قدم پر انسان کی زندگی کے لیے آسانی اور سہولت رکھی ہے، سلام ہو اس اُمّی نبی پر جس نے اپنی زوجہ مطہرہ کے لیے لکھنا سکھانے کا حکم دیا اور تعلیم نسواں کی اجازت دی اور امت مسلمہ کی مشکلات کا حل مہیا کیا لیکن صد افسوس کہ بعض غیر المزاج ضدی لوگوں کی زبانیں ارشاد رسالت کے خلاف تعلیم نسواں کو ناجائز اور حرام کہنے سے نہیں تھکتیں!

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے بھر دے، انھوں نے سب سے پہلے تعلیم کتابت نسواں کے جواز پر ایک مبسوط، مبرھن اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا اور ہم ایسے طالبان علم کے لیے تحقیق اور تدقیق کی راہیں کشادہ کر دیں فجزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین معلم الاولین والاخرین شفیع المذنبین وعلی ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین والہ الطیبین واصحابہ الراشدین واولیاء امتہ الزاھدین وعلماء امتہ من المفسرین والمحدثین والفقہاء والمجتھدین اجمعین۔

١٠٣٥- بَابُ قِصَّةِ أَصْحَابِ الْأُخْدُوْدِ وَالسَّاحِرِ وَالرَّاهِبِ وَالْغُلَامِ

اصحاب اخدود، ساحر، راہب اور لڑکے کا قصہ

٧٣٧٩ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ صُهَيْبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ إِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ فَكَانَ فِيْ طَرِيْقِهِ إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَأَعْجَبَهُ فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، آپ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیجئے میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں، بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے ایک لڑکا بھیج دیا، جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا، وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں اور جب وہ جادوگر

فَقَالَ إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِي أَهْلِي وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَتَى عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ الْيَوْمَ أَعْلَمُ السَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمِ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ فَأَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هَذِهِ الدَّابَّةَ حَتَّى يَمْضِيَ النَّاسُ فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى فَإِنِ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ مَا هَهُنَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِاللَّهِ دَعَوْتُ اللَّهَ فَشَفَاكَ فَآمَنَ بِاللَّهِ فَشَفَاهُ اللَّهُ فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ قَالَ رَبِّي قَالَ وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي قَالَ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجِيءَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ أَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِيءَ بِالرَّاهِبِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَعَا بِالْمِئْشَارِ فَوَضَعَ الْمِئْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ

کے پاس پہنچتا تو (تاخیر کے سبب) جادوگر اس کو مارتا، لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی، راہب نے اس سے کہا جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا ساحر نے مجھے روک لیا تھا، یہ سلسلہ یونہی تھا کہ اسی اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا، لڑکے نے سوچا کہ آج میں آزماؤں گا کہ آیا ساحر افضل ہے یا راہب، اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ! اگر تجھ کو راہب کے کام ساحر سے زیادہ پسند ہیں تو اس جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ گذرنے لگیں، اس نے پتھر مار کر اس جانور کو قتل کر ڈالا اور لوگ گذرنے لگے، پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اس کو خبر دی، راہب نے اس سے کہا اے بیٹے آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا جس کو میں دیکھ رہا ہوں، عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتا نہ دینا، یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا، اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا، بادشاہ کا ایک مصاحب اندھا تھا اس نے یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس بہت سے ہدیے لے کر آیا، اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو میں یہ سب چیزیں تم کو دے دوں گا، لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ دیتا ہے، اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ تم کو شفا دے دے گا، وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اس کو شفا دے دی، وہ بادشاہ کے پاس گیا اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھا، بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی کس نے لوٹائی، اس نے کہا میرے رب نے، بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا میرا اور تمہارا رب اللہ ہے، بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتا نہ بتا دیا، پھر اس لڑکے کو لایا گیا، بادشاہ نے

فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلَامِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ فَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَقَالَ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ ارْمِنِي فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ قَتَلْتَنِي فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فِي مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ آمَنَّا

اس سے کہا اے بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا کہ تم مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو، برص والوں کو تندرست کرتے ہو اور بہت کچھ کرتے ہو؟ اس لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو صرف اللہ دیتا ہے، بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو اس وقت تک اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے راہب کا پتا نہ بتا دیا، پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، راہب نے انکار کیا اس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں آرا رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیے، پھر اس مصاحب کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، اس نے انکار کیا اس نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے، پھر اس لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ، اس لڑکے نے انکار کیا، بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو، اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو فبہا ورنہ اس کو اس چوٹی سے پھینک دینا، وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اس لڑکے نے دعا کی: اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے! اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ پر سے گر گئے، وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا، بادشاہ نے پوچھا جو تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا، بادشاہ نے اس کو پھر اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس کو ایک کشتی میں سوار کرو، جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا، وہ لوگ اس کو لے گئے اس نے دعا کی اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لینا، وہ کشتی فوراً الٹ گئی، وہ

بِرَبِّ الْغُلَامِ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَاُتِیَ الْمَلِكُ فَقِيْلَ لَهٗ اَرَاَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ فِيْ اَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَاَضْرَمَ النِّيْرَانَ وَقَالَ مَنْ لَّمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهٖ فَاَحْمُوْهُ فِيْهَا اَوْ قِيْلَ لَهٗ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَاءَتِ امْرَاَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِيْهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ يَا اُمَّهِ اصْبِرِيْ فَاِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ۔

سب غرق ہو گئے، اور وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ جو گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا، پھر اس نے بادشاہ سے کہا تم اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکو گے جب تک کہ میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو، بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو، اور مجھے ایک درخت پر سُولی کے لیے لٹکاؤ، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو، ایک تیر کو کمان کے چلہ میں رکھ کر کہو اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے! پھر مجھے تیر مارو، جب تم نے ایسا کر لیا تو وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا، سو بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا، اور اس کو ایک درخت کے تنے پر لٹکایا، پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا پھر اس تیر کو کمان کے چلہ میں رکھا، پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا، اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ تمام لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لاتے، یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا کیا تم نے دیکھا جس بات سے تم ڈرتے تھے۔ اللہ نے وہی تمہارے ساتھ کر دیا! تمام لوگ ایمان لے آئے، بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا سو وہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ لگائی گئی، اور کہا جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو اس خندق میں ڈال دو یا اس سے کہا گیا کہ آگ میں داخل ہو جا، سو لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے، اخیر میں ایک عورت آئی، اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ اس میں گرنے سے جھجکی اس کے بچہ نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔

اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تشریح

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
راہب نے لڑکے سے کہا جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہنا مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہنا مجھے ساحر نے روک لیا تھا! اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ راہب نے اس کو جھوٹ کی تلقین کی، قاضی عیاض نے کہا اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے جھوٹ بولنا جائز ہے، خصوصاً اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے، اور جب کوئی شخص کسی کو دین سے روک رہا ہو تو اس موقع پر بھی جھوٹ بولنا جائز ہے، علامہ خطابی نے کہا اس جواز کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے راہب اور اس لڑکے کا یہ واقعہ ان کی مدح وثنا کے طور پر بیان کیا ہے اور ان کے اس فعل کو مقرر رکھا ہے اگر یہ فعل غلط ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کا غلط ہونا بیان کر دیتے۔

اس حدیث میں ہے کہ جب اس لڑکے کو اذیت دی گئی تو اس نے راہب کا پتا بتا دیا، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس لڑکے نے راہب کے قتل کی رہنمائی کیسے کی جبکہ راہب نے اس سے یہ کہا بھی تھا کہ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ پھر بھی میرا پتا نہ بتانا! اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لڑکا نابالغ تھا، اگر اس کو بالغ مان لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ لڑکے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس راہب کو قتل کر دیا جائے گا اور راہب نے اپنا پتا بتانے سے منع کیا تھا لیکن لڑکے نے اس سے وعدہ نہیں کیا تھا، علاوہ ازیں لڑکا اذیت کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ لڑکے نے بادشاہ کو یہ بتایا کہ وہ اس کو کس طریقہ سے قتل کر سکتا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس لڑکے نے اپنے قتل پر معاونت کی اور یہ جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا لڑکے نے یہ رہنمائی اس لیے کی تھی کہ تمام لوگوں میں اللہ پر ایمان لانے کی حقانیت ظاہر ہو جائے اور لوگ اس دلیل کو دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آئیں، اور ایسا ہی ہوا، علامہ خطابی نے اس کے جواب میں کہا وہ لڑکا نابالغ تھا یا اس نے اس وجہ سے رہنمائی کی کہ اس کو یقین تھا کہ وہ مآل کار قتل کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں اس بچہ کا ذکر ہے جس نے طفولیت میں کلام کیا، اور یہ اس قسم کے چھ بچوں میں سے ایک ہے۔ قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مصائب پر اولیاء اللہ کے صبر کا بیان ہے، اور یہ کہ دین کی تبلیغ میں اللہ کے نیک بندوں پر مصائب آتے ہیں اور یہ کہ خطرہ کے وقت بھی اپنے دین کا اظہار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے دعا کرنی چاہیے اور اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بیان ہے۔ لہ

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے:

قتل اصحاب الاخدود ۝ النار ذات الوقود ۝ اذ هم عليها قعود ۝ وهم على ما يفعلون بالمؤمنين شهود ۝ وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد ۝ الذى له ملك السموات والارض ط والله على كل شىء شهيد ۝ ات

ملعون ہوئے خندقیں کھودنے والے، بھڑکتی آگ والے، جب وہ (ملعون) اس (کے کنارے) پر بیٹھے تھے جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے، وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے اور ان کو صرف یہ ناگوار ہوا تھا کہ وہ عزت والے حمد کیے ہوئے اللہ پر ایمان لائے ہیں جس

لہ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۰۷-۳۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

الذين فتنوا المؤمنين والمؤمنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق ۝

(البروج: ۱۰-۴)

کی آسمانوں اور زمینوں پر حکومت ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے، بے شک جن لوگوں نے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو (آگ میں جلا کر) مصیبت میں ڈالا، پھر انھوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور (بالخصوص) ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔

بَابُ ۱۰۳۶ حَدِيْثِ جَابِرِ الطَّوِيْلِ وَقِصَّةِ أَبِي الْيَسَرِ

حضرت ابوالیسر اور حضرت جابر کی طویل حدیث

۷۳۸۰ - حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ (وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيْثِ) وَالسِّيَاقُ لِهٰرُوْنَ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ مُجَاهِدٍ أَبِي حَزْرَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَأَبِي نَطْلُبُ الْعِلْمَ فِي هٰذَا الْحَيِّ مِنَ الْأَنْصَارِ قَبْلَ أَنْ يَهْلِكُوْا فَكَانَ أَوَّلُ مَنْ لَقِيْنَا أَبَا الْيَسَرِ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ غُلَامٌ لَهُ مَعَهُ ضِمَامَةٌ مِنْ صُحُفٍ وَعَلَى أَبِي الْيَسَرِ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِيٌّ وَعَلَى غُلَامِهِ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِيٌّ فَقَالَ لَهُ أَبِي يَا عَمِّ إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِكَ سَفْعَةً مِنْ غَضَبٍ قَالَ أَجَلْ كَانَ لِي عَلَى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْحَرَامِيِّ مَالٌ فَأَتَيْتُ أَهْلَهُ فَسَلَّمْتُ فَقُلْتُ ثَمَّ هُوَ قَالُوْا لَا فَخَرَجَ عَلَيَّ ابْنٌ لَهُ جَفْرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ أَبُوْكَ قَالَ سَمِعَ صَوْتَكَ فَدَخَلَ أَرِيْكَةَ أُمِّي فَقُلْتُ اخْرُجْ إِلَيَّ فَقَدْ عَلِمْتُ أَيْنَ أَنْتَ فَخَرَجَ فَقُلْتُ مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنِ اخْتَبَأْتَ مِنِّي قَالَ أَنَا وَاللّٰهِ أُحَدِّثُكَ ثُمَّ لَا أَكْذِبُكَ خَشِيْتُ وَاللّٰهِ أَنْ أُحَدِّثَكَ فَأَكْذِبَكَ وَأَنْ أَعِدَكَ فَأُخْلِفَكَ وَكُنْتَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ وَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد علم کی طلب میں انصار کے اس قبیلہ میں گئے، یہ اس قبیلہ کی ہلاکت سے پہلے کا واقعہ ہے، سب سے پہلے ہماری ملاقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی تھا جس کے پاس صحائف کا ایک گٹھا تھا، حضرت ابوالیسر اور ان کے غلام دونوں نے ایک طرح کی دھاری دار چادر اور معافری کپڑا (معافر ایک جگہ کا نام ہے یہ چادر وہاں کی بنی ہوئی تھی) پہنا ہوا تھا، میں نے ان سے کہا اے چچا! میں آپ کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھ رہا ہوں! انھوں نے کہا! فلاں بن فلاں حرامی (یہ بنو حرام کی طرف نسبت ہے) کے ذمہ میرا مال تھا، میں اس کے گھر گیا، سلام کیا اور میں نے پوچھا کیا وہ ہے؟ گھر والوں نے کہا نہیں ہے، پھر اچانک اس کا نوجوان بیٹا گھر سے نکلا، میں نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا، اس نے آپ کی آواز سنی تو وہ میری ماں کے چھپر کٹ میں گھس گیا، میں نے کہا اب نکل آؤ مجھے پتا چل گیا ہے تم کہاں ہو، وہ باہر نکل آیا، میں نے پوچھا مجھ سے چھپنے پر تم کو کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا، اس نے کہا بہ خدا میں آپ سے بیان کرتا ہوں اور میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا، بہ خدا میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ میں آپ سے

اللهِ مُعْسِرًا قَالَ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قَالَ فَأَتَى بِصَحِيفَتِهِ فَمَحَاهَا بِيَدِهِ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ قَضَاءً فَاقْضِنِي وَإِلَّا أَنْتَ فِي حِلٍّ فَأَشْهَدُ بَصَرُ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى عَيْنَيْهِ وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَعَاهُ قَلْبِي هٰذَا وَأَشَارَ إِلَى مَنَاطِ قَلْبِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَنَا يَا عَمِّ لَوْ أَنَّكَ أَخَذْتَ بُرْدَةَ غُلَامِكَ وَأَعْطَيْتَهُ مَعَافِرِيَّكَ وَأَخَذْتَ مَعَافِرِيَّهُ وَأَعْطَيْتَهُ بُرْدَتَكَ فَكَانَتْ عَلَيْكَ حُلَّةٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ يَا ابْنَ أَخِي بَصَرُ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَعَاهُ قَلْبِي هٰذَا وَأَشَارَ إِلَى مَنَاطِ قَلْبِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَكَانَ أَنْ أَعْطَيْتُهُ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ حَسَنَاتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ مَضَيْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فِي مَسْجِدِهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فَتَخَطَّيْتُ الْقَوْمَ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ أَتُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَرِدَاؤُكَ إِلَى جَنْبِكَ قَالَ فَقَالَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي هٰكَذَا وَفَرَّقَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَوَّسَهَا أَرَدْتُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ الْأَحْمَقُ مِثْلُكَ فَيَرَانِي كَيْفَ أَصْنَعُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا وَفِي يَدِهِ عُرْجُونُ ابْنِ طَابٍ فَرَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَحَكَّهَا بِالْعُرْجُونِ ثُمَّ أَقْبَلَ

بات کروں اور جھوٹ بولوں اور میں آپ سے وعدہ کروں اور اس کے خلاف کروں، حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور بخدا میں ایک غریب آدمی ہوں، میں نے کہا خدا کی قسم! اس نے کہا خدا کی قسم، میں نے خدا کی قسم، اس نے کہا خدا کی قسم، میں نے کہا خدا کی قسم، اس نے کہا خدا کی قسم، پھر میں نے قرض کی دستاویز منگا کر اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور کہا اگر تم ادا کر سکو تو ادا کر دینا ورنہ تم بری الذمہ ہو، حضرت ابوالیسر نے اپنی دو آنکھوں پر انگلیاں رکھ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا اور دل کی جگہ ہاتھ رکھ کر کہا میرے اس دل نے یاد رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سائے میں رکھے گا، میں نے حضرت ابوالیسر سے کہا: اے چچا! اگر آپ اپنے غلام سے دھاری دار چادر لے لیتے اور اس کو معافری کپڑا دے دیتے یا اس سے معافری لے لیتے اور اس کو دھاری دار کپڑا دے دیتے تو آپ دونوں کے پاس حلے ہو جاتے! (اوپر اور نیچے کی ایک طرح کی دو چادروں کو حلہ کہتے ہیں) انھوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا اے اللہ! اس میں برکت دے! اے بھتیجے! میری ان دو آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دو کانوں نے سنا اور دل کی جگہ پہ ہاتھ رکھ کر کہا میرے اس دل نے یاد رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے غلاموں کو وہ چیز کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور ان کو وہ کپڑا پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور میں اس کو دنیا کا سامان دے دوں یہ میرے لیے اس سے زیادہ آسان ہے کہ یہ قیامت کے دن میری نیکیاں لے لے، پھر ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مسجد میں پہنچے، وہ اس وقت ایک چادر پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، میں لوگوں کو پھلانگ کر ان کے اور قبلہ کے درمیان

عَلَيْنَا فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يُّعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ
فَخَشَعْنَا ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يُّعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ فَخَشَعْنَا ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ
يُّعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْنَا لَا اَيُّنَا يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ
فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ
فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ
وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى
فَاِنْ عَجِلَتْ بِهٖ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهٖ هٰكَذَا
ثُمَّ طَوٰى ثَوْبَهٗ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ
اَرُوْنِيْ عَبِيْرًا فَقَامَ فَتًى مِّنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ اِلٰى
اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِخَلُوْقٍ فِيْ رَاحَتِهٖ فَاَخَذَهٗ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَهٗ
عَلٰى رَاْسِ الْعُرْجُوْنِ ثُمَّ لَطَخَ بِهٖ عَلٰى اَثَرِ
النُّخَامَةِ فَقَالَ جَابِرٌ فَمِنْ هُنَالِكَ جَعَلْتُمُ
الْخَلُوْقَ فِيْ مَسَاجِدِكُمْ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَطْنِ
بُوَاطٍ وَهُوَ يَطْلُبُ الْمَجْدِيَّ بْنَ عَمْرٍو
الْجُهَنِيَّ وَكَانَ النَّاضِحُ يَعْتَقِبُهٗ مِنَّا
الْخَمْسَةُ وَالسِّتَّةُ وَالسَّبْعَةُ فَدَارَتْ
عُقْبَةُ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى نَاضِحٍ لَّهٗ
فَاَنَاخَهٗ فَرَكِبَهٗ ثُمَّ بَعَثَهٗ فَتَلَدَّنَ
عَلَيْهِ بَعْضَ التَّلَدُّنِ فَقَالَ لَهٗ شَاْ لَعَنَكَ
اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَنْ هٰذَا اللَّاعِنُ بَعِيْرَهٗ قَالَ اَنَا
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ انْزِلْ عَنْهُ فَلَا
تَصْحَبْنَا بِمَلْعُوْنٍ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ
وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا
عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ

بیٹھ گیا، میں نے ان سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ایک
کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کے پہلو میں دوسری
چادر رکھی ہے، حضرت جابر نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں
کو کھولا اور کمان کی شکل بنا کر میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا
میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ تم جیسا احمق آدمی میرے
پاس آئے گا اور مجھ کو ایک چادر پہنے ہوئے نماز پڑھتے
دیکھے گا تو وہ بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکے گا، رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری اس مسجد میں تشریف لائے
آپ کے دست مبارک میں ابن طاب (کھجور کی ایک قسم)
کی ایک شاخ تھی آپ نے مسجد کے قبلہ میں رینٹ (ناک
کی جمی ہوئی ریزش) لگی دیکھی، آپ نے اس شاخ سے
اس رینٹ کو کھرچ کر صاف کیا، پھر فرمایا: کیا تم میں سے کسی
شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض
کرے، حضرت جابر نے کہا ہم سہم گئے، آپ نے پھر
فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس
سے اعراض کرے، حضرت جابر نے کہا ہم ڈر گئے، آپ
نے پھر فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ
تعالیٰ اس سے اعراض کرے، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم
میں سے کسی کو یہ پسند نہیں ہے، آپ نے فرمایا جب
تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تبارک
و تعالیٰ اس کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے، تو کوئی
شخص چہرے کے سامنے تھوکے نہ دائیں جانب تھوکے
وہ بائیں جانب، بائیں پیر کے نیچے تھوکے، (یہ حکم اس
وقت کا ہے جب مٹی کا فرش ہوتا تھا اور تھوک کو مٹی کے
نیچے دفن کیا جا سکتا تھا، اب جبکہ ماربل کے فرش ہوتے
ہیں اور ان پر قالین اور دریاں ہوتی ہیں، ان پر تھوک کر
بیماری اور گندگی پھیلانے کی اجازت نہیں ہے۔) اور اگر
تھوک نہ رکے تو کپڑے ہی میں لے کر اس طرح کر لے،
آپ نے کپڑے کو لپیٹ کر اور مسل کر دکھایا، پھر فرمایا

سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءً فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ عُشَيْشِيَةٌ وَدَنَوْنَا مَاءً مِنْ مِيَاهِ الْعَرَبِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَجُلٌ يَتَقَدَّمُنَا فَيَمْدُرُ الْحَوْضَ فَيَشْرَبُ وَيَسْقِينَا قَالَ جَابِرٌ فَقُمْتُ فَقُلْتُ هٰذَا رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَجُلٍ مَعَ جَابِرٍ فَقَامَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَانْطَلَقْنَا إِلَى الْبِئْرِ فَنَزَعْنَا فِي الْحَوْضِ سَجْلًا أَوْ سَجْلَيْنِ ثُمَّ مَدَرْنَاهُ ثُمَّ نَزَعْنَا فِيهِ حَتّٰى أَفْهَقْنَاهُ فَكَانَ أَوَّلَ طَالِعٍ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَأْذَنَانِ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَشْرَعَ نَاقَتَهُ فَشَرِبَتْ شَنَقَ لَهَا فَشَجَتْ فَبَالَتْ ثُمَّ عَدَلَ بِهَا فَأَنَاخَهَا ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحَوْضِ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ قُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ مِنْ مُتَوَضَّأِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبْتُ أَنْ أُخَالِفَ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ لِي وَكَانَتْ لَهَا ذَبَاذِبُ فَنَكَّسْتُهَا ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ

مجھے خوشبو دکھاؤ، قبیلہ کا ایک نوجوان دوڑتا ہوا گھر گیا اور اپنی ہتھیلی پر کچھ خوشبو لگا کر لایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خوشبو کو لے کر اس شاخ پر لگایا، پھر اسی خوشبو کو اس رینٹ کے نشان پر لگایا، حضرت جابر نے کہا اسی وجہ سے تم لوگ اپنی مسجدوں میں خوشبوؤں کو لگاتے ہو،

(حضرت جابر نے کہا) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے، "آپ مجدی بن عمرو جہنی" کو ڈھونڈ رہے تھے، ایک اونٹ پر ہم پانچ، چھ اور سات آدمی باری باری بیٹھتے تھے، ایک انصاری اونٹ پر بیٹھنے لگا، اس نے اونٹ کو بٹھایا، پھر اس پر سوار ہوا، پھر اس کو چلانے لگا، اونٹ نے اس کے ساتھ کچھ شوخی کی، اس نے اونٹ کو کہا "شأ، اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے اونٹ کو لعنت کرنے والا کون شخص ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ یہ میں ہوں! آپ نے فرمایا اس اونٹ سے اتر جاؤ، ہمارے ساتھ کسی ملعون جانور کو نہ رکھو، اپنے آپ کو بددعا دو، نہ اپنی اولاد کو بددعا دو، اور نہ اپنے اموال کو بددعا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ ساعت ہو جس میں اللہ تعالیٰ سے کسی عطا کا سوال کیا جائے، وہ دعا مستجاب ہوتی ہو،

ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب شام ہو گئی، اور ہم عرب کے پانیوں میں سے کسی پانی کے قریب پہنچے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو ہم سے پہلے جا کر حوض کو درست کرے گا، وہ خود بھی پانی پیئے گا اور ہمیں بھی پلائے گا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ شخص حاضر ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر کے ساتھ اور کون شخص جائے گا، تو حضرت جبار بن صخر کھڑے ہوئے، ہم لوگ کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہم نے حوض میں ایک یا دو ڈول پانی ڈالا، پھر اس کو مٹی سے لیپا،

يَمِيْنِهٖ ثُمَّ جَآءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَآءَ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْنَا جَمِيْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰى اَقَامَنَا خَلْفَهٗ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِيْ وَاَنَا لَا اَشْعُرُ ثُمَّ فَطِنْتُ بِهٖ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ يَعْنِيْ شُدَّ وَسَطَكَ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا جَابِرُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ وَاِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلٰى حَقْوِكَ - سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قُوْتُ كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً فَكَانَ يَمَصُّهَا ثُمَّ يَصُرُّهَا فِيْ ثَوْبِهٖ وَكُنَّا نَخْتَبِطُ بِقِسِيِّنَا وَنَاْكُلُ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَاُقْسِمُ اُخْطِئُهَا رَجُلٌ مِّنَّا يَوْمًا فَانْطَلَقْنَا بِهٖ نَنْعَشُهٗ فَشَهِدْنَا اَنَّهٗ لَمْ يُعْطَهَا فَاُعْطِيَهَا فَقَامَ فَاَخَذَهَا. سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا اَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ فَاتَّبَعْتُهٗ بِاِدَاوَةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهٖ فَاِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اِحْدَاهُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا

پھر ہم نے حوض میں پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کو بھر دیا، پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں (مجھے پانی کی) اجازت دیتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے اپنی اونٹنی کو چھوڑا اور اس نے پانی پی لیا، پھر آپ نے اس کی باگ کھینچی اور اس نے پانی پینا بند کیا، اس نے پیشاب کیا اور آپ نے اس کو الگ لے جاکر بٹھا دیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حوض پر تشریف لائے اور آپ نے حوض سے وضو کیا، پھر میں کھڑا ہوا اور جس جگہ سے آپ نے وضو کیا تھا اسی جگہ سے میں نے وضو کیا، پھر حضرت جبار بن صخر قضاء حاجت کے لیے چلے گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، میرے جسم پر ایک چادر تھی، میں اس کے دونوں کناروں کو پلٹنے لگا، وہ میرے کندھوں تک نہیں پہنچی، اس چادر کے پلو تھے، میں نے اس کو اوندھا کر کے اس کے دونوں کناروں کو پلٹا اور اس کو اپنی گردن پر باندھا (یہ اس حدیث کو بیان کرنے کی وجہ ہے -) پھر میں آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھمایا حتیٰ کہ مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا، پھر حضرت جبار بن صخر آئے انھوں نے وضو کیا، پھر وہ آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے گھورنے لگے جس کو میں نہیں سمجھ سکا، پھر میں سمجھ گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا، یعنی اپنی کمر کس کر باندھ لو، تاکہ تمہارا ستر نہ کھلے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے، تو آپ نے فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب کپڑا بڑا ہو تو اس کے دونوں کنارے پلٹ

فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ
مَعَهُ كَالْبَعِيرِ الْمَخْشُوشِ الَّذِي يُصَانِعُ
قَائِدَهُ حَتَّى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرَى فَأَخَذَ
بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِي
عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذٰلِكَ
حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا
لَأَمَ بَيْنَهُمَا يَعْنِي جَمَعَهُمَا فَقَالَ الْتَئِمَا
عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَالْتَأَمَتَا قَالَ جَابِرٌ
فَخَرَجْتُ أُحْضِرُ مَخَافَةَ أَنْ يُحِسَّ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُرْبِي فَيَبْتَعِدَ
وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ فَيَتَبَعَّدَ فَجَلَسْتُ
أُحَدِّثُ نَفْسِي فَحَانَتْ مِنِّي لَفْتَةٌ فَإِذَا
أَنَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا
وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ
كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلَى سَاقٍ فَرَأَيْتُ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ
وَقْفَةً فَقَالَ بِرَأْسِهِ هٰكَذَا وَأَشَارَ أَبُو
إِسْمَاعِيلَ بِرَأْسِهِ يَمِينًا وَشِمَالًا ثُمَّ أَقْبَلَ
فَلَمَّا انْتَهَى إِلَيَّ قَالَ يَا جَابِرُ هَلْ رَأَيْتَ
مَقَامِي قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَانْطَلِقْ
إِلَى الشَّجَرَتَيْنِ فَاقْطَعْ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ
مِنْهُمَا غُصْنًا فَأَقْبِلْ بِهِمَا حَتَّى إِذَا
قُمْتَ مَقَامِي فَأَرْسِلْ غُصْنًا عَنْ
يَمِينِكَ وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِكَ قَالَ جَابِرٌ
فَقُمْتُ فَأَخَذْتُ حَجَرًا فَكَسَرْتُهُ وَ
حَسَرْتُهُ فَانْذَلَقَ لِي فَأَتَيْتُ الشَّجَرَتَيْنِ
فَقَطَعْتُ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا
ثُمَّ أَقْبَلْتُ أَجُرُّهُمَا حَتَّى قُمْتُ مَقَامَ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلْتُ

لو اور جب کپڑا تنگ ہو تو اس کو کمر پر باندھ لو، ہم رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ان دنوں ہم میں سے ہر
شخص کی خوراک ایک کھجور تھی، وہ اس کھجور کو چوستا اور پھر اس کو
اپنے کپڑے میں رکھ لیتا، ہم اپنی کمانوں سے درختوں کے
پتے جھاڑتے تھے اور کھاتے تھے، حتیٰ کہ ہماری
باچھوں میں چھالے پڑ گئے، ایک آدمی کھجوریں تقسیم کرتا
تھا، ایک دن اس نے بھولے سے ایک شخص کو کھجور نہیں
دی، اس کا یہ گمان تھا کہ وہ کھجور دے چکا ہے، اس میں
تنازع ہوا، ہم نے شہادت دی کہ اس کو کھجور نہیں ملی،
ہم ضعف کی وجہ سے اس کو اٹھا کر لائے تھے، اس کو
کھجور دی گئی اس نے کھڑے ہو کر کھجور لی، پھر ہم رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم
ایک کشادہ وادی میں پہنچے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
قضاء حاجت کے لیے گئے، میں چمڑے کے ایک
تھیلے میں پانی لے کر آپ کے پیچھے گیا، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ کو آڑ کے لیے کوئی چیز
نظر نہ آئی، وادی کے کنارے دو درخت تھے، رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک درخت کے
پاس گئے، آپ نے ان کی شاخوں میں سے ایک شاخ
پکڑی، آپ نے فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت
کر، وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ کا فرماں بردار ہو گیا
جس کی ناک میں نکیل ہو اور وہ اپنے ہانکنے والے کے
تابع ہوتا ہے، پھر آپ دوسرے درخت کے پاس گئے
اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑ کر فرمایا، اللہ
کے اذن سے میری اطاعت کر وہ اسی درخت کی طرح آپ
کے تابع ہو گیا، حتیٰ کہ جب آپ دونوں درختوں کے درمیان
پہنچے تو آپ نے ان دونوں درختوں کو ملا دیا اور فرمایا اللہ کے
اذن سے تم دونوں جڑ جاؤ، سو وہ دونوں درخت جڑ گئے
حضرت جابر نے کہا میں اس خیال سے نکلا کہیں رسول اللہ

غُصْنًا عَنْ يَمِيْنِيْ وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِيْ
ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ فَعَمَّ ذَاكَ قَالَ إِنِّيْ مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ
يُعَذَّبَانِ فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِيْ أَنْ يُّرَفَّهَ
عَنْهُمَا مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ قَالَ
فَأَتَيْنَا الْعَسْكَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ نَادِ بِوَضُوْءٍ
فَقُلْتُ أَلَا وَضُوْءَ أَلَا وَضُوْءَ أَلَا وَضُوْءَ
قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ
فِي الرَّكْبِ مِنْ قَطْرَةٍ وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ
الْأَنْصَارِ يُبَرِّدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءَ فِيْ أَشْجَابٍ لَهُ عَلٰى
حِمَارَةٍ مِّنْ جَرِيْدٍ قَالَ فَقَالَ لِيَ انْطَلِقْ
إِلٰى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ فَانْظُرْ
هَلْ فِيْ أَشْجَابِهِ مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَانْطَلَقْتُ
إِلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيْهَا فَلَمْ أَجِدْ فِيْهَا إِلَّا
قَطْرَةً فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ مِّنْهَا لَوْ أَنِّيْ
أُفْرِغُهُ لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَمْ أَجِدْ فِيْهَا إِلَّا قَطْرَةً
فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ مِّنْهَا لَوْ أَنِّيْ أُفْرِغُهُ
لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ قَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهِ
فَأَتَيْتُهُ بِهِ فَأَخَذَهُ بِيَدِهِ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ
بِشَيْءٍ لَّا أَدْرِيْ مَا هُوَ وَيَغْمِزُهُ بِيَدَيْهِ
ثُمَّ أَعْطَانِيْهِ فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ بِجَفْنَةٍ
فَقُلْتُ يَا جَفْنَةَ الرَّكْبِ فَأُتِيْتُ بِهَا
تُحْمَلُ فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ
فِي الْجَفْنَةِ هٰكَذَا فَبَسَطَهَا وَفَرَّقَ بَيْنَ

صلے اللہ علیہ وسلم مجھے قریب دیکھ کر کہیں دور چلے جائیں،
(محمد بن عباد نے فیتبعد کا لفظ کہا) میں بیٹھا ہوا اپنے آپ
سے باتیں کر رہا تھا، میں نے اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، اور ان درختوں میں سے
ہر ایک درخت اپنے اپنے تنے پر کھڑا ہوا الگ ہو رہا
ہے، میں نے دیکھا ایک لحظہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کھڑے رہے، پھر آپ نے اپنے سر سے اس طرح
اشارہ کیا، ابو اسماعیل نے اپنے سر سے دائیں بائیں
اشارہ کر کے دیکھا، پھر آپ میری طرف آنے لگے جب
آپ میرے پاس پہنچے تو فرمایا: اے جابر تم نے دیکھا
تھا جہاں میں کھڑا تھا، میں نے کہا جی! یا رسول اللہ! آپ
نے فرمایا ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور ان میں سے ہر
ایک کی ایک ایک شاخ کاٹ کر لاؤ، اور جب اس جگہ پہنچو
جہاں میں کھڑا تھا، تو ایک شاخ اپنی دائیں جانب اور ایک
شاخ اپنی بائیں جانب ڈال دینا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ
میں نے کھڑے ہو کر ایک پتھر کو تیز کیا، پھر میں ان درختوں
کے پاس گیا اور ہر ایک سے ایک شاخ توڑ لی، پھر میں
ان کو گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے، میں نے ایک شاخ اپنے
دائیں جانب اور دوسری بائیں جانب ڈال دی، پھر میں رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا یا رسول اللہ!
میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق کر دیا مگر اس کا سبب کیا
ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس جگہ دو قبروں کے پاس سے گزرا
جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، میں نے ان میں تخفیف
عذاب کے لیے اپنی شفاعت کو پسند کیا، جب تک وہ شاخیں
تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی، حضرت جابر
کہتے ہیں کہ ہم پھر لشکر میں آگئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: اے جابر پانی کا اعلان کرو، میں نے
کہا سنو پانی لاؤ، سنو پانی لاؤ، سنو پانی لاؤ، میں نے

أَصَابِعِهِ ثُمَّ وَضَعَهَا فِي قَعْرِ الْجَفْنَةِ وَقَالَ خُذْ يَا جَابِرُ فَصُبَّ عَلَيَّ وَقُلْ بِاسْمِ اللهِ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَوَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَارَتِ الْجَفْنَةُ وَدَارَتْ حَتَّى امْتَلَأَتْ فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ مَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ بِمَاءٍ قَالَ فَأَتَى النَّاسُ فَاسْتَقَوْا حَتَّى رَوُوا قَالَ فَقُلْتُ هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ لَهُ حَاجَةٌ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الْجَفْنَةِ وَهِيَ مَلْأَى وَشَكَى النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ فَقَالَ عَسَى اللهُ أَنْ يُطْعِمَكُمْ فَأَتَيْنَا سِيفَ الْبَحْرِ فَزَخَرَ الْبَحْرُ زَخْرَةً فَأَلْقَى دَابَّةً فَأَوْرَيْنَا عَلَى شِقِّهَا النَّارَ فَاطَّبَخْنَا وَاشْتَوَيْنَا وَأَكَلْنَا حَتَّى شَبِعْنَا قَالَ جَابِرٌ فَدَخَلْتُ أَنَا وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ حَتَّى عَدَّ خَمْسَةً فِي حِجَاجِ عَيْنِهَا مَا يَرَانَا أَحَدٌ حَتَّى خَرَجْنَا فَأَخَذْنَا ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَقَوَّسْنَاهُ ثُمَّ دَعَوْنَا بِأَعْظَمِ رَجُلٍ فِي الرَّكْبِ وَأَعْظَمِ جَمَلٍ فِي الرَّكْبِ وَأَعْظَمِ كِفْلٍ فِي الرَّكْبِ فَدَخَلَ تَحْتَهُ مَا يُطَاطِئُ رَأْسَهُ۔

عرض کیا: یا رسول اللہ! قافلہ میں تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پرانی مشک میں جو درخت کی ٹہنیوں پر لٹکی رہتی تھی، پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا، آپ نے فرمایا: تم فلاں ابن فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو اس کی مشک میں پانی ہے یا نہیں؟ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا تو اس مشک میں پانی کا صرف ایک قطرہ تھا اگر میں اس مشک کو اوندھا کرتا تو سوکھی مشک اس پانی کو پی جاتی، سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس مشک میں پانی کا صرف ایک قطرہ ہے اگر میں نے اس کو الٹا کیا تو وہ قطرہ اس سوکھی ہوئی مشک میں جذب ہو جائے گا، آپ نے فرمایا جاؤ اس مشک کو میرے پاس لے کر آؤ، میں اس مشک کو لے کر آیا میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑا اب مجھے پتا نہیں آپ نے اس مشک سے کیا کلام فرمایا، آپ اپنے دست مبارک سے اس مشک کو دباتے جاتے تھے، آپ نے وہ مشک میرے حوالے کی اور فرمایا جاؤ، قافلہ میں اعلان کر دو کہ پانی کا کوئی بڑا ٹب لے آئیں، میں نے اعلان کیا: اے قافلے والو! ٹب لے آؤ، پھر وہ ٹب اٹھا کر لایا گیا، میں نے اس کو لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اس میں اپنا ہاتھ ڈالا، آپ نے اپنی انگلیاں متفرق کر کے ہاتھ پھیلا دیا، پھر ہاتھ ٹب کی گہرائی میں رکھا، پھر فرمایا لو اے جابر بسم اللہ پڑھ کر میرے ہاتھ پر مشک انڈیلو، میں نے بسم اللہ پڑھ کر مشک انڈیلی، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابل رہا تھا، حتیٰ کہ اس ٹب میں پانی جوش سے ابلنے لگا، اور وہ ٹب بھر گیا، آپ نے فرمایا اے جابر! اعلان کر دو جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آ جائے، پھر لوگ آئے انھوں نے پانی پیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، میں نے کہا کیا کوئی ایسا بچا ہے جس کو پانی کی ضرورت ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹب سے ہاتھ اٹھا لیا درآں حالیکہ وہ ٹب بھرا ہوا تھا، اور لوگوں نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی، آپ نے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو کھلائے گا، پھر ہم سمندر کے کنارے پہنچے، سمندر سے ایک موج آئی اور اس نے ایک سمندری جانور لاکر پھینک دیا، ہم نے سمندر کے کنارے آگ جلائی اور جانور کو بھون کر پکایا اور اس کو کھایا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے، حضرت جابر نے کہا میں اور فلاں اور فلاں انھوں نے پانچ آدمی گنے، ہم اس کی آنکھ کے گوشے میں گھس جاتے تھے اور ہم کو کوئی نہیں دیکھتا تھا، حتیٰ کہ ہم باہر نکل آتے، ہم نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لے کر اس کو کمان کی ہیئت میں کھڑا کر دیا، پھر ہم نے قافلہ میں سے سب سے بڑے آدمی کو بلایا اور قافلہ میں سے سب سے بڑے اونٹ کو بلایا وہ قافلہ کے سب سے بڑے پالان کو اس اونٹ پر رکھ کر اس اونٹ پر بیٹھا اور سر جھکائے بغیر اس پسلی کے نیچے سے گذر گیا۔

حضرت جابر کی حدیث کی تشریح

علامہ نووی اس حدیث کی تشریح لکھتے ہیں:

"فلاں بن فلاں حرامی کے ذمہ میرا مال تھا"

بنو حرام کی طرف نسبت کر کے حرامی کہا ہے بعض روایات میں جزامی ہے۔

حضرت جابر ایک کپڑے کو اپنے جسم پر لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ زیادہ کپڑوں کے باوجود ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جب اس کے پاس وسعت ہو تو زیادہ کپڑے پہنے، حضرت جابر نے بیان جواز کے لیے اس طرح کیا تھا۔

حضرت جابر نے ابن عبادہ بن صامت سے کہا میں نے ایک کپڑے میں نماز اس لیے پڑھی ہے، کہ تم ایسے احمق کو بھی معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔

یہاں احمق سے مراد جاہل ہے اور حقیقت میں احمق اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کسی کام کے مضر ہونے کا علم ہو اس کے باوجود وہ شخص اس کام کو کرے، اس حدیث سے معلوم ہو کہ شاگرد کو تنبیہ، تادیب اور تعزیر کے لیے اس قسم کے الفاظ کہنا جائز ہیں، کیونکہ احمق اور ظالم ایسے لفظ ہیں کہ بہت کم لوگ ان کے ساتھ متصف ہونے سے بچے ہوں گے اور جو شخص تادیب، توبیخ، اور سخت بات کہے جانے کا مستحق ہو، اس کے لیے متقی اور پرہیزگار لوگ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر اور جبار سے فرمایا: کیا تم دونوں مجھے (پانی پینے کی) اجازت دیتے ہو؟

اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مواقع پر اجازت طلب کرنے، آداب شرعیہ، تقویٰ اور احتیاط پر عمل کرنے کی تعلیم دی ہے، ہر چند کہ وہ دونوں آپ کے پانی پینے پر راضی تھے بلکہ وہ اسی کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حوض سے پانی لے کر وضو کیا:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس پانی سے اونٹ یا کسی اور حلال جانور نے پانی پیا ہو اس سے وضو کرنا جائز ہے:

حضرت جابر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، میں آکر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھمایا اور مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے اور یہ ضرورت کے وقت مکروہ نہیں ہے البتہ بلا ضرورت مکروہ ہے، اور یہ کہ اگر مقتدی صرف ایک ہو تو امام کی دائیں جانب کھڑا ہو، اور اگر وہ بائیں جانب کھڑا ہو تو امام اس کو دائیں جانب کر دے، اور اگر دو مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف بنائیں۔ [1]

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت کے آنے کا ذکر ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے، نیز اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ دو قبریں ہیں اور قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب برزخ میں ہوتا ہے اس سے بہ صراحت معلوم ہوا کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تھے تو برزخ والوں کے احوال سے بے خبر نہیں تھے اور قیاس سے یہ معلوم ہوا کہ جب آپ برزخ میں ہوں گے تو دنیا والوں کے احوال سے غافل نہیں ہوں گے، نیز آپ نے فرمایا ان کی قبروں پر درخت کی شاخیں رکھ دو، جب تک وہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں کمی ہوگی۔ اس سے یہ بہ صراحت معلوم ہوا کہ آپ دنیا میں رہ کر برزخ والوں کی مدد فرماتے تھے، اور قیاس سے یہ معلوم ہوا کہ جب آپ برزخ میں ہوں گے تو دنیا والوں کی مدد فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا جب تک اس شاخ کے پتے تر و تازہ رہیں گے، قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی، یہ حدیث قبر پر پھول رکھنے کی اصل ہے اور تر و تازہ کی قید کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو مومن کے قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف کی زیادہ توقع ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ قبروں پر پھول رکھنا منع ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے جو قبر پر شاخیں رکھنے کے لیے فرمایا تھا یہ آپ کی خصوصیت ہے، یہ قول باطل ہے یہ فعل خصوصیت اس وقت ہوتا جب آپ نے بالعموم قبر پر شاخیں رکھنے سے منع فرمایا ہوتا۔

بَابٌ ۱۰۳ فِي حَدِيثِ الْهِجْرَةِ وَيُقَالُ لَهُ حَدِيثُ الرَّحْلِ بِالْحَاءِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

۷۳۸۱ - حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے والد کے پاس ان

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۸ - ۴۱۶ ملخصاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ إِلَى أَبِي فِي مَنْزِلِهِ فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ ابْعَثْ مَعِيَ ابْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِي إِلَى مَنْزِلِي فَقَالَ لِي أَبِي احْمِلْهُ فَحَمَلْتُهُ وَخَرَجَ أَبِي مَعَهُ يَنْتَقِدُ ثَمَنَهُ فَقَالَ لَهُ أَبِي يَا أَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِي كَيْفَ صَنَعْتُمَا لَيْلَةَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ أَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا كُلَّهَا حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ وَخَلَا الطَّرِيقُ فَلَا يَمُرُّ فِيهِ أَحَدٌ حَتّٰى رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَأْتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ بَعْدُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا فَأَتَيْتُ الصَّخْرَةَ فَسَوَّيْتُ بِيَدِي مَكَانًا يَنَامُ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ظِلِّهَا ثُمَّ بَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً ثُمَّ قُلْتُ نَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَأَنَا أَنْفُضُ لَكَ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ أَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِهِ إِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيدُ مِنْهَا الَّذِي أَرَدْنَا فَلَقِيتُهُ فَقُلْتُ لِمَنْ أَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قُلْتُ أَفِي غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفَتَحْلُبُ لِي قَالَ نَعَمْ فَأَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ لَهُ انْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ الشَّعَرِ وَالتُّرَابِ وَالْقَذٰى قَالَ فَرَأَيْتُ الْبَرَاءَ يَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى الْأُخْرٰى يَنْفُضُ فَحَلَبَ لِي فِي قَعْبٍ مَعَهُ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ قَالَ وَمَعِي إِدَاوَةٌ أَرْتَوِي فِيهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْرَبَ مِنْهَا وَيَتَوَضَّأَ قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُ مِنْ نَوْمِهِ فَوَافَقْتُهُ

کے گھر گئے اور ان سے ایک کجاوہ خریدا اور کہا اپنے بیٹے کو میرے ساتھ بھیج دو وہ اس کجاوہ کو اٹھا کر میرے گھر پہنچا دیں، میرے والد نے مجھ سے کہا اس کو اٹھاؤ، میں نے اس کو اٹھا لیا، اور میرے والد حضرت ابوبکر کے ساتھ نکلے اور قیمت پرکھنے لگے، میرے والد نے ان سے کہا اے ابوبکر! جس رات آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ سے مدینہ) گئے تھے، اس کے متعلق مجھے بتائیں کہ آپ دونوں کیا کیا تھا حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! ہم دونوں اس پوری رات چلتے رہے، حتیٰ کہ دن ہو گیا اور ٹھیک دوپہر کا وقت آ گیا، اور راستہ چلنے والوں سے خالی تھا حتیٰ کہ ہمیں سامنے ایک لمبا پتھر دکھائی دیا جس کا سایہ پڑ رہا تھا، ابھی تک وہاں دھوپ نہیں آئی تھی، میں اس پتھر کے پاس گیا، اور اس جگہ کو اپنے ہاتھ سے ہموار کیا تاکہ اس کے سائے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم آرام کر سکیں، پھر اس پر پوستین بچھائی پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس پر آرام فرمائیں، اور میں آپ کے اردگرد دیکھ بھال کرتا ہوں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں آپ کے اردگرد دیکھ بھال کرتا رہا، میں نے ایک بکریوں کا چرواہا دیکھا جو اپنی بکریاں چراتا ہوا اس پتھر کی طرف آ رہا تھا وہ بھی اس پتھر سے وہی چاہتا تھا جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا، میں نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اس نے مدینہ کے ایک شخص کا نام لیا، میں نے پوچھا کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے کہا کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا ہاں! اس نے ایک بکری پکڑی، میں نے اس سے کہا تھن کو بال مٹی اور تنکوں سے صاف کر لو، راوی کہتا ہے میں نے حضرت براء کو دیکھا وہ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پہ مار کر دکھا رہے تھے، اس غلام نے اپنے ایک لکڑی کے پیالہ میں میرے لیے دودھ دوہا، حضرت ابوبکر نے کہا میرے پاس ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا، جس میں، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پینے اور

اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اشْرَبْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ قَالَ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِلرَّحِيلِ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ وَنَحْنُ فِي جَلَدٍ مِنَ الْأَرْضِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُتِينَا فَقَالَ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ فَرَسُهُ إِلَى بَطْنِهَا أُرَى فَقَالَ إِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِي فَاللّٰهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا اللّٰهَ فَنَجَى فَرَجَعَ لَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا قَالَ قَدْ كَفَيْتُكُمْ مَا هُنَا فَلَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهُ قَالَ وَوَفَى لَنَا۔

وضو کے لیے پانی رکھا تھا، پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہیں کیا، اتفاق سے آپ خود بیدار ہو گئے، پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ دودھ پی لیجئے، آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: کیا ابھی روانگی کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں، پھر زوال آفتاب کے بعد ہم روانہ ہو گئے، سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا، ہم سخت زمین پر تھے، میں نے کہا کافر ہم تک پہنچ گئے، آپ نے فرمایا: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر آپ نے سراقہ بن مالک کے لیے دعائے ضرر کی، میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، اس نے کہا مجھے یقین ہے تم دونوں نے میرے خلاف دعائے ضرر کی ہے، اب تم میرے حق میں دعائے خیر کرو، میں قسم کھاتا ہوں کہ جو بھی تم کو ڈھونڈنے آئے گا میں اس کو واپس کر دوں گا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ نجات پا کر لوٹ گیا، پھر اس کو جو کافر بھی ملتا وہ اس سے کہتا میں تمہارا کام کر چکا ہوں وہ یہاں نہیں ہیں اور جو شخص بھی اس سے ملتا وہ اس کو واپس کر دیتا، اور اس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔

٧٣٨٢ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كِلَاهُمَا عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اشْتَرَى أَبُو بَكْرٍ مِنْ أَبِي رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ مِنْ رِوَايَةِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ فَلَمَّا دَنَا دَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاخَ فَرَسُهُ فِي الْأَرْضِ إِلَى بَطْنِهِ وَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے میرے والد سے تیرہ درہم میں ایک کجاوہ خریدا، عثمان بن عمر کی روایت میں ہے کہ جب سراقہ قریب ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی، اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، وہ گھوڑے سے کودا اور اس نے کہا: اے محمد! مجھے یقین ہے کہ یہ تمہارا کام ہے، اب اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس سے نجات دے دے، اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جو بھی میرے بعد آپ کی تلاش میں آئے گا، میں آپ کو

وَذَنَبَ عَنْهُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ هٰذَا عَمَلُكَ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُّخَلِّصَنِيْ مِمَّا أَنَا وَلَكَ عَلَيَّ لَأُعَمِّيَنَّ عَلٰى مَنْ وَّرَائِيْ وَهٰذِهٖ كِنَانَتِيْ فَخُذْ سَهْمًا مِنْهَا فَإِنَّكَ سَتَمُرُّ عَلٰى إِبِلِيْ وَغِلْمَانِيْ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَخُذْ مِنْهَا حَاجَتَكَ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ إِبِلِكَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ لَيْلًا فَتَنَازَعُوْا أَيُّهُمْ يَنْزِلُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْزِلُ عَلٰى بَنِي النَّجَّارِ أَخْوَالِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أُكْرِمُهُمْ بِذٰلِكَ فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

اس سے مخفی رکھوں گا، یہ میرا ترکش ہے، اس میں سے آپ ایک تیر لے لیں، کیونکہ عنقریب فلاں فلاں مقام پر آپ کا میرے اونٹوں اور غلاموں سے گذر ہو گا، آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں، آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں ہے، پھر ہم رات کے وقت مدینہ پہنچے، لوگ اس پر آپس میں جھگڑنے لگے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس کے پاس ٹھہریں گے، آپ نے فرمایا میں بنو نجار کے پاس ٹھہروں گا جو عبد المطلب کے ماموں ہیں، میں اپنے قیام سے ان کی عزت افزائی کروں گا، پھر تمام مرد اور عورتیں اپنے اپنے مکانوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور غلام راستوں میں نعرے لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ!۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے شخص کی بکریوں کا دودھ پلانے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے، انہی نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو اس نے مدینہ کے ایک شخص کا نام لیا:

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں مدینہ کا لغوی معنی شہر مراد ہے یعنی اس نے مکہ کے ایک شخص کا نام لیا کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا۔

اس حدیث میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چرواہے سے کہا: کیا تم بکری سے دودھ دوہ کر ہمیں دو گے؟ اس نے کہا ہاں، پھر حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پلایا:

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ چرواہا ان بکریوں کا مالک نہیں تھا، پھر حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ لے کر کیسے پلایا، اس سوال کے چند جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ اہل عرب میں رواج تھا کہ بکریوں کے مالک چرواہوں کو یہ اجازت دیتے تھے کہ وہ کسی مہمان یا مسافر کو بکریوں کا دودھ پلا دیں۔

(۲)۔ جس شخص کی وہ بکریاں تھیں وہ حضرت ابوبکر کا دوست تھا، اسی لیے انھوں نے پہلے یہ معلوم کر لیا تھا کہ یہ کس کی بکریاں ہیں۔

(۳)۔ شاید وہ حالت اضطرار میں تھے، لیکن پہلے دو جواب زیادہ عمدہ ہیں۔ [1]

حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن پہننے کی نوید

اس حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا:

---

[1]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے چلے گئے، تو قریش نے آپ کو واپس لانے کے لیے سو اونٹ انعام رکھے، سراقہ نے کہا میں اپنے لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے ابھی تین آدمیوں کو گذرتے ہوئے دیکھا ہے، اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہیں، سراقہ نے کہا میں نے اس کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور بات بناتے ہوئے کہا وہ تو بنو فلاں ہیں جو اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں، پھر میں گھر گیا اور اپنا گھوڑا نکالا، روانگی سے پہلے تیر سے فال نکالی تو وہ میرے خلاف نکلی، لیکن بہر حال میں یہ امید لے کر چل پڑا کہ میں ان کو پکڑ کر لے آؤں گا اور سو اونٹوں کا انعام حاصل کر لوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے برحق ہونے پر حضرت سراقہ میں ایک اور نشانی ظاہر کی، ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک غیب پر مطلع کیا جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا، اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب تم کسریٰ کے کنگن، اس کا منطقہ (چھال دار پیٹی) اور تاج پہنو گے، اور جب ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن، منطقہ اور تاج آئے تو حضرت عمر نے سراقہ کو بلا کر وہ کنگن پہنا دیے اور فرمایا یہ کہو کہ اللہ اکبر، الحمد للہ، اللہ کا شکر ہے جس نے کسریٰ سے ان کنگنوں کو چھینا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بنو مدلج کے ایک اعرابی (دیہاتی) کو وہ کنگن پہنا دیے۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ٹھہرانے کی تفصیل

اس حدیث میں ہے جب ہم مدینہ پہنچے تو مدینہ کے لوگ ہمیں اپنے اپنے ہاں ٹھہرانے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے۔

سیرت کی کتابوں میں اہل مدینہ کے جھگڑنے کا ذکر نہیں ہے، ان میں یہ ذکر ہے کہ جب انصار نے یہ سنا کہ آپ مکہ سے آ رہے ہیں، تو وہ صبح سے شام تک آپ کا انتظار کرتے تھے، اسی طرح کئی دن گذر گئے، جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ اپنے گھروں کو جا چکے تھے، سب سے پہلے آپ کو ایک یہودی نے دیکھا وہ انصار کو آپ کا انتظار کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا، اس نے باآواز بلند کہا اے بنو قیلہ! جن کا تمہیں انتظار تھا وہ آ گئے، لوگوں نے آپ کو کھجور کے سائے میں بیٹھا دیکھا، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بھی بیٹھے ہوئے تھے، اکثر لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر سے ملنے لگے، تب حضرت ابوبکر اٹھے اور چادر تان کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا، اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبا میں بنو عمرو بن عوف کے پاس ٹھیرے، آپ نے پیر، منگل، بدھ اور جمعرات تک وہاں قیام فرمایا، پھر آپ سالم بن عوف کے محلہ میں تشریف لے گئے اور جمعہ وہاں پڑھایا، پھر بنو سالم میں سے حضرت عتبان بن مالک اور حضرت عباس بن عبادہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کچھ روز ہمارے پاس ٹھیریے، آپ نے فرمایا اس اونٹنی کو جانے دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، جہاں یہ ٹھیرے گی، میں وہیں قیام کروں گا، جب اونٹنی بنو بیاضہ

[۱] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۹ - ۳۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کے ہاں پہنچی تو انھوں نے ٹھیرانے کی درخواست کی، آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا، پھر بنو ساعدہ سے گذر ہوا، انھوں نے بھی ٹھیرانے کی درخواست کی ان کو بھی آپ نے یہ جواب دیا، پھر بنو الحارث بن الخزرج، پھر عدی بن النجار کے پاس سے گذر ہوا اور ان کو بھی یہی جواب ملا، جب اونٹنی بنو مالک بن نجار کے ہاں پہنچی تو وہاں بیٹھ گئی، (یہ آپ کے ماموں تھے) ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس اونٹنی سے نہیں اترے تھے کہ وہ اٹھ کر پھر چلنے لگی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار چھوڑی ہوئی تھی اور آپ اس کو کسی طرف نہیں موڑتے تھے، حتیٰ کہ وہ پہلی جگہ پھر لوٹ آئی، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے اترے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے کجاوے کو اٹھایا اور اپنے گھر میں رکھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر قیام فرمایا حتیٰ کہ مسجد بن گئی پھر آپ مسجد (کے حجرے) میں منتقل ہو گئے، اس حدیث میں صحابہ کے تنازع کا ذکر ہے ہو سکتا ہے اس سے یہ مراد ہو کہ سب آپ کو اپنے گھر ٹھیرنے کی دعوت دیتے تھے۔ [1]

اس حدیث میں ہے مدینہ کے مرد، عورتیں، لڑکے اور بچے نعرہ لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ:

قاضی عیاض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے دلوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھی تھی اس وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت عزت اور نصرت کی۔

یا محمد کے ساتھ خطاب اور ندا میں بحث و نظر

اس حدیث میں یا محمد اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے کا جواز ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہل مدینہ یا محمد یا رسول اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے۔

بعض علماء نے قرآن مجید کی اس آیت کی بناء پر یا محمد کہنے سے منع فرمایا ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ط (نور: ۶۳)　　اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو ایسا نہ بنالو، جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہاں اس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا قال اللہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ "رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، کہ اے زید! اے عمرو! بلکہ یوں عرض کرو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا سید المرسلین، یا خاتم النبیین! یا شفیع المذنبین" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلک اجمعین۔

ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنہاھم اللہ عن ذلک اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی، جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہا کرتے"، بیہقی، امام علقمہ و امام اسود، ابو نعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۱ - ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کہو، اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے، غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بك الی ربی۔ تاہم اس جگہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہیے حالانکہ الفاظِ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی، کما یدل علیہ حدیث نبیك الذی ارسلت ورسولك الذی ارسلت۔ یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہلِ زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے اس کی تفصیل اپنے مجموعۂ فتاویٰ مسمّٰی بہ "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔ [1]

امام احمد رضا رحمہ اللہ کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یا محمد کہنا حرام ہے، حتیٰ کہ جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث کی جس روایت میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دعا میں یا محمد انی توجھت بك الی ربی (اے محمد! صلے اللہ علیک وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں) کہنے کی تعلیم اور تلقین فرمائی اس میں بھی یا محمد کے بجائے یا رسول اللہ کہا جائے، جب کہ دعا کے الفاظ میں رد و بدل نہیں کیا جاتا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلوۃ ثم اضطجع علی شقك الایمن ثم قل اللھم اسلمت وجھی الیك وفوضت امری الیك والجأت ظھری الیك رغبۃ ورھبۃ الیك لا ملجأ ولا منجا منك الا الیك اللھم امنت بکتابك الذی انزلت وبنبیك الذی ارسلت فان مت من لیلتك فانت علی الفطرۃ واجعلھن اخر ما تتکلم بہ قال فرددتھا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغت اللھم امنت بکتابك الذی انزلت ورسولك قال لا ونبیك الذی ارسلت۔ [2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرو۔ پھر دائیں کروٹ لیٹ جاؤ، پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تجھے سونپا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، تجھ سے نجات اور پناہ صرف تیری ہی طرف ہے، اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی، اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، اگر تم اس رات کو فوت ہو گئے تو تم (دین) فطرت پر ہو گے، یہ دعا تمہارا آخری کلام ہونا چاہیے، راوی کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کلمات دہرائے اور جب اللھم امنت بکتابك الذی انزلت پر پہنچا تو نبیك کی جگہ رسولك پڑھا، آپ

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۷، ۲۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے فرمایا نہیں (وہی پڑھو جو میں نے کہا تھا) وبنبیك الذی ارسلت۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں جو کلمات تعلیم فرمائے ہوں ان میں تغیّر و تبدل جائز نہیں ہے، اور امام احمد رضا نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ دعا میں یا محمد کہنے کی تعلیم دی ہے، لیکن یا محمد کی بجائے یا رسول اللہ کہنا چاہیئے!!

ہمارے نزدیک وہی صحیح ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اور صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث میں صحابہ کرام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یا محمد کہنے کا ذکر ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو، صحابہ کرام کا عمل ہو، اس سے بڑھ کر جواز کی اور کیا دلیل ہوگی! باقی رہا یہ شبہ کہ قرآن مجید میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کا نام لے کر بلانے سے منع فرمایا ہے، سو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ دعاء الرسول میں اضافت الی المفعول ہو اور دعا کا معنی پکارنا کیا جائے معنی یہ کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اور اگر دعاء الرسول میں اضافت الی الفاعل ہو اور دعا کا معنی بلانا ہو اور یہ معنی ہو کہ رسول اللہ کے بلانے کو اس طرح نہ قرار دو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو" کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض ہے اور تمہارے بلانے پر جانا فرض نہیں ہے، یا اضافت الی الفاعل ہو اور دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہو یعنی اپنے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اپنی دعا کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا کا قبول ہونا حتمی اور یقینی ہے اور تمہاری دعا کا قبول ہونا حتمی اور یقینی نہیں ہے، موخر الذکر دونوں صورتوں میں اس آیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نام سے پکارنے کی ممانعت نہیں ہوگی، اور مفسرین کرام نے اس آیت میں یہ تینوں احتمال بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو اپنی طرح قرار نہ دو، کیونکہ اس سے پہلے قرآن مجید کی آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مسلمان آپ کے پاس سے نہ جائیں اس کے بعد ہے آپ کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ط ان الذین یستاذنونك اولٓئك الذین یؤمنون باللہ ورسولہ ج فاذا استاذنوك لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللہ ط ان اللہ غفور رحیم ٥ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ط قد

مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول کے ساتھ مل کر کسی کام پر (حاضر) ہوں تو آپ سے اجازت حاصل کیے بغیر نہ جائیں، (اے حبیب!) جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر اگر وہ آپ سے اپنے کسی کام کی اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت چاہیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا

يعلم الله الذين يتسللون منكم لواذا فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم ○

(نور: ۶۳ - ۶۲)

بے حد رحم فرمانے والا ہے، اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو ایسا نہ بنا لو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچ جائے۔

اس آیت کا سیاق وسباق اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ دعاء الرسول میں اضافت الی الفاعل ہے اور قرآن مجید کی نظم اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے جب وہ معنی کیا جائے جو ہم نے بیان کیا ہے، اب ہم اپنے موقف کو مفسرین کرام کی عبارات کی روشنی میں واضح کرتے ہیں:

امام رازی لکھتے ہیں:

اما قوله تعالى لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا ففيه وجوه (احدها) وهو اختيار المبرد والقفال ولا تجعلوا امره اياكم ودعاءه لكم كما يكون من بعضكم لبعض اذ كان امره فرضا لازما والذى يدل على هذا قوله عقيب هذا فليحذر الذين يخالفون عن امره (وثانيها) لا تنادوه كما ينادى بعضكم بعضا يا محمد يا ابا القاسم ولكن قولوا يا رسول الله يا نبى الله عن سعيد بن جبير (وثالثها) لا ترفعوا اصواتكم فى دعائه وهو المراد من قوله ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله عن ابن عباس۔ (ورابعها) احذروا دعاء الرسول عليكم اذا اسخطتموه فان دعاءه موجب ليس كدعاء غيره والوجه الاول اقرب الى نظم الاية۔ [1]

آیت کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول الآیة۔ میں کئی تفسیریں ہیں:

(۱) مبرد اور قفال کا اختیار یہ ہے کہ جب رسول تم کو حکم دیں اور بلائیں تو اس کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کے حکم پر عمل کرنا فرض لازم ہے، اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے اخیر میں ہے جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ ان کو آفت یا عذاب پہنچے۔

(۲) سعید بن جبیر سے یہ تفسیر منقول ہے کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یا محمد، یا ابا القاسم نہ کہو بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہو۔

(۳) حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے نہ بلاؤ جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو، کیونکہ قرآن مجید میں آپ کے سامنے آواز کو پست رکھنے کا حکم ہے۔

(۴) جب تم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دو تو اپنے خلاف

[1] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

آپ کی دعاء سے ڈرو کیونکہ آپ کی دعا عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، وہ قبولیت کو واجب کرتی ہے۔

پہلی تفسیر قرآن مجید کی نظم کے زیادہ قریب ہے۔

علامہ آلوسی لا تجعلوا دعاء الرسول کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای لا تقیسوا دعاءہ علیہ الصلوۃ والسلام ایاکم علی دعاء بعضکم بعضا فی حال من الاحوال وامر من الامور التی من جملتها المساھلۃ فیہ والرجوع عن مجلسہ علیہ الصلوۃ والسلام بغیر استئذان فان ذلک من المحرمات، والی نحو ھذا ذھب ابو مسلم واختارہ المبرد والقفال۔

یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو کسی وقت اور کسی حال میں بھی اپنے بلانے پر قیاس نہ کرو، کہ سستی سے آؤ، یا بلا اجازت آپ کی مجلس سے چلے جاؤ، کیونکہ یہ حرام ہے، ابو مسلم، مبرد اور قفال نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔

وقیل المعنی لا تجسسوا دعاءہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علیکم کدعاء بعضکم علی بعض فتعرضوا للسخطہ ودعائہ علیکم علیہ الصلوۃ والسلام بمخالفۃ امرہ والرجوع عن مجلسہ بغیر استئذان ونحو ذلک، و ھو ماخوذ مما جاء فی بعض الروایات عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما وروی عن الشعبی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے خلاف دعا کریں تو اس کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر نہ آکر یا آپ کی مجلس سے بلا اذن اٹھ کر آپ کو ناراض کرو، اور اپنے خلاف آپ کی دعا کو دعوت دو، یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور شعبی سے منقول ہے۔

وقیل المعنی لا تجعلوا نداءہ علیہ الصلوۃ والسلام وتسمیتہ کنداء بعضکم بعضا باسمہ ورفع الصوت بہ والنداء وراء الحجرات ولکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ ویا رسول اللہ مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت۔ اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویۃ وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال، کانوا یقولون: یا محمد یا ابا القاسم فنھاھم اللہ تعالی عن ذلک بقولہ سبحانہ (لا تجعلوا) الآیۃ اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا، یا نبی اللہ یا رسول اللہ، وروی نحو ھذا عن قتادۃ۔ والحسن۔ وسعید بن جبیر ومجاھد، وفی احکام القرآن للسیوطی ان فی ھذا النھی تحریم ندائہ صلی اللہ علیہ وسلم باسمہ۔ الی ان قال نعم الاظھر فی معنی الآیۃ ما ذکرناہ اولا کما لا یخفی۔ [1]

تیسری تفسیر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو اور اس طرح آپ کا نام نہ لو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، نام لیتے ہو، اور حجرے کے باہر سے پکارتے ہو البتہ آپ کو آپ کے معظم القاب سے پکارو، مثلاً تعظیم، توقیر، تواضع اور پست آواز سے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ یا محمد، یا ابا القاسم کہتے تھے تو اللہ تعالی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے ان کو اس آیت میں منع کر دیا، اور لوگوں نے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا، قتادہ، حسن، سعید بن جبیر اور مجاہد سے بھی یہی منقول ہے، اور علامہ سیوطی نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نام کے ساتھ ندا کرنے کی تحریم ہے۔

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۲۵ - ۲۲۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہاں! اس آیت کے معنی میں وہی تفسیر زیادہ ظاہر ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد سے ندا کرنے کی صریح اور قطعی ممانعت نہیں ہے بلکہ راجح تفسیر کی بناء پر اس آیت کا آپ کو ندا کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض روایات اور بعض تفاسیر کی بناء پر بہر حال ندائے یا محمد منع ہے، کیونکہ آپ کو نام لے کر پکارنا آپ کی تنظیم اور توقیر کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ تفسیر تسلیم کر لیں تب بھی ندائے یا محمد مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ آپ کو آپ کا نام لے کر بلانا ممنوع ہے اور یہ آپ کی تعظیم اور تکریم کے خلاف ہے کہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح نام لے کر بلایا جائے، اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کا نام لے کر ندا کر کے بلانا حرام ہے، اور صحابہ کرام نے جو ہجرت کے موقع پر یا محمد یا رسول اللہ کہا تھا وہ آپ کے بلانے کے لیے نہیں کہا بلکہ صحابہ کرام آپ کی آمد کے موقع پر اظہار مسرت کے لیے آپ کے نام کے نعرے لگا رہے تھے اور یہ ہر امتی کے لیے جائز ہے۔

اور آپ نے دعائے حاجت میں جو یہ کہنے کی تعلیم فرمائی ہے: "یا محمد انی توجهت بك الی ربی" "اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں" اس میں بھی یا محمد! کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں ہے بلکہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرانا مقصود ہے، امام مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے ایک اعرابی کی شکل میں حاضر ہو کر آپ سے کہا:

یا محمد اخبرنی عن الاسلام[1] اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔

اس میں بھی یا محمد کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں تھا آپ کو متوجہ کرنا مقصود تھا۔ اور قرآن مجید میں نام کے ساتھ بلانے کی ممانعت ہے، مطلقاً ندا کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کسی کے نام کے ساتھ نداء بلانے کے لیے کی جاتی ہے نہ متوجہ کرنے کے لیے بلکہ محض اس کا ذکر کرنے اور اس کو یاد کرنے کے لیے، اس کے نام کے ساتھ نداء کرتے ہیں جیسے کوئی شخص یا اللہ یا اللہ کا وظیفہ کرتا ہے اور اس کے جواز پر واضح دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل: اذکر احب الناس الیك فقال یا محمد۔[2]

عبد الرحمن بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا، ان سے ایک شخص نے کہا: جو تم کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کرو انھوں نے کہا یا محمد۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

روی ان عبد اللہ بن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت ۔ لہ

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پیر سن ہو گیا، ان سے کہا گیا جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کیجئے انھوں نے بلند آواز سے کہا یا محمداہ تو ان کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں:

ابوبکر محمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شبلی آ گئے۔ ابوبکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا، اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا اے آقا! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں اور تمام بغداد کے لوگوں کے خیال میں یہ مجنون ہیں، انھوں نے مجھ سے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے دیکھا ہے، کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شبلی آپ کے پاس آیا تو آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شبلی کو اس قدر نواز رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ہر نماز کے بعد یہ پوری آیت پڑھتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے صلی اللہ علیک یا محمد ابوبکر کہتے ہیں بعد میں میں شبلی سے ملا اور ان سے پوچھا کہ آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انھوں نے یہی بیان کیا۔ ؎۲

تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے صلی اللہ علیک یا محمد کہتا ہے اس کا قصد بھی آپ کو بلانا اور متوجہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف آپ کا ذکر کرنے کے لیے اور آپ کو یاد کرنے کے لیے یا محمد کہتا ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ ندا ء یا محمد پر اعتراض اس وقت ہو گا جب اس لفظ کو بطور علم استعمال کیا جائے اور اس سے مراد آپ کا نام ہو اور اگر اس سے مراد آپ کی صفت ہو یعنی آپ کا محمد (تعریف کیا ہوا) ہونا مراد ہو تو پھر یا محمد کے ساتھ ندا کرنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ محمد جس طرح آپ کا نام ہے اسی طرح آپ کی صفت ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی لفظ محمد کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویقال حمد فھو محمد کما یقال علم فھو معلم وھذا علم وصفۃ اجتمع فیہ الامران فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کان علما مختصا فی حق کثیر ممن

کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی گئی تو وہ محمد ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے تعلیم دی تو وہ معلم ہے اور لفظ محمد علم (نام) بھی ہے اور صفت بھی اور آپ کے لیے اس میں دونوں امر جمع ہیں جب کہ دوسرے بہت سے لوگوں کا جب

لہ ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

؎۲ ۔ علامہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

تسمی بہ غیرہ۔ [1] نام محمد ہو تو اس سے مراد صرف نام ہی ہوتا ہے۔

نیز علامہ ابن قیم حنبلی لفظ محمد اور احمد کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد تقدم ان ھذین الاسمین صفتان فی الحقیقۃ والوصفیۃ فیھما لا تنافی العلمیۃ وان معناھما مقصود۔ [2]

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محمد اور احمد حقیقت میں صفت ہیں (بار بار تعریف کیا ہوا اور زیادہ تعریف کرنے والا) اور اس میں وصفیت علمیت (نام ہونے) کے منافی نہیں ہے اور ان ناموں میں معنی مقصود ہے۔

اور جب لفظ محمد سے آپ کی صفت (حمد کیا ہوا) کا ارادہ کیا جائے تو پھر اس سے ندا کرنے پر کوئی اشکال نہیں ہے، حضرت جبرائیل نے جو آپ کو یا محمد کہا تو اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

او قصد بہ المعنی الوصفی دون المعنی العلمی۔ [3]

یا لفظ محمد سے وصفی معنی کا ارادہ کیا گیا ہے، علمی معنی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی فتح الملہم میں اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری کے حوالے سے، اس جواب کا ذکر کیا ہے۔

ان تمام دلائل اور حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کی ندا سے بلانا ادب کے خلاف ہے اور جائز نہیں ہے اور مطلقاً یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام نہیں ہے اور آپ کو متوجہ کرنے کے لیے، آپ کو یاد کرنے کے لیے اور آپ کی صفت کے معنی کا قصد کر کے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے اس سلسلہ میں مزید حوالہ جات ہم نے اس جلد کے شروع میں توسل کی بحث میں ذکر کیے ہیں۔

امام احمد رضا قادری نے بھی یا محمد کہنے کے جواز میں بکثرت احادیث، آثار اور اقوال علماء سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح بدلیل بطراز گرانہائے تصحیح جسے امام نسائی [1] و امام ترمذی [2] و ابن ماجہ [3] و حاکم [4] و بیہقی [5] و امام الائمہ ابن خزیمہ [6] اور امام ابو القاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بر شرط بخاری و مسلم صحیح کہا، اور امام عبد العظیم منذری وغیرہ ائمہ تنقید و تنقیح نے ان کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللھم فشفعہ فی۔ الٰہی میں مانگتا ہوں تجھ سے اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، بوسیلہ تیرے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت

---

[1] علامہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

[2] 〃 〃 〃 〃 ، جلاء الافہام ص ۱۱۳، 〃

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

میرے حق میں قبول فرما۔ ؎

نیز امام احمد رضا قادری، امام طبرانی سے نقل کرتے ہیں:

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لیے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے اور نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی۔ انھوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو، پھر دعا مانگ "الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اب رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے" اور اپنی حاجت ذکر کر، پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں، حاجت مند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لا اقل کبار تابعین سے تھے،) یوں ہی کیا، پھر آستان خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور لے گیا، امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا، مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اتنے دنوں میں اس وقت تک تم نے اپنا مطلب بیان نہیں کیا، پھر فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت پیش آیا کرے تو ہمارے پاس چلے آیا کرو۔

یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میری سفارش کی۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملہ میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ بھی نہ کہا، بلکن اصل معاملہ یہ ہوا کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی، حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر یہ دعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وہ اندھا نہ تھا۔

امام طبرانی، پھر امام منذری فرماتے ہیں: وَالحَدِیثُ صَحِیحٌ۔ امام بخاری کتاب الادب المفرد میں اور امام ابن السنی و امام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں: ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا، کسی نے کہا۔ انھیں یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، حضرت نے با آواز بلند کہا: یا مُحَمَّدَاہ: فوراً پاؤں کھل گیا۔

امام نووی شارح صحیح مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاذکار میں اس کا مثل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا کہ ان کا بھی پاؤں سو گیا تو یا مُحَمَّدَاہ کہا اچھا ہو گیا۔ اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا۔ اَھْلِ مَدِیْنَہ میں قدیم سے اس یا مُحَمَّدَاہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: ھذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ

؎ ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، انوار الانتباہ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے قحط عام الرمادہ میں کہ بعد خلافت فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجئے، فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انھوں نے اصرار کیا، آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی۔ یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ندا کی، یا محمداہ، پھر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی ذکرہ فی الکامل۔ [1]

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراہیم عطاء اللہ انصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں:

"ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق است۔ یک طریق آنست یا احمد را در راست بگوید۔ و یا محمد درچپ بگوید۔ و در دل ضرب کند یا رسول اللہ:

طریق دوم آن است کہ یا احمد را در راستا بگوید۔ و چپا یا محمد۔ و در دل وہم کند یا مصطفیٰ۔:

ودیگر ذکر یا احمد، یا محمد، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ شش طرفے ذکر کند۔ کشف جمیع ارواح شود۔

ودیگر اسمائے ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند۔ یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل چہار ضربی۔

دیگر ذکر اسم شیخ، یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید۔ کہ حرف ندا را از دل بکشد۔ طرف راستا، ہر دو لفظ شیخ را در دل ضرب کند"۔ [2]

امام احمد رضا قادری نے انوار الانتباہ میں ندائے یا محمد کو بکثرت حوالہ جات سے ثابت کیا ہے اور جامع ترمذی کی اس حدیث کو بھی بہ کثرت حوالہ جات سے نقل کیا ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کی تعلیم اور تلقین فرمائی ہے اور تجلی الیقین میں امام احمد رضا قادری نے یا محمد کہنے سے منع کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس دعا میں بھی یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہا جائے اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کا حکم دیا ہے۔ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ کے اعداد کا مجموعہ ۱۳۰۴ھ لکھا ہے، اس کا مطلب ہے امام احمد رضا قادری نے یہ رسالہ ۱۳۰۴ھ میں لکھا تھا اور رسالہ تجلی الیقین آپ نے مرزا غلام قادر بیگ کے سوال کے جواب میں لکھا ہے، ان کے سوال کرنے کی تاریخ اس رسالہ میں یکم شوال ۱۳۰۵ھ چھپی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا قادری کی آخری تحقیق یہی تھی کہ یا محمد کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب اور ندا، ناجائز اور حرام ہے، اور جس دعا میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کی تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہنا چاہیے۔

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ کے تمام تر ادب اور احترام کے باوجود ہمیں اس مسئلہ میں ان سے اختلاف ہے، اور ہمارے نزدیک اس دعا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق یا محمد ہی کہنا چاہیے، اور جیسا کہ خود امام احمد رضا

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، انوار الانتباہ ص ۳۶ - ۳۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[2] " " " ، انوار الانتباہ ص ۴۶ - ۴۵، " " "

قادری نے بکثرت حوالوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام اور اخیار امت یا محمد سے خطاب اور ندا کرتے رہے ہیں۔

امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول والذی نفس ابی القاسم بيده لينزلن عيسى بن مريم اماما مقسطا وحكما عدلا فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين، وليذهبن الشحناء، وليعرضن عليه المال فلا يقبله ثم لئن قام على قبری فقال يا محمد لاجيبنه۔ لـه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس ذات کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے، عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ امام، انصاف کرنے والے، حاکم اور عادل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، لوگوں میں صلح کرائیں گے، اور بغض کو دور کریں گے، ان پہ مال پیش کیا جائے گا تو وہ مال کو قبول نہیں کریں گے، پھر خدا کی قسم اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں "یا محمد"، تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے ذکر کر کے اس حدیث سے قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر استدلال کیا ہے۔ ٢ـه

ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر نزول عیسیٰ تک یہ معمول جاری وساری ہے۔

لـه۔ امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۵ ص ۱۰۱، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

٢ـه۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیۃ فی الزوائد الثمانیۃ ج ۴ ص ۳۴۹، ۲۳، مطبوعہ مکہ مکرمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب التفسیر

۷۳۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوا الْبَابَ يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل سے کہا گیا تم (بیت المقدس کے دروازے میں) رکوع کرتے ہوئے جاؤ، ہم تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دیں گے، بنو اسرائیل نے اس حکم کے خلاف کیا اور سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے حبة فی شعرة "دانہ بالی میں"۔

۷۳۸۴ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِيْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَاَكْثَرُ مَا كَانَ الْوَحْيُ يَوْمَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ پر دگاتار وحی نازل کی، حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا اور جس دن آپ کا وصال ہوا تھا اس دن بہت مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی۔

۷۳۸۵ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (وَهُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقٍ

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم ایک ایسی آیت پڑھتے ہو کہ اگر ہمارے ہاں وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، حضرت عمر نے کہا میں جانتا

بْنِ شِهَابٍ أَنَّ الْيَهُودَ قَالُوا لِعُمَرَ إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ آيَةً لَوْ أُنْزِلَتْ فِينَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ حَيْثُ أُنْزِلَتْ وَأَيَّ يَوْمٍ أُنْزِلَتْ وَأَيْنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أُنْزِلَتْ أُنْزِلَتْ بِعَرَفَةَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْيَانُ أَشُكُّ كَانَ يَوْمَ جُمُعَةٍ أَمْ لَا يَعْنِي الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي.

ہوں وہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی تھی، اور جس وقت وہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں تھے، یہ آیت یوم عرفہ کو نازل ہوئی تھی اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تھے۔ سفیان نے کہا مجھے شک ہے کہ اس دن جمعہ تھا یا نہیں؛ وہ آیت یہ ہے: (ترجمہ:) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

٧٣٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَتِ الْيَهُودُ لِعُمَرَ لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ يَهُودَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا نَعْلَمُ الْيَوْمَ الَّذِي أُنْزِلَتْ فِيهِ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ فَقَدْ عَلِمْتُ الْيَوْمَ الَّذِي أُنْزِلَتْ فِيهِ وَالسَّاعَةَ وَأَيْنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ نَزَلَتْ نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ.

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت عمر سے کہا اگر ہم یہودیوں کی جماعت پر یہ آیت نازل ہوتی (ترجمہ:) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔ تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمر نے کہا مجھے علم ہے کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی، یہ آیت مزدلفہ کی رات نازل ہوئی تھی اور ہم اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں تھے۔

٧٣٨٧ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا نَزَلَتْ مَعْشَرَ الْيَهُودِ لَاتَّخَذْنَا

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک شخص حضرت عمر کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: (ترجمہ:) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا

ذٰلِكَ الْيَوْمِ عِيدًا قَالَ وَأَيُّ آيَةٍ قَالَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ الْيَوْمَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ.

دن مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا، حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی، یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عرفات میں جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔

٧٣٨٨ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ قَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ فِيهِنَّ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَالَتْ وَالَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَى

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: (ترجمہ) اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جو تم کو پسند ہیں دو، دو سے تین تین سے چار چار سے، حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھانجے اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے، جو اپنے ولی کے زیر پرورش اور زیر سر پرستی ہو اور اس کے مال میں شریک ہو، اس ولی کو لڑکی کا مال اور جمال پسند آئے، اس کا ولی اس سے نکاح کرنا پسند کرے بغیر اس بات کے کہ اس کو اتنا مہر دے جتنا اس جیسی اور عورتوں کو دیا جاتا ہے تو ان کو اس بات سے منع کیا گیا کہ وہ مہر میں انصاف کیے بغیر ان سے نکاح نہ کریں، اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کے علاوہ اور عورتیں جو ان کو پسند آئیں، ان سے نکاح کر لیں، عروہ کہتے ہیں، حضرت عائشہ نے فرمایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کیا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ:) آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تم کو عورتوں کے متعلق حکم دیتا ہے اور (ان احکام کی طرف بھی تم کو متوجہ فرماتا ہے) جو (پہلے سے) تم پر قرآن مجید میں ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں، جن کو تم ان کا مقرر کردہ (حق) نہیں دیتے اور (اگر وہ مالدار اور حسین و جمیل ہوں تو) ان سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو، حضرت عائشہ نے فرمایا: اس آیت میں جس پڑھی جانے

الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ فِیْهَا وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ قَالَتْ عَآئِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِی الْاٰیَةِ الْاُخْرٰی وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْهُنَّ رَغْبَةَ اَحَدِکُمْ عَنِ الْیَتِیْمَةِ الَّتِیْ تَکُوْنُ فِیْ حَجْرِهٖ حِیْنَ تَکُوْنُ قَلِیْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُهُوْا اَنْ یَّنْکِحُوْا مَا رَغِبُوْا فِیْ مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ یَّتٰمَی النِّسَآءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ۔

والی آیت کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد وہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے، تو تم کو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، حضرت عائشہ نے فرمایا اور دوسری آیت میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تم ان سے نکاح کی رغبت رکھتے ہو" اس سے یہ مراد ہے کہ: اگر تم میں سے کسی شخص کے زیر پرورش یتیم لڑکی ہو اور وہ مال اور جمال میں کم تر ہو، تو وہ اس کے ساتھ نکاح میں رغبت نہیں کرتا، تو ان کو اس سے منع کیا گیا کہ جس یتیم لڑکی کے مال اور جمال میں ان کو رغبت ہو وہ مہر میں عدل وانصاف کیے بغیر اس سے نکاح کریں۔

۷۳۸۹- وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّهٗ سَاَلَ عَآئِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ یُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ وَزَادَ فِیْ اٰخِرِهٖ مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ اِذَا کُنَّ قَلِیْلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ۔

عروہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے قول: "اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہ کر سکو گے" کے متعلق دریافت کیا اس کے بعد حسب سابق ہے، اور آخر میں یہ اضافہ ہے: کیونکہ تم ان کے حسن اور جمال میں کمی کی وجہ سے ان سے اعراض کرتے ہو۔

۷۳۹۰- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَآئِشَةَ فِیْ قَوْلِهٖ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی قَالَتْ اُنْزِلَتْ فِی الرَّجُلِ تَکُوْنُ لَهُ الْیَتِیْمَةُ وَهُوَ وَلِیُّهَا وَوَارِثُهَا وَلَهَا مَالٌ وَلَیْسَ لَهَا اَحَدٌ یُّخَاصِمُ دُوْنَهَا فَلَا یُنْکِحُهَا لِمَالِهَا فَیَضُرُّ بِهَا وَیُسِیْءُ صُحْبَتَهَا فَقَالَ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ یَقُوْلُ مَا اَحْلَلْتُ لَکُمْ وَدَعْ هٰذِهٖ

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت: "اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہیں کر سکو گے" اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس کے پاس ایک یتیم لڑکی ہوتی اور وہ اس کا والی اور وارث ہوتا، اس لڑکی کے پاس مال ہوتا، اور اس شخص کے علاوہ اور کوئی شخص لڑکی کی طرف سے پیروی کرنے والا نہ ہوتا، اور وہ شخص اس لڑکی کے مال (کے لالچ) کی وجہ سے اس کا کہیں نکاح نہ کرتا جس سے اس کو ضرر ہوتا، اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: "اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کر سکو گے، تو جو عورتیں تم کو پسند

الَّتِي تُضَارُّ بِهَا.

ہوں، ان سے نکاح کر لو" یعنی جو عورتیں میں نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان سے نکاح کر لو، اور اس لڑکی کو چھوڑ دو جس کو تم ضرر پہنچا رہے ہو۔

٧٣٩١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي الْيَتِيمَةِ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَتَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا غَيْرَهُ فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَعْضِلُهَا فَلَا يَتَزَوَّجُهَا وَلَا يُزَوِّجُهَا غَيْرَهُ.

حضرت عائشہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "تم پر قرآن مجید میں ان یتیم لڑکیوں کے متعلق جو احکام پڑھے جا رہے ہیں، جن کو تم ان کا مقرر کردہ حق نہیں دیتے (اور اگر وہ حسین اور مالدار ہوں) تو ان سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی شخص کے پاس زیر پرورش ہو اور اس کے مال میں شریک ہو، وہ خود بھی اس سے نکاح نہ کرے اور کسی دوسرے کے ساتھ بھی اس کے نکاح کرنے کو پسند نہ کرے کہ وہ اس کے مال میں شریک ہو جائے گا، تو وہ اس کو یونہی معلق رکھے، نہ خود اس سے نکاح کرے نہ کسی دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح کرے۔

٧٣٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ الْآيَةَ قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ الَّتِي تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ قَدْ شَرِكَتْهُ فِي مَالِهِ حَتَّى فِي الْعَذْقِ فَيَرْغَبُ يَعْنِي أَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُنْكِحَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَعْضِلُهَا.

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق: "آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تم کو عورتوں کے متعلق حکم دیتا ہے"۔ آپ نے فرمایا یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق ہے، جو کسی شخص کے زیر پرورش ہو، وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہو، حتی کہ کھجور کے درختوں میں بھی شریک ہو، وہ اس لڑکی کے ساتھ نکاح سے اعراض کرے، اور کسی اور شخص کے ساتھ بھی اس اندیشہ سے اس کا نکاح نہ کرے کہ وہ اس کے مال میں شریک ہو جائے گا اور اس کو یونہی معلق رکھے۔

٧٣٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي وَالِي مَالِ الْيَتِيمِ الَّذِي يَقُومُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُهُ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا أَنْ

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھائے"، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت یتیم کے مال کے والی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو اس کی سرپرستی کرتا ہے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے، جب اس کو ضرورت ہو تو وہ

يَأْكُلَ مِنْهُ -

عرف اور رواج کے مطابق کھا سکتا ہے۔

۷۳۹۴- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْكُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ قَالَتْ اُنْزِلَتْ فِيْ وَلِيِّ الْيَتِيْمِ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ مَّالِهٖ اِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ -

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "جو شخص غنی ہو وہ اجتناب کرے، اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عرف اور رواج کے مطابق کھائے"۔ آپ نے فرمایا یہ آیت یتیم کے سرپرست کے متعلق نازل ہوئی ہے، کہ جب وہ ضرورت مند ہو تو وہ دستور کے مطابق اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

۷۳۹۵- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْكُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۳۹۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ جَاءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ قَالَتْ كَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ -

حضرت عائشہ نے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق فرمایا: "جب کافر تم پر چڑھ آئے تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے، اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے" حضرت عائشہ نے فرمایا اس سے غزوہ خندق کا منظر مراد ہے۔

۷۳۹۷- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا الْاٰيَةَ قَالَتْ اُنْزِلَتْ فِي الْمَرْاَةِ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَتَطُوْلُ صُحْبَتُهَا فَيُرِيْدُ طَلَاقَهَا فَتَقُوْلُ لَا تُطَلِّقْنِيْ وَاَمْسِكْنِيْ وَاَنْتَ فِيْ حِلٍّ مِّنِّيْ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قرآن مجید کی آیت مبارکہ "اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی تھی، جو کسی مرد کے نکاح میں ایک لمبے عرصہ تک رہی ہو، پھر وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرے اور وہ عورت کہے مجھے طلاق مت دو، مجھے اپنے پاس رکھو اور میری طرف سے تم کو دوسرے نکاح کی اجازت ہے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۷۳۹۸- حَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا قَالَتْ نَزَلَتْ فِي الْمَرْاَةِ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَعَلَّهٗ اَنْ لَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق فرمایا: "اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے"، حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو کسی مرد کے نکاح میں عرصہ سے ہو، اس سے اولاد

يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا وَتَكُونُ لَهَا صُحْبَةٌ وَوَلَدٌ فَتَكْرَهُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُولُ لَهُ أَنْتَ فِي حِلٍّ مِنْ شَأْنِي۔

بھی ہو، اب وہ اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہو اور عورت اس سے جدائی ناپسند کرتی ہو تو وہ اس سے کہے میں نے تجھے دوسرے نکاح کی اجازت دی۔

۷۳۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَتْ لِي عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِي أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوهُمْ۔

عروہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھانجے! لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے استغفار کریں اور انھوں نے ان کو برا کہا۔

۷۴۰۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ فَرَحَلْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ آخِرَ مَا أُنْزِلَ ثُمَّ مَا نَسَخَهَا شَيْءٌ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کا اس آیت میں اختلاف ہوا "جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے"، تو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا یہ آیت آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

۷۴۰۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ نَزَلَتْ فِي آخِرِ مَا أُنْزِلَ وَفِي حَدِيثِ النَّضْرِ إِنَّهَا لَمِنْ آخِرِ مَا أُنْزِلَتْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ابن جعفر کی روایت میں فی آخر ما انزل کے الفاظ ہیں اور نضر کی روایت میں انہا لمن آخر ما انزلت کے الفاظ ہیں۔

۷۴۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبْزَى أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الرحمن بن ابزی نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس سے ان دو آیتوں کے متعلق دریافت کروں، "جو شخص کسی مومن کو قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا"، میں نے ان

عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ وَعَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ۔

سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا، اور اس آیت کے متعلق: "جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور نہ حق کے سوا اس کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، انھوں نے کہا یہ مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۴۰۴۔ حَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ (يَعْنِيْ شَيْبَانَ) عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ بِمَكَّةَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِلٰى قَوْلِهٖ مُهَانًا فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ وَمَا يُغْنِيْ عَنَّا الْاِسْلَامُ وَقَدْ عَدَلْنَا بِاللّٰهِ وَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَاَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ فَاَمَّا مَنْ دَخَلَ فِي الْاِسْلَامِ وَعَقَلَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَلَا تَوْبَةَ لَهٗ۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر سے لے کر مہانا تک مکہ میں نازل ہوئی ہے، مشرکین نے کہا، اسلام نے ہم سے کیا عذاب دور کیا، ہم نے اللہ کے ساتھ شرک بھی کیا اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا تھا اس کو قتل کیا، اور ہم نے بدکاری بھی کی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے الآیۃ، حضرت ابن عباس نے کہا جو شخص مسلمان ہو گیا، اور اس نے اسلام کے احکام کو سمجھ لیا،

پھر اس نے قتل کیا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

۷۴۰۵۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى (وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ اَبِيْ بَزَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَلِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا مِّنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا قَالَ فَتَلَوْتُ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ هٰذِهٖ اٰيَةٌ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: جس شخص نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دیا کیا اس کی توبہ قبول ہو گی؟ انھوں نے کہا نہیں، پھر میں نے ان پر سورۂ فرقان کی یہ آیت تلاوت کی: وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے، اور نہ حق کے سوا کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے، اس آیت کو میں نے آخر تک پڑھا، انھوں نے کہا یہ آیت مکی ہے اس کو اس مدنی آیت نے منسوخ کر دیا: "جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کر دیا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔" ابن ہاشم

مَكِّيَّةٌ نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ هَاشِمٍ فَتَلَوْتُ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ إِلَّا مَنْ تَابَ۔

کی روایت میں ہے: میں نے ان پر سورہ فرقان کی آیت الامن تاب پڑھی۔

۷۴۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ تَعْلَمُ وَقَالَ هَارُونُ تَدْرِي أٰخِرَ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ نَزَلَتْ جَمِيعًا قُلْتُ نَعَمْ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ قَالَ صَدَقْتَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ تَعْلَمُ أَيُّ سُوْرَةٍ وَلَمْ يَقُلْ أٰخِرَ۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ قرآن مجید کی کون سی سورت آخر میں یکبارگی مکمل نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا ہاں! اذا جاء نصر اللہ والفتح، انھوں نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے تم جانتے ہو کہ کون سی سورت ہے، اور آخر کا لفظ نہیں کہا۔

۷۴۰۷ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ أٰخِرَ سُوْرَةٍ وَقَالَ عَبْدِ الْمَجِيدِ وَلَمْ يَقُلِ ابْنِ سُهَيْلٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس سند کے ساتھ بھی اس کی مثل مروی ہے، اس میں آخری سورت کا لفظ ہے۔

۷۴۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) قَالَ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَقِيَ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلًا فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَأَخَذُوهُ فَقَتَلُوهُ وَأَخَذُوا تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ فَنَزَلَتْ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا وَقَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَلسَّلَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کچھ مسلمانوں نے ایک شخص کو چند بکریوں میں دیکھا، اس نے کہا السلام علیکم، انھوں نے اس کو پکڑ کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لوٹ لیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: جو شخص تم کو سلام کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو، حضرت ابن عباس کی قراءت میں السلم کی جگہ سلام کا لفظ ہے۔

۷۴۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوا فَرَجَعُوا لَمْ يَدْخُلُوا الْبُيُوتَ إِلَّا مِنْ ظُهُورِهَا قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ بَابِهِ فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ لَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا۔

ہیں کہ انصار جب حج کر کے آتے تو گھروں کے دروازوں کے بجائے پچھلی طرف سے گھر میں داخل ہوتے تھے، ایک انصاری دروازے سے داخل ہوا تو اس پر اعتراض کیا گیا، تب یہ آیت نازل ہوئی کہ گھروں میں پچھلی طرف سے آنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

۷۴۱۰۔ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى الصَّدَفِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ مَا كَانَ بَيْنَ إِسْلَامِنَا وَبَيْنَ أَنْ عَاتَبَنَا اللّٰهُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ إِلَّا أَرْبَعُ سِنِينَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام لانے اور ہم پر اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے عتاب کے دوران چار سال کا عرصہ گذرا۔ وہ آیت یہ ہے: کہ ابھی مسلمانوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے پگھل جائیں۔

۷۴۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ فَتَقُولُ مَنْ يُعِيرُنِي تِطْوَافًا تَجْعَلُهُ عَلٰى فَرْجِهَا وَتَقُولُ

اَلْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ،
فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ،

فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے عورت بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف کرتی تھی، اور یہ کہتی تھی کہ کوئی مجھے ایک کپڑا دے گا جس کو میں اپنی شرمگاہ پر ڈال دیتی، آج بعض یا کل کھل جائے گا اور جو کھل جائے گا میں اس کو کبھی حلال نہیں کروں گی، تب یہ آیت نازل ہوئی: "ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو۔"

۷۴۱۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كُرَيْبٍ) حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ يَقُوْلُ لِجَارِيَةٍ لَهُ اذْهَبِيْ فَابْغِيْنَا شَيْئًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ (لَهُنَّ) غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے اپنی باندی سے کہا جا (بدفعلی کماکے) ہمارے لیے کچھ کما کر لا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: "جب کہ تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، کہ تم (ان کی بدکاری کے ذریعہ) حیات دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو، اور جو انہیں مجبور کرے گا تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کے حق میں) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔"

۷۴۱۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ جَارِيَةً لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلَ يُقَالُ لَهَا مُسَيْكَةُ وَاُخْرٰى يُقَالُ لَهَا اُمَيْمَةُ فَكَانَ يُكْرِهُهُمَا عَلَى الزِّنَا فَشَكَتَا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کی ایک باندی کا نام مسیکہ اور دوسری باندی کا نام امیمہ تھا، وہ ان دونوں کو بدکاری کرانے پر مجبور کرتا تھا، ان دونوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: "جب کہ تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو" یہ پوری آیت نازل کی۔

۷۴۱۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ قَالَ كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ اَسْلَمُوْا وَكَانُوْا يُعْبَدُوْنَ فَبَقِيَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ عَلٰى عِبَادَتِهِمْ وَقَدْ اَسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق فرمایا: "وہ (نیک بندے) جن کو یہ کافر پوجتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے" حضرت ابن مسعود نے کہا جنوں کی ایک جماعت مسلمان ہو گئی، اور پوجا کرنے والے ان کی اسی طرح پوجا کرتے رہے، حالانکہ وہ مسلمان ہو گئے تھے، یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۴۱۵ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق فرمایا: "وہ (نیک بندے) جن کو یہ کافر پوجتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔"

عَبْدِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ النَّفَرُ مِّنَ الْجِنِّ وَاسْتَمْسَكَ الْاِنْسُ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ.

حضرت ابن مسعود نے کہا انسانوں کی ایک جماعت جنوں کی ایک جماعت کی پرستش کرتی تھی، پھر جنوں کے ایک گروہ نے اسلام قبول کر لیا اور وہ انسان بدستور ان کی عبادت کرتے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی: وہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

۷۴۱۶ - وَحَدَّثَنِيْهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۴۱۷ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْعَرَبِ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ الْجِنِّيُّوْنَ وَالْاِنْسُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ فَنَزَلَتْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں" حضرت ابن مسعود نے فرمایا: یہ آیت عرب کے ایک گروہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو جنوں کی ایک جماعت کی عبادت کرتا تھا، پھر وہ جن اسلام لے آئے، اور جو انسان ان کی عبادت کرتے تھے ان کو اس کا پتا نہ چل سکا، تب یہ آیت نازل ہوئی: "یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔"

۷۴۱۸ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُطِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ قَالَ التَّوْبَةَ قَالَ بَلْ هِيَ الْفَاضِحَةُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتّٰى ظَنُّوْا اَنْ لَا يَبْقٰى مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا ذُكِرَ فِيْهَا قَالَ قُلْتُ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ قَالَ تِلْكَ سُوْرَةُ بَدْرٍ قَالَ قُلْتُ فَالْحَشْرُ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ بَنِي النَّضِيْرِ.

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا سورۂ توبہ! انھوں نے فرمایا: توبہ! بلکہ وہ تو کفار اور منافقین کو ذلیل کرنے والی ہے، یہ سورت نازل ہوتی رہی، اس میں ہے، بعض منافقین، بعض منافقین حتیٰ کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ ہر منافق کا اس سورت میں ذکر کر دیا جائے گا، میں نے پوچھا اور سورت انفال، انھوں نے کہا یہ سورۂ بدر ہے، میں نے کہا حشر، انھوں نے کہا یہ بنو نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۴۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر

حدثنا علي بن مسهر عن ابي حيان عن الشعبي عن ابن عمر قال خطب عمر على منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد الا وان الخمر نزل تحريمها يوم نزل وهي من خمسة اشياء من الحنطة والشعير والتمر والزبيب والعسل والخمر ما خامر العقل وثلاثة اشياء وددت ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان عهد الينا فيها الجد والكلالة وابواب من ابواب الربا۔

رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ء کے بعد فرمایا: سنو! جب خمر کی تحریم نازل ہوئی اس وقت خمر پانچ چیزوں سے بنتی تھی، گندم جَو، کھجور، انگور اور شہد اور خمر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانک لے، اور اے لوگو! تین چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو تفصیل سے بتلا دیتے. دادا اور کلالہ کی میراث اور سود کے چند ابواب۔

۷۴۲۰ - وحدثنا ابو كريب اخبرنا ابن ادريس حدثنا ابو حيان عن الشعبي عن ابن عمر قال سمعت عمر بن الخطاب على منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اما بعد ايها الناس فانه نزل تحريم الخمر وهي من خمسة من العنب والتمر والعسل والحنطة والشعير والخمر ما خامر العقل وثلاث ايها الناس وددت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان عهد الينا فيهن عهدا ننتهي اليه الجد والكلالة وابواب من ابواب الربا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: حمد وثنا کے بعد! اے لوگو! جب خمر کی تحریم نازل ہوئی تو وہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی، انگور، کھجور، شہد، گندم اور جَو، اور خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانک لے، اے لوگو! تین چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کے بارے میں خاص نصیحت فرما دیتے۔ دادا اور کلالہ کی میراث اور سود کے چند ابواب۔

۷۴۲۱ - وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا اسماعيل بن علية ح وحدثنا اسحق بن ابراهيم اخبرنا عيسى بن يونس كلاهما عن ابي حيان بهذا الاسناد بمثل حديثهما غير ان ابن علية في حديثه العنب كما قال ابن ادريس وفي حديث عيسى

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں ایک سند کے ساتھ عنب کا لفظ مروی ہے اور دوسری کے ساتھ زبیب کا۔

الزُّبَيْبُ كَمَا قَالَ ابْنُ مُسْهِرٍ۔

۷۴۲۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا إِنَّ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے: "یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں اختلاف کیا" وہ یہ کہتے تھے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے جنگ بدر میں مبارزت کی حضرت حمزہ، حضرت علی، اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم، ان کے مقابلہ میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے۔

۷۴۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، قیس بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم کھا کر یہ کہتے ہوئے سنا ھٰذان خصمان، یہ آیت نازل ہوئی ــــ اور یہ حدیث سابق کی مثل ہے۔

آج بروز ہفتہ ۸ رجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲ جنوری ۱۹۹۳ء نماز فجر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار کے ہاتھوں صحیح مسلم کا ترجمہ مکمل کرا دیا، اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے اپنے اس بے بضاعت اور عاجز بندے کو اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام معجز نظام کو اردو میں منتقل کرنے کی توفیق اور سعادت بخشی، الہ العالمین! جس طرح تو نے مجھے صحیح مسلم شریف کے مکمل ترجمہ کی توفیق دی ہے، قرآن مجید کے مکمل ترجمہ کی بھی توفیق اور سعادت عطا فرما اور میرے اس کام کو میری مغفرت کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ کر دے! آمین یا رب العالمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین اکرم الاولین والآخرین شفیعنا یوم الدین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وعامۃ المسلمین اجمعین الی یوم الدین۔

تفسیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور تفسیر اور تاویل کا فرق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الفسر اظهار المعنى المعقول، والتفسير قد يقال فيما يختص بمفردات الالفاظ وغريبها وفيما يختص بالتاويل ولهذا يقول تفسير الرؤيا وتاويلها۔ [۱]

فسر کا معنی ہے، معنی معقول کا اظہار کرنا، مفرد الفاظ کی تفسیر اور مشکل معنی کے بیان کو تفسیر کہتے ہیں، اور کبھی تاویل پر تفسیر کا اطلاق ہوتا ہے، اسی لیے خواب کی تعبیر بیان کرنے کو تفسیر اور تاویل کہتے ہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الفسر الابانة وكشف المغطى كما قاله ابن الاعرابى او كشف المعنى كما فى البصائر والفسر ايضا نظر الطبيب الى الماء كالتفسرة او التفسرة البول الذى يستدل به على المرض وينظر فيه الاطباء يستدلون بلونه على علة العليل التفسير والتاويل واحد او التفسير كشف المراد عن اللفظ المشكل والتاويل رد احد المحتملين الى مايطابق الظاهر كذا فى اللسان وقيل التفسير شرح ماجاء مجملا من القصص فى الكتاب الكريم وتعريف ما تدل عليه الفاظه الغريبة وتبيين الامور التى انزلت بسببها الأى والتاويل هو تبيين معنى المتشابه والمتشابه هو مالم يقطع بفحواه من غير تردد فيه۔ [۲]

ابن الاعرابی نے کہا فسر کا معنی ظاہر کرنا اور بند چیز کو کھولنا ہے، بصائر میں ہے معنی معقول کو منکشف کرنا فسر ہے، نیز فسر کا معنی، طبیب کا پیشاب کا معائنہ کرنا ہے، تفسرہ اس پیشاب کو کہتے ہیں جس سے مریض کے مرض پر استدلال کیا جاتا ہے، اس کا طبیب معائنہ کرتے ہیں، اور اس کے رنگ سے مریض کے مرض پر استدلال کرتے ہیں، تفسیر اور تاویل دونوں کا ایک معنی ہے۔ یا تفسیر مشکل لفظ کی مراد کے بیان کرنے کو کہتے ہیں، اور تاویل دو احتمالوں میں سے کسی ایک احتمال کے ترجیح دینے کو کہتے ہیں جو ظاہر عبارت کے مطابق ہو لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو مجمل قصے ہیں اور ان کی شرح کرنا اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا اور آیات کا شان نزول بیان کرنا تفسیر ہے اور معانی متشابہ کو بیان کرنا تاویل ہے اور جن الفاظ کا غور و فکر کیے بغیر قطعیت کے ساتھ معنی معلوم نہ ہو سکے وہ متشابہ ہیں۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

التفسير فى الاصل هو الكشف والاظهار وفى الشرع توضيح معنى الأية وشانها وقصتها والسبب الذى نزلت فيه بلفظ يدل عليه دلالة

تفسیر کا لغوی معنی ہے کشف اور ظاہر کرنا، اور اصطلاحی معنی ہے واضح لفظوں کے ساتھ آیت کے معنی کو بیان کرنا اس سے مسائل مستنبط کرنا، اس کے متعلق

۱۔ علامہ حسین محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۸۰، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

۲۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۷۰، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ظاہر تا[۱]

احادیث وآثار بیان کرنا اور اس کا شان نزول بیان کرنا۔

التاویل فی الاصل الترجیع و فی الشرع صرف اللفظ عن معناہ الظاہر الی معنی یحتملہ اذا کان المحتمل الذی یراہ موافقا بالکتاب والسنۃ مثل قولہ تعالیٰ:

یخرج الحی من المیت ان اراد بہ اخراج الطیر من البیضۃ کان تفسیرا وان اراد اخراج المؤمن من الکافر او العالم من الجاھل کان تاویلاً[۲]

تاویل کا لغوی معنی ہے لوٹانا اور اصطلاح شرع میں، ایک لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر ایک ایسے معنی پر محمول کرنا جس کا وہ احتمال رکھتا ہو اور وہ احتمال کتاب اور سنت کے موافق ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "یخرج الحی من المیت" "وہ مُردے سے زندہ کو نکالتا ہے" اگر اس آیت میں انڈے سے پرندے کو نکالنا مراد ہو تو یہ تفسیر ہے اور اگر کافر سے مومن کو پیدا کرنا یا جاہل سے عالم کو پیدا کرنا مراد ہو تو یہ تاویل ہے۔

علم تفسیر کی تعریف میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انہ علم یبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتھا واحکامھا الافرادیۃ والترکیبیۃ ومعانیھا التی تحمل علیھا حالۃ الترکیب وتتمات لذلک کمعرفۃ النسخ وسبب النزول وقصۃ توضح ما ابھم القرآن ونحو ذلک[۳]

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے نطق، ان کی دلالت، ان کی ترکیب نحوی اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے، اور نسخ، سبب نزول اور کسی مبہم چیز کی وضاحت سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

تاویل اور تفسیر میں یہ فرق ہے کہ تفسیر مفردات میں ہوتی ہے اور تاویل جملوں میں ہوتی ہے، امام ماتریدی نے کہا تفسیر میں اس بات کا قطعی بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے، اور تاویل میں قطعیت کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔[۴]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

تفسیر کا لغوی معنی کشف اور بیان ہے اور تاویل کا معنی ہے لفظ کو اس کے معنی کی طرف راجع کرنا، فقہاء نے تاویل کی یہ تعریف کی ہے کہ لفظ جس معنی کا احتمال رکھتا ہو اس کو کسی دلیل سے بیان کرنا، اور تفسیر کا معنی ہے لفظ کا بیان

۱۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۲۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۔ " " " " ، کتاب التعریفات ص ۲۲، " " " " "

۳۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۵، ۴، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

۴۔ " " " " ، روح المعانی ج ۱ ص ۵، " " " "

کرنا، مثلاً لاریب فیہ کا معنی ہے: اس قرآن میں شک نہیں ہے، یہ تفسیر ہے اور تاویل کا معنی ہے معنی بیان کرنا لیکن نفس الامر میں شک نہیں ہے، یا مومنین کے نزدیک اس میں شک نہیں ہے، شک تو صرف کافروں کو ہے۔ [۱]

بنو اسرائیل کو حطۃ کا حکم دینے اور ان کے قول بدلنے کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ فکلوا منھا حیث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ نغفر لکم خطیکم وسنزید المحسنین ۰ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون ۰ (بقرہ: ۵۹، ۵۸)

اور جب ہم نے فرمایا اس شہر میں چلے جاؤ، پھر اس میں جہاں چاہو بافراغت کھاؤ اور تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے (عاجزی سے) داخل ہو، اور کہو حطۃ (ہمارے گناہ معاف کر دے) ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب ہم زیادہ دیں گے، تو ظالموں نے اس بات کو بدل دیا، جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس بستی کی تعیین میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک یہ بیت المقدس ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بیت المقدس کے قریب اریحا کا علاقہ ہے۔ ابن کیسان نے کہا کہ شام ہے اور ضحاک نے کہا فلسطین ہے، یہ بنو اسرائیل پر ایک اور نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس بستی میں دخول مباح کر دیا اور میدان تیہ کی کلفت ان سے زائل کر دی۔

جس دروازے سے ان کو جھکتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا تھا، مجاہد نے کہا یہ بیت المقدس کا دروازہ ہے اور اب باب حطۃ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس گنبد کا دروازہ ہے جس کی طرف منہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل نماز پڑھتے تھے۔

بنو اسرائیل کو اس دروازے سے بہ حد رکوع جھکتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ حطۃ کہیں اس کا معنی ہے:

احطط عنا ذنوبنا حطۃ۔ ہمارے گناہوں کو ہم سے ساقط کر دے ساقط کرنا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا تھا لا الہ الا اللہ کہو، ایک قول یہ ہے کہ ان کو استغفار کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ ان کے گناہ ساقط ہو جائیں، دروازے میں تواضع سے جھکتے ہوئے استغفار پڑھتے ہوئے داخل ہوں تاکہ ان کے بدن اور زبان دونوں سے استغفار اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف اور شکر بجا لانا ظاہر ہو۔ [۲]

---

[۱] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۳۲۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[۲] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۰۔ ۴۰۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۸۷ھ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زبان سے استغفار کرنا اور بدنی عبادت سجدہ وغیرہ بجالانا توبہ کا تتمہ ہے، اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ مشہور گناہ کی توبہ باعلان ہونی چاہیے اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمت الٰہی کے مورد ہوں وہاں توبہ کرنا اور طاعت بجالانا ثمرات نیک اور سرعت قبول کا سبب ہوتا ہے (فتح العزیز) اسی لیے صالحین کا دستور رہا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے موالد و مزارات پر حاضر ہو کر استغفار کرتے ہیں، عرس و زیارت میں بھی یہ فائدہ متصور ہے۔ [1]

انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہو کر استغفار کی اصل یہ آیت ہے :

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (نساء : ۶۴)

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے، تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ضرور پاتے۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور حطۃ کہنا، وہ کولھوں کے بل زمین پر گھسٹتے ہوئے گئے اور انھوں نے اس لفظ کو بدل دیا اور حطۃ کی جگہ حبۃ فی شعرۃ " دانہ بالی میں کہا"۔ [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بدلنے کی سزا میں ان پر عذاب نازل ہوا، ابن درید نے کہا یہ عذاب طاعون تھا جس سے ستر ہزار بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے۔ [3]

روایت بالمعنی کی تحقیق

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں :

بعض علماء نے اس آیت سے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ جن اقوال کی شریعت میں تنصیص کی گئی ہے، اگر ان الفاظ سے عبادت مطلوب ہے تو ان الفاظ کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ان کے معنی سے عبادت مطلوب ہے تو ان الفاظ میں اس طرح تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے جس سے وہ معنی فوت ہو جائے۔

امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب سے یہ منقول ہے کہ جو عالم مواقع خطاب کی فہم رکھتا ہو اس کے لیے حدیث کی روایت بالمعنی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے بیان کردہ الفاظ میں حدیث کا معنی مکمل طور پر آجائے، اور یہی جمہور کا قول ہے اور بعض علماء نے روایت بالمعنی سے منع کیا ہے، مجاہد نے کہا اگر تم چاہو تو حدیث کے الفاظ میں کمی کردو،

---

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۶، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] ــــــ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لیکن حدیث میں زیادتی نہ کرو، مالک بن انس حدیث میں تا اور باء کی تبدیلی پر بھی بہت سختی کرتے تھے، بعض ائمہ حدیث کا یہی مسلک ہے وہ حدیث میں تغییر اور تبدیل کرنا جائز کہتے ہیں اور ایسی حدیث کو مخون کہتے ہیں، حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: جس نے ہم سے کسی حدیث کو سنا پھر جس طرح اس کو سنا تھا ویسے ہی بیان کر دیا تو وہ سلامت رہے گا، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ارقم سے بھی اسی طرح مروی ہے، تقدیم، تاخیر اور زیادتی اور کمی میں بھی یہی اختلاف ہے، کیونکہ بعض علماء معنی کا اعتبار کرتے ہیں اور لفظ کا اعتبار نہیں کرتے اور بعض اس میں بہت سختی کرتے ہیں اور لفظ کو نہیں چھوڑتے، اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی اولیٰ ہے، لیکن اکثر علماء کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔

روایت بالمعنی کا قول صحیح ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت سے یہ بات معلوم ہے کہ وہ ایک واقعہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کو متعدد الفاظ سے روایت کرتے تھے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی توجہ صرف معنی کی طرف رہتی تھی اور وہ احادیث کے الفاظ یاد کرنے کا التزام نہیں کرتے تھے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مِن وعَن تم تک نہیں پہنچاتے، تم صرف معنی سے سروکار رکھو، زرارہ بن اوفیٰ کہتے ہیں کہ میری نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے ملاقات ہوئی، الفاظ کا ان میں اختلاف تھا اور معنی میں وہ متفق تھے، نخعی، حسن اور شعبی روایت بالمعنی کرتے تھے، حسن نے کہا جب تم معنی حاصل کر لو تو یہ کافی ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے جس طرح سنا ہے اسی طرح حدیث بیان کر رہا ہوں، تو اس کی تصدیق مت کرو، میں صرف معنی کو منتقل کرتا ہوں، وکیع رحمہ اللہ نے کہا اگر روایت بالمعنی کی وسعت نہ ہوتی تو لوگ ہلاک ہو جاتے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کو عجمی زبان میں منتقل کرنا اور اس کا ترجمہ کرنا صحیح ہے اور یہی روایت بالمعنی ہے، اور خود اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں انبیاء سابقین کے قصے بیان کیے ہیں اور اس نے ایک قصے کو متعدد جگہ پر متعدد الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کا معنی واحد ہے، اور ان کے کلام کو ان کی زبان سے عربی میں منتقل کیا ہے اور وہ تقدیم، تاخیر، حذف، زیادتی اور کمی میں ان کی زبان کے اسلوب کے خلاف ہے، اور جب عجمی زبان کو عربی میں منتقل کرنا جائز ہے تو عربی کو عجمی میں منتقل کرنا بھی جائز ہوگا، حسن اور شافعی نے اس دلیل سے استدلال کیا ہے اور یہ اس مسئلہ میں قوی دلیل ہے۔[1]

الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (مائدہ: ۵)	آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

امام مسلم طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک شخص حضرت عمر کے پاس گیا اور

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

کہنے لگا اے امیر المومنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت کو پڑھتے ہیں، کہ اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا وہ یہ آیت ہے: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا" حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی، یہ آیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن عرفات میں نازل ہوئی تھی۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ ہم نے دو وجہوں سے اس دن کو عید بنالیا کیونکہ یہ دن یوم عرفہ تھا اور یوم جمعہ تھا اور ان میں سے ہر دن اہل اسلام کی عید ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

دین سے یہاں شریعت مراد ہے، اور ہم پر احکام شرعیہ تھوڑے تھوڑے کر کے نازل ہوئے ہیں، حضرت ابن عباس اور سدی سے یہ منقول ہے کہ اس آیت کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا، اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اہم فرائض اور تحلیل اور تحریم کے احکام اس آیت کے بعد نازل نہیں ہوئے انھوں نے کہا اس آیت کے بعد قرآن مجید کی کافی آیات نازل ہوئیں، آیت ربوا اور آیت کلالہ اس آیت کے بعد نازل ہوئی، البتہ دین کا معظم حصہ اور حج کے احکام مکمل ہو چکے تھے، کیونکہ اس سال کسی مشرک نے حج نہیں کیا، اور نہ کسی نے برہنہ ہو کر طواف کیا، اور تمام لوگوں نے میدان عرفات میں وقوف کیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا" اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پہلے دین ناقص تھا اور اس سے پہلے بدر، احد اور حدیبیہ میں حاضر ہونے والے جو مہاجر اور انصار فوت ہوئے، وہ سب ناقص دین پر فوت ہوئے۔ اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ناقص دین کی دعوت دے رہے تھے، اور نقص عیب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نقص عیب نہیں ہوتا، کیا مہینہ کا کم ہونا (انتیس دن کا ہونا) عیب ہے؟ کیا مسافر کا نماز قصر پڑھنا عیب ہے؟ کیا کسی شخص کی عمر کا کم ہونا عیب ہے؟ کیا مال کا چوری سے یا جل جانے سے یا ڈوب جانے سے کم ہونا عیب ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تبلیغ دوسرے انبیاء سے کم تھا کیا یہ عیب ہے؟ [3]

ہمارے نزدیک اس سوال کا زیادہ صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دین بمعنی شریعت ہے یعنی اس آیت کے نزول کے بعد احکام شرعیہ مکمل ہو گئے، کیونکہ احکام شرعیہ بہ تدریج نازل ہوتے ہیں اور دین ان عقائد اور اصول کا نام ہے جو تمام انبیاء میں مشترک رہے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کا قدیم ہونا، نبوت، قیامت، مرنے کے بعد

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۶۲ - ۶۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ ھ

اٹھنا، جزا و سزا اور جنت و دوزخ، ان تمام امور کا ماننا دین ہے اور یہ دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی دعوت سے کامل تھا اور جو صحابہ اس آیت کے نزول سے پہلے فوت ہوئے وہ دین کامل پر فوت ہوئے، اور ان کے لحاظ سے شریعت بھی کامل تھی کیونکہ ان کی زندگی میں جتنے احکام شرعیہ نازل ہوئے وہ ان سب پر ایمان لائے اور انھوں نے ان سب پر عمل کیا۔

دین، شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات

میر سید شریف لکھتے ہیں:

الدین وضع الٰھی یدعو اصحاب العقول الی قبول ما ھو عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم - الدین والملۃ متحدان بالذات ومختلفان بالاعتبار فان الشریعۃ من حیث انھا تطاع تسمی دینا ومن حیث انھا تجمع تسمی ملۃ ومن حیث انھا یرجع الیھا تسمی مذھبا وقیل الفرق بین الدین والملۃ والمذھب ان الدین منسوب الی اللہ تعالٰی والملۃ منسوبۃ الی الرسول والمذھب منسوب الی المجتھد۔[1]

دین ایک الٰہی دستور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہے جو عقل والوں کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، دین اور ملت متحد بالذات ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں کیونکہ شریعت بہ حیثیت اطاعت دین ہے اور بہ حیثیت ضبط اور تحریر ملت ہے، اور جس حیثیت سے اس کی طرف رجوع کیا جائے مذہب ہے، ایک قول یہ ہے کہ دین اللہ کی طرف منسوب ہے اور ملت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور مذہب مجتہد کی طرف منسوب ہے۔

الشریعۃ ھی الائتمار بالتزام العبودیۃ وقیل الشریعۃ ھی الطریق فی الدین۔[2]

عبودیت کا التزام کر کے حکم ماننا شریعت ہے، ایک قول یہ ہے کہ شریعت دین کا ایک راستہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

عن قتادۃ شرعۃ ومنھاجا قال الدین واحد والشریعۃ مختلفۃ۔[3]

شرعۃ ومنھاجا کی تفسیر میں قتادہ نے کہا دین ایک ہے اور شریعت مختلف ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

انہ جعل التوراۃ لاھلھا والانجیل لاھلہ والقراٰن لاھلہ وھذا فی الشرائع والعبادات والاصل التوحید لا اختلاف فیہ۔[4]

اللہ تعالٰی نے اہل تورات کے لیے تورات مقرر کی اور اہل انجیل کے لیے انجیل اور اہل قرآن کے لیے قرآن مقرر کیا اور یہ تقرر شریعتوں اور عبادتوں میں ہے اور اصل توحید ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

---

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۴۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] " " " " ، کتاب التعریفات ص ۵۵، " " "

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۱۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

امام بخاری مجاہد سے روایت کرتے ہیں:

اوصیناک یا محمد وایاہ دینا واحدا۔[۱] اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ہم نے آپ کو اور حضرت نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ط (الشوریٰ: ۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کا راستہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور وہ اسلام ہے۔

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ (مائدہ ۵: ۴۸)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی شریعت الگ ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات، احادیث اور عبارات علماء کا حاصل یہ ہے کہ جو عقائد اور اصول تمام انبیاء میں مشترک ہیں مثلاً توحید، رسالت، قیامت، جزاء، سزا، اللہ کی تعظیم اور اس کے شکر کا واجب ہونا، قتل اور زنا کا حرام ہونا، ان کا نام دین ہے اور ہر نبی نے اپنے زمانہ کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادات اور نظام حیات کے جو مخصوص احکام بتائے وہ شریعت ہے، ان کو مدون اور منضبط کرنا ملت ہے۔ اور امام اور مجتہد نے کتاب اور سنت سے جو احکام مستنبط کیے ان کا نام مذہب ہے اور مشائخ طریقت نے جو اوراد اور وظائف کے مخصوص طریقے بتائے ان کا نام مسلک اور مشرب ہے اور کسی مخصوص درس گاہ کے نظریات کا نام مکتب فکر ہے۔ مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم دین کے اعتبار سے مسلمان ہیں، شریعت کے اعتبار سے محمدی ہیں، مذہب کے اعتبار سے ماتریدی اور حنفی ہیں اور مسلک اور مشرب کے اعتبار سے قادری ہیں اور مکتب فکر کے لحاظ سے بریلوی ہیں۔

آیت مذکورہ سے یوم میلاد النبی کے عرفاً عید ہونے پر استدلال

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا بعد عصر نازل ہوئی معنی یہ ہیں کہ کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے، تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور امور تکلیفیہ میں حرام و حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیے اسی لیے اس آیت کے نزول کے بعد بیان حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اگرچہ واتقوا یوما

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ا ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ترجعون فیہ الی اللہ نازل ہوئی مگر وہ آیت موعظت و نصیحت ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کا معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا، اور قیامت تک باقی رہے گا۔

شان نزول: بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے فرمایا کون سی آیت؟ اس نے یہی الیوم اکملت لکم پڑھی، آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا، آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لیے وہ دن عید ہے، ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ و عرفہ (جامع ترمذی ص ۴۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)، اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے، ورنہ حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم الہیہ کی یادگار و شکر گزاری ہے۔ [1]

علامہ راغب اصفہانی عید کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعید ما یعاود مرۃ بعد اخری وخص فی الشریعۃ بیوم الفطر ویوم النحر ولما کان ذلک الیوم مجعولا للسرور فی الشریعۃ کما نبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ ایام اکل وشرب وبعال صار یستعمل العید فی کل یوم فیہ مسرۃ وعلی ذلک قولہ تعالی: انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا۔ [2]

عید اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے، اور شریعت میں عید کا دن عید الفطر اور عید الضحیٰ کے ساتھ خاص ہے، اور جب کہ یہ دن شریعت میں اظہار خوشی کے لیے مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس پر متنبہ کیا کہ (ایام تشریق) کھانے پینے اور عمل ازواج کے ایام ہیں، تو عید کا لفظ ہر خوشی کے دن کے لیے استعمال ہونے لگا اور اسی استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے: عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا دستر خوان نازل فرما دے جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے۔ (مائدہ: ۱۱۴)

---

[1] ۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۷۱، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۵۲، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ھ

جس دن اللہ تعالیٰ نے کوئی عظیم نعمت عطا فرمائی ہو تو جب وہ دن لوٹ کر آئے تو اس نعمت کی یاد اور خوشی کے اظہار کے لیے اس دن کو عید کہا جاتا ہے، یوم الفطر میں ایک ماہ کے روزوں کے بعد کھانے پینے کی اجازت کی نعمت ملی تو یہ دن عید ہوا، دس ذوالحجۃ کو حضرت اسماعیل کی جگہ دنبہ کی قربانی ہوئی تو اس نعمت کی یاد میں یہ دن عید ہوا، جمعہ کے دن حضرت آدم کی تخلیق ہوئی تو یہ دن عید ہو گیا تو بارہ الربیع الاول کو جب حضرت آدم اور تمام اولاد آدم کے سردار کائنات کے مختار اور اللہ کے محبوب پیدا ہوئے تو یہ دن عید کا دن کیوں نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا قال ہم واللہ کفار قریش قال عمرو ہم قریش ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ [1]

"جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے تبدیل کر دیا" اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے فرمایا خدا کی قسم! یہ لوگ کفار قریش ہیں، عمرو بن دینار نے کہا یہ قریش ہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کا یہ قول ہے کہ جس دن آسمان سے دستر خوان نازل ہوگا وہ دن ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید کا دن ہوگا۔ آسمان سے کھانا آئے تو وہ دن عید ہو جائے تو جس دن اللہ کے پاس سے اللہ کے محبوب آئیں تو وہ دن بہ طریق اولیٰ عید کا دن ہوگا، البتہ عید الفطر اور عید اضحیٰ شرعی عیدیں ہیں، جن کے شرعی احکام شارع علیہ السلام سے منقول ہیں اور عید میلاد النبی عرفی عید ہے، ہمارے ملک میں ۲۳ مارچ کو قرار داد پاکستان کی یاد میں خوشی منائی جاتی ہے، ۱۴ اگست کو حصول آزادی کی خوشی میں چراغاں ہوتا ہے اور لوگ مکانوں کو جھنڈیوں سے سجاتے ہیں اور ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہے اور اہل اسلام کا یہ عرف ہے کہ وہ اس دن اظہار خوشی کرتے ہیں صدقہ و خیرات کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں، اپنے مکانوں اور دکانوں کو سجاتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں، اہل اسلام نے کبھی بھی اس کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح شرعی عید نہیں قرار دیا اور نہ اس کو دین کا رکن اور جزء بنایا ہے حتیٰ کہ اس پر بدعت کا فتویٰ لاگو کیا جائے، یہ صرف عرفی عید ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت کی یاد پر اظہار خوشی اور شکر بجا لانے کا دن ہے۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

فرحم اللہ امرا اتخذ لیالی شہر مولدہ المبارک اعیادا لیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض و اعیاہ داء [2]

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد شریف کے مہینہ کی راتوں کو عید بنا دیا تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بغض رسالت کی بیماری ہے وہ اور بڑھ جائے۔

علامہ زرقانی مالکی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

والحاصل ان عملہ بدعۃ لکنہ مشتمل علی محاسن وضدھا فمن تحری المحاسن و

خلاصہ یہ ہے کہ عید میلاد منانا بدعت (نیا کام) ہے لیکن یہ اچھائیوں اور برائیوں پر مشتمل ہے تو جس شخص

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اجتنب ضدھا کانت بدعۃ حسنۃ ومن لا فلا، قال الحافظ ابن حجر فی جواب سوال وظھر لی تخریجہ علی اصل ثابت فی الصحیحین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیھود یصومون یوم عاشوراء فسالھم فقالوا ھو یوم اغرق اللہ فیہ فرعون ونجی موسٰی ونحن نصومہ شکرا قال فیستفاد فعل الشکر علی ما من بہ فی یوم معین وای نعمۃ اعظم من بروز نبی الرحمۃ والشکر یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وسبقہ الی ذلک الحافظ ابن رجب۔ [1]

نے اچھائیوں کا قصد کیا ہے اور برائیوں (مثلاً ڈھول تاشے باجے گاجے، مرد وزن کے مخلوط اجتماعات) سے بچا تو یہ بدعت حسنہ ہے، ورنہ نہیں، حافظ ابن حجر نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ عید میلاد النبی کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی سو ہم اس دن شکر کا روزہ رکھتے ہیں، (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہمارا تعلق ہے پھر آپ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا) اس حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ جس قوم پر کسی معین دن میں کوئی نعمت نازل ہوئی ہو، وہ اس دن شکر بجا لائے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے بڑھ کر کون سی نعمت ہے؟ اور شکر مختلف عبادتوں سے ہوتا ہے، مثلاً نفلی نماز پڑھنا، نفلی روزے رکھنا، صدقہ وخیرات کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا، حافظ ابن حجر سے پہلے، حافظ ابن رجب نے یہ دلیل پیش کی تھی۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع، (نساء: ۳)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو اپنی پسند کے موافق (ان کی بجائے، بیک وقت) دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں چند قول ہیں، حسن کا قول یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیر ولایت یتیم لڑکی سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے، باوجودیکہ اس کی رغبت نہیں ہوتی تھی، پھر اس کے ساتھ صحبت ومعاشرت میں اچھا

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

سلوک نہ کرتے اور اس کے مال کا وارث بننے کے لیے اس کی موت کے منتظر رہتے، اس آیت میں انھیں اس سے روکا گیا، ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت سے تو بے انصافی ہو جانے کے خدشہ سے گھبراتے تھے اور زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے، انھیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے اندیشے سے یتیموں کی ولایت سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو، اور اس سے بچنے کے لیے جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، ان سے نکاح کرو، اور حرام کے قریب مت جاؤ، ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت وسر پرستی میں تو ناانصافی کا اندیشہ کرتے تھے اور بہت سے نکاح کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے تھے، انھیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حق میں ناانصافی ہونے سے بھی ڈرو، اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو، عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قریش دس، دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے، اور جب ان کا بار نہ اٹھ سکتا تو جو یتیم لڑکیاں ان کی سرپرستی میں ہوتیں ان کے مال خرچ کر ڈالتے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی استطاعت دیکھ لو، اور چار سے زیادہ نکاح نہ کرو تاکہ تمھیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا باندی، دوسرا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لیے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے، اس پر اجماع ہے، بہ یک وقت چار سے زیادہ کو نکاح میں رکھنا آپ کے خصائص میں سے ہے، سنن ابو داؤد میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لاتے ان کی آٹھ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے چار رکھنا، جامع ترمذی میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوئیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ان میں سے چار رکھو۔ [1]

سورۂ نساء مدنی ہے، اور اس سورت کی اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ بہ یک وقت چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو اور اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک بیوی پر قناعت کرو، یا اپنی کنیزوں سے نفع اندوزی کر دیا متعہ کر لو، اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا اس بات کا بیان ہے کہ متعہ جائز نہیں ہے۔

اس آیت میں "ما" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کی وضع عموم کے لیے ہے، یعنی کتاب وسنت میں مذکور رہ محرمات کے علاوہ تم کو جو عورتیں بھی پسند آئیں، ان سے نکاح کر لو، سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں نکاح کرنا بھی جائز ہے، اس مسئلہ کی مکمل تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد سادس میں بیان کر دی گئی ہے۔

من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف کی تفسیر اور ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

ومن کان غنیا فلیستعفف ۚ ومن — اور (یتیم کا وہ ولی) جو ضرورت مند نہ ہو (وہ یتیم کے

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان، ص ۱۲۴، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ۔ (نساء: ٦)

مال سے) بچتا رہے، اور جو ضرورت مند ہو وہ اس کے مال سے دستور کے مطابق کھائے۔

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تاویل میں متقدمین کا اختلاف ہے، قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، اور کہنے لگا میرے پاس کچھ یتیم ہیں جن کے اموال ہیں وہ ان یتیموں کے اموال سے کچھ کھانے کی اجازت طلب کر رہا تھا حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تم ان کے خارش زدہ اونٹوں پر قطران (ایک سیال مادہ جو صنوبر کے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے) نہیں ملتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اونٹوں کے آنے سے پہلے حوضوں پر نہیں پہنچتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا تم ان کا دودھ پیو مگر ان کے تھنوں سے زیادہ دودھ نکال لینا اور ان کی نسل کو نقصان نہ پہنچانا، اور عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب ولی محتاج ہو تو وہ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رکھے اور عمامہ نہ پہنے۔ پہلی حدیث میں حضرت ابن عباس نے یتیم کا مال کھانے کے لیے اس کے ولی اور وصی کے لیے اس کا کام کرنے کی شرط لگائی ہے اور عکرمہ کی روایت میں ضرورت کے وقت بغیر کسی شرط کے اس کا مال کھانے کی اجازت دی ہے۔

مرثد بن عبداللہ الیزنی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض انصار سے اس آیت (یتیم کا جو ولی ضرورت مند نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھائے۔) کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب ولی یتیم کی کھجوروں کے درختوں میں کام کرتا تھا تو اس کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رہتا تھا، اس حدیث کی سند میں جرح ہے، نیز یہ اس وجہ سے فاسد ہے کہ اگر کام کرنے کی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہوتا تو اس میں غنی اور محتاج کا فرق نہ ہوتا، پس معلوم ہو گیا کہ یہ تاویل فاسد ہے، نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں مذکور ہے کہ تم یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو لیکن اس سے عمامہ نہیں پہن سکتے، اگر کام کرنے کی وجہ سے یتیم کا مال کھانے کا استحقاق ہوتا تو اس میں کھانے اور پہننے کے حکم کا فرق نہ ہوتا، اس آیت کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ جب کوئی شخص یتیم کے اموال کی دیکھ بھال کرے تو وہ اس کے مال سے کھا سکتا ہے لیکن پہن نہیں سکتا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یتیم کا ولی ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے، پھر بعد میں وہ قرض ادا کر دے، حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کے مال (بیت المال) کو بہ منزلہ مال یتیم قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے بچا رہتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں اس سے رواج کے مطابق کھاتا ہوں پھر اس کو ادا کر دیتا ہوں، عبیدہ سلمانی، سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، ابووائل اور مجاہد سے بھی یہی مروی ہے کہ وصی ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے لے اور جب اس کو پیسے مل جائیں تو ادا کر دے۔

تیسرا قول حسن، ابراہیم، عطاء بن ابی رباح اور مکحول کا ہے کہ ضرورت کے وقت وصی یتیم کے مال سے اس قدر لے جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور اس کی ستر پوشی ہو جائے اور جب اس کے پاس مال آ جائے تو وہ اس کو ادا نہ کرے۔

چوتھا قول شعبی سے منقول ہے کہ یتیم کا مال بہ منزلہ مردار ہے، اضطرار کے وقت اس کو کھالے پھر اگر وسعت ہو تو

اس کو واپس کر دے اور اگر وسعت نہ ہو تو یہ اس کے لیے حلال ہے۔

پانچواں قول مقسم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جو غنی ہو وہ یتیم کے مال سے مجتنب رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ حتی الامکان اپنے مال کو خرچ کرے اور یتیم کے مال کو اپنے اوپر بالکل خرچ نہ کرے، عکرمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ خرچ کرے ادا کر دے اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

مجاہد نے دوسری روایت میں یہ کہا ہے کہ ولی دستور کے مطابق اپنے مال سے کھائے اور اس کو یتیم کے مال سے کھانے کی بالکل اجازت نہیں ہے اور یہی حکم کا قول ہے۔

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں سلف صالحین کے یہ مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چار روایتیں منقول ہیں۔ ۱۔ اگر وہ یتیم کے اموال کی دیکھ بھال کرے تو اس کو کھانے پینے کی اجازت ہے (۲) ضرورت کے وقت قرض لے اور بعد میں ادا کر دے۔ (۳) یتیم کے مال سے بالکل خرچ نہ کرے۔ ضرورت کے وقت اپنے مال سے خرچ کرے، (۴) یہ آیت منسوخ ہے۔

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) کا جو مذہب مشہور ہے وہ یہ ہے کہ وہ یتیم کے مال کو بہ طور قرض کھائے نہ بہ طور غیر قرض کھائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وصی یتیم کے مال کو نہ بطور قرض کھائے نہ بطور غیر قرض، اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے اور پھر اس کو ادا کر دے، اور امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ مقیم ہو تو یتیم کے مال سے نہ کھائے اور جب وہ یتیم کا مال وصول کرنے یا اس کی زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے سفر پر جائے تو اس کے مال کو خرچ کر سکتا ہے اور جب سفر سے واپس آئے تو اس کے کپڑے اور سواری واپس کر دے، امام ابویوسف نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ آیت قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہو:

یا یھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ (نساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ، ہاں جو تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو اس سے کھا سکتے ہو۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ امام ابویوسف نے سفر میں وصی کو یتیم کے مال میں بہ منزلہ مضارب قرار دیا ہے اور امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اگر ولی اور یتیم کا مال ملا جلا ہو اور ولی کا مال یتیم سے زیادہ ہو تو پھر اس مال سے ولی کے خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یتیم کا مال زیادہ ہے تو پھر ولی کو اس سے خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اس میں ولی کے مستغنی یا محتاج ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ حسن بن حی نے کہا ضرورت کے وقت وصی یتیم کے مال سے قرض لے اور پھر اس کو ادا کر دے، اور وہ اپنے کام کے بہ قدر یتیم کے مال سے لے بہ شرطیکہ اس سے یتیم کو ضرر نہ ہو۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و اتوا الیتامی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الی

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور اپنا کھوٹا مال، ان کے کھرے مال سے نہ بدلو، اور ان کے اموال

اموالکم ط انہ کان حوبًا کبیرًا ۔ (نساء: ۲)

کو اپنے اموال میں ملا کر نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم ولا تاکلوھا اسرافا و بدارا ان یکبروا ط۔ (نساء: ۶)

پس اگر تم ان میں عقلمندی کے آثار دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو، اور ان کے بڑے ہونے کے خدشہ سے ان کے اموال کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ ۔ (انعام: ۱۵۲)

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر ایسے طریقہ سے جو بہت اچھا ہو حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔ (نساء: ۱۰)

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔

اور فرمایا:

یا یھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ۔ (نساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ۔

یہ تمام آیات محکم ہیں جو یتیم کے ولی کو یتیم کا مال کھانے سے مطلقاً منع کرتی ہیں خواہ حالت فقر ہو یا حالت غنا، اور ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف " جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے موافق کھائے"، یہ آیت متشابہ ہے اور اس آیت میں ان تمام وجوہ کا احتمال ہے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، اس لیے سب سے بہتر تاویل یہ ہے کہ اس آیت کے معنی کو ان تمام آیات محکمہ کے مطابق محمول کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ یتیم کا ولی ضرورت کے وقت اپنے مال کو دستور کے مطابق کھائے اور یتیم کے مال کو مطلقاً نہ کھائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم متشابہ کو محکم کی طرف راجع کریں، اور یہ تاویل کرنا کہ ضرورت کے وقت یتیم کے مال کو بطور قرض یا بغیر قرض لینا جائز ہے ان آیات محکمات کے خلاف ہے اور متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ فلیاکل بالمعروف والی آیت ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً سے منسوخ ہو گئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس یتیم ہے، آپ نے فرمایا اپنے یتیم کے مال کو بغیر اسراف کے کھاؤ، اور اس کے مال سے اپنے مال کو نہ بڑھاؤ اور حضرت حسن عرنی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یتیم کا ولی اس کے مال کو دستور کے مطابق کھائے اور اس سے مال

جمع نہ کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو حدیثیں قرآن مجید کی ان آیات محکمہ کے معارض نہیں ہو سکتیں جن میں یتیم کا مال کھانے سے مطلقاً منع کیا ہے اور ہمارے نزدیک ان حدیثوں کا محمل یہ ہے کہ یتیم کا ولی یتیم کے مال سے مضاربت کرے اور اس کے حصہ میں جو نفع آئے اس کو کھا لے اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بہ طریق مضاربت یتیم کے مال سے کھانا جائز ہے تو یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس سے کھانا کیوں جائز نہیں ہے جیسا کہ قاسم بن محمد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک شخص کو یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس کا مال کھانے کی اجازت دی، اور اسی طرح حسن سے بھی اجازت منقول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو وہ یہ مال دیکھ بھال کی اجرت اور عوض کے طریقہ سے لے گا یا اس کے بغیر اگر وہ دیکھ بھال کی اجرت اور عوض کے طور سے یہ مال لیتا ہے تو یہ چار وجوہ سے باطل ہے: (۱) جن لوگوں نے اس مال کو کھانے کی اجازت دی وہ ضرورت اور فقر کی حالت میں دی ہے، کیونکہ غنی ہونے کی حالت میں اس کا کھانا نص کتاب سے ممنوع ہے (ومن کان غنیا فلیستعفف "جو غنی ہو وہ بچتا رہے") حالانکہ اجرت کے استحقاق میں غنی اور فقیر کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اس مال کا بہ طور اجرت کھانا باطل ہو گیا۔ (۲) وصی کا خود اپنے آپ کو اجرت کے لیے طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳) جن لوگوں نے بہ طور اجرت یتیم کا مال کھانے کی اجازت دی ہے انھوں نے اجرت کی مقدار متعین نہیں کی، حالانکہ بغیر تعین کے اجارہ جائز نہیں ہے۔ (۴) جن لوگوں نے یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس کا مال کھانے کی اجازت دی ہے انھوں نے اس کو اجرت نہیں قرار دیا اور نہ ہی یہ عمل مضاربت ہے اور مضاربت کے نفع کا حصہ ہے، اور اگر بہ طریق اجرت نہیں لے رہا تو پھر اس کے جواز کی کیا صورت ہے؟

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس طرح باقی عمال اور قضاۃ عمل کرتے ہیں اور مسلمانوں کا کام کرنے کی وجہ سے اپنا رزق لیتے ہیں، اسی طرح جب وصی بھی یتیم کے لیے عمل کرے گا تو اس کے لیے بھی بہ قدر عمل اپنا رزق لینا جائز ہو گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب وصی غنی ہو تو اس کے لیے اپنے عمل کی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں منصوص ہے: ومن کان غنیا فلیستعفف اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ قضاۃ اور عمال کے لیے غنی ہونے کے باوجود اپنے عمل کی وجہ سے رزق لینا جائز ہے، پس واضح ہو گیا کہ یتیم کے ولی کو قاضی اور عامل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قاضی اور عامل کے رزق لینے میں اور مال یتیم سے بہ قدر کفایت لینے میں اور اجرت لینے میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رزق کسی چیز کی اجرت نہیں ہے، ہر وہ شخص جو مسلمانوں کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق مقرر کر دیتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فقہاء کے لیے رزق مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس پر اجرت لینا جائز ہو، کیونکہ لوگوں کو فتوے دینا اور مسائل بتانا فرض ہے اور فرض پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اسی طرح افواج اور ان کی اولاد کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ بھی اجرت نہیں ہے، اسی طرح خلفاء اور حکام کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ اجرت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خمس، فئی اور مال غنیمت سے حصہ ملتا تھا اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امور دینیہ قائم کرنے پر اجرت لیتے تھے، اور یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے، جب کہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے:

قل لا اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین ۔ (ص : ۸۶)
آپ کہیے میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ۔ (شوریٰ : ۲۳)
آپ کہیے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا ، ماسوا قرابت داروں کی محبت کے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ رزق اجرت نہیں ہے ، نیز فقراء ، مسکینوں اور یتیموں کے بیت المال میں حقوق ہیں ، اور یہ حقوق کسی چیز کا عوض نہیں ہیں ، لہٰذا قاضی اور کسی بھی دینی کام کرنے والے کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے اور قاضی کو ہدیہ لینے سے بھی منع کیا گیا ہے ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ " اکلون للسحت (مائدہ : ۴۲) " حرام کھانے والے سے کون مراد ہیں انھوں نے فرمایا : اس سے ہدیے لینے والے عمال مراد ہیں ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراء کا ہدیے لینا خیانت ہے اس لیے قاضی کا قضا پر اجرت لینا اور ہدیے لینا جائز نہیں ہے اور یتیم کا ولی یتیم کے مال سے جو لے گا وہ یا تو قاضی اور عامل کے رزق کے طور پر ہوگا یا بہ طور اجرت ، اجرت اس لیے نہیں ہو سکتی کیونکہ اجرت میں عمل ، مدت اور اجرت کا معلوم اور متعین ہونا ضروری ہے اور اس میں عقد اجارہ کا مقدم ہونا ضروری ہے اور اس میں غنی اور فقیر دونوں برابر ہیں اور جو بھی یتیم کے مال کو بہ طور قرض یا غیر قرض ، لینے کی اجازت دیتا ہے ، وہ اس کو اجرت نہیں کہتا ، اور وہ فقیر کے لیے اس کو جائز کہتا ہے ، اس سے معلوم ہوا کہ یہ اجرت نہیں ہے ، اور یہ قاضی اور عامل کے رزق کی طرح بھی نہیں ہے ، کیونکہ اول تو قاضی اور عامل کے رزق میں غنی اور فقیر کا فرق نہیں ہے ، ثانیاً رزق بیت المال سے واجب ہوتا ہے ، کسی معین شخص کے مال سے رزق واجب نہیں ہوتا ، نیز وصی اور ولی بغیر کسی شرط کے بہ طریق تبرع اور احسان یتیم کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے ، اس لیے اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اس کو یتیم کے مال سے لینا جائز نہیں ہے ، بہ طور قرض نہ غیر قرض ۔ [1]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں : ہمارے شیخ امام ابو العباس یہ کہتے ہیں کہ اگر یتیم کا مال بہت زیادہ ہو اور اس کے انتظام اور دیکھ بھال کی وجہ سے ولی کے اپنے کاروبار معاش میں حرج واقع ہوتا ہو تو اس کے لیے اس کام کی اجرت معین کی جائے گی ، اور اگر یتیم کا مال کم ہو اور اس کی دیکھ بھال کی وجہ سے ولی کے اپنے کاروبار معاش میں خلل نہ ہوتا ہو ، تو وہ یتیم کے مال سے بالکل نہ کھائے ، البتہ اس کے لیے اس کے دودھ میں سے معمولی مقدار پی لینا ، یا تھوڑا سا کھانا اور گھی کھا لینا جس سے یتیم کو نقصان نہ ہو ، مستحب ہے ، جیسا کہ تھوڑا بہت تصرف کرنا عرف میں قابل معافی ہوتا ہے ، قرآن مجید میں فلیاکل بالمعروف کی اجازت دی گئی ہے ، اس سے یہی تھوڑا سا طعام کھانا مراد ہے ۔ [2]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام رازی نے اس مسئلہ میں تین قول ذکر کیے ہیں ، ایک یہ کہ وصی مال یتیم سے بقدر

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ ھ ، احکام القرآن ج ۲ ص ۶۸ ۔ ۶۴ ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ، ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ، ۱۳۸۷ھ

احتیاج لے سکتا ہے، دوسرا یہ کہ وہ ضرورت کے وقت اس کے مال سے بہ طور قرض لے سکتا ہے، اور چھٹا قول علامہ ابوبکر رازی کا نقل کیا ہے کہ دونوں طرح لینا جائز نہیں ہے، لیکن انھوں نے کہا یہ ضعیف قول ہے، البتہ علامہ ابوبکر رازی کی بحث کا جواب نہیں دیا۔ امام رازی کا رجحان پہلا قول معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس پر انھوں نے بکثرت دلائل دیے ہیں، ان کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تاکلوھا اسرافا۔ یتیم کا مال اسراف سے نہ کھاؤ، اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا مال بہ قدر احتیاج کھانا جائز ہے۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف، اس آیت کے پہلے جز سے جو وصی غنی ہو اس کو اپنے مال کے ساتھ نفع حاصل کرنے سے روکنا بہر حال مراد نہیں ہے، بلکہ یتیم کے مال سے نفع حاصل کرنے سے منع کیا ہے، تو فلیاکل بالمعروف جو اس کے مقابلہ میں ہے اس کا لامحالہ یہی مطلب ہوگا کہ ضرورت کے وقت وہ یتیم کے مال سے بہ قدر حاجت کھا سکتا ہے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیم کے مال کھانے کی دو نوعیتیں ہیں، ظلم اور غیر ظلم اور بہ طور ظلم کھانا منع ہے، تو بغیر ظلم کے بہ قدر احتیاج کھانا جائز ہوا۔

(۴)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا میرے زیر کفالت یتیم ہیں کیا میں ان کے مال سے کھا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا دستور کے مطابق کھا سکتے ہو، لیکن اس سے مال جمع نہ کرنا۔

(۵)۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمار، حضرت ابن مسعود اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم کو خط لکھا، میں تمہارے لیے ہر روز ایک بکری بہ طور رزق مقرر کرتا ہوں، نصف عمار کے لیے، ربع عبداللہ بن مسعود کے لیے اور ربع عثمان کے لیے، سنو! میں نے تم کو اور اپنے آپ کو اللہ کے مال میں، مال یتیم کے حکم میں رکھا ہے، جو غنی ہو وہ اجتناب کرے اور جو محتاج ہو وہ بہ قدر احتیاج کھالے اور امام مالک نے اپنی مؤطا میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یتیم کے ولی نے ان سے پوچھا آیا وہ یتیم کی اونٹنیوں سے دودھ پی سکتا ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر تم اس کا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ کر لاتے ہو، اس کے حوض کی دیکھ بھال کرتے ہو، اس کے خارش زدہ اونٹ پر قطران ملتے ہو اور ان کو پانی پلانے لے جاتے ہو تو تم ان کی اونٹنیوں کا دودھ پی سکتے ہو، مگر ان کے تھنوں سے سارا دودھ نہ نکال لینا، اور ان کی نسل کو نقصان نہ پہنچانا، نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب یتیم کا ولی اپنے طعام ان کے ہاتھوں کے ساتھ رکھتا ہے تو وہ ان کے مال سے دستور کے مطابق کھانے اور ان کے مال سے عمامہ نہ پہنے۔

(۶)۔ یتیم کا وصی جب یتیم کے مال کی اصلاح کے لیے مشقت برداشت کرتا ہے، تو پھر اس کے مال سے اپنی مشقت کے برابر مال لینا اس کا حق اور واجب ہے جیسا کہ صدقہ کے عامل کو صدقات سے اس کی مشقت کے عوض اجر دیا جاتا ہے۔ [۱]

---

[۱]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۴۷-۱۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں: یہ آیت یتیم کے والی کے حق میں نازل ہوئی ہے جو یتیم کی دیکھ بھال کرتا ہے، جب وہ ضرورت مند ہو تو اس کے مال سے کھالے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی ضرورت اور اس کی اجرت کی شکل میں سے جو کم ہو اس کو وہ لے سکتا ہے اور جب وہ خوش حال ہو تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ جواز اس وقت ہے جب وہ فقیر ہو اور اس کی اجرت کا حق بھی ہو، امام شافعی کے نزدیک بھی صحیح مذہب یہی ہے، کیونکہ آیت نے بغیر کسی عوض کے کھانے کو مباح کیا ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس یتیم ہے؟ آپ نے فرمایا: بغیر اسراف اور تبذیر کے اپنے یتیم کے مال سے کھالو، اور نہ مال جمع کرنا اور نہ اپنا مال بچانا، اور امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے آیا میں اس کے مال سے کھالوں؟ آپ نے فرمایا بغیر اسراف کے اس کے مال سے کھالو، دوسرا قول یہ ہے کہ خوش حال شخص بھی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے لیکن بعد میں اس کو واپس کر دے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یتیم کا مال بیت المال کے حکم میں ہے اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں تو میں اس سے اجتناب کرتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو میں اس مال سے قرض لیتا ہوں اور جب گنجائش ہوتی ہے تو اس کو واپس کر دیتا ہوں۔ [۱]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق مذاہب اربعہ کا خلاصہ

امام ابوبکر جصاص نے جو فقہاء احناف کا مسلک بیان کیا ہے اس کے تحت یتیم کے ولی کے لیے یتیم کا مال کھانا بالکل جائز نہیں ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضرورت کے وقت قرض کی صورت میں یا بغیر قرض کے یتیم کے مال سے یتیم کے ولی کا کھانا جائز ہے، ہر چند کہ علامہ ابوبکر جصاص کے پیش کردہ عقلی دلائل بہت قوی ہیں، لیکن احادیث اور آثار سے ائمہ ثلاثہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی بعض آیات سے بھی ان کے نظریہ کو تقویت ملتی ہے جیسا کہ امام رازی نے بیان فرمایا ہے، یہ بہت نازک اور اہم مسئلہ ہے لہٰذا اس کا بہت غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی تحقیق

ولی یتیم کے لیے بوقت ضرورت یتیم کا مال کھانے کی بحث میں ہم یہ مسئلہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ علماء دین اور دینی خدمات بجا لانے والے عاملین کے لیے ان خدمات پر اجرت لینا اس وقت منع ہے جب ان کے علاوہ ان خدمات کو انجام دینے کے لیے اور کوئی شخص نہ ہو اور ان کے حق میں ان خدمات کا انجام

---

[۱] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۴ - ۲۰۵، مطبوعہ ادارۃ الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

دینا فرض عین ہو جائے اور جب ایسی صورت حال نہ ہو تو پھر ان کے لیے ان خدمات پر اجرت لینا جائز ہے، اس کی ممانعت میں جو احادیث مروی ہیں وہ اکثر غایت درجہ کی ضعیف ہیں ثانیاً ان کا محمل یہ ہے کہ جب اس فرض کی ادائیگی کے لیے اور کوئی شخص نہ ہو، نیز صحیح احادیث سے دینی امور پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہے، پہلے ہم اس کے جواز میں احادیث اور آثار بیان کریں گے، پھر ممانعت کی احادیث ذکر کر کے ان کا محمل بیان کریں گے اور آخر میں مذاہب ائمہ اور آراء علماء بیان کریں گے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال انطلق نفر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرۃ سافروھا حتی نزلوا علی حی من احیاء العرب فاستضافوھم فابوا ان یضیفوھم فلدغ سید ذلک الحی فسعوا لہ بکل شیء لا ینفعہ شیء فقال بعضھم لو اتیتم ھولاء الرھط الذین نزلوا لعلہ ان یکون عند بعضھم شیء فاتوھم فقالوا یا ایھا الرھط ان سیدنا لدغ وسعینا لہ بکل شیء لا ینفعہ فھل عند احد منکم من شیء فقال بعضھم نعم واللہ انی لارقی ولکن واللہ لقد استضفناکم فلم تضیفونا فما انا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحوھم علی قطیع من الغنم فانطلق یتفل علیہ ویقرا الحمد للہ رب العلمین فکانما نشط من عقال فانطلق یمشی وما بہ قلبۃ قال فاوفوھم جعلھم الذی صالحوھم علیہ فقال بعضھم اقسموا فقال الذی رقی لا تفعلوا حتی ناتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنذکر لہ الذی کان فننظر ما یامرنا فقدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت ایک سفر پر گئی حتیٰ کہ وہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کے ہاں پہنچے اور ان سے مہمانی طلب کی، انھوں نے ان کی میزبانی سے انکار کیا، اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا، انھوں نے اس کے علاج کے سب جتن کر لیے مگر کسی سے فائدہ نہیں ہوا، ان کے بعض لوگوں نے کہا یہ لوگ جو یہاں پر آئے ہوئے ہیں ان کے پاس جا کر دیکھو، ہو سکتا ہے ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو، وہ صحابہ کرام کے پاس گئے اور کہا اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے، ہم نے اس کے علاج کے لیے تمام جتن کر لیے اور کسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہے؟ صحابہ میں سے بعض نے کہا ہاں ہے! بہ خدا میں دم کرتا ہوں، لیکن بہ خدا ہم نے تم سے مہمانی طلب کی اور تم نے ہماری میزبانی نہیں کی، تو میں تم کو دم نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم ہم کو اجرت نہ دو۔ پھر بکریوں کے ایک گلے پر صلح ہو گئی، پھر وہ گئے اور انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کر دیا۔ تو یوں لگا جیسے اس کی رسی کے بند کھل گئے ہوں، اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی ہو اور اس نے کہا ان سے جو اجرت طے ہوئی ہے

فذكروا له فقال وما يدريك انها رقية ثم قال قد اصبتم اقسموا واضربوا لي معكم سهما فضحك النبي صلى الله عليه وسلم۔ [1]

وہ ان کو ادا کر دو، بعض صحابہ نے کہا ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو، جس نے دم کیا تھا اس نے کہا نہیں ابھی نہیں حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ہم آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں کہ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا: تمہیں کیسے پتا چلا یہ دم ہے، پھر آپ نے فرمایا تم نے صحیح کیا، اس کو تقسیم کر لو اور اپنے حصوں کے ساتھ میرا حصہ بھی رکھنا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پر اجرت لینے کو صحیح قرار دیا ہے۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان نفرا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مروا بماء فيهم لديغ او سليم فعرض لهم رجل من اهل الماء فقال هل فيكم من راق ان في الماء رجلا لديغا او سليما فانطلق رجل منهم فقرا بفاتحة الكتاب على شاء فبرا فجاء بالشاء الى اصحابه فكرهوا ذلك وقالوا اخذت على كتاب الله اجرا حتى قدموا المدينة فقالوا يا رسول الله اخذ على كتاب الله اجرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت ایک چشمے کے پاس سے گذری، وہاں ایک شخص کو سانپ نے ڈسا ہوا تھا، صحابہ کرام کے پاس چشمے والوں میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا تم میں کوئی شخص دم کرنے والا ہے، کیونکہ ایک آدمی کو چشمے میں سانپ نے ڈس لیا ہے، تب ایک صحابی گئے اور انھوں نے چند بکریوں کے عوض سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا، وہ شخص ٹھیک ہو گیا اور یہ بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آ گئے، صحابہ نے اس عمل کو ناپسند کیا اور کہا تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے حتیٰ کہ وہ مدینہ پہنچ گئے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق کتاب اللہ ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۴، ″ ″ ۱۳۸۱ھ

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر اجرت لینے کو نہ صرف جائز بلکہ سب سے زیادہ حقدار قرار دیا ہے، لہٰذا تعلیم قرآن پر بھی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ اگرچہ یہ واقعہ دم کرنے کا تھا لیکن الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچوں وقت کی نمازیں پڑھاتے تھے، نماز جنازہ اور جمعہ پڑھاتے تھے، فتاویٰ جاری کرتے تھے، قرآن اور حدیث کی تفسیر اور تشریح کرتے تھے، مسلمانوں کے دینی معاملات کا انتظام کرتے تھے، جہاد کے لیے لشکر روانہ کرتے، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے، حدود و تعزیرات کو جاری کرتے، قاضیوں کا عزل و نصب کرتے، اور دیگر اسلامی شہروں میں امراء اور حکام کا تقرر کرتے اور ان تمام عبادات اور دینی امور انجام دینے پر خود بھی بیت المال سے وظائف لیتے تھے اور امراء، حکام اور قاضیوں کو بھی وظائف دیتے تھے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشة قالت لما استخلف ابوبكر الصديق قال لقد علم قومي ان حرفتي لم تكن تعجز عن مؤنة اهلي وشغلت بامر المسلمين فسيأكل ال ابي بكر من هذا المال ويحترف للمسلمين فيه۔ [۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انھوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے، لیکن اب میں مسلمانوں کے ملکی انتظام سنبھالنے میں مشغول ہو گیا ہوں تو اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور ابوبکر مسلمانوں کے دینی اور ملکی امور انجام دے گا۔

اس حدیث کو امام محمد بن سعد نے بھی روایت کیا ہے۔ [۲]

امام محمد بن سعد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن السائب قال: لما استخلف ابوبكر اصبح غاديا الى السوق وعلى رقبته اثواب يتجر بها فلقيه عمر بن الخطاب وابوعبيدة بن الجراح فقالا له: اين تريد يا خليفة رسول الله؟ قال: السوق، قالا تصنع ماذا وقد وليت امر المسلمين؟ قال: فمن اين اطعم عيالي؟ قالا له: انطلق

عطاء بن سائب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ صبح کو کپڑوں کی ایک گٹھڑی لے کر بیچنے کے لیے بازار گئے، ان کی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے ملاقات ہوئی انھوں نے پوچھا: اے خلیفہ رسول اللہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے کہا بازار، ان دونوں نے کہا آپ کیا کر رہے ہیں آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں، آپ

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حتی نفرض لك شيئا ، فانطلق معهما ففرضوا له كل يوم شطر شاة وما كسوه في الراس والبطن ۔ [1]

نے کہا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا ؟ ان دونوں نے کہا چلیے ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں پھر انھوں نے آپ کے لیے ہر روز آدھی بکری اور سر اور پیٹ ڈھانکنے کا لباس مقرر کیا۔

عن حميد بن هلال قال لما ولي ابو بكر قال اصحاب رسول الله : افرضوا لخليفة رسول الله ما يغنيه قالوا نعم برداه اذا اخلقهما وضعهما واخذ مثلهما وظهره اذا سافر ونفقته على اهله كما كان ينفق قبل ان يستخلف قال ابو بكر رضيت ۔ [2]

حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کو (کار معاش سے) مستغنی کر دے صحابہ نے کہا جب ان کی دو چادریں پرانی ہو جائیں تو وہ ان کو اتار کر ان کی مثل نئی چادریں لے لیں اور ان کو سفر کے لیے سواری دی جاتے، اور خلافت سے پہلے ان کے اہل وعیال پر جو خرچ ہوتا تھا، ان کو وہ خرچ دیا جائے حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں راضی ہوں!۔

عن عمرو بن ميمون عن ابيه، قال لما استخلف ابو بكر جعلوا له الفين فقال : زيدوني فان لي عيالا وقد شغلتموني عن التجارة ، قال فزادوه خمسمائة ۔ [3]

عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ نے ان کے لیے دو ہزار مقرر کیے، حضرت ابوبکر نے فرمایا: اس میں اضافہ کرو، کیونکہ میرے عیال ہیں اور تمہاری مصروفیات نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے، تب صحابہ نے پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔

عن محمد بن سيرين عن الاحنف قال كنا جلوسا بباب عمر فمرت جارية فقالوا سرية امير المؤمنين فقالت: ما هي لامير المؤمنين بسرية وما تحل له ، انها من مال الله ، فقلنا : فماذا يحل له من مال الله ؟ فما هو الا قدر ان بلغت

احنف بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عمر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک باندی گذری، لوگوں نے کہا یہ امیر المؤمنین کی باندی ہے، وہ کہنے لگی یہ امیر المؤمنین کی باندی نہیں ہے، نہ ان کے لیے حلال ہے، یہ تو بیت المال کی ملکیت ہے، ہم نے کہا امیر المؤمنین کے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہوگی؟ وہ مقدار اس

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] " " ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۴، " " " "

[3] " " ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۵، " " " "

وجاء الرسول فدعانا فأتيناه فقال: ما ذا قلتم؟ قلنا: لم نقل بأسا، مرت جارية فقلنا هذه سرية امير المؤمنين، فقالت: ما هي لامير المؤمنين بسرية وما تحل له انها من مال الله، فقلنا: فما ذا يحل له من مال الله؟ فقال: انا اخبركم بما استحل منه، يحل لي حلتان، حلة في الشتاء وحلة في القيظ وما احج عليه واعتمر من الظهر، وقوتي وقوت اهلي كقوت رجل من قريش ليس باغناهم ولا بافقرهم، ثم انا بعد رجل من المسلمين يصيبني ما اصابهم [1]

باندی کے برابر ہی ہو گی ابھی ایک قاصد نے آکر ہم کو بلایا اور ہم حضرت عمر کے پاس گئے، آپ نے پوچھا تم کیا کہہ رہے تھے؟ ہم نے کہا ہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا، ایک باندی گذری تھی ہم نے کہا یہ امیر المؤمنین کی باندی ہے، اس باندی نے کہا وہ ان کی باندی نہیں ہے، نہ ان کے لیے حلال ہے وہ تو بیت المال کی ملکیت ہے، ہم نے کہا امیر المؤمنین کے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہو گی؟ حضرت عمر نے فرمایا میں تم کو بتاتا ہوں کہ میرے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہے؟ میرے لیے دو حلے (دو جوڑے) حلال ہیں، ایک حلہ سردیوں میں اور ایک حلہ گرمیوں میں، اور میرے حج اور عمرے کی سواری اور میرے اور میرے اہل خانہ کا اتنا خرچ جتنا قریش کے ایک متوسط گھرانے کا خرچ ہوتا ہے، اس کے بعد میں ایک عام مسلمان کی طرح رہتا ہوں اور دوسروں کی طرح مجھ پر بھی مصیبتیں آتی ہیں۔

عن حارثة بن مضرب قال: قال عمر بن الخطاب: اني انزلت نفسي من مال الله منزلة مال اليتيم، ان استغنيت استعففت وان افتقرت اكلت بالمعروف قال وكيع في حديثه: فان ايسرت قضيت [2]

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے اجتناب کرتا ہوں، اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں دستور کے مطابق کھاتا ہوں، وکیع کی روایت میں ہے جب میں خوش حال ہوں تو ادا کر دیتا ہوں۔

عن حارثة بن مضرب عن عمر انه قال: اني انزلت مال الله مني بمنزلة مال اليتيم فان استغنيت عففت عنه وان افتقرت اكلت بالمعروف [3]

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے اجتناب کرتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو دستور کے مطابق کھاتا ہوں۔

۱۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶-۲۷۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۴۰۸ھ

۲۔ " " " الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، " " " "

۳۔ " " " الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، " " " "

عن ابی وائل قال، قال عمر انی انزلت مال الله منی بمنزلۃ مال الیتیم من کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ۔[۱]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، جو مستغنی ہو وہ اجتناب کرے اور جو ضرورت مند ہو وہ کھالے۔

قال، اخبرنا عادم بن الفضل قال: اخبرنا حماد بن سلمۃ عن هشام ابن عروۃ عن عروۃ ان عمر بن الخطاب قال: لایحل لی من هذا المال الا ماکنت آکلا من صلب مالی [۲]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا میرے لیے بیت المال سے صرف اتنی مقدار میں خرچ کرنا جائز ہے جتنی مقدار میں، میں اپنے ذاتی مال سے خرچ کرتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن خالد الحذاء قال سالت ابا قلابۃ عن المعلم یعلم ویاخذ اجرا فلم یر لہ باسا ۔[۳]

خالد حذاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے اس معلم کے متعلق پوچھا جو اجرت لے کر تعلیم دیتا ہے تو انھوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

عن الوضین بن عطاء قال: کان بالمدینۃ ثلاثۃ معلمین یعلمون الصبیان فکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منهم خمسۃ عشر کل شهر الف [۴]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر ان میں سے ہر ایک کو ہر ماہ پندرہ ہزار دیتے تھے۔

امام بیہقی کی روایت میں امام ابن ابی شیبہ کے حوالے سے پندرہ درہم ماہانہ لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن الوضین بن عطاء قال ثلاثۃ معلمون کانوا بالمدینۃ یعلمون الصبیان وکان عمر بن الخطاب رضی الله عنه یرزق کل واحد منهم خمسۃ عشر درهما کل شهر ۔[۵]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ہر ماہ دیتے تھے۔

ثنا شعبۃ قال سالت معاویۃ بن قرۃ عن اجر المعلم قال اری لہ اجرا قال شعبۃ وسالت

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن قرۃ سے معلم کی اجرت کے متعلق سوال کیا انھوں نے

---

[۱] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[۲] " " " ، الطبقات الکبریٰ ج ۳، ص ۲۷۶ " " "

[۳] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۴] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰ " " "

[۵] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

الحکم فقال لم اسمع احدا یکرھه۔ قال البخاری فی الترجمة وقال الحکم لم اسمع احدا کرہ اجر المعلم قال ولم یر ابن سیرین باجر المعلم باسا قال الشیخ وروینا عن عطاء وابی قلابة انھما کان لا یریان بتعلیم الغلمان بالاجر باسا۔ [1]

کہا میرے نزدیک اس کی اجرت (جائز) ہے، شعبہ کہتے ہیں میں نے حکم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت مکروہ ہے، امام بخاری نے باب کے عنوان میں لکھا حکم نے یہ کہا کہ میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت مکروہ ہے، اور امام ابن سیرین معلم کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، (امام بیہقی فرماتے ہیں) ہم نے عطاء اور ابو قلابہ سے یہ روایت کیا ہے کہ بچوں کی تعلیم پر اجرت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال لم یکن لاناس من اساری بدر فداء فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداءھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابة۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن بعض قیدیوں کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ مقرر کیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا جریر عن رجل ان سعید بن جبیر قام بالناس فی رمضان فارسل الیه الحجاج ببرنس فقبله۔ [3]

جریر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے رمضان میں تراویح پڑھائیں، حجاج نے ان کے پاس ایک ٹوپی بھیجی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبادة بن الصامت قال علمت ناسا من اھل الصفة القرآن والکتاب فاھدی الی رجل منھم قوسا فقلت لیس بمال وارمی عنھا فی سبیل اللہ لآتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاسئلنه فاتیته فقلت یارسول اللہ! رجل اھدی الی قوسا ممن

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بعض اہل صفہ کو قرآن مجید اور لکھنا سکھاتا تھا، ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان بطور ہدیہ دی، میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، میں ضرور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور آپ سے اس کے متعلق سوال

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

[2] 〃 〃 〃 〃 سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۵، 〃

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

كنت اعلمه الكتاب والقرآن وليس بمال وارمى عنها فى سبيل الله تعالى قال ان كنت تحب ان تطوق طوقا من نار فاقبلها[1]

کروں گا، پھر میں نے آپ کے پاس جا کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک شخص کو لکھنا اور قرآن مجید سکھاتا تھا، اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی ہے، وہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر تم کو آگ کا طوق گلے میں ڈالنا پسند ہو تو اس کو قبول کر لو۔

اس حدیث کے متعلق حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حاکم نے کتاب البیوع میں روایت کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا، صاحب تنقیح نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں مغیرہ بن زیاد ہے، اور اس کے متعلق حاکم کا کلام متعارض ہے، اس جگہ انھوں نے اس کی روایت کو صحیح لکھا ہے، اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ مغیرہ بن زیاد کی روایات منکر ہیں اور اس کی روایات کو ترک کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہٰذا اس کی روایت کو صحیح لکھنا خطاء اور تناقض ہے۔ مغیرہ بن زیاد میں اختلاف ہے، ابن معین اور عجلی نے اس کی توثیق کی ہے اور امام احمد، امام بخاری، امام ابو حاتم اور دیگر ائمہ نے اس پر جرح کی ہے، اس حدیث کا ایک اور راوی اسود بن ثعلبہ ہے، ابن قطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ مجہول الحال ہے، عبادہ بن نسی کے سوا اور کسی کی اس سے روایت معروف نہیں ہے، اور مغیرہ بن زیاد مختلف فیہ ہے، اور امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ مغیرہ بن زیاد کی روایات حق کے مشابہ نہیں ہوتیں، اگر اس کی روایات دوسرے ثقہ راویوں کے موافق ہوں تو لائق استدلال ہیں ورنہ نہیں۔[2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمان بن شبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرؤا القرآن ولا تاكلوا به ولا تستكثروا به ولا تجفوا عنه ولا تغلوا فيه[3]

حضرت عبد الرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ، اس سے کثرت حاصل کرو نہ مال جمع کرو اور نہ اس میں غلو کرو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

حافظ نورالدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں[5]

ہم نے خود بھی اس حدیث کی سند کی تحقیق کی اور اس کے تمام راویوں کو ثقہ پایا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۹ - ۱۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۷ - ۱۳۶ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۳۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی اسحٰق عن عبد اللہ بن مغفل انہ صلی بالناس فی شھر رمضان فلما کان یوم الفطر بعث الیہ عبد اللہ بن زیاد بحلۃ و بخمسمائۃ درھم فردھا وقال انا لا ناخذ علی القرآن اجرا۔ [۱]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل نے رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائیں، جب عید کا دن آیا تو عبد اللہ بن زیاد نے ان کو ایک حلہ اور پانچ سو درہم بھیجے، انھوں نے ان کو واپس کر دیا اور کہا ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال، کان یکرہ ان یشارط المعلم علی تعلیم الصبیان القرآن [۲]

ابراہیم کہتے تھے: بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے پر معلم کا اجرت کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

عن ابی جعفر انہ کرہ للمعلم ان یشارط [۳]

ابو جعفر کے نزدیک معلم کا اجرت کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

عن الحسن قال: لا باس ان یاخذ علی الکتابۃ اجرا وکرہ الشرط۔ [۴]

حسن کہتے تھے کہ لکھنے کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

عن ابن طاؤس عن ابیہ انہ کرہ ان یعلم بشرط۔ [۵]

طاؤس نے اجرت کی شرط پر تعلیم دینے کو مکروہ قرار دیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرا القرآن یتاکل بہ الناس جاء یوم القیامۃ ووجھہ عظم لیس علیہ لحم۔ [۶]

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لوگوں سے کھانے کے لیے قرآن مجید پڑھا قیامت کے دن اس کے چہرے پر صرف ہڈیاں ہوں گی اور گوشت نہیں ہوگا۔

عن الحسن البصری انہ قال کنت مع عمران بن حصین اذ مر رجل یقرا سورۃ یوسف

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ناگاہ ایک شخص گذرا جو

۱۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
۲۔ " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۳، " " "
۳۔ " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۲، " " "
۴۔ " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۳، " " "
۵۔ " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۲، " " "
۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۳۳۔۵۴۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

فاستمع له فلما فرغ سال فقال عمران بن حصين انا لله و انا اليه راجعون سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اقرؤا القرآن سلوا به الله فانه سيجئ قوم يقرؤن القرآن يسالون به الناس. [1]

سورۂ یوسف پڑھ رہا تھا، انھوں نے اس سے وہ سورت سنی، وہ شخص قراءت سے فارغ ہونے کے بعد مانگنے لگا حضرت عمران بن حصین نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید پڑھو اور اس کے ذریعہ اللہ سے سوال کرو، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کریں گے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے محامل

متعدد احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم، امامت، قضاء، جہاد اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے، اور بعض احادیث اور آثار میں اس کی ممانعت بھی ہے، ہم نے غور کیا تو اس کی ممانعت کی تین وجہیں معلوم ہوئیں، اولاً یہ کہ اگر کسی ایک شخص کے علاوہ اور کوئی شخص اس عبادت کے لیے موجود نہ ہو تو اس پر اس عبادت کا کرنا بطور فرض معین ہو جائے گا اور اس کا اس عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث مانگنے اور سوال کرنے پر محمول ہیں اور سوال کے بغیر لینا جائز ہے، اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ اجرت کی شرط لگائی جائے اور اگر بغیر ہمیشگی شرط کے اجرت دی جائے تو پھر اجرت دینا جائز ہے۔

پہلی توجیہ کے متعلق حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

وابوسعيد الاصطخرى من اصحابنا ذهب الى جواز الاخذ فيه على مالا يتعين فرضه على معلمه، ومنعه فيما يتعين عليه تعليمه وحمل على ذلك اختلاف الآثار وقد روى عن عمر بن الخطاب انه كان يرزق المعلمين ثم اسند عن ابراهيم بن سعد عن ابيه ان عمر بن الخطاب كتب الى بعض عماله اعط الناس على تعليم القرآن انتهى كلامه. [2]

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابو سعید الاصطخری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض عین ہو اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور احادیث اور آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے، حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر بھیک مانگنا اور سوال کرنا منع ہے، کیونکہ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۷، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

عن الحسن عن عمران بن حصین انه مر علی قاص قرا ثم سال فاسترجع من ذلك وقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من قرا القرآن فیسال الله به فانه سیاتی قوم یقرؤن القرآن یسالون الناس به۔ [1]

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گذر ہوا اس نے قرآن مجید پڑھا پھر لوگوں نے سوال کیا، حضرت عمران حصین نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون! اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے قرآن مجید پڑھا وہ اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن مجید پڑھ کر اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی۔

ممانعت کی احادیث کو روایت کرنے کے بعد امام بیہقی لکھتے ہیں:

واما تعلیم القرآن بالاجرة فقد کرهه جماعة، وورد فیه اخبار ورخص فیه آخرون وحدیث ابی سعید فی الرقیة بفاتحة الکتاب واخذ الجعل علیها والذی روی عن ابن عباس فی تلك القصة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله عزوجل یدل علی جواز ذلك والله اعلم۔

قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو ایک جماعت نے مکروہ کہا ہے، اس سلسلہ میں احادیث بھی مروی ہیں، اور دوسرے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، اور اس پر اجرت لی تھی اور اس قصہ میں حضرت ابن عباس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے"، یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اور اللہ ہی کو زیادہ علم ہے۔

وروینا عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه انه کان یرزق المعلمین وعن عطاء والحسن وابن سیرین وابی قلابة والحکم الرخصة فی ذلك۔ [2]

ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ معلمین کو وظیفے دیتے تھے، اور عطاء، حسن، ابن سیرین، ابو قلابہ اور حکم سے اجرت لینے کا جواز منقول ہے۔

تیسری توجیہ ہم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت کی احادیث اجرت کی شرط لگانے پر محمول ہیں اور اگر بغیر شرط کے اجرت لی جائے تو پھر جائز ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن طاؤس عن ابیه انه سئل عن

طاؤس سے یہ سوال کیا گیا کہ جو معلم اجرت لے

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳۴ - ۵۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ
[2] " " " " ، شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳۶،

معلم یاخذ الاجر فقال: اذا لم یاخذ بشرط فلا باس به قال معمر وقال قتادة مثل ذلك۔[1]

اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا اگر وہ بغیر شرط کے اجرت لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ معمر نے کہا کہ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن طاؤس عن ابیہ انہ کان لا یری باسا ان یعلم المعلم ولا یشارط فان اعطی شیئا اخذہ۔[2]

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی معلم بغیر شرط کے تعلیم دے، پھر اگر وہ اس کو کوئی چیز دے تو وہ قبول کرے۔

عن الشعبی قال لا یشترط المعلم وان اعطی شیئا فلیقبلہ۔[3]

شعبی کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے، پھر اگر اس کو کوئی چیز دے تو وہ اس کو قبول کرے۔

عن عطاء انہ کان لا یری باسا ان یاخذ الرجل ما اعطی من غیر شرط۔[4]

عطاء اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ بغیر شرط کے کوئی شخص کسی چیز کو لے۔

اجرت کی شرط لگانے کی وضاحت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی مسجد میں امام ہے یا کسی مدرسہ میں مدرس ہے، اب ظاہر ہے اس پر یہ تو فرض نہیں ہے کہ وہ اس خاص مسجد میں جاکر نماز پڑھائے، اور اسی محلہ کے لوگوں کو نماز پڑھائے، اسی طرح جو شخص کسی مدرسہ میں مدرس ہے اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اس خاص مدرسہ میں جاکر وہاں کے طلبہ کو قرآن مجید پڑھائے، اور مثلاً صبح آٹھ بجے سے بارہ بجے تک پڑھائے یا تفسیر، حدیث اور فقہ کی فلاں فلاں کتابیں پڑھائے، یا جو حافظ کسی مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ فلاں مسجد میں جاکر قرآن مجید ختم کرے اور اس وقت میں قرآن مجید سنائے، تو اس پر مخصوص مقام، مخصوص نظام الاوقات، مخصوص لوگوں کو پڑھانے اور مخصوص نصاب کے مطابق پڑھانے کی جو پابندی عائد کی جاتی ہے تو وہ ان پابندیوں کو پورا کرنے کا مشاہرہ لیتا ہے، نفس تعلیم قرآن مجید، نفس امامت یا نفس خطابت یا نفس ختم قرآن مجید کا مشاہرہ نہیں لیتا، کیونکہ اگر وہ اپنے گھر میں تعلیم دے یا نماز پڑھائے تو مسجد یا مدرسہ کی انتظامیہ اس کو تنخواہ نہیں دے گی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جو لوگ طلباء کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے بلکہ وہ جو صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہوکر اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلبہ پر محنت اور جانفشانی

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] ″ ″ ″ ″ المصنف ج ۶ ص ۲۲۱، ″ ″ ″ ″

[4] ″ ″ ″ ″ المصنف ج ۶ ص ۲۲۱، ″ ″ ″ ″

کرتے ہیں وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں، البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے وہ ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا۔ "میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو" کا مصداق ہوگا، اور امامت، خطابت اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی اجرت لینا ناجائز ہے کیونکہ یہ عبادات ہیں اور اجرت لینے کے بعد عبادت کا ثواب نہیں رہتا، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ اجرت ان عبادات کی نہیں ہے بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے، کیونکہ مثلاً مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ ان کی مسجد میں آکر امامت کرائے اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امامت کرائے اور اگر وہ اپنے گھر میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دے گی، مدرسہ میں تعلیم دینے کا بھی یہی حال ہے، اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ اجرت جائز ہے۔[1]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ سے دم کرنے کی اجرت کو صحیح قرار دیا، اس حدیث میں سورۂ فاتحہ اور دیگر اذکار سے دم کرنے کی اجرت کے جواز کی تصریح ہے، یہ اجرت حلال ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسی طرح تعلیم قرآن پر بھی اجرت لینا حلال اور جائز ہے، یہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اسحق، ابوثور اور دیگر سلف صالحین کا مذہب ہے اور یہی بعد والوں کا نظریہ ہے، اور امام ابوحنیفہ نے تعلیم قرآن کی اجرت سے منع کیا ہے اور دم کی اجرت کو جائز کہا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے" اس حدیث سے جمہور فقہاء نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کے جواز پر استدلال کیا ہے، فقہاء حنفیہ (یعنی متقدمین نے کیونکہ متاخرین نے اس کو جائز کہا ہے، سعیدی غفرلہ) نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کیا ہے اور دم پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، انھوں نے کہا تعلیم قرآن عبادت ہے اور اس کا اجر اللہ پر ہے، دم کرنا بھی عبادت ہے اور اس کا اجر بھی اللہ پر ہے، مگر حضرت ابوسعید خدری کی حدیث کی وجہ سے انھوں نے دم پر اجرت لینے کو جائز کہا، بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا کہ جن احادیث میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کیا گیا ہے، یہ حدیث ان سے منسوخ ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوتا، نیز احادیث میں مطلقاً ممانعت کی تصریح نہیں ہے، بلکہ وہ ممانعت بعض حالات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش ہے تاکہ اس کا دیگر احادیث صحیحہ کے ساتھ تعارض نہ ہو، نیز ممانعت کی روایات صحت اور قوت میں اس حدیث کے پایہ کی نہیں ہیں اور وہ احادیث صحیحہ کے ساتھ متصادم ہونے کی قوت نہیں رکھتیں۔[3]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، تفسیر عزیزی (مترجم) ج ۱ ص ۳۴۲، ملخصاً، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۴-۴۵۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بعض عبادات نیت پر موقوف ہیں، ان میں سے بعض عبادات میں نیابت نہیں ہو سکتی، ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے اور بعض عبادات میں نیابت ہو سکتی ہے جیسے حج اور زکوٰۃ ان پر اجرت لینا جائز ہے اور بعض عبادات نیت پر موقوف نہیں ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: بعض عبادات فرض کفایہ ہیں اور بعض عبادات شعار اسلام ہیں اور فرض نہیں ہیں، پھر فرض کفایہ کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو اصل میں کسی ایک شخص معین پر کسی معین جگہ میں فرض ہو، پھر اگر وہ عاجز ہو تو کسی دوسرے شخص کو حکم دیا جائے مثلاً مردوں کو غسل دینا، کفن پہنانا، قبر کھودنا، جنازہ اٹھانا، اور ان کو دفن کرنا کیونکہ یہ احکام میت کے ترکہ کے ساتھ مختص ہوتے ہیں اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو عام مسلمانوں پر یہ احکام فرض ہیں، اور اس قسم کے امور پر اجرت طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ اس قسم کے کاموں میں اجیر (اجرت پر کام کرنے والا) کا فعل مقصود نہیں ہوتا تعلیم قرآن مجید کا بھی یہی معاملہ ہے، کیونکہ ہر شخص پر قرآن مجید کی تعلیم واجب نہیں ہے، اگرچہ قرآن مجید کی نشر واشاعت فرض کفایہ ہی سے ہے یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کوئی ایک شخص ان کاموں کو کرنے کے لیے معین نہ ہو، اگر کوئی ایک شخص میت کی تجہیز وتکفین اور تعلیم قرآن مجید کے لیے معین ہو جائے، پھر بھی صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کو اجرت پر کرانا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو اجرت پر کرانا جائز نہیں ہے اور یہ ایسا ہے جیسے اس شخص پر ابتداء فرض عین ہو۔

فرض کفایہ کی دوسری قسم یہ ہے جو ابتداءً کسی شخص کے ساتھ خاص نہ ہو جیسے جہاد ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو اجرت دے کر اس سے جہاد کرانا جائز نہیں ہے، اور صحیح مذہب یہ ہے کہ ذمی کو اجرت دے کر اس سے جہاد کرانا جائز ہے۔

ایسی عبادات جو فرض نہیں ہیں اور اسلام کا شعار ہیں، جیسے اذان، اس پر اجرت لینے کے متعلق تین قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ہر قسم کی اذان پر اجرت لینا جائز ہے، اور ذکر اللہ، اور تعلیم قرآن اور معلم کی قرأت پر بھی اجرت لینا بعید نہیں ہے۔

فرض نمازوں کی امامت پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح تراویح اور دیگر نفلی نمازوں کی امامت پر اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص اپنے لیے نماز پڑھ رہا ہے اور جب وہ اپنی نماز پڑھ رہا ہو تو جو شخص چاہے اس کی اقتداء کر سکتا ہے خواہ وہ امامت کی نیت کرے یا نہیں۔

قضاء پر اجرت طلب کرنا بھی باطل ہے اور تدریس پر اجرت طلب کرنا بھی باطل ہے۔ شیخ ابوبکر طوسی نے کہا ہے کہ اگر کسی ایک شخص یا جماعت کو مسائل کی تعلیم کے لیے معین کر دیا جائے، تو پھر ان کا اجرت طلب کرنا جائز ہے، اور جس کو تعلیم اور تدریس کے لیے معین نہ کیا جائے، اس کے لیے اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ ۱؎

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

قبر پر مدت معلومہ اور قدر معلوم کے عوض قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے، کیونکہ جس جگہ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس معاملہ میں میت زندہ کی طرح ہے، عام ازیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد دعا کی جائے یا نہیں، عام ازیں کہ قرأت کا ثواب میت کو پہنچایا جائے یا نہیں۔ ۲؎

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۵، ص ۱۸۸-۱۸۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲؎ علامہ محمد شربینی شافعی مغنی المحتاج ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا۔ (بقرہ: ۴۱) اور میری آیات کے عوض میں تھوڑی سی قیمت نہ لو۔

قرآن مجید اور علوم دینیہ کے عوض اجرت لینے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، زہری اور فقہاء احناف نے اس کو ناجائز کہا ہے، انھوں نے کہا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم دینا واجب ہے اور نماز اور روزے کی طرح اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور اور اکثر فقہاء نے کہا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔

فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بنواسرائیل سے خطاب ہے اور یہ ہم سے پہلی امتوں کی شریعت ہے اور ان کا تعلیم قرآن کو نماز اور روزے پر قیاس کرنا باطل ہے، کیونکہ نماز اور روزہ ایسی عبادات ہیں جو فاعل کے ساتھ مختص ہیں، اور تعلیم قرآن کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے، لہٰذا معلم اپنی قرأت کو دوسروں کی طرف جو منتقل کر رہا ہے، یہ اجرت اس منتقل کرنے کے عوض ہے، جیسا کہ قرآن مجید کو لکھنے کی اجرت جائز ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کے لیے اجرت لینے کی ممانعت ہے جس پر تعلیم دینا متعین ہو جائے اور جس پر تعلیم دینا متعین نہیں ہے اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے اس کا جواز ثابت ہے۔

حکام پر واجب ہے کہ وہ اقامت دین اور اعانت کے لیے علماء کو مقرر کریں اور اگر وہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوں تو پھر عام مسلمانوں پر واجب ہے، کیونکہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے اور ان کے پاس اتنی جائیداد نہیں تھی جس سے اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکتے تو وہ کپڑے فروخت کرنے کے لیے بازار گئے، ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا میں اپنے اہل و عیال پر کہاں سے خرچ کروں گا، تو صحابہ نے ان کو واپس کر دیا اور ان کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔

فقہاء احناف نے تعلیم قرآن کی اجرت کی ممانعت پر جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ احادیث ائمہ فن کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بچوں کے معلم تم میں بدترین لوگ ہیں، یتیم پر بہت کم رحم کرتے ہیں اور مسکین پر بہت سخت ہیں اس حدیث کی سند میں سعید بن طریف ہے اور وہ متروک ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ معلمین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کے درہم حرام ہیں، ان کے کپڑے نجس ہیں، اور ان کا کلام ریا ہے، اس حدیث کی سند یہ ہے از علی بن عاصم از حماد بن سلمہ از ابو جرہم، ابو جرہم مجہول ہے، حماد بن سلمہ نے ابو جرہم نام کے کسی شخص سے روایت نہیں کی، اس نے ابوالمہزم سے روایت کی ہے اور وہ بھی متروک ہے، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بعض اصحاب صفہ کو قرآن مجید اور کتابت کی تعلیم دی، ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان بہ طور ہدیہ دی، میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا اگر تمہیں آگ کے طوق کو گلے میں ڈالنا پسند ہو تو اس کو قبول کر لو، اس حدیث کو امام ابو داؤد نے مغیرہ بن زیاد موصلی سے روایت کیا ہے، مغیرہ اہل علم کے نزدیک معروف ہے،

لیکن اس کی روایات منکر ہیں، اور یہ روایت بھی انھی میں سے ہے، یہ حدیث حضرت ابی بن کعب سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے، نیز اس حدیث میں یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ پہلے انھوں نے خالصاً لوجہ اللہ تعلیم دی ہو اور پھر اس پر اجرت لی ہو، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر معلمین ہیں جب دین پرانا ہو جاتا ہے تو یہ اس کو تازہ کرتے ہیں، ان کو (نذرانے) دو، اور ان کو اجرت پر طلب نہ کرو، جس سے ان کو حرج ہو، کیونکہ جب معلم، بچہ سے کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بچہ کے لیے معلم کے لیے اور ان کے ماں باپ کے لیے جہنم سے برأت لکھ دیتا ہے۔

اجرت لے کر نماز پڑھانے والے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، اشہب کہتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ جو شخص اجرت لے کر رمضان میں تراویح پڑھاتا ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور فرض نماز پر اجرت لینا زیادہ مکروہ ہے۔ امام شافعی، ان کے اصحاب اور ابو ثور کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے، امام اوزاعی نے کہا، اس کی نماز نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا اس کی نماز مکروہ ہے۔ علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا تعلیم قرآن اور امامت دونوں پر اجرت لینے کا ایک حکم ہے، دونوں مسئلوں میں ایک جیسا اختلاف ہے اور ان دونوں کے ایک جیسے دلائل ہیں۔[1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

جو عبادت کسی شخص پر متعین ہو اور اس میں نیابت جائز نہ ہو، اس پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ فرض ہو یا نہ ہو، جیسے فجر کی دو سنتیں اور فرض کفایہ اس کے برعکس ہے، مثلاً میت کو غسل دینا اور اس کا جنازہ اٹھانا، اگر اس کا کرنا کسی پر متعین نہیں ہے تو اس کا اس پر اجرت لینا جائز ہے اور نماز جنازہ پر اجرت لینا مطلقاً جائز نہیں ہے۔[2]

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

نماز اور روزہ خواہ فرض ہوں یا مستحب ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، ان کے علاوہ جو امور مستحب ہیں مثلاً ذکر اور تلاوت قرآن وغیرہ ان پر اجرت لینا جائز ہے، اور اجرت لے کر جس شخص کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچایا جائے اس کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور نماز جنازہ پر اجرت لینی اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ عبادت محضہ ہے، اور غسل میت اور جنازہ کو اٹھانا وغیرہ چونکہ عبادت محضہ نہیں ہیں اس لیے ان پر اجرت لینا جائز ہے۔[3]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جن عبادات کی ادائیگی کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے، مثلاً امامت، اذان، حج اور تعلیم قرآن وغیرہ ان پر اجرت لینا

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ١ ص ٣٣٧ - ٣٣۵ ملخصاً مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ١٣٨٧ھ

[2] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ١١٩٧ھ، الشرح الکبیر ج ٤ ص ٢٢ - ٢١، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ١٢١٩ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ٤ ص ٢٢ مطبوعہ دار الفکر بیروت

جائز نہیں ہے، اس کی امام احمد نے تصریح کی ہے، عطاء، ضحاک بن قیس، امام ابوحنیفہ اور زہری کا بھی یہی قول ہے، اور اسحاق نے تعلیم قرآن کی اجرت کو مکروہ کہا ہے، اور عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ معلمین جو روٹیاں کھاتے ہیں وہ حرام ہیں، حسن، ابن سیرین، طاؤس، شعبی اور نخعی نے کہا ہے کہ تعلیم قرآن کی شرط کے ساتھ اجرت لینا مکروہ ہے، ابوالخطاب نے امام احمد سے دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے۔

ابوطالب نے امام احمد سے یہ نقل کیا ہے، کہ امام احمد نے یہ کہا کہ میرے نزدیک تعلیم دینا اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ بادشاہوں پر توکل کریں، یا کسی عام آدمی سے قرض لے لیں اور شاید وہ اس کو ادا نہ کرسکیں، اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد کے نزدیک تعلیم کی اجرت کو منع کرنا، کراہت کی وجہ سے تھا، تحریم کی وجہ سے نہیں تھا۔

امام مالک، امام شافعی، ابوقلابہ، ابوثور، اور ابن المنذر نے معلمین کی اجرت کو جائز کہا ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید یاد ہونے کی وجہ سے ایک شخص کا عقد کر دیا اور جب تعلیم قرآن نکاح میں مہر کے قائم مقام ہوسکتی ہے تو اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے"، یہ حدیث صحیح ہے، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر ایک عقرب گزیدہ پر دم کیا وہ اچھا ہو گیا اور انھوں نے اس کی اجرت میں بکریاں لیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا "تم نے حق دم کر کے اجرت لی ہے اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو، نیز بیت المال سے مساجد اور پلوں کی تعمیر کے لیے رقم نکالنا اور معلمین کو رزق دینا جائز ہے، نیز جو شخص حج نہ کرسکتا ہو تو اجرت دے کر حج کرانا جائز ہے تو تعلیم قرآن وغیرہ پر بھی اجرت جائز ہوگی۔

امام احمد سے جو پہلی روایت منقول ہے کہ عبادات پر اجرت جائز نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبادہ بن صامت کی کمان والی حدیث ہے اور حضرت عبدالرحمان بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید پڑھو اور اس کو کھانے اور مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ، اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث سے دم کرنے کی اجرت کا جواز ثابت ہوتا ہے اس کے امام احمد قائل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق کتاب اللہ ہے"، یہ بھی دم کی اجرت پر محمول ہے اور جس حدیث میں ہے کہ قرآن مجید یاد ہونے کی وجہ سے آپ نے ایک شخص کا عقد کر دیا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ نے تعلیم قرآن مجید کو مہر قرار دیا اور بیت المال سے جو معلمین کو رزق دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت المال مسلمانوں کے مصالح کے لیے وقف ہے اس سے اجرت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر معلم کو بغیر شرط کے کچھ دیا جائے تو یہ امام احمد کے نزدیک جائز ہے، ایوب بن سافری نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ معلم طلب کرے نہ شرط لگائے اور بغیر شرط کے دے دیا جائے تو اس کو قبول کرلے، احمد بن سعید کی روایت میں ہے کہ اگر معلم اجرت کی شرط لگائے تو میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں، اگر معلم اجرت کو طلب کرے نہ اس کی شرط لگائے اور پھر اس کو کوئی چیز ملے اور وہ اس کو قبول کرلے تو یہ ان کے نزدیک زیادہ بہتر ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے پاس یہ مال بغیر سوال اور بغیر طمع کے آئے تو اس کو لے لو اور اس سے تمول

حاصل کرو، کیونکہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہارے لیے بھیجا ہے، نیز جب بغیر شرط کے کچھ ملے گا تو وہ بمنزلہ ہبہ اور ہدیہ کے ہوگا، اگر بچوں کو لکھنا سکھانے اور ان کی حفاظت پر اجرت دی جائے تو یہ امام احمد کے نزدیک جائز ہے، اسی طرح اگر امام مسجد، مسجد کی حفاظت کرے، اس میں قندیل روشن کرے، اس کی صفائی کرے، مسجد کے دروازوں کو کھولے اور بند کرے اور اس کی خدمت پر اجرت لے، یا کوئی شخص کسی حاجی کی خدمت کرے یا کسی کے والد کی طرف سے حج کرے اور اس خدمت پر اجرت لے تو یہ ان شاء اللہ ناجائز نہیں ہوگا۔

خط، حساب، شعر کی تعلیم اور مسجدوں اور پلوں کے بنانے پر اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ کام بہ طور عبادت بھی ہوتے ہیں اور بغیر عبادت کے طور پر بھی ہوتے ہیں، اسی طرح حدیث اور فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے، اور جو عبادات صرف اپنے نفس کے لیے کی جاتی ہیں اور دوسروں کو ان کا نفع نہیں پہنچتا مثلاً کسی شخص کا اپنے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا تو اس میں اجرت لینا بہر حال جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [۱]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

دم کرنے اور تعلیم قرآن کی اجرت لینے میں علماء کا اختلاف ہے، عطاء اور ابو قلابہ نے اس کو جائز کہا ہے، امام مالک امام شافعی، امام احمد، اور ابو ثور کا یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ نے دم کو جائز کہا ہے، اسحاق کا بھی یہی قول ہے، زہری نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے ہمارے فقہاء میں سے حاکم نے اپنی کتاب کافی میں لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک آدمی اپنے بچوں کو قرآن مجید، فقہ اور میراث کی تعلیم دینے کے لیے کسی شخص کو اجرت پر رکھے، یا رمضان کی امامت یا اذان کے لیے کسی کو اجرت پر رکھے، خلاصۃ الفتاویٰ میں مبسوط سے نقل کیا ہے کہ عبادات مثلاً قرآن اور فقہ کی تعلیم، اذان، ذکر، تدریس، حج اور زکوٰۃ کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں ہے، اہل مدینہ کے نزدیک یہ جائز ہے، امام شافعی کا یہی مذہب ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جس کے ساتھ مسلمان مختص ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، جیسے نماز اور روزہ۔ [۲]

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یجوز ان یستاجر رجلا لیعلم ولدہ القرآن او الفقہ او الفرائض عندنا وقال الشافعی رحمہ اللہ یجوز ذلک فالمذھب عندنا ان کل طاعۃ یختص

ایک آدمی اپنے بچوں کو قرآن مجید، فقہ یا وارثت کی تعلیم دینے کے لیے کسی کو اجرت پر رکھے یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز ہے، ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جس کے ساتھ

---

[۱] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۲] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بها المسلم فالاستئجار علیه باطل وعلی قول الشافعی کل ما لا یتعین علیه علی الاجیر اقامته فالاستئجار علیه صحیح (الی قوله) وبعض ائمة بلخ رحمهم الله اختاروا قول اهل المدینة رحمهم الله وقالوا ان المتقدمین من اصحابنا رحمهم الله بنوا هذا الجواب علی ما شاهدوا فی عصرهم من رغبة الناس فی التعلیم بطریق الحسبة ومروءة المتعلمین فی مجازات الاحسان بالاحسان من غیر شرط فاما فی زماننا فقد انعدم المعینین جمیعا فنقول یجوز الاستئجار لئلا یتعطل هذا الباب ولا یبعد ان یختلف الحکم باختلاف الاوقات۔ [1]

مسلمان مختص ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور امام شافعی کے نزدیک ہر وہ عبادت جس کو ادا کرنا اجرت لینے والے پر متعین نہیں ہے اس پر اجرت لینا صحیح ہے۔ بعض ائمہ بلخ رحمہم اللہ نے اہل مدینہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہمارے متقدمین فقہاء رحمہم اللہ کے زمانہ میں لوگ محض خدا کے لیے اور ثواب کی خاطر تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے اور پڑھنے والے بھی بغیر کسی شرط کے اپنے اساتذہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، اس لیے انھوں نے اجرت پر تعلیم دینے کو ناجائز قرار دیا ہے، اور ہمارے زمانہ میں دونوں جانب سے احسان اور مروت ختم ہو چکی ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اجرت لے کر تعلیم دینا جائز ہے تاکہ تعلیم کا دروازہ بند نہ ہو، اور زمانہ بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن وعلیه الفتوی۔ [2]

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے، کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہو گئی ہے، اور اس کو ناجائز کہنے میں قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا، اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

انما کره المتقدمون ذلک لانه کان للمعلمین عطیات من بیت المال فکانوا مستغنین عما لا بد لهم من امر معاشهم وقد کان فی الناس رغبة فی التعلیم بطریق الحسبة ولم یبق ذلک وقال ابو عبد الله الخیزاخزی یجوز فی زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة ذکره فی

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے، اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے، اور اب یہ چیز باقی نہیں ہے، امام ابو عبد اللہ الخیزاخزی نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۳۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[2] علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اخیرین ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

الذخیرۃ۔[1]

میں ہے۔

علامہ خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

وکذا یفتی بجواز الاجارۃ علی تعلیم الفقہ وقال الامام الخیزاخزی فی زماننا یجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرۃ کذا فی الروضۃ۔[2]

اسی طرح فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ ہے اور امام خیزاخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح روضہ میں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومشائخ بلخ جوزوا الاستئجار علی تعلیم القرآن اذا ضرب لذلک مدۃ وافتوا بوجوب المسمی وعند عدم الاستئجار اصلا او عند الاستئجار بدون المدۃ افتوا بوجوب اجر المثل کذا فی المحیط وقد استحسنوا جبر والد الصبی علی المبرۃ المرسومۃ وکان الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یقول یجبر المستاجر علی دفع الاجرۃ ویحبس بہا قال وبہ یفتی وکذا جواز الاستئجار علی تعلیم الفقہ ونحوہ والمختار للفتوی فی زماننا قول ھؤلاء کذا فی الفتاوی العتابیۃ۔[3]

جب مدت مقرر کر لی جائے تو مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنے کو جائز کہا ہے اور انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مشاہرہ دینا واجب ہے، اور جب اجرت پر نہ رکھا جائے تو انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اس وقت عرف اور رواج کے مطابق اجرت دینا واجب ہے اسی طرح محیط میں ہے، انھوں نے کہا کہ بچے کے والد کو طے شدہ مشاہرہ دینے پر مجبور کرنا مستحسن ہے اور شیخ ابوبکر محمد بن فضل یہ کہتے تھے کہ اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو قید کیا جائے گا، انھوں نے کہا اسی قول پر فتویٰ ہے اسی طرح فقہ وغیرہ کی تعلیم پر بھی اجرت طلب کرنا جائز ہے، ہمارے زمانہ میں انہی مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا مختار ہے، اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

واختلفوا فی الاستئجار علی قراءۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضہم لایجوز وقال بعضہم یجوز وھو المختار کذا فی السراج الوہاج۔[4]

قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کے لیے مدت مقررہ تک کسی کو اجرت پر رکھنے میں اختلاف ہے، بعض مشائخ نے کہا یہ جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا یہ جائز ہے اور یہی قول مختار ہے، اسی طرح سراج وہاج میں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۔ ۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۴ ص ۴۴۸، مطبوعہ مکتبہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] " " " " فتاویٰ عالم گیری ج ۴ ص ۴۴۹، " " " "

الباب الثاني فيما اذا خالف العرف
ما هو ظاهر الرواية فنقول اعلم ان المسائل
الفقهية اما ان تكون ثابتة بصريح النص
وهي الفصل الاول واما ان تكون ثابتة
بضرب اجتهاد ورأي وكثير منها ما
يبنيه المجتهد على ما كان في عرف زمانه
بحيث لو كان في زمان العرف الحادث لقال
بخلاف ما قاله اولا ولهذا قالوا في شروط
الاجتهاد انه لابد فيه من معرفة عادات
الناس فكثير من الاحكام تختلف باختلاف
الزمان لتغير عرف اهله او لحدوث ضرورة
او فساد اهل الزمان بحيث لو بقي الحكم
على ما كان عليه اولا للزم منه المشقة والضرر
بالناس ولخالف قواعد الشريعة المبنية
على التخفيف والتيسير ودفع الضرر والفساد
لبقاء العالم على اتم نظام واحسن احكام
ولهذا ترى مشائخ المذهب خالفوا ما نص
عليه المجتهد في مواضع كثيرة بناها على
ما كان في زمنه لعلمهم بانه لو كان في زمنهم
لقال بما قالوا به اخذا من قواعد مذهبه
فمن ذلك افتاؤهم بجواز الاستئجار
على تعليم القرآن ونحوه لانقطاع عطايا
المعلمين التي كانت في الصدر الاول ولو
اشتغل المعلمون بالتعليم بلا اجرة يلزم
ضياعهم وضياع عيالهم ولو اشتغلوا
بالاكتساب من حرفة وصناعة يلزم ضياع
القرآن والدين فافتوا باخذ الاجرة على
التعليم وكذا على الامامة والاذان كذلك
مع ان ذلك مخالف لما اتفق عليه ابوحنيفة

باب ثانی ان چیزوں کے بیان میں ہے جن میں عرف
ظاہر الروایت کے خلاف ہے، پس ہم یہ کہتے ہیں کہ مسائل
فقہیہ یا تو نص صریحہ سے ثابت ہوتے ہیں اور یہ فصل اول
ہے اور یا اجتہاد اور رائے سے ثابت ہوتے ہیں،
مؤخر الذکر میں سے زیادہ تر وہ مسائل ہیں جن کو مجتہد اپنے
زمانے کے عرف کے اعتبار سے بیان کرتا ہے، بایں طور
کہ اگر مجتہد اس زمانے میں ہوتا تو اپنے پہلے قول کے خلاف
کہتا۔ اسی لیے علماء اصول نے کہا ہے کہ اجتہاد (افتاء) کی
شرائط میں سے یہ ہے کہ مجتہد کو لوگوں کی عادت اور عرف کی
معرفت ہو، کیونکہ زمانہ کے بدلنے سے اکثر احکام بدل جاتے
ہیں، اور اس کی وجہ لوگوں کے عرف اور رواج کا بدلنا ہے، یا
کسی نئی ضرورت کا پیدا ہونا ہے، یا اہل زمانہ کا فساد ہے
اور اگر عرف اور زمانہ کے بدلنے کے باوجود پہلا حکم باقی
رکھا جائے تو لوگوں کو مشقت ہوگی اور ان کا ضرر پہنچے گا،
اور اس سے ان قواعد شرعیہ کی مخالفت ہوگی جو لوگوں
کے لیے تخفیف اور آسانی اور ان سے ضرر اور فساد کو
دور کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں تاکہ نظام عالم
عمدہ احکام کے ساتھ برقرار رہے، اسی وجہ سے تم دیکھتے
ہو کہ بکثرت مواقع پر مشائخ مذہب نے اپنے زمانہ کی
ضروریات کی وجہ سے مجتہد کی تصریحات کے خلاف فتاویٰ
جاری کیے، کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ اگر وہ مجتہد بھی اس زمانہ
میں ہوتا تو وہ بھی قواعد مذہب کے مطابق وہی کہتا جو انہوں
نے کہا ہے، اس کی مثالوں میں سے ایک مثال تعلیم
قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دینا ہے،
کیونکہ اسلام کے ابتدائی عہد میں معلمین کو جو عطیات اور وظائف
ملتے تھے اب وہ بند ہو گئے ہیں، اور اگر معلمین بغیر اجرت
کے تعلیم دیتے رہیں تو اس سے وہ اور ان کے اہل و عیال
ضائع ہو جائیں گے، اور اگر وہ کوئی اور پیشہ یا کاروبار کرنا
شروع کر دیں تو قرآن مجید اور دین کا علم ضائع ہو جائے گا،

وابو یوسف ومحمد من عدم جواز الاستئجار واخذ الاجرة عليه كبقية الطاعات من الصوم والصلوٰة والحج وقراءة القرآن ونحو ذلك۔ [1]

اس لیے انھوں نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا، اسی طرح امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا۔ حالانکہ یہ فتویٰ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کی ان تصریحات کے خلاف ہے کہ تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ پر اجرت لینا، نماز، روزہ، حج اور تلاوت قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کی طرح ناجائز ہے۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان ويجبر المستاجر على دفع ما قيل۔ [2]

اسی زمانہ میں تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

علامہ ابن بزاز کردری حنفی لکھتے ہیں:

الاستئجار على الطاعات كتعليم القرآن والفقه والتدريس والوعظ لا يجوز اى لا يجب الاجر واهل المدينة طيب الله تعالى ساكنها جوزه وبه اخذ الامام الشافعی قال فی المحيط وفتوى مشائخ بلخ على الجواز قال الامام الفضلى والمتاخرون على جوازه۔ [3]

عبادات مثلاً قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم، تدریس اور وعظ پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے، یعنی ان پر اجرت دینا واجب نہیں ہے، اہل مدینہ نے اس اجرت کو جائز کہا ہے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے، محیط میں ہے کہ بلخ کے مشائخ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، امام فضلی نے کہا کہ متاخرین اس کے جواز کے قائل ہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال الذهبی الحد الفاصل بين العلماء المتقدمين والمتاخرين راس القرن الثالث وهو الثلاثمائة انتهى فالمتقدمون من قبله والمتاخرون من بعده۔ [4]

حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ علماء متقدمین اور علماء متاخرین کے درمیان حد فاصل، تین سو سال ہیں، تین سو سال سے پہلے متقدمین ہیں اور تین سو سال کے بعد کے علماء متاخرین ہیں۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

وقال النهاية يفتى بجواز الاستئجار

صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رسائل ابن عابدین ج ١ ص ١٢٦-١٢٥، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ١٣٩٦ھ

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ٥ ص ٣٦، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ١٣٢٧ھ

[3] علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ٨٢٧ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ٥ ص ٣٧، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ١٣١٠ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رسائل ابن عابدین ج ١ ص ١٢١، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ١٣٩٦ھ

على تعليم الفقه ايضا فى زماننا ثم قال وفى روضة الزندويستى كان شيخنا ابو محمد عبد الله الخيزاخزى يقول فى زماننا يجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجر قال كذا فى الذخيرة [1]

فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے اور روضۃ الزندویستی میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابو محمد عبد اللہ الخیزاخزی یہ کہتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں، امام مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے۔ اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔

ملا مسکین لکھتے ہیں:

والفتوى اليوم على جواز الاستئجار لتعليم القرآن) وكذلك نفتى اليوم بجواز الاجارة على تعليم القرآن والفقه قال مشائخنا يجبر الاب على دفع الاجر الى الاستاذ وكذا يجبر على الحلوة الموسومة وقال الامام ابو محمد الخيزاخزى يجوز فى زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة كذا فى الذخيرة و الروضة [2]

اس زمانہ میں قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے، اسی طرح اس زمانہ میں ہم قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ باپ کو استاذ کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اسی طرح رواج کے مطابق مٹھائی دینے پر بھی مجبور کیا جائے گا، امام ابو محمد خیزاخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے۔ اسی طرح ذخیرہ اور روضہ میں ہے۔

علامہ ابو سعود لکھتے ہیں:

واختلفوا فى الاستئجار على قراءة القرآن على القبر مدة معلومة والمختار انه يجوز كذا فى الجوهرة [3]

مدت معینہ تک قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی اجرت میں اختلاف ہے، اور مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے، اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

ويفتى اليوم بصحتها اى الاجارة لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان و يجبر المستاجر على دفع الاجر ويحبس به وعلى الحلوة المرسومة وهى هدية تهدى الى المعلمين على رؤس بعض سور القرآن [4]

اس زمانہ میں قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو اجرت نہ دینے پر قید کیا جائے گا، اور مروجہ شرینی پر بھی مجبور کیا جائے گا، یہ وہ مٹھائی ہے جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے اختتام پر پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۵ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ معین الدین المعروف بملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۳ ص ۲۴۵، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[3] علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ حاشیہ ابی سعود علی ملا مسکین ج ۳ ص ۲۴۵، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[4] ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۲ ص ۲۳۴، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

علامہ علاؤ الدین محمد حصکفی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم) ای یفتی المتاخرون (بالجواز) للاجارۃ (علی ذلک) مثل (الامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ) تحرزا عن الاندراس والاحکام تختلف باختلاف الزمان۔[1]

متاخرین نے عبادات مثلاً امامت اور تعلیم قرآن و فقہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے: تاکہ احکام شرعیہ محفوظ رہیں، اور زمانہ کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں

علامہ شیخ محمد سلیمان المعروف بداماد آفندی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم بالجواز) ای بجواز اخذ الاجرۃ (علی الامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ والاذان کما فی عامۃ المعتبرات وھذا علی مذھب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنوا ذلک وقالوا بنی اصحابنا المتقدمون الجواب علی ما شاھدوا من قلۃ الحفاظ ورغبۃ الناس فیھم وکانت لھم عطیات من بیت المال وافتقاد من المتعلمین فی مجازاۃ الاحسان من غیر مروۃ یعینونھم علی معاشھم ومعادھم وکانوا یفتون بوجوب التعلیم خوفا من ذھاب القرآن وتحریضا علی التعلیم حتی ینھضوا لاقامۃ الواجب فتکثر حفاظ القرآن واما الیوم فذھب ذلک کلہ وانقطعت العطیات من بیت المال بسبب استیلاء الظلمۃ واشتغل الحفاظ بمعاشھم وقلما یعلمون الحسبۃ ولا یتفرغون لہ ایضا فان حاجتھم یمنعھم من ذلک فلولم یفتح باب التعلیم بالاجرۃ لذھب القرآن فافتوا بجوازہ لذلک وراوہ حسنا وقالوا الاحکام قد تختلف باختلاف الزمان الا یری ان النساء کن تخرجن الی الجماعات فی زمانہ علیہ الصلوۃ والسلام

اس زمانہ میں تعلیم قرآن وفقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، جیسا کہ عام معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے یہ بلخ کے متاخرین مشائخ کا مذہب ہے انھوں نے اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا ہمارے متقدمین فقہاء نے جو اس اجرت کو ناجائز کہا تھا وہ اپنے زمانہ کے حالات کی وجہ سے کہا تھا کیونکہ اس وقت حفاظ کم تھے اور لوگ ان کی خدمت میں دلچسپی لیتے تھے اور اس وقت ان لوگوں کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے اور پڑھنے والے اپنے اساتذہ کی بغیر کسی شرط کے خدمت کرتے تھے اور ان کو معاش سے مستغنی کر دیتے تھے اور متقدمین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ تعلیم دینا واجب ہے تاکہ قرآن مجید ضائع نہ ہو اور حفاظ بکثرت ہوں، لیکن اس زمانہ میں یہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے ظالم اور فاسق حکام کے غلبہ کی وجہ سے بیت المال سے علماء اور معلمین کے عطیات منقطع ہو چکے ہیں اور حفاظ اپنی معاشی ضروریات کی وجہ سے کاروبار میں معروف ہو گئے اور محض فی سبیل اللہ پڑھانے والے بہت کم رہ گئے ہیں اور ان کو بھی اپنی معاشی ضروریات کی وجہ سے فرصت نہیں ہے، اس لیے اگر اجرت پر تعلیم کے جواز کی اجازت نہ دی جاتی تو مسلمانوں کے سینوں سے قرآن مجید نکل جاتا! اس لیے متاخرین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور اس کو مستحسن قرار دیا، انھوں نے کہا زمانہ کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں عورتیں پانچوں وقت کی نماز

[1] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المنتقی فی شرح الملتقی ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وزمان ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ حتی منعھن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ واستقر الامر علیہ وکان ذٰلک ھو الصواب کما فی التبیین وفی النھایۃ یفتی بجواز الاستئجار علی تعلیم الفقہ ایضا فی زماننا وفی الخانیۃ خلافہ تتبع وفی المجمع یفتی بجواز الاستئجار علی التعلیم والفقہ والامامۃ کذا فی الذخیرۃ والروضۃ۔[۱]

پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جاتی تھیں، اور حضرت عمر نے اس سے منع کر دیا اور اب تک اسی پر عمل ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ تبیین میں ہے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے، خانیہ میں اس کے خلاف ہے، اور مجمع میں لکھا ہے کہ تعلیم فقہ اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ اور روضہ میں لکھا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم بصحتھا) ای الاجارۃ علی الاذان والامامۃ وتعلیم القرآن لان المتقدمین انما منعوا منھا لرغبۃ الناس فی زمانھم فی فعلھا احتسابا وفی مجازاۃ فاعلھا بالاحسان بلا شرط وفی ھذا الزمان قد زال المعنیان ففی عدم صحۃ الاجارۃ علیھا تضییعھا ولا یبعد ان یختلف الحکم باختلاف الازمنۃ الا تری ان النساء کن یخرجن الی الجماعات فی زمنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وابی بکر حتی منعھن عمر عن ذٰلک وفی الھدایۃ وبعض مشایخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم وعلیہ الفتوی وفی النھایۃ یفتی بجواز الاستیجار علی تعلیم الفقہ ایضا فی زماننا وفی المجمع وقیل یفتی بجوازہ ای الاستیجار علی التعلیم والامامۃ والفقہ وفی الذخیرۃ والروضۃ عن بعض اصحابنا یجوز فی زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرۃ۔[۲]

اس زمانہ میں اذان، امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے کیونکہ متقدمین نے اجرت لینے سے اس لیے منع کیا تھا کہ اس زمانہ میں لوگوں کو محض ثواب کے لیے پڑھانے میں رغبت تھی اور پڑھنے والے بغیر کسی پیشگی شرط کے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اور اب دونوں چیزیں ختم ہو چکی ہیں تو اب علوم دینیہ پر اجرت کو ناجائز کہنے سے یہ علوم ضائع ہو جائیں گے اور زمانہ بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں عورتیں پانچ وقتوں کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے مسجد میں جاتی تھیں، حتیٰ کہ حضرت عمر نے اس سے منع کر دیا۔ اور ہدایہ میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے اور فتویٰ اسی قول پر ہے اور نہایہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ ہے اور مجمع میں لکھا ہے کہ تعلیم قرآن، فقہ اور امامت کی اجرت لینے کے جواز کے فتوے کا ایک قول ہے، اور ذخیرہ اور روضہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے۔

مولوی الیاس نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[۳]

۱۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۲ ص ۳۸۵ - ۳۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح النقایہ ج ۲ ص ۱۱۴ - ۱۱۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۳۔ مولوی محمد الیاس، حاشیہ شرح وقایہ علی شرح نقایہ ج ۲ ص ۱۱۳، " " " "

علامہ خیر الدین رملی[1] اور علامہ شامی حامد آفندی[2] نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ محمد قہستانی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم) ای یفتی المتاخرون (بصحتها) ای الاجارۃ بهذہ العبادات لفتور الرغبات ولانہ لایکون لهم حظ من بیت المال فلو امتنع الاب من المرسوم الی المعلم مثل مایقال پنجشبی وعیدی وغیرهما جبس علی ذلك فلو اريد ان یصح علی قول الکل فیستاجر المعلم ثم یامر بالتعلیم وتمامہ فی الخلاصۃ و المضمرات ۔[3]

اس زمانہ میں متاخرین نے ان عبادات (تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ) پر اجرت دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ اب لوگوں کی رغبت میں کمی ہوگئی ہے، اور بیت المال سے ان کو وظیفے نہیں ملتے۔ سو اگر بچہ کا باپ اس کے استاذ کو رواج کے مطابق عیدی اور پنج شبی وغیرہ نہیں دیگا تو اس کو قید کر لیا جائے گا اور اگر متقدمین اور متاخرین دونوں کے قول پر عمل کا ارادہ کیا جائے تو معلم کو (مطلقاً) ملازم رکھ لیا جائے پھر اس کو تعلیم دینے کا امر کیا جائے، اس کی پوری تحقیق خلاصہ اور مضمرات میں ہے۔

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری لکھتے ہیں:

جنس اخر فی تعلیم القرآن والحرف وفی الاصل لایجوز الاستیجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقہ والاذان والتذکیر والتدریس والحج والغزو یعنی لایجب الاجر وعند اهل المدینۃ یجوز وبہ اخذ الشافعی و نصیر وعصام وابونصر والفقیہ ابواللیث ولو امتنع اب الصبی من اداء الوظیفۃ الی المعلم یجبر علی المراسم چون حلوۂ پنج شنبی وعیدی قال فی المحیط وعلیہ فتوی مشائخ بلخ قال الامام الفضلی رحمہ اللہ اصحابنا المتاخرون یجیزون ذلك ویقولون یجبر علی دفع الاجرۃ ویجبر بها وبہ یفتی مشائخ بلخ افتوا بوجوب المسمی عند ذکر المدۃ بوجوب اجر

مبسوط میں مذکور ہے کہ عبادات مثلاً تعلیم قرآن و فقہ، اذان، ذکر، تدریس، حج اور جہاد وغیرہ پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، یعنی اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک ان کی اجرت لینا جائز ہے، امام شافعی، نصیر، عصام، ابو نصر اور فقیہ ابو اللیث کا یہی قول ہے، اگر بچہ کا باپ معلم کے مشاہرہ دینے سے انکار کرے تو اس کو حسب دستور اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، مثلاً پنج شنبی کی مٹھائی اور عیدی، محیط میں ہے کہ بلخ کے مشائخ کا اسی پر فتویٰ ہے، امام فضلی رحمہ اللہ نے کہا، ہمارے متاخرین اصحاب نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، انھوں نے کہا کہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، بلخ کے مشائخ کا فتویٰ ہے کہ جب مدت معین کر دی جائے تو مقرر شدہ اجرت دینا واجب ہے، اور جب مدت مذکور نہ ہو تو حسب دستور

---

[1] علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ، فتاویٰ خیریہ، علی ہامش تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۱۸۱-۱۸۰، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ حامد بن علی قونوی رومی حنفی متوفی ۹۸۵ھ، الفتاوی الحامدیہ مع تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ محمد خراسانی (قہستانی) متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۳ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران، ۱۴۰۱ھ

المثل عند عدم ذکر المدة [۱]

اجرت دینا واجب ہے۔

علامہ آلوسی ولا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا۔ "میری آیات کے بدلے میں کم قیمت نہ لو" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت سے کتاب اللہ اور دیگر علوم کی تعلیم میں اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے، اور اس کے متعلق بعض احادیث بھی مروی ہیں جو غیر صحیح ہیں، جب حدیث صحیح یہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! کیا ہم تعلیم پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا جن پر تم نے اجر لیا ہے ان میں سب سے بہتر اجر کتاب اللہ کا اجر ہے، اور بکثرت علماء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے، اگرچہ بعض سے کراہت بھی منقول ہے، بہرحال اس آیت میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے عدم جواز پر دلیل نہیں ہے۔ [۲]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

در تعلیم قرآن با جرت اختلاف است ومتاخران رخصت درآں کردہ اند۔ [۳]

اجرت پر قرآن کی تعلیم دینے میں اختلاف ہے، اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ثم حرران قول المتاخرین بجواز اخذ الاجرة علی الامامة والاذان وتعلیم القران انما اراد وابہ الاخذ علی طریق الصلة والقربة بسبب اتصاف المعطی بعمل من اعمال البر وکذا ارزاق القضاة او یکون مرادھم بالاجرة ما یؤخذ فی مقابلة اتعاب النفس فی الامامة و التاذین فی حضور موضع معین وقیامہ بہ وقتا معینا فانہ لیس بواجب علیہ ولیس من نفس العبادة وکذا اتعاب نفسہ فی تلقین سورة شخصا معینا لیس بواجب علیہ الا ان لا یوجد غیرہ فتجویز الاجارة فیھا لیس من حیث انھا عبادة ———— بل من حیث انھا وسیلة لھا فان عمل الاخرة نوعان الاول ما یکون قربة مقصودة بالذات کالصلاة والصوم والتلاوة والتسبیح والحج

علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے فتاویٰ میں ابوعبداللہ دمشقی کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ پھر یہ تحقیق کی گئی ہے کہ متاخرین نے جو امامت، اذان اور تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے اس سے ان کا صرف یہ ارادہ ہے کہ ان کو مشاہرہ دینے والا محض نیکی اور للّٰہیت کی نیت سے بہ طور خدمت اور احسان ان کو وظیفہ دے، اسی طرح سے قاضیوں کو بھی بہ طور خدمت اور احسان کے مشاہرہ دیا جائے یا متاخرین کی اجرت سے مراد یہ ہے کہ امامت کرنے اور اذان دینے سے انسان کو جو مشقت اور تھکاوٹ ہوتی ہے اس مشقت کے مقابلہ میں ان کو مشاہرہ دیا جائے۔ کیونکہ کسی معین اور مخصوص جگہ پہ اور کسی خاص وقت میں اذان دینا یا نماز پڑھانا ان پر واجب نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس جگہ یا اس وقت میں اور کوئی نہ ہو، پس یہ اجرت عبادت کے عوض نہیں ہے بلکہ عبادت کے ایک ذریعہ کی اجرت ہے کیونکہ اعمال آخرت کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس میں

۱۔ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۲۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۱۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

ونحوها فلا يجوز اخذ الاجرة عليه لانه ما شرع الا بوصف العبادة والخلوص لله تعالى وارادة الدنيا به قلب الموضوع. والثانى ما يكون وسيلة وآلة للنوع الاول كالتعليم والامامة ونحوهما ولا خلاف انه اذا وجد النية فيه لله تعالى يكون قربة يثاب عليها والا لا ولكن يبقى كونه وسيلة وآلة والمتقدمون لم يجوزوا اخذ الاجرة على النوعين لان وضعهما للنفع الاخرة والمتاخرون الحقوا الثانى بعمل الدنيا فى جواز اخذ الاجرة للضرورة من حيث كونها وسيلة. فاذا فهمت ذلك علمت انه ليس فى مذهب الحنفى وغيره جواز اخذ الاجرة على العبادة المقصودة بالذات وانما هى على الوسائل من حيث كونها وسيلة. والحاصل ان اخذ الاجرة على العبادات حرام وما ياخذه الفقهاء ونحوهم اما صلة لهم او كفاية لهم عن الاشتغال بالكسب واما اجرة على اتعاب النفس فيما دون العبادات انتهى ملخصاه ثم ذكر مسئلة الاستئجار على الحج وقال ان كتب الحنفية مشحونة بعدم الجواز بكلمة ظاهر الرواية كما هو المفهوم من كلام الكرمانى فى وشرح الكافى وآداب المفتين والكفاية وخزانة الاكمل والتحفة والمجمع والمحيط وشرح الطحاوى وغيرها ثم ذكر كلام الخانية وفتح القدير الذى قدمناه عن رسالة الشرنبلالى. ثم ذكر ما قدمناه على الجوهرة ونصه واختلفوا فى الاستئجار على قراءة القرآن مدة معلومة قال بعضهم لا يجوز

عبادت مقصود بالذات ہو، جیسے نماز، روزہ، تلاوت قرآن، تسبیح اور حج وغیرہ، ان عبادات کے عوض اجرت لینا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کو خالصتاً لوجہ اللہ مشروع کیا گیا ہے اور ان سے دنیا کمانے کا ارادہ کرنا ان کی حقیقت بدلنا ہے، دوسری قسم وہ ہے جو پہلی قسم کا وسیلہ ہو جیسے تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب ان کاموں سے اللہ کی نیت کی جائے گی تو یہ اللہ کی عبادت ہوں گے اور ان پر ثواب ملے گا، ورنہ نہیں، لیکن اس کے باوجود ان کا وسیلہ اور آلہ ہونا باقی ہے، متقدمین فقہاء نے دونوں قسم کے اعمال پر اجرت لینے کو منع کیا تھا لیکن متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے اعمال کی دوسری قسم کو بہ حیثیت وسیلہ دنیا کے ساتھ لاحق کر دیا اور اس پر اجرت لینے کو جائز کہا، جب تم نے یہ سمجھ لیا تو تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مذہب حنفی میں اور کسی اور مذہب میں عبادت مقصودہ پر اجرت لینا بالکل جائز نہیں ہے، البتہ جو عبادات، عبادات مقصودہ کا وسیلہ ہیں ان پہ اجرت لینا جائز ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عبادات پہ اجرت لینا حرام ہے اور فقہاء جو اجرت لیتے ہیں وہ یا تو بہ طور خدمت اور احسان کے لیتے ہیں، یا اس وجہ سے لیتے ہیں کہ وہ درس اور افتاء کی مشغولیت کی وجہ سے اپنی معاشی ضروریات کے لیے کوئی اور کام نہیں کرتے یا مخصوص جگہ اور مخصوص اوقات میں جانے اور پابندی کرنے سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے اس کا معاوضہ لیتے ہیں، نفس عبادات کا معاوضہ نہیں لیتے۔ پھر علامہ قاسم نے حج پر اجرت لینے کا ذکر کیا اور یہ لکھا کہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں مثلاً شرح الکافی، آداب المفتین، کفایہ، خزانۃ الاکمل، تحفہ، مجمع، محیط، شرح الطحاوی خانیہ اور فتح القدیر میں یہ لکھا ہوا ہے، کہ یہ جائز نہیں ہے، پھر علامہ قاسم نے جوہرہ نیرہ سے مدت معینہ تک قرآن مجید کی تلاوت کا مسئلہ ذکر کیا، جوہرہ کی عبارت یہ ہے کہ مدت معینہ کے لیے قرآن مجید کی

وقال بعضهم یجوز وهو المختار. وعبارة الزاهدی فی القنیة من بنی مدرسة ومقبرة لنفسه فیها ووقف علیها ضیعة وبین فیها ان ثلاثة ارباعه للمتفقهة وربعه یصرف الی من یقوم بکنس المقبرة وفتح بابها واغلاقه والی من یقرأ عند القبر وقضی القاضی بصحة وقفه وجعل آخره للفقراء یحل لمن یقرأ عند قبره اخذ هذا الموسوم ولمن یکنسه. وقال بعضهم ان کان القاریء معینا یجوز والا فلا انتهی۔[1]

تلاوت پر اجرت لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ ناجائز ہے اور بعض نے کہا جائز ہے اور یہی مختار قول ہے، اور قنیہ میں زاہدی کی عبارت یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے لیے مدرسہ اور مقبرہ بنایا اور اس کے لیے کچھ زمین وقف کر دی اور یہ بیان کیا کہ اس زمین کی آمدنی کا تین چوتھائی حصہ مدرسہ کے متعلمین پر صرف ہو گا اور ایک چوتھائی حصہ قبرستان کی صفائی اس کے دروازوں کو کھولنے، بند کرنے، اور قبر پر پڑھنے والوں پر صرف کیا جائے گا، اور قاضی نے اس وقف کی صحت کا فیصلہ کر دیا تو قبر پر پڑھنے والوں اور قبر کی حفاظت کرنے والوں کے لیے اس آمدنی کو لینا جائز ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اگر قبر پر پڑھنے والا معین ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ: اطاعت و عبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لیے امامت کے لیے قرآن و فقہ کی تعلیم کے لیے حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف حج کرے، متقدمین فقہاء کا یہی مسلک ہے مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہو گا انھوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثنا فرما دیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم القرآن و فقہ اور اذان و امامت پر اجارہ جائز ہے، کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن و فقہ پڑھانے والے طلب معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے؛ اسی طرح اگر مؤذن و امام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان و جماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس سے شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی، اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں ادھر ادھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ تقریر کے ذریعہ انھیں دین کی تعلیم دے دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے گا یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندۂ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو محض خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہو گا اور اس

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۷۹-۱۸۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اجرت نہیں ہے بلکہ اعانت و امداد ہے۔ [۱]

ہم نے فقہاء احناف کی جو عبارات نقل کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین احناف کے نزدیک تو تعلیم قرآن و فقہ، امامت، خطابت اور اذان دینے پر اجرت لینا اصلاً ناجائز ہے اور متاخرین احناف (۳۰۰ھ کے بعد کے علماء) کے نزدیک دینی ضرورت کی بناء پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی تین توجیہات ہیں:

(۱)۔ بغیر تعین اور تقرر اور پیشگی شرط کے معلم، امام، خطیب اور مؤذن کی بہ طور احسان اور امداد خدمت کر دی جائے اور اس میں طرفین کو اجر و ثواب ہوگا معلم وغیرہ یہ نیت کریں کہ ہم اللہ کے لیے پڑھا رہے ہیں اور دینے والے یہ نیت کریں کہ ہم حسبۃً للہ دین کا کام کرنے والوں کی خدمت کر رہے ہیں۔

(۲)۔ معلم اور امام وغیرہ کو کسی خاص مسجد میں درس دینے یا نماز پڑھانے کا خاص نظام الاوقات میں پابند کیا جاتا ہے سو اس وقت اور جگہ کی پابندی کرنے سے جو مشقت ہوتی ہے، اس مشقت کے بدلہ میں اجرت لی جائے اور نفس تعلیم یا امامت کی اجرت کی نیت نہ کی جائے۔ اس صورت میں بھی تعلیم دینے اور نماز پڑھانے کا اجر و ثواب ہوگا، اور یہ بالکل واضح بات ہے کیونکہ اگر معلم اپنے گھر پڑھائے تو اس کو مدرسہ والے تنخواہ نہیں دیں گے، اسی طرح امام اپنے گھر میں نماز پڑھائے یا کسی اور مسجد میں نماز پڑھائے تو اسے اس کی مسجد والے تنخواہ نہیں دیں گے، یا ان کے مقرر کردہ اوقات کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھائے، تب بھی انتظامیہ اس کو تنخواہ نہیں دے گی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ خاص جگہ اور خاص وقت کی پابندی کی تنخواہ ہے، نفس امامت اور نفس تعلیم کی تنخواہ نہیں ہے اور اس کا اجر ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ عطاً فرمائے گا۔

(۳)۔ خلفائے راشدین کار خلافت میں مشغول ہونے کے باعث کار معاش نہ کر سکے تو ان کی معاشی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا، اور اب چونکہ اسلامی نظام حکومت نہیں ہے اس لیے مسلمانوں کی جماعتوں پر فرض ہے کہ وہ دین کا کام کرنے والے علماء کی معاشی ضروریات کے لیے وظائف مقرر کریں، اور علمائے دین کو تعلیم اور امامت وغیرہ پر جو مشاہرہ دیا جاتا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ اور جس طرح بیت المال سے وظائف لینے کے باوجود خلفاء راشدین کے اجر و ثواب میں فرق نہیں آیا اسی طرح علماء دین کے مشاہرہ لینے سے ان شاء اللہ ان کے اجر و ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی تعلیم، امامت، خطابت اور اذان کے مشاہرہ میں جس طرح یہ توجیہات جاری ہوتی ہیں اسی طرح ایصال ثواب کے لیے گھروں اور قبرستان میں جو قرآن خوانی کی جاتی ہے، اور قرآن مجید پڑھنے والوں کی جو خدمت کی جاتی ہے اور تراویح میں قرآن مجید سنانے والے حافظ کو جو نذرانہ دیا جاتا ہے ان میں بھی یہی توجیہات اسی طرح جاری ہوتی ہیں، لیکن بعض علماء نے مؤخر الذکر دو صورتوں کو ناجائز کہا ہے، اس لیے ہم ان کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔

....

---

[۱]۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۱۴ ص ۱۱۲ - ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی مروجہ خدمت کی تحقیق

علامہ شامی نے اس مسئلہ میں بہت سخت موقف اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

والحاصل ان ما شاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للامر والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فانی یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرة ما قرأ احد لاحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسیلة الی جمع الدنیا انا لله وانا الیه راجعون۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اجرت پر سیپارے پڑھنے کا جو رواج ہے وہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں قرآن پڑھنے کا امر ہے اور اس کا ثواب عطا کرنے والے کے لیے ہے اور قرأت مال کی وجہ سے ہے، اور جب نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والے کو ثواب ہی نہیں ہوگا، تو اجرت پر طلب کرنے والے کو ثواب کیسے پہنچے گا، اور اگر اجرت کا رواج نہ ہوتا تو اس زمانہ میں کوئی شخص کسی کے لیے نہ پڑھتا، بلکہ ان لوگوں نے قرآن عظیم کو دنیا جمع کرنے کا وسیلہ بنا لیا۔ انا لله وانا الیه راجعون!

استدلال کی اس عبارت میں کئی باتیں غلط اور واقع کے خلاف ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ نیت کا حال اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پھر تمام قرآن خوانی کرنے والوں کے متعلق یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ ان کی نیت صحیح نہیں ہوتی، دوسری یہ بات غلط اور واقع کے خلاف ہے کہ اگر اجرت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی کے لیے قرآن خوانی نہیں کرے گا، ہمارے مشاہدہ میں حد وشمار سے باہر ایسی مثالیں ہیں جب لوگ اپنے متعلقین، رشتہ داروں، دوستوں اور محلہ داروں کے لیے بغیر کسی معاوضہ کے قرآن خوانی کرتے ہیں، داتا دربار میں ہر وقت لوگ قرآن خوانی کرتے رہتے ہیں، دیگر مزارات پر بھی قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، علامہ اقبال اور قائداعظم کے مزار پر قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، اور مدارس کے جن غریب طلباء کو لوگ قرآن خوانی کے لیے لے جاتے ہیں ان سے پہلے کوئی معاہدہ نہیں ہوتا اجرت طے کی جاتی ہے نہ کوئی شرط لگائی جاتی ہے، بعض لوگ ختم کے بعد طلباء کو فی سبیل اللہ کچھ پیسے دے دیتے ہیں، کچھ کھانا کھلاتے ہیں، اور بعض لوگ صرف چائے پلانے پر اکتفاء کرتے ہیں اور بعض لوگ کچھ بھی نہیں دیتے، ہوسکتا ہے بعض نادار اور ضرورت مند طلباء کے دل میں یہ خواہش ہو کہ ان کو کچھ پیسے مل جائیں لیکن ان کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ وہ پیسوں کے عوض پڑھیں گے اور قرآن مجید سے دنیا کمائیں گے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے اور یہ دعویٰ کرنا کہ اگر اجرت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی کے لیے نہیں پڑھے گا۔ مستقبل کے لیے ایک ایسی پیش گوئی ہے جس کی جرأت کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کھلانے والا جانتا ہو اور ان کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دیتا ہے، یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۸۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام لا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا [1]

ہاں قرآن خوانی پر اجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے، اور یہ تنخواہ دیں گے پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے، اب یہ اجرت بلا شبہ جائز ہے کہ اوس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ [2]

تلاوت وتہلیل میں اجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں، گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اوسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے، (۲) جب کہ عادت ورواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اوسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اجرت میں داخل ہے فان المعروف کالمشروط (۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحۃ معروف کی نفی کر دے تو مشروط نہیں رہے گا مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائیگا یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں اوس کے بعد پڑھے پھر جو چاہیں دے دیں وہ اجرت میں داخل نہیں ہوگا۔ [3]

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ: فقہائے کرام نے اس کلیہ سے جن چیزوں کا استثنا فرمایا اور وہ مذکور ہوئیں اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن پر اجارہ جس طرح قدما کے نزدیک ناجائز ہے، متاخرین کے نزدیک بھی ناجائز ہے لہٰذا سوم وغیرہ کے موقع پر اجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار۔ اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کراتے ہیں اگر اجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے اس کا ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں، نیت کے ساتھ ہیں، جب اللہ کے لیے عمل نہ ہو تو ثواب کی امید بے کار ہے (رد المحتار) مقصد یہ ہے کہ ایصال ثواب جائز ہے بلکہ مستحسن ہے مگر اجرت پر تلاوت قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوا کر ایصال ثواب نہیں ہو سکتا، بلکہ پڑھنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھیں اور ایصالِ ثواب کریں یہ جائز ہے۔ [4]

نیز مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ: ریا کی طرح اجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت بھی ہے کہ کسی کی میت کے لیے بغرض ایصال ثواب کچھ لے کر تلاوت کرتا ہے کہ یہاں اخلاص کہاں بلکہ تلاوت سے مقصود وہ پیسے ہیں کہ وہ نہیں ملتے تو پڑھتا بھی نہیں اس پڑھنے میں کوئی ثواب نہیں پھر میت کے لیے ایصالِ ثواب کا نام لینا غلط ہے کہ جب ثواب ہی نہ ملا تو پہنچائے گا کیا اس صورت میں پڑھنے والے کو ثواب نہ میت کو بلکہ اجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار (رد المحتار) ہاں اگر اخلاص کے ساتھ کسی نے تلاوت کی تو اس پر ثواب بھی ہے اور اس کا ایصال ثواب بھی ہو سکتا ہے اور میت کو اس سے نفع بھی پہنچے گا،

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۱، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ

[2] " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲، " " " "

[3] " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۳ " " " " "

[4] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۱۴ ص ۱۱۵ - ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

بعض مرتبہ پڑھنے والوں کو پیسے نہیں دیے جاتے مگر ختم کے بعد مٹھائی تقسیم ہوتی ہے اگر اس مٹھائی کی خاطر تلاوت کی ہے تو یہ بھی ایک قسم کی اجرت ہی ہے کہ جب ایک چیز مشہور ہو جاتی ہے تو اُسے بھی مشروط ہی کا حکم دیا جاتا ہے اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذکور ہو چکا ہاں جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مٹھائی نہیں ملتی جب بھی میں پڑھتا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس بات کا وہ خود اپنے دل میں فیصلہ کر سکتا ہے کہ میرا پڑھنا مٹھائی کے لیے ہے یا اللہ عزوجل کے لیے: پنج آیت پڑھنے والا اپنا دوسرا حصہ لیتا ہے یعنی ایک حصہ خاص پنج آیت پڑھنے کا ہوتا ہے اور نہ ملے تو جھگڑتا ہے گویا یہ زائد حصہ پنج آیت کا معاوضہ ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ جس طرح اجیر کو اجرت نہ ملے تو جھگڑا کر لیتا ہے اسی طرح یہ بھی لیتا ہے لہٰذا بظاہر اخلاص نظر نہیں آتا واللہ اعلم بالصواب میلاد خوان اور واعظ بھی دو حصے لیتے ہیں جبکہ وعظ میں مٹھائی تقسیم ہوتی ہے، جس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ایک حصہ اپنے پڑھنے اور تقریر کرنے کا لیتے ہیں اگر وہی حصہ یہ بھی لیتے جو عام طور پر تقسیم ہوتا ہے بہت خوب ہوتا کہ ذرا سی مٹھائی کے بدلے اجر عظیم کے ضائع ہونے کا شبہ نہ ہوتا بعض جگہ خصوصیت کے ساتھ ان کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں کہ ان کو اسی حیثیت سے کھانا کھلایا جاتا ہے کہ یہ پڑھیں گے بیان کریں گے یہ محض دعوت بھی اُسی اجرت ہی کی حد میں آتی ہے ہاں اگر اور لوگوں کی دعوت بھی ہو تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وعظ و تقریر کا معاوضہ ہے اس قسم کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ لہ

علی الاطلاق یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ متاخرین نے قرآن خوانی پر اجرت لینے کو ناجائز کہا ہے، ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ متاخرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور امامت کی طرح یہ اجرت بھی جائز ہے، جوہرہ نیرہ، عالمگیری، حاشیہ فتح المعین لابی سعود، اور قنیۃ السراج الوہاج اور دوسری کتب فقہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح تعلیم قرآن اور امامت کی اجرت کی تاویل کی گئی ہے اسی طرح قرآن خوانی کی اجرت کی بھی تاویل ہے۔ خود امام احمد رضا قادری نے لکھا ہے کہ وقت کے بدلہ میں اجرت جائز ہے، سو ہم یہ کہتے ہیں کہ طلباء اور فقراء قبرستان میں یا کسی کے گھر جا کر جو قرآن مجید پڑھتے ہیں، تو ان کے آنے جانے میں جو مشقت ہوتی ہے، اور مخصوص وقت میں ان کو آنے جانے کا جو پابند کیا جاتا ہے یہ اجرت اس وقت اور آنے جانے کی مشقت کی ہے، اور کسی مسلمان کے حال سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ نفس تلاوت کی اجرت لے اور معاذ اللہ قرآن مجید کو اپنی کمائی کا ذریعہ بنائے، اور یہ بھی ہم فقہاء احناف کے قول کے مطابق کہہ رہے ہیں، ورنہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قرآن مجید پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، ج ۲ ص ۸۵۴)۔

اصل چیز یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عرف اور رواج یہ ہے کہ جب ایصال ثواب کے لیے طلبہ اور فقراء کو بلاتے ہیں تو پہلے سے کچھ طے نہیں کیا جاتا کہ فی پارہ اتنی اجرت دی جائے گی یا ختم قرآن کا اتنا معاوضہ دیا جائے گا جب

لہ۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت، ج ۱۶ ص ۱۹۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

کہ عقد اجارہ تعیین کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اور طلباء اور فقراء للہ فی اللہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور بلانے والے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے طور پر ان کی للہ فی اللہ خدمت کر دیتے ہیں اور جب تنخواہ مقرر کر کے حافظوں کو تعلیم قرآن پر اور علماء کو کتب دینیہ کی تعلیم پر رکھنا جائز ہے تو بغیر پیشگی تعیین کے ان فقراء کو ختم قرآن کے بعد کھانا کھلا دینا یا کچھ پیسے دے دینا کسی طرح ناجائز ہوگا!

ہم اس سے پہلے عالم گیری کا حوالہ لکھ چکے ہیں، تجدید کے لیے ایک بار پھر عالم گیری کا یہ حوالہ پیش خدمت ہے:

واختلفوا فی الاستئجار علی قراءۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم لا یجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار کذا فی السراج الوھاج۔[1]

قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کے لیے مدت مقررہ تک کسی کو اجرت پر رکھنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ ناجائز ہے اور بعض نے کہا یہ جائز ہے، اور یہی مختار ہے، اسی طرح السراج الوہاج میں ہے۔

فتاویٰ عالم گیری کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ مختار قول یہ ہے کہ اجرت لے کر قرآن خوانی کرنا بھی جائز ہے اگرچہ ہمارے زمانہ میں عرف یہ ہے کہ طلباء اور فقراء اجرت طے کیے بغیر احساناً اور تبرعاً قرآن خوانی کرتے ہیں اور اہل زمانہ ان کی احساناً اور تبرعاً خدمت کر دیتے ہیں: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

رمضان شریف میں جو حفاظ کرام تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں ان کے متعلق بھی ہمارے زمانہ میں عرف یہ ہے کہ حفاظ کرام پیشگی اجرت طے کیے بغیر احساناً اور تبرعاً قرآن مجید سناتے ہیں اور مسجد کی انتظامیہ احساناً اور تبرعاً ان کی خدمت کر دیتی ہے، متاخرین علماء میں سے بعض حضرات نے اس کو بھی ناجائز کہا ہے۔

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

تراویح میں ختم قرآن کے نذرانے کی تحقیق

مسئلہ: آج کل اکثر رواج ہو گیا کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں، اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کالمشروط ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں، تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالۃ۔[2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

سوال (۴۰۷) حافظ جو تراویح میں سنائے اس کو دینا بھی جائز ہے یا لینا دینا دونوں ناجائز۔ ۲۔ اور اگر بلا اجرت حافظ نہ ملے تو اجرت پر مقرر کرے یا الم ترکیف سے تراویح پڑھ لے ۳۔ اور جب امامت پر اجرت جائز ہے تو تراویح میں ایک قرآن بھی تو سنت مؤکدہ ہے اس پر اجرت کیوں ناجائز؟

الجواب ۱۔ میں تو ناجائز سمجھتا ہوں۔

---

[1] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۴ ص ۴۹۹ مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۴ ص ۲۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

ے ۲: میں تو الم ترکیف سے بتلا دیتا ہوں۔

ے ۳: جہاں مختار نے ایک ختم کو سنت کہا ہے جس سے ظاہرا سنت مؤکدہ مراد ہے وہاں یہ لکھا ہے کہ جہاں لوگوں پر ثقیل ہو وہاں الم ترکیف وغیرہ سے پڑھ دے پس تقلیل جماعت کے محذور سے بچنے کے لیے اس سنت کے ترک کی اجازت دے دی تو استیجار علی الطاعت بحضۂ اس سے بڑھ کر ہے اس سے بچنے کے لیے کیوں نہ کہا جاوے گا کہ الم ترکیف سے پڑھ لے اسی سے نمبر ۱ و ۲ کی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہو گی۔ ۱۰ رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ ص ۱۶۲)

ابطال حیلہ برائے استیجار برختم در تراویح

سوال (۴۰۸) اگر زید کو کوئی شخص بغیر اجرت طے ہوئے اپنی خوشی سے دس پانچ روپیہ دے دیوے یا ایک ماہ کے لیے امام مقرر کر کے کچھ اجرت دیوے اس طور سے عند الشرع اُجرت حلال ہو گی یا نہیں اور امامت کی صورت میں تو حلال ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماء متاخرین نے امامت کی اُجرت پر فتویٰ دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے، تفصیل وار تحریر کیجئے۔

الجواب یہ جواز کا فتویٰ اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو حالانکہ یہاں مقصود ختم تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ۔ دیانات میں جو کہ معاملہ فی ما بین العبد و بین اللہ ہے حیل مفید جواز واقعی کو نہیں ہوتے لہٰذا یہ ناجائز ہو گا۔ (۶ رشوال ۱۳۳۳ھ)[1]

قرآن مجید کے حفظ کرنے کا اہم سبب صرف ایک ہے اور وہ ہے تراویح میں قرآن مجید سنانا، یا قرآن مجید سننا، جو حفاظ تراویح میں قرآن مجید سنانا یا سننا چھوڑ دیتے ہیں، ان کو قرآن مجید یاد نہیں رہتا، اس لیے تراویح میں قرآن مجید سنانا اہم دینی ضرورت ہے، اور جو حافظ مسجد میں قرآن مجید سنانے جاتا ہے اس کے دن اور رات کا بیشتر وقت منزل کو یاد کرنے اور اس کے دور اور تکرار کرنے میں گذر جاتا ہے، پھر وہ ایک خاص وقت کی پابندی کے ساتھ کسی خاص مسجد میں قرآن سنانے جاتا ہے اور بسا اوقات اس کے آنے جانے میں کرایہ بھی خرچ ہوتا ہے اس لیے حفاظ کرام کو ختم قرآن کے موقع پر جو نذرانہ پیش کیا جاتا ہے وہ بھی انہی تین وجوہات سے جائز ہے جن وجوہ سے تعلیم قرآن، تعلیم حدیث و فقہ، اذان، امامت، خطابت اور وعظ وغیرہ کا نذرانہ جائز ہے۔ کیونکہ عموماً حفاظ کرام پورے ماہ منزل کو یاد کرنے اور اس کے دور و تکرار کرنے کی وجہ سے کسب معاش سے قاصر رہتے ہیں تو جس طرح خلفاء راشدین نے کار خلافت کا اس لیے وظیفہ لیا تھا کہ وہ کار خلافت کی وجہ سے کسب معاش سے قاصر ہیں تو حفاظ کو بھی اس وجہ سے نذرانہ دینا چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو روزانہ مسجد میں آنے جانے کی جو مشقت ہوتی ہے اس مشقت کا نذرانہ دیا جاتا ہے نہ کہ قرآن مجید سنانے کا، کیونکہ اگر حافظ اپنے گھر قرآن سنائے تو اس کو مسجد والے نذرانہ نہیں دیں گے لہٰذا اس نذرانے میں حافظ کے مسجد میں جانے کا دخل ہے لہٰذا اسی جہت سے نذرانہ دیا جائے، تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عرف اور رواج یہ ہے کہ قرآن سنانے کا پہلے نذرانہ طے نہیں کیا جاتا نہ اس کی کوئی شرط لگائی جاتی ہے جب کہ عقد اجارہ کے تحقق کے لیے پہلے اجرت کا تعیین ضروری ہے بلکہ حافظ للہ فی اللہ احساناً اور تبرعاً قرآن مجید سناتے ہیں اور مسجد کی انتظامیہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ پر عمل کرتے ہوئے حسب توفیق للہ فی اللہ حافظ کی خدمت کرتی ہے اور جو حفاظ مالدار اور خوش حال ہیں وہ ختم کے موقع پر کوئی نذرانہ قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے پاس سے رقم خرچ

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد الفتاویٰ، ج ۱ ص ۳۲۲۔ ۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی

کر کے نمازیوں میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور امام، مؤذن اور خادم کی خدمت کرتے ہیں، پس جو حافظ ضرورت مند ہوتا ہے وہ نذرانہ قبول کر لیتا ہے اور جو مستغنی ہوتا ہے وہ اس سے اجتناب کرتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ومن کان غنیا فلیستعفف ج ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ۔ (النساء: ۶)

اور جو مستغنی ہو وہ اجتناب کرے، اور جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے بیت المال سے وظیفہ لیا تھا، اور اسی آیت کی رو سے حفاظ کرام کے لیے بھی ختم قرآن کا نذرانہ لینا جائز ہے اور یہ اس کے جواز کی چوتھی وجہ ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مال یتیم میں ولی کے تصرف اور عبادات پر اجرت لینے کے یہ تمام مباحث آ گئے ایک بڑے عرصہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ تعلیم قرآن وحدیث اور امامت وغیرہ کی اجرت کے مباحث پر تفصیل کے ساتھ لکھوں، الحمد للہ یہ خواہش پوری ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کو بقاء ودوام عطا فرمائے واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

واذ زاغت الابصار کی تفسیر

اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر۔

جب کافر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے یوم خندق کا منظر مراد ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ملائکہ کے لشکر غزوۂ احزاب کا مختصر بیان یہ غزوہ شوال ۴ یا ۵ ھ میں پیش آیا جب یہود بنی نضیر کو جلاوطن کیا گیا تو ان کے اکابر مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست ونابود ہو جائیں ابو سفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی اور انہیں کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو بتاؤ تو ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، یہود نے کہا تمہیں حق پر ہو اس پر قریش خوش ہوئے، اسی پر آیت الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یؤمنون بالجبت والطاغوت۔ نازل ہوئی پھر یہودی قبائل غطفان وقیس غیلان وغیرہ میں گئے وہاں بھی یہی تحریک کی وہ سب ان کے موافق ہو گئے، اس طرح انہوں نے جا بجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کر لیا، جب سب لوگ تیار ہو گئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی، یہ اطلاع پاتے ہی حضور نے بمشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خندق کھدوانی شروع کر دی، اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی کام کیا، مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار کا لشکر گراں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے، اور

مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا، خندق مسلمانوں اور اُن کے درمیان حائل تھی اس کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایسی تدبیر ہے کہ جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے اب انھوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی اور اس محاصرہ کو پندرہ روز یا چوبیس روز گزرے مسلمانوں پر خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور ان پر تیز ہوا بھیجی، نہایت سرد اور اندھیری رات میں اُس ہوا نے اُن کے خیمے گرا دیے، طنابیں توڑ دیں کھونٹے اکھاڑ دیے، ہانڈیاں الٹ دیں آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیے جنھوں نے کفار کو لرزا دیا، اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی، مگر اس جنگ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا، پھر رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو خبر لینے کے لیے بھیجا، وقت نہایت سرد تھا، یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے، حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ ہوتے وقت اُن کے چہرے اور بدن پر دست مبارک پھیرا جس سے ان پر سردی اثر نہ کر سکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے وہاں تیز ہوا چل رہی تھی اور سنگریزے اڑ اڑ کر لوگوں کے لگ رہے تھے، آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی، عجب پریشانی کا عالم تھا لشکر کفار کے سردار ابو سفیان ہوا کا یہ عالم دیکھ کر اُٹھے، اور انھوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے، یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کیا، حضرت حذیفہ نے دانائی سے اپنے داہنے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اس کے بعد ابو سفیان نے کہا اے گروہ قریش! تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے، بنو قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں، ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، لس اب یہاں سے کوچ کر دو، میں کوچ کرتا ہوں، ابو سفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی کوچ کوچ کا شور مچ گیا، ہوا ہر چیز کو الٹے ڈالتی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر سے باہر نہ تھی، اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور سامان کا بار کر کے لے جانا اس کو شاق ہو گیا۔ اس لیے کثیر سامان چھوڑ گیا۔ [۱]

وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا کی تفسیر

وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا و الصلح خیر۔ (نساء: ۱۲۸)

اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے تو اگر وہ مناسب طریقے سے آپس میں صلح کر لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور صلح بہتر ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی شخص کے نکاح میں مدت دراز تک رہی ہو اور اب خاوند اسے طلاق دینا چاہتا ہو تو وہ عورت کہے کہ مجھے طلاق مت دو اور مجھے اپنے نکاح میں رہنے دو، میں تمہیں دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دیتی ہوں۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو

[۱] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۶۶۹-۶۶۸، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

یہ خدشہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے دیں گے، انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے طلاق نہ دیں میں اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دیتی ہوں، آپ نے اس کو منظور کر لیا، تب یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعی نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت محمد بن مسلمہ کی بیٹی تھیں، ان کو وہ زیادہ عمر یا کسی اور وجہ سے ناپسند ہوئیں، اور انھوں نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا، انھوں نے کہا آپ مجھے طلاق نہ دیں اور جس طرح چاہیں میری باری مقرر کر دیں، تو ان دونوں نے اس بات پر صلح کر لی اور یہ رواج ہو گیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

ومن یقتل مؤمنا متعمدًا کی تفسیر

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ (نساء: ۹۳)

اور جس شخص نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو اس کی سزا دوزخ ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ غضب ناک ہو گا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیگا، اللہ تعالے نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اور والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر الاٰیۃ - مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا، گناہ کبیرہ ہے، اور شرک کے سوا ہر گناہ لائق مغفرت ہے حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اور جہنم میں خلود کفار کے لیے ہوتا ہے اور جو گناہ لائق معافی ہو اس کے لیے جہنم میں خلود نہیں ہوتا، اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:-

(۱)۔ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے لہذا آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہو گا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۲)۔ اس آیت میں مَن کا لفظ ہر چند کہ عام ہے لیکن یہ عام مخصوص منہ البعض ہے اور اس سے ہر قاتل خواہ مومن ہو یا کافر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے کافر قاتل مراد ہے اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۳)۔ یہ آیت ایک خاص قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر اس نے مرتد ہو کر ایک مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا، اس کا شان نزول عنقریب ہم ان شاء اللہ روح المعانی کے حوالے سے بیان کریں گے۔

(۴)۔ اگر اس آیت میں قاتل سے مراد مسلمان لیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، یعنی وہ اس سزا کا مستحق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ سزا دی جائے گی۔

(۵)۔ اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو خلود سے مجازاً مکث طویل مراد ہے۔ یعنی وہ لمبے عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵، ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

(۶)۔ اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو اس آیت میں شرط محذوف ہے یعنی اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس کو خلف وعید سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ بطور کرم خلف وعید جائز ہے لیکن یہ بظاہر خلف وعید ہے حقیقت میں چونکہ یہاں شرط محذوف ہے اس لیے کوئی خلف نہیں ہے۔

(۷)۔ یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے، یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے، حقیقت میں کسی مسلمان قاتل کو جہنم میں خلود کی سزا دینے کی خبر نہیں دی گئی۔

(۸)۔ اگر کسی مسلمان نے قتل مسلم کو معمولی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور پھر اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۹)۔ اگر کسی مسلمان نے بغض اور عناد کے غلبہ کی وجہ سے قتل مسلم کی حرمت کا انکار کر دیا اور پھر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۱۰)۔ اگر معاذ اللہ کسی مسلمان نے مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور جائز قرار دے کر یا اس حکم کی توہین کرنے کے لیے کسی مسلمان کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

مسلمان کو قتل کرنے پر اللہ اور اس کے رسول کے غضب کا بیان

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے ابن جبیر سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مقیس بن ضبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے، مقیس اور اس کا بھائی ہشام دونوں مسلمان ہو گئے، یہ دونوں مدینہ منورہ میں تھے۔ ایک دن مقیس نے اپنے بھائی ہشام کو انصار بنو النجار کے محلہ میں مقتول پایا، اس نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے بنو فہر کے ایک شخص کو مقیس کے ساتھ بنو نجار کے پاس بھیجا، وہ ان دنوں قبا میں تھے، اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم کو مقیس کے بھائی کے قاتل کا علم ہے تو اس کو ہمارے حوالے کر دو، ورنہ مقیس کو اس کے بھائی کی دیت ادا کرو، جب بنو نجار کے پاس یہ پیغام پہنچا تو انھوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں، بہ خدا ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے، لیکن ہم اس کی دیت ادا کریں گے: انھوں نے مقیس کو اس کے بھائی کی دیت کے طور پر سو اونٹ دے دیے، جب مقیس اور فہری قبا سے مدینہ لوٹتے تو اچانک مقیس نے حملہ کر کے فہری کو قتل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد تھا اور اسلام سے مرتد ہو گیا (نعوذ باللہ من ذالک) اور ان اونٹوں کو لے کر فرار ہو گیا۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف کر دے گا، سوا اس شخص کے جو کافر ہو کر مرے گا یا ماسوا اس شخص کے جو قصداً کسی مومن کو قتل کرے گا۔

امام ابن منذر نے حضرت ابو درداء سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے آدھی بات سے بھی کسی مسلمان کے قتل پر معاونت کی قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ایک مسلمان کو قتل کرنے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور مافیہا کا زوال زیادہ آسان ہے اور اگر تمام آسمانوں اور زمین کے لوگ ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ ان سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت مقداد بن اسود نے پوچھا کہ جہاد کے دوران ایک کافر نے میرا ہاتھ کاٹ دیا اب جب کہ وہ میرے حملہ کی زد پر آیا تو وہ مسلمان ہو گیا کیا اب میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تم اس کو قتل نہ کرنا کیونکہ اب وہ تمہاری طرح مسلمان ہے، اور اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم اس کی طرح ہو جاؤ گے جب اس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا تھا۔ [1]

والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اخر کی تفسیر

والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ج ومن یفعل ذٰلک یلق اثاما۔ یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مہانا ۰ الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتہم حسنٰت ط وکان اللہ غفورا رحیما ۰

(فرقان: ۷۰-۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، اور نہ اس جان کو ناحق قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے، اور نہ بدکاری کرتے ہیں، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا، لیکن جو (مرنے سے پہلے) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے تو اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں قتل اور زنا پر عذاب مخلد کی وعید سنائی گئی ہے، حالانکہ قتل اور زنا گناہ کبیرہ ہیں اور گناہ کبیرہ پر دائمی عذاب نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ دائمی عذاب کی وعید کفار کے لیے ہے، کیونکہ اس آیت میں سب سے پہلے شرک کا ذکر کیا گیا ہے اور شرک، قتل ناحق اور زنا ان تینوں گناہوں پر دائمی عذاب کی وعید ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "قیامت کے دن اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا" حالانکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ یہ فرمایا ہے:

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔

(شوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلہا وہم لا یظلمون (انعام: ۱۶۰)

اور جس نے گناہ کیا اس کو اسی ایک گناہ کے برابر عذاب دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

من عمل سیئۃ فلا یجزی الا مثلہا۔

(مومن: ۴۰)

جس نے گناہ کیا اس کو اسی کے برابر سزا دی جائے گی۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۶-۱۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر گناہ پر اس گناہ کے برابر سزا دی جائے گی زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور زیر بحث آیت میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ دگنے عذاب سے یہاں سخت اور شدید عذاب مراد ہے۔

نیز اس آیت میں ہے جس نے توبہ کر لی، ایمان لے آیا اور نیک کام کیے تو اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے ان کے پچھلے گناہ مٹا دے گا اور ان کی بعد میں کی ہوئی نیکیوں کو ثابت اور قائم رکھے گا، ایک قول یہ ہے کہ ان میں جو برائیوں کی عادت تھی اللہ تعالیٰ اس کو نیکیوں کی عادت سے بدل دے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ آخرت میں ان کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا کر نیکیوں کو لکھ دیا جائے گا، کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو، اور اس کے کبیرہ گناہ دور رکھے جائیں گے، اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے فلاں دن یہ کام کیا تھا؛ یہ کام کیا تھا اور یہ کام کیا تھا؛ وہ ان کا اقرار کرے گا، اور انکار نہیں کر سکے گا، اور وہ اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہو گا، پھر یہ کہا جائے گا کہ اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں نیکی دے دو، تب وہ شخص کہے گا میرے تو اور بھی گناہ ہیں جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا! حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ [۱]

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا کی تفسیر

یا ایھا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا ج تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا ز فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ط

(نساء : ۹۴)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے روانہ ہو، تو تحقیق کر لیا کرو، اور جس شخص نے تم کو سلام کیا ہے، اس کو یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، تم بھی اس سے پہلے اسی طرح تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، تو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیے گئے تھے، اور تمہارا اظہار اسلام غیر معتبر قرار نہیں دیا گیا تھا، تو دیگر اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ بھی تمہیں اسی طرح سلوک کرنا چاہیے۔

یہ آیت حضرت مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو اہل فدک میں سے تھے اور ان کے سوا

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۵۰-۴۷، ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ان کی قوم کا اور کوئی شخص اسلام نہیں لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ ان کی طرف لشکر اسلام آرہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے، مگر مرداس ٹھہرے رہے، جب لشکر آیا اور انھوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو خود بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ السلام علیکم، مسلمانوں نے خیال کیا اہل فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص مغالطہ دینے کے لیے اظہار ایمان کر رہا ہے، اس خیال سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر دیا اور ان کی بکریاں لے آئے، جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا تو سرکار کو بہت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے لیے اس کو قتل کر دیا، تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے ورثاء کو واپس کریں۔

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جس شخص میں اسلام کی کوئی علامت یا نشانی پائی جائے، اس سے ہاتھ روک لیا جائے اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے، اس پر حملہ نہ کیا جائے، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں یہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے تھے کہ اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو حملہ نہ کرنا۔

اکثر فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو اس کو مومن نہیں مانا جائے گا، کیونکہ وہ اپنے عقیدہ ہی کو ایمان کہتا ہے اور اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا، تاوقتیکہ وہ اپنے دین سے بیزاری ہونے کا اظہار اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کفر میں مبتلاء ہو اس کے لیے اس کفر سے بیزاری اور اس کو کفر جاننا ضروری ہے۔ [۱]

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کی تفسیر

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ (الحدید: ۱۶)

کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے۔

یعنی اب وقت آگیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن مجید اور اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں۔

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے تو دیکھا مسلمان آپس میں ہنس رہے ہیں، آپ نے فرمایا تم ہنس رہے ہو، حالانکہ ابھی تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی، اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے فرمایا اتنا ہی رونا۔ [۲]

---

[۱] سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۵۰-۱۴۹، ملخصاً و مرتباً، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[۲] ″ ″ ″ ″ ، خزائن العرفان ص ۸۶۰۔

خذوا زینتکم عند کل مسجد کی تفسیر

یابنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولاتسرفوا انہ لا یحب المسرفین۝ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ ط کذٰلک نفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون۔

(اعراف: ۳۱ - ۳۲)

اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو، کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا آپ فرمائیے اللہ تعالیٰ نے جو زینت اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے وہ کس نے حرام کی ہے؟ اور اللہ کے رزق سے پاک اور لذیذ چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ آپ فرمائیے یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے دن تو خاص انہی کے لیے ہیں، ہم اسی طرح کھول کر آیات کو علم والوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں قبائل عرب میں سے مرد دن کو برہنہ طواف کرتے تھے اور عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں، وہ لوگ جب مسجد منیٰ میں پہنچتے تو کپڑے اتار دیتے اور مسجد میں برہنہ جاتے، وہ کہتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں، ان کو پہن کر ہم طواف نہیں کریں گے، اور بعض کہتے تھے کہ ہم نیک شگون کے طور پر ایسا کرتے ہیں کہ جس طرح ہم کپڑوں سے عاری ہو گئے ہیں، اسی طرح گناہوں سے بھی عاری ہو جائیں گے، قریش اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے تھے اور صرف قوت لا یموت کے طور پر بہت کم کھاتے تھے، اور چکنائی نہیں کھاتے تھے، مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم کم کھانے کے زیادہ حقدار ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کپڑے پہنو، کھاؤ، پیو اور فضول خرچ نہ کرو۔ [۱]

نیز امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے، اور یہی اکثر مفسرین کا مختار ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زینت کے لفظ سے زینت کی تمام انواع اور اقسام مراد ہیں، اس میں بدن کو ہر طرح سے صاف کرنا بھی داخل ہے، سواریاں بھی داخل ہیں اور اس میں تمام اقسام کے زیورات بھی داخل ہیں، کیونکہ یہ تمام چیزیں زینت ہیں، اور اگر مردوں کے لیے سونے، چاندی اور ریشم کی حرمت کے متعلق تصریح نہ ہوتی تو اس آیت کے عموم سے یہ چیزیں بھی حلال ہوتیں اور اس آیت میں پاک اور لذیذ چیزوں کا جو ذکر ہے، اس میں کھانے پینے کی تمام لذیذ چیزیں داخل ہیں اور ازدواج سے استمتاع بھی اس میں داخل ہے۔ [۲]

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲] تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۱، " " " " " "

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء کی تفسیر

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا ؕ ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم۔ (نور : ۳۳)

اور تمہاری جو باندیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، کہ تم (ان کی بدکاری کے ذریعہ) حیات دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا، تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کے حق میں) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام مسلم اور امام ابوداؤد نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کی دو باندیاں تھیں، ایک کا نام مسیکہ اور دوسری کا نام امیمہ تھا، وہ ان کو بدکاری کرانے پر مجبور کرتا تھا، ان دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، تب یہ آیت نازل ہوئی، امام ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی باندیوں کو زنا کرانے پر مجبور کرتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ تمام روایات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں خطاب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ حکم تمام مکلفین کے لیے عام ہے۔

اس آیت میں زنا پر مجبور نہ کرنے کے حکم کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ باندیاں پاکدامنی کا ارادہ رکھتی ہوں، یہ قید زمانہ جاہلیت کے خصوصی واقعات اور اس زمانہ کی عادت اور رواج کے مطابق لگائی گئی ہے، یہ قید احترازی نہیں ہے اور نہ اس آیت میں مفہوم مخالف کا اعتبار ہے، جس طرح زمان، مکان اور ذاتی کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہے، اور جو علماء مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی مفہوم مخالف کا اعتبار اس صورت میں ہوتا ہے جس کو غالب اوقات یا خصوصیت رواج اور عادت کے اعتبار سے نہ ذکر کیا گیا ہو۔ بعض علماء نے اس آیت سے مفہوم مخالف کے عدم اعتبار پر بھی استدلال کیا ہے، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے۔ [۵]

لونڈیوں سے بدکاری کرانا بہرحال حرام ہے اور اس طرح کی تمام کمائی ناپاک ہے، خواہ باندیاں یہ کام رضا اور رغبت سے کریں یا زبردستی اور ناخوشی سے کریں، البتہ جس عورت سے یہ کام جبراً لیا گیا وہ آخرت میں مواخذہ سے بری ہوگی۔

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ کی تفسیر

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ؕ ان عذاب ربک

وہ (نیک بندے) جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں کہ کون سا وسیلہ اللہ کے زیادہ قریب کرنے والا ہے، وہ اس

[۵] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۵۷۔۱۵۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

كَانَ مَحْذُوْرًا۔ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

(بنو اسرائیل : ۱۷)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی، جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے، وہ جنات اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انھیں عار دلائی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔[۱]

جنت کی امید اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرنے کا بیان

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اللہ کے نیک بندے اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، زندگی میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے تاکہ گناہوں سے بچا رہے اور مرتے وقت اللہ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیے، نیز اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ کی رحمت کی اُمید رکھنا اور اس کے عذاب سے ڈرنا، کمال عبادت کے خلاف نہیں ہے، بعض عابدوں میں یہ مشہور ہے کہ میں جنت کی امید سے عبادت کرتا ہوں، نہ جہنم کے خوف سے، بعض لوگ اس بات کی مدح کرتے ہیں اور بعض اس کی مذمت کرتے ہیں، اور حق یہ ہے کہ اگر اس نے یہ جملہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے استغناء کی وجہ سے کہا ہے تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے اس وجہ سے یہ جملہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ لذاتہ عبادت کا اہل ہے حتیٰ کہ اگر جنت اور نار نہ بھی ہوتیں، تب بھی وہ عبادت کا مستحق تھا تو وہ شخص محقق اور عارف ہے۔[۲]

قرآن مجید کی بہ کثرت آیات اور بے شمار احادیث میں دوزخ سے ڈرایا گیا ہے اور جنت کی رغبت دلائی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور عباد صالحین کی متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں، اس لیے قرآن مجید اور احادیث سے وابستہ رہنے اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین عظام کے طریقہ سے پیوستہ رہنے میں ہی سلامتی ہے، ہمارے زمانہ میں بعض شاعر اور واعظ جنت کی تخفیف کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہیے، ہمیں اللہ کی رضا چاہیے، میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جنت کی تحقیر کرنے اور اس کو معمولی قرار دینے سے اللہ کیسے راضی ہوگا جب کہ قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ جنت کی تعیین بیان کرکے جنت کی طرف رغبت دلائی گئی ہے، بعض کہتے ہیں ہمیں جنت نہیں مدینہ چاہیے اور جنت کی مذمت کرتے اور مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف کرتے ہیں لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ مدینہ منورہ کی عظمت صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ رسول

---

[۱] سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۴۷۰، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[۲] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵، ص ۱۰۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے اور جنت بھی آپ کا مسکن ہے اور مدینہ منورہ عارضی مسکن ہے اور جنت دائمی مسکن ہے، بلکہ مدینہ منورہ میں جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جنت ہی کے باغات میں سے ایک باغ ہے تو آپ اب بھی جنت میں ہیں اور قیامت کے بعد بھی جنت میں ہی ہوں گے تو اوّل و آخر محبوب اور مطلوب جنت ہی قرار پائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض لا اعدت للمتقین۔ (آل عمران: ۱۳۳)

اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جس کو متقیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سئلتم اللہ فاسئلوہ الفردوس لے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم تو جنت کا سوال کرنے اور اس کو مانگنے کی تلقین فرماتے ہیں اور ہماری سمجھ نہیں آتا کہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف جنت سے استغناء ظاہر کرنا کس قسم کا زہد اور پارسائی ہے۔

"ھٰذٰن خصمٰن اختصموا" کی تفسیر

ھٰذٰن خصمٰن اختصموا فی ربھم۔ (حج: ۱۹)

یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب (کے بارے) میں اختلاف کیا۔

امام ابن جریر اور امام ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسلمانوں اور یہودیوں میں بحث ہوئی، یہود نے کہا: ہم اللہ کے زیادہ قریب ہیں، ہماری کتاب مقدم ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے آئے، مسلمانوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے زیادہ مستحق ہیں، ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی پر ایمان لائے اور اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے اور تم ہماری کتاب اور ہمارے نبی کو پہچانتے تھے، پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا، اور ان کا انکار کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ قسم کھا کر یہ کہتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت عبیدہ بن الحارث اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے سے مبارزت کر کے جنگ کی تھی اور جنگ کا منشاء اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت تھی۔ ۲ے

لے۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۳، ۳۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲ے۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۷، ص ۱۳۴، ۱۳۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اختتامی کلمات

الحمد للہ علی احسانہ، آج مورخہ ۱۵؍ الشعبان المعظم ۱۴۱۳ھ، بہ مطابق ۸؍ فروری ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم مکمل ہوگئی، صحیح مسلم میں سات ہزار چار سو تینتیس (۷۴۳۳) احادیث ہیں، جب میں نے اس کی شرح لکھنی شروع کی تو یہ ایک لمبا اور کٹھن سفر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کے صدقہ سے اس کام کو مجھ ایسے نکمے، ناکارہ اور گنہ گار شخص کے ہاتھوں مکمل کرادیا، مجھے کبھی زندگی میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میں اتنا اہم اور عظیم کام کر سکوں گا، یہ جو کچھ ہوگیا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی عنایت ہے، اس میں جو حسن اور کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہے، اور اس میں جو نقص اور خرابی ہے وہ میری کوتاہ نظر، قلت مطالعہ اور سوء فہم سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو میری توقع سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی اور تکمیل سے پہلے ہی اس کی ہر جلد کے متعدد ایڈیشن چھپ گئے، بعض نظری اور فرعی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہوتا ہے اور ان میں اختلاف کرنا اہل علم کا حق ہے سو میری معلومات کے مطابق تین مسئلوں میں بعض علماء نے میری رائے سے اختلاف کیا اور میری رائے کے رد و ابطال میں مضامین اور رسائل شائع کیے۔ لیکن ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے اور کسی شخص کی ہر رائے اور کسی کتاب کے تمام مندرجات سے کلیۃً کبھی کسی نے اتفاق نہیں کیا، ماضی میں اس کی کوئی مثال ہے اور نہ مستقبل میں اس کی توقع ہے۔ مجھ سے پہلے ہزاروں علماء، محققین، ائمہ مجتہدین، محدثین، مفسرین اور علماء راسخین کی آراء کا رد کیا گیا ہے، سو اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کو بھی دلائل سے مسترد کیا گیا یا کسی شخص سے عقیدت کی بناء پر بلادلیل میری مدلل اور مبرہن رائے کا رد کیا گیا یا محض گروہی تعصب کی بناء پر مجھ سے بغض و عناد رکھا گیا تو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے بلکہ انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ فتاویٰ نوریہ اور ضیاء القرآن بھی جب ابتداءً طبع ہوئیں تو ان کے بھی بعض مندرجات سے اختلاف کیا گیا لیکن وہ کتابیں مخالفین کے علی الرغم مقبول اور معروف ہیں۔ سو اسی طرح شرح صحیح مسلم بھی بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود مقبولیت کی منازل طے کر رہی ہے، اور الحمد للہ مسلسل چھپ رہی ہے۔

بہر حال ان تین مسئلوں کی وضاحت میں نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں کر دی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ فرعی مسائل میں غیر جذباتی انداز اور ٹھنڈے دل سے غور و فکر کیا جائے، اخیر میں، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس کام کو انجام تک پہنچا دیا، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے، اس کو قبول دوام عطا فرمائے اور اس کو میری مغفرت کا وسیلہ اور صدقہ جاریہ کر دے، اللہ تعالیٰ مجھے، اس کتاب کے معاونین کو اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر کو اس کے قارئین کو، میرے مشائخ، اساتذہ، والدین، اعزہ،

تلامذہ، اور احباب کو اور سب مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی اور ہر بلا سے محفوظ اور مامون رکھے اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور ہر سعادت عطا فرمائے، اور جنت الفردوس کو ہمارا مقام بنادے، آمین یارب العالمین بجاہ حبیب الہ العلمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ المطہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وسائر العلماء الراسخین والمسلمین اجمعین۔

ماخذ ومراجع

کتبِ الہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتبِ احادیث

۴- صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
۵- صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ
۶- جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ
۷- سنن ابی داؤد، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۸- سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ
۹- سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ
۱۰- صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ
۱۱- مؤطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ
۱۲- مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
۱۳- مؤطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۴- کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۵- کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ
۱۶- مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ
۱۷- مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

۱۹۔ مسند دارمی، مطبوعہ مطبع نظامی، کانپور، ۱۲۹۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

۲۰۔ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ

۲۱۔ شمائل ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

۲۲۔ شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ

۲۳۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۲۴۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۵۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۶۔ شرح السنۃ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن محمود بغوی متوفی ۵۱۶ھ

۲۷۔ الادب المفرد، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۲۸۔ المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

۲۹۔ جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۰۔ مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، متوفی ۲۷۵ھ

۳۱۔ فردوس الاخبار، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ

۳۲۔ تلخیص المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ

۳۳۔ خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۴۔ الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ

۳۵۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی، سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی ۷۶۲ھ

۳۶۔ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ

۳۷۔ اعلاء السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی شیخ ظفر احمد عثمانی ۱۳۶۲ھ

۳۸۔ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ

۳۹۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ

۴۰۔ مسند طیالسی، مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۴ھ

۴۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، مطبوعہ مطبعۃ الملاح بیروت، ۱۳۹۰ھ امام مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ

۴۲۔ المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، حافظ عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ

۴۳۔ مسند ابو یعلیٰ الموصلی، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ

۴۴۔ دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۴۵۔ شعب الایمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۴۶۔ عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۱۵ھ، حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی، ۳۶۴ھ

۴۷۔ حصن حصین، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ، امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ
۴۸۔ معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ
۴۹۔ معجم کبیر، مطبوعہ العراق، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ
۵۰۔ المطالب العالیہ فی الزوائد الثمانیہ، مطبوعہ مکہ مکرمہ، حافظ احمد علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۵۱۔ کشف الغمہ، مطبوعہ مطبعہ عامرہ عثمانیہ مصر، ۱۳۰۳ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی، متوفی ۹۷۳ھ

کتبِ تفسیر

۵۲۔ تنویر المقباس، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ
۵۳۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ
۵۴۔ تفسیر کبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ
۵۵۔ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
۵۶۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ
۵۷۔ عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۵۸۔ تفسیر ابوسعود، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی، متوفی ۹۸۲ھ
۵۹۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ
۶۰۔ تفسیر مظہری مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ
۶۱۔ تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ
۶۲۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ
۶۳۔ فتح القدیر، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۶۴۔ جامع البیان، مطبوعہ شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۷۳ھ، ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی، ۳۱۰ھ
۶۵۔ التبیان فی تفسیر القرآن مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۳۸۵ھ
۶۶۔ اضواء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی
۶۷۔ الجواہر فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری
۶۸۔ تفسیر المنار، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ
۶۹۔ تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۴ھ، علامہ احمد مصطفیٰ مراغی
۷۰۔ تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ
۷۱۔ تفسیر الجلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۷۲۔ انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ
۷۳۔ الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ

۷۴۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۷۵۔ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ ادارۃ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
۷۶۔ فتح البیان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۷۷۔ خزائن العرفان مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ
۷۸۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ
۷۹۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ
۸۰۔ معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۸۱۔ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ
۸۲۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی، متوفی ۷۵۴ھ
۸۳۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری
۸۴۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی، متوفی ۵۴۳ھ
۸۵۔ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ
۸۶۔ تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن، لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۸۷۔ نور العرفان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات، مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ
۸۸۔ ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
۸۹۔ مفہوم القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، غلام احمد پرویز

علومِ قرآن

۹۰۔ البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ
۹۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

کتبِ شروح حدیث

۹۲۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
۹۳۔ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۹۴۔ فتح الباری، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۹۵۔ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ
۹۶۔ فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ
۹۷۔ فیوض الباری مطبوعہ مکتبۂ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ھ علامہ محمود احمد رضوی، لاہور
۹۸۔ تفہیم البخاری، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد

۹۹۔ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف النووی، متوفی ۶۷۶ھ

۱۰۰۔ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ

۱۰۱۔ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ۸۹۵ھ

۱۰۲۔ السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ

۱۰۳۔ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز، کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ

۱۰۴۔ الحرز الثمین شرح حصن حصین، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۰۵۔ تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ، شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

۱۰۶۔ الاذکار، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ،

۱۰۷۔ فیض القدیر شرح جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الروف مناوی، ۱۰۰۳ھ

۱۰۸۔ اوجز المسالک، مطبوعہ مکتبہ یحیویہ سہارنپور، شیخ محمد زکریا

۱۰۹۔ شرح سفر السعادۃ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۹۰۳ھ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۱۱۰۔ تکملہ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی کراچی

۱۱۱۔ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ

۱۱۲۔ بذل المجہود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، متوفی ۱۳۴۶ھ

۱۱۳۔ عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، متوفی ۱۳۲۹ھ

۱۱۴۔ تمہید، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ، لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ

۱۱۵۔ مرقات، مطبوعہ مکتبۂ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۱۶۔ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار، لکھنؤ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۱۱۷۔ منتقیٰ، مطبوعہ مطبع السعادۃ، مصر، ۱۳۳۲ھ، علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۷۴ھ

۱۱۸۔ شرح الموطا، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد باقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

۱۱۹۔ فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الروف مناوی، متوفی ۱۰۰۳ھ

۱۲۰۔ شرح مسند امام اعظم، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۲۱۔ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

۱۲۲۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، مولانا عبد الحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ

۱۲۳۔ تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانۂ تجارت کتب کراچی، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ

۱۲۴۔ سراج منیر، شرح الجامع الصغیر مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۵ھ علامہ شیخ علی بن شیخ احمد عزیزی

۱۲۵۔ فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ علامہ عبد الروف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ

۱۲۶۔ اوجز المسالک، مطبوعہ المکتبۃ الیحیویہ، سہارن پور ہند، شیخ محمد زکریا۔

۱۲۷۔ جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۲۸۔ شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۰۳ھ

اسماء رجال

۱۲۹۔ تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۱۳۰۔ تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۱۔ لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۲۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی
۱۳۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ اصح المطابع، دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ
۱۳۴۔ کتاب الثقات، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی، متوفی ۳۵۴ھ
۱۳۵۔ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۲۷۱ھ، حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ
۱۳۶۔ کتاب الموضوعات، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ
۱۳۷۔ مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان الیافعی الیمنی المکی ۷۶۸
۱۳۸۔ الجواہر المضیۃ، مطبوعہ مطبع میر محمد کراچی، علامہ محمد عبدالقادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶ھ
۱۳۹۔ معجم المؤلفین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، عمر رضا کحالہ
۱۴۰۔ میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی، لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ
۱۴۱۔ المقاصد الحسنہ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی، مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ
۱۴۲۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۴۳۔ العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۴۴۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال، مطبوعہ مطبع علوی ۱۳۰۳ھ، شیخ عبدالوہاب بن مولوی محمد غوث مدراسی
۱۴۵۔ تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت، علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۱۴۶۔ المعارف مطبوعہ نور محمد اصح الکتب کراچی، ابومحمد عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
۱۴۷۔ اللآلی المصنوعہ، مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

لغت

۱۴۸۔ المفردات مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ
۱۴۹۔ نہایہ مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ
۱۵۰۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۱۵۱۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ مجد الدین فیروز آبادی
۱۵۲۔ لسان العرب، مطبوعہ، نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ

۱۵۳۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۵۴۔ المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت، ۱۹۲۷ء، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۵۵۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۵۶۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ
۱۵۷۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۳۸ھ
۱۵۸۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ۱۹۵۰ء
۱۵۹۔ دائرۃ المعارف، القرن العشرین، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱ء، علامہ محمد فرید وجدی
۱۶۰۔ الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ
۱۶۱۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ شرکۃ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ جدہ، علامہ سید سابق
۱۶۲۔ معجم البلدان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ، شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ
۱۶۳۔ منتہی الارب، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ لاہور، ۱۳۴۴ھ، عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
۱۶۴۔ معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء، شیخ احمد رضا، متوفی ۱۹۴۸ء
۱۶۵۔ لاروس، مطبوعہ مکتبۃ لاروس بالیس (پیرس)، ڈاکٹر خلیل الجر
۱۶۶۔ کتاب العین، مطبوعہ دار الہجرت قم ایران، ۱۴۰۵ھ امام ابو عبدالرحمن الخلیل بن احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ
۱۶۷۔ اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی
۱۶۸۔ قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، طبع دوم، ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری
۱۶۹۔ فیروز اللغات، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء، الحاج فیروز الدین
۱۷۰۔ فرہنگ آصفیہ، مطبوعہ معارف پریس لاہور، طبع چہارم، مولوی سید احمد دہلوی

فضائل و سیرت

۱۷۱۔ شفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ
۱۷۲۔ نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۷۳۔ شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۷۴۔ سعادت الدارین، مطبوعہ مطبعۃ بیروت، بیروت ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی، ۱۳۵۰ھ
۱۷۵۔ مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۷۶۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبدالرحمن ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۷۷۔ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم جوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ

۱۷۸۔ المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۷۹۔ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

۱۸۰۔ البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۸۱۔ انسان العیون، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ

۱۸۲۔ ازالۃ الخفاء، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ

۱۸۳۔ حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۸۴۔ نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۱۸۵۔ دلائل النبوت، مطبوعہ دار النفائس، امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ

۱۸۶۔ مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی

۱۸۷۔ السیرۃ النبویہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۸۸۔ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ

۱۸۹۔ استیعاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ

۱۹۰۔ الاخبار الطوال، مطبوعہ دار المسیرۃ بیروت، ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی ۲۸۲ھ

۱۹۱۔ اصابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۱۹۲۔ اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ

۱۹۳۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۸۷ھ

۱۹۴۔ التاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار بکری

۱۹۵۔ الروض الانف، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ

۱۹۶۔ مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ، ۱۳۹۹ھ، شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی، متوفی ۱۲۴۲ھ

۱۹۷۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس اعلیٰ قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی، متوفی ۹۴۲ھ

۱۹۸۔ المدخل، مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ

۱۹۹۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ

۲۰۰۔ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ

۲۰۱۔ تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ھ علامہ عبد الرحمٰن ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ

۲۰۲۔ تاریخ الخلفاء، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۲۰۳۔ مراۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی، بیروت، علامہ عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی، متوفی ۷۶۸ھ

۲۰۴۔ وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ

۲۰۵۔ الجواہر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۴ھ

۲۰۶۔ جواہر البحار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۹ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۲۰۷۔ کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۲۰۸۔ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۲۰۹۔ لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۱۰۔ الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی، شافعی، متوفی ۹۷۴ھ
۲۱۱۔ الحدیقۃ الندیہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء علامہ عبدالغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ
۲۱۲۔ تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، حافظ ابو القاسم علی بن حسین شافعی المعروف بابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ
۲۱۳۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ
۲۱۴۔ حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

کتبِ فقہ حنفی

۲۱۵۔ کتاب الخراج، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ
۲۱۶۔ مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی، ۱۸۹ھ
۲۱۷۔ الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند ۱۲۹۱ھ، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ
۲۱۸۔ کتاب الحجہ، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، 〃 〃 〃
۲۱۹۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۲۲۰۔ مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ 〃 〃 〃
۲۲۱۔ فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ
۲۲۲۔ فتاویٰ النوازل، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابو اللیث سمرقندی، متوفی ۳۷۳ھ
۲۲۳۔ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ
۲۲۴۔ ہدایہ اولین، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ
۲۲۵۔ ہدایہ اخیرین، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، 〃 〃 〃
۲۲۶۔ عنایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ
۲۲۷۔ کفایہ، مطبوعہ، 〃 ، علامہ جلال الدین خوارزمی
۲۲۸۔ فتح القدیر، مطبوعہ 〃 ، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ
۲۲۹۔ بنایہ، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۲۳۰۔ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ
۲۳۱۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۳۲۔ تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی، متوفی ۷۴۳ھ

۲۳۳۔ درمختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ

۲۳۴۔ ردالمحتار، مطبوعہ، " " ۱۳۲۷ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۲۳۵۔ حاشیۃ الطحطاوی، علی الدر المختار، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۲۳۶۔ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۲۳۷۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ

۲۳۸۔ غنیۃ المستملی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ

۲۳۹۔ صغیری، مطبوعہ، مطبع مجتبائی، دہلی، " " "

۲۴۰۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ، ملا احمد بن فراموز خسرو، متوفی ۸۸۵ھ

۲۴۱۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مولانا عبد الحلیم

۲۴۲۔ جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ

۲۴۳۔ الجوہرۃ النیرۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ

۲۴۴۔ فتاوی عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ

۲۴۵۔ فتاوی بزازیہ، مطبوعہ " " " " علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ

۲۴۶۔ خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ، ۱۳۹۷ھ، علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی۔

۲۴۷۔ فتاوی خیریہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ خیر الدین رملی متوفی، ۱۰۸۱ھ

۲۴۸۔ فتاوی حامدیہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حامد بن علی قونوی رومی حنفی متوفی ۹۸۵ھ

۲۴۹۔ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی، ۱۲۵۲ھ

۲۵۰۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ " "

۲۵۱۔ تقریرات رافعی، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، شیخ عبد القادر رافعی مفتی الدیار المصریہ

۲۵۲۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۵۳۔ فتاوی غیاثیہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب

۲۵۴۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ، مصر ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۲۵۵۔ اخبار القضاۃ، مطبوعہ الاستقامۃ قاہرہ، ۱۹۴۷ء امام وکیع بن محمد خلف حبان، متوفی ۳۰۶ھ

۲۵۶۔ معین الاحکام، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ علاؤ الدین ابو الحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی

۲۵۷۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی ۱۰۷۸ھ

۲۵۸۔ المسلک المتقسط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۵۹۔ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شلبی

۲۶۰۔ تکملۃ البحر الرائق، مطبوعہ، مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی الطوری

۲۶۱۔ خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی

۲۶۲۔ المنتقی علی ملتقی الابحر مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ
۲۶۳۔ شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ علامہ معین الدین الہروی المعروف محمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ
۲۶۴۔ فتاویٰ عبدالحئی، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، ۱۳۲۵ھ، مولانا عبدالحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۲۶۵۔ فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مطبع سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۶۶۔ الزبدۃ الزکیہ، مطبوعہ، محبوب المطابع دہلی،
۲۶۷۔ کفل الفقیہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، ۱۳۲۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۶۸۔ فتاویٰ افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۶۹۔ اسلام میں عورت کی دیت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ
۲۷۰۔ بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی، ۱۳۷۶ھ
۲۷۱۔ فتاویٰ دارالعلوم، دیوبند، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمٰن ومفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۷۲۔ الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود دمشقی متوفی ۶۸۳ھ
۲۷۳۔ حاشیہ ابی السعود، علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ
۲۷۴۔ فتاویٰ مسعودی، مطبوعہ سرحد پبلیکیشنز، کراچی، ۱۴۰۷ھ، شاہ محمد مسعود دہلوی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۷۵۔ جامع الفتاویٰ، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہجہان پور، ۱۳۳۲ھ، مولانا ریاست علی خاں
۲۷۶۔ نصب الرایہ مطبوعہ مجلس علمی ہند علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۲۷۷۔ امداد الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۷۸۔ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۷۹۔ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی
۲۸۰۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۸۱۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی،
۲۸۲۔ اوزان شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۸۳۔ رسائل ومسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۸۴۔ ۵۔اے ذیل دار پارک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۸۵۔ برجندی علیٰ شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۳۲۴ھ، علامہ عبدالعلی برجندی
۲۸۶۔ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارۂ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۸۷۔ مقالات کوثری، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید، اینڈ کمپنی، کراچی، علامہ زاہد الکوثری، متوفی ۱۳۷۱ھ
۲۸۸۔ کنز الدقائق، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ
۲۸۹۔ شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی، ۱۳۲۷ھ، صدر الشریعہ عبیداللہ بن محمد متوفی ۷۴۷ھ
۲۹۰۔ حاشیہ مولوی الیاس، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۹۰۸ء، مولوی الیاس

۲۹۱۔ فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء، مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ
۲۹۲۔ فتاویٰ مظہری، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۹۰ھ، مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۳۸۶ھ
۲۹۳۔ عرفان شریعت، مطبوعہ رضوی کتب خانہ بریلی، طبع دوم، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۴۔ فتاویٰ عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۲۹ھ
۲۹۵۔ الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۶۔ فتاویٰ تاتار خانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ، علامہ عالم بن العلاء الانصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ

کتب فقہ شافعی

۲۹۷۔ کتاب الام، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۲۹۸۔ المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی، متوفی ۴۵۵ھ
۲۹۹۔ شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۳۰۰۔ تکملہ شرح المہذب، " " " ، علامہ تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ
۳۰۱۔ فتح العزیز شرح الوجیز، " " " ، علامہ ابو القاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۳۰۲۔ مغنی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد الخطیب من قرن العاشر
۳۰۳۔ احیائے علوم الدین، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
۳۰۴۔ الحاوی للفتاوی، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۳۰۵۔ مختصر المزنی، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۳۰۶۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۳۰۷۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ ڈاکٹر یوسف قرضاوی

کتب فقہ مالکی

۳۰۸۔ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۶ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی، ۲۵۶ھ
۳۰۹۔ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ
۳۱۰۔ الشرح الصغیر علیٰ اقرب المسالک، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد الدردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
۳۱۱۔ التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ابن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ
۳۱۲۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
۳۱۳۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ

۳۱۴۔ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۴۷ء، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی ۱۲۲۳ھ
۳۱۵۔ مواہب الجلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، متوفی ۹۵۴ھ

کتب فقہ حنبلی

۳۱۶۔ المقنع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبد اللہ بن احمد الخرقی، متوفی ۳۳۴ھ
۳۱۷۔ المغنی، 〃 〃 〃 〃، علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ
۳۱۸۔ المغنی مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، 〃
۳۱۹۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ شمس الدین عبد الرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۸۲ھ
۳۲۰۔ الانصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۲ھ، علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۲۱۔ مجموع الفتاویٰ، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل سعود، شیخ ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ
۳۲۲۔ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ، علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبد اللہ محمد بن مفلح حنبلی، متوفی ۷۶۳ھ
۳۲۳۔ تصحیح الفروع، 〃 〃 〃، علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۲۴۔ کشاف القناع، 〃 〃 〃، علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی، متوفی ۱۰۵۱ھ

کتب فقہ ظاہریہ (غیر مقلدین)

۳۲۵۔ المحلی، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
۳۲۶۔ نیل الاوطار، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۳۲۷۔ مسک الختام، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
۳۲۸۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ نعمانیہ کتب خانہ لاہور
۳۲۹۔ کتاب الاموال، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، امام ابو عبید قاسم بن سلام، متوفی ۲۲۴ھ

مذاہب اربعہ

۳۳۰۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۳۳۱۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ عبد الرحمن الجزیری
۳۳۲۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ
۳۳۳۔ الفقہ الاسلامی و ادلتہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی

۳۳۴۔ التشریع الجنائی، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، علامہ عبد القادر عودہ
۳۳۵۔ یسئلونک فی الدین والحیاۃ، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ڈاکٹر احمد شرباصی، استاذ جامعہ ازہر
۳۳۶۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۱۰ھ

کتب شیعہ (تفسیر، حدیث و فقہ)

۳۳۷۔ الاصول من الکافی دار الکتب الاسلامیہ، تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ
۳۳۸۔ الفروع من الکافی، مطبوعہ 〃 〃 ، ۱۳۹۱ھ، 〃 〃 〃
۳۳۹۔ من لا یحضرہ الفقیہ، مطبوعہ 〃 〃 ، شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی، متوفی ۳۸۱ھ
۳۴۰۔ تہذیب الاحکام، مطبوعہ 〃 〃 ، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰ھ
۳۴۱۔ الاستبصار، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 〃 〃 〃 〃
۳۴۲۔ نہج البلاغۃ مع فارسی ترجمہ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۳۴۳۔ نہج البلاغۃ مع اردو ترجمہ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز
۳۴۴۔ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ
۳۴۵۔ تفسیر تبیان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ
۳۴۶۔ تفسیر مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۱ھ، شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ
۳۴۷۔ تفسیر منہج الصادقین، خیابان ناصر خسرو ایران، شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ
۳۴۸۔ تفسیر قمی، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ۱۳۸۷ھ، شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۳۹ھ
۳۴۹۔ تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۴۳ھ، جمعے از نویسندگان
۳۵۰۔ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۲ھ، شیخ روح اللہ خمینی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۳۵۱۔ توضیح المسائل، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، شیخ ابو القاسم الخوئی
۳۵۲۔ احتجاج، مطبوعہ دار النعمان ایران، شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ۶۲۰ھ
۳۵۳۔ حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۵۴۔ جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ انصاف پریس لاہور، 〃 〃 〃 〃
۳۵۵۔ حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف لاہور، 〃 〃 〃 〃
۳۵۶۔ تاریخ الیعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۹۰ھ
۳۵۷۔ کشف الاسرار، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران، شیخ روح اللہ خمینی موسوی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۳۵۸۔ المیزان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۰۲ھ، شیخ محمد حسین طباطبائی، متوفی ۱۴۰۲ھ
۳۵۹۔ فقہ الامام جعفر الصادق، مطبوعہ دار العلم بیروت، شیخ محمد جواد مغنیہ

۳۶۰۔ ناسخ التواریخ، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، ۱۳۶۳ھ، میرزا محمد تقی مؤرخ شہیر، متوفی ۱۲۹۷ھ
۳۶۱۔ بحار الانوار، مطبوعہ المطبعۃ الاسلامیہ طہران، ۱۳۹۲ھ، ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۶۲۔ القرآن المبین تفسیر المتقین، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور، شیخ امداد حسین کاظمی مشہدی
۳۶۳۔ فدک، مطبوعہ کتاب خانہ چہل ستون، جامع تہران، ۱۳۹۸ھ، فقیر سید محمد حسین قزوینی
۳۶۴۔ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۷ھ، شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، متوفی ۶۷۹ھ
۳۶۵۔ رجال کشی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات ایران، شیخ ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی من علماء القرن الرابع
۳۶۶۔ شرائع الاسلام، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان، ایران، شیخ ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن الحسن، متوفی ۶۷۶ھ

کتب عقائد وکلام

۳۶۷۔ شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۶۸۔ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۳۶۹۔ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۷۰۔ حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ عبدالحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ
۳۷۱۔ المنقذ من الضلال، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۳۷۲۔ الیواقیت والجواہر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۳۷۳۔ نبراس، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی
۳۷۴۔ حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی مع مجموعہ حواشی البہیہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۶۷ھ
۳۷۵۔ شرح المقاصد، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۷۶۔ الاحکام السلطانیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۹۳ھ، علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ
۳۷۷۔ سائرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۳۷۸۔ مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف القدسی الشافعی متوفی ۹۰۶ھ
۳۷۹۔ کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار پبلشنگ کمپنی، کراچی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

کتب اصول حدیث

۳۸۰۔ الکفایہ فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبۃ علمیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ
۳۸۱۔ لقط الدرر، مطبوعہ مطبعہ شرکۃ مصطفیٰ البابی حلبی واولاد مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ عبداللہ بن حسین خاطر
۳۸۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۳۸۳۔ امعان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد سندھ، قاضی محمد اکرم سندھی
۳۸۴۔ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۳۸۵۔ تقریب النواوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۳۸۶۔ علوم الحدیث، مطبوعہ " " ، امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح، متوفی ۶۴۳ھ
۳۸۷۔ تیسیر مصطلح الحدیث، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، ڈاکٹر محمد طحان

کتب اصول فقہ

۳۸۸۔ مستصفیٰ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ، امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
۳۸۹۔ فواتح الرحموت، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ، بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین، متوفی ۱۲۲۵ھ
۳۹۰۔ الرسالۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۳۹۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی، متوفی ۶۳۱ھ
۳۹۲۔ اصول بزدوی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی، متوفی ۴۸۲ھ
۳۹۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۳۹۴۔ تحریر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ
۳۹۵۔ التقریر والتحبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابن امیر الحاج، متوفی ۸۷۹ھ
۳۹۶۔ شرح المنہاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ جمال الدین اسنوی، متوفی ۷۷۲ھ

متفرقات

۳۹۷۔ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ
۳۹۸۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ، متوفی ۹۸۵ھ
۳۹۹۔ فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی، متوفی ۹۷۴ھ
۴۰۰۔ سباحۃ الفکر، مولانا عبدالحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۴۰۱۔ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۴۰۲۔ الاعتصام، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، علامہ ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، متوفی ۷۹۰ھ
۴۰۳۔ بوادر النوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ
۴۰۴۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی، ڈھونڈھ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۴۰۵۔ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواری

۴۰۶۔ المہند علی المفند، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ ھ

۴۰۷۔ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق

۴۰۸۔ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ ھ

۴۰۹۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۵ ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری، متوفی ۸۰۸ ھ

۴۱۰۔ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ ھ، علامہ زکریا بن محمد بن محمود

۴۱۱۔ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ ھ

۴۱۲۔ تکمیلِ ایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ ھ

۴۱۳۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ ھ

۴۱۴۔ تقویت الایمان، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ ھ

۴۱۵۔ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی، متوفی ۱۸۶۱ ء

۴۱۶۔ ماثبت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ ھ

۴۱۷۔ شمائم امدادیہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ ھ

۴۱۸۔ امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی، ۱۳۶۲ ھ

۴۱۹۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ ھ

۴۲۰۔ المورد الروی فی المولد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی، ۱۰۱۴ ھ

۴۲۱۔ ابجد العلوم، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ ھ

۴۲۲۔ الدرر الکامنۃ، مطبوعہ دار الجلیل بیروت، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی، ۸۵۲ ھ

۴۲۳۔ قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۲۷۳ ھ، شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ ھ

۴۲۴۔ ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میسور پریس دہلی، ۱۳۲۵ ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ

۴۲۵۔ ندائے یارسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ ھ، علامہ عبد الحکیم شرف قادری

۴۲۶۔ کشف الشبہات، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، شیخ محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۶ ھ

۴۲۷۔ الصواعق الالٰہیہ، مطبوعہ مکتبہ الیشیق استنبول، شیخ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ ھ

۴۲۸۔ آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان، مطبوعہ مطبع خیر کثیر کراچی، قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ ھ

۴۲۹۔ شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ

۴۳۰۔ الفوائد الضیائیہ (شرح جامی)، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ عبد الرحمان جامی متوفی ۸۹۸ ھ

۴۳۱۔ فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ گولڑا شریف ۱۹۶۶ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ ھ

۴۳۲۔ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمٰن (مدیر اعلیٰ)

۴۳۳۔ جمہرۃ انساب العرب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۲ ھ، ابو محمد علی بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ ھ

۴۳۴۔ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ ھ،

۴۳۵۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

۴۳۶۔ الحیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ ادارۃ الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۴۳۷۔ احسن الفتاویٰ، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد

۴۳۸۔ ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سیدی احمد بن عبدالمبارک

۴۳۹۔ تحذیر الناس، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ۱۳۹۵ھ، شیخ محمد قاسم نانوتوی، متوفی ۱۲۹۷ھ

۴۴۰۔ ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۴۴۱۔ صراط مستقیم، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ

۴۴۲۔ میری داستان حیات، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق

۴۴۳۔ رموز ایمان، 〃 〃 〃 〃 〃

۴۴۴۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ

۴۴۵۔ التراتیب الاداریہ (نظام الحکومت النبویہ)، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، علامہ عبدالحئی الکتانی

۴۴۶۔ انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۲ء، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

۴۴۷۔ اعانۃ الطالبین، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید ابی بکر المعروف بالسید البکری

۴۴۸۔ مختصر المعانی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۲ھ

۴۴۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ زیر اہتمام، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۳۹۷ھ

۴۵۰۔ مقالات کاظمی، مطبوعہ، مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ

۴۵۱۔ ہدایۃ النحو، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، علامہ ابوالحیان اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ

۴۵۲۔ المرأۃ فی فکر الاسلامی، مطبوعہ مطابع جامعۃ الموصل بغداد، ۱۹۸۶ء، علامہ جمال محمد فقی رسول الباجوری

۴۵۳۔ اعلام الموقعین، مطبوعہ حارۃ حریک لبنان، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ

۴۵۴۔ اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد بن محمد مرتضی الحسینی زبیدی حنفی متوفی، ۱۲۰۵ھ

۴۵۵۔ ردالرفضۃ، مشہور پریس کراچی، امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ

۴۵۶۔ تصفیہ مابین سنی و شیعہ، مطبوعہ گولڑا شریف، ۱۹۷۹ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ، متوفی ۱۳۵۶ھ

۴۵۷۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، 〃 〃 ، ۱۴۱۲ھ، 〃 〃 〃 〃

۴۵۸۔ حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی، ۱۳۶۲ھ

علامہ غلام رسول سعیدی کی تصانیف
حیات استاذ العلماء
توضیح البیان
ذکر بالجہر
فاضل بریلوی کا فقہی مقام
شرح صحیح مسلم
ضیائے کنز الایمان
تذکرۃ المحدثین
ازان مصطفیٰ کی شرعی حیثیت ضرورت اور اہمیت
مقام ولایت و نبوت
مقالات سعیدی
لفظ خدا کی تحقیق
معاشرے کے ناسور